دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیر نگرانی
دلائل کی تخریج، حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کے ساتھ
مدلل مکمل
کفایت المفتی
مع عنوانات
مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی
دارالاشاعت
کراچی

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیرِ نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کیساتھ

مُفتیِ اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

جلدِ دُوم

کتاب العلم، کتاب السلوک والطریقہ، کتاب التفسیر والتجوید
کتاب الحدیث والآثار، کتاب التاریخ و السیر، کتاب الجہاد، کتاب الحدود
والجنایات، کتاب الاکراہ والاضطرار، کتاب اللقیط واللقطۃ، کتاب الیمین و
النذر، کتاب القضاء والافتاء، کتاب الظہارۃ، کتاب الختان والخفاض،

دارالاشاعت اردو بازار کراچی
فون: 021-2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی

طباعت : جولائی ۲۰۰۱ء شکیل پریس کراچی۔

ضخامت : 3780 صفحات در ۹ جلد مکمل

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔اردو بازار لاہور

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 26 نابھ روڈ لاہور
کشمیر بکڈپو۔چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد لِلّٰہِ ربّ العٰلمین والصّلوة والسلام علیٰ نبیّہ الامّی الامین وعلیٰ
آلہ واصحابہ الطاہرین المھدیین

اما بعد۔ یہ کفایت المفتی کی جلد دوم قارئین کے پیشِ نظر ہے۔ جلد اوّل کے دیباچے میں عرض کیا گیا تھا کہ جو فتاویٰ جمع کیے گئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔ اوّل وہ فتاویٰ جو مدرسہ امینیہ کے رجسٹروں میں سے لیے گئے ہیں۔ ایسے فتاویٰ کی پہچان یہ ہے کہ لفظ المستفتی پر نمبر بھی ہے اور مستفتی کا نام ومختصر پتہ اور تاریخ روانگی بھی درج ہے۔ بعض جگہ سوال نقل نہیں کیا گیا ہے بلکہ لفظ جواب دیگر کے اوپر مستفتی کا نمبر ڈال دیا گیا ہے۔ دوسرے وہ فتاویٰ جو سہ روزہ الجمعیۃ سے لیے گئے ہیں، ان میں لفظ سوال کے نیچے اخبار کا حوالہ لکھا گیا ہے۔ تیسرے وہ فتاویٰ جو گھر میں موجود تھے یا باہر سے حاصل کیے گئے یا مطبوعہ کتب میں سے لیے گئے۔

لفظ جواب کے شروع میں جو نمبر لکھا گیا ہے وہ مجموعہ میں شامل شدہ فتاویٰ کی کل تعداد ظاہر کرنے کے لئے سیریل نمبر ہے۔ یہ جلد دوم جو آپ کے پیشِ نظر ہے اس میں درج شدہ فتاویٰ کی اقسام کی تفصیل یہ ہے۔

رجسٹروں سے ۲۲۹   الجمعیۃ سے ۵۵   متفرق ۸۷   کل ۳۷۱

کفایت المفتی جلد اوّل اور جلد دوم کے کل فتاویٰ کی تعداد سات سو نوے (۷۹۰) ہوئی۔

اب انشاء اللہ جلد سوم بھی جلد شائع ہوگی جو کتاب الصّلوٰة سے شروع ہوتی ہے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمدُ لِلّٰہِ ربّ العٰلمین

احقر حفیظ الرحمان واصف

۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

فہرست مضامین کفایت المفتی جلد دوم

کتاب العلم

پہلا باب : دینی تعلیم اور تبلیغ

فصل اول : تعلیم کی فضیلت

فصل دوم : تعلیم قرآن

صفحہ	مضمون
۷۷	(۳۶)(۱) بلند آواز سے تلاوت کرنے سے اگر کسی کی نماز میں خلل آئے تو جائز نہیں
//	(۲) جماعت کے بعد بلند آواز سے ذکر کی رسم غلط ہے
۷۸	۳۷ حکم انعقاد المحافل الموسومة بحلقة الذکر
۸۰	۳۸ (۱) ختم قرآن کے بعد چند سورت اور صل علی نبینا الخ پڑھنے کو ضروری سمجھنا کیسا ہے؟
//	(۲) تبارک پڑھنے اور پڑھوانے کا مروجہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں
//	(۳) مجلس ذکر میں انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے ارواح کے آنے کا عقیدہ کیسا ہے؟
	فصل دوم : اسماء حسنیٰ
۸۱	۳۹ اسم اعظم کے ورد سے حاضرات کا حکم
//	جواب از مولوی وزیر الدین چشتی
//	جواب از حضرت مفتی اعظمؒ
	فصل سوم : توسل
۸۴	۴۰ آیت وابتغوا الیه الوسیلة میں وسیلہ سے کیا مراد ہے؟
۸۵	۴۱ توسل بالذات میں اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک
//	۴۲ بزرگان دین کے وسیلے کے بغیر بھی دعا قبول ہوتی ہے
۸۶	۴۳ "بحق النبی و آلہ الامجاد" سے دعا کا حکم
//	۴۴ مدد طلب کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول ﷺ کا نام شریک کرنا جائز نہیں
۸۷	۴۵ نقشہ نعل مبارک مسجد میں لگا کر ہر نماز کے بعد اسے بوسہ دینا، اور مصافحہ کرنا جائز نہیں
//	۴۶ حضور اکرم ﷺ سے کسی حاجت کے لئے دعا مانگنا جائز نہیں
۸۸	۴۷ حضور اکرم ﷺ کے نام کے ساتھ لفظ "یا" کا حکم
//	۴۸ (۱) نقشہ نعل مبارک سے تبرک و توسل اور اس کو شائع کرنے کا حکم
//	(۲) نام سے پہلے "خادم دربار محمدی" لکھ دینا کیسا ہے؟
//	(۳) بلا علم کسی بات کا اعتقاد رکھنا صحیح نہیں
۹۰	۴۹ معروف نقشہ کیا حضور اکرم ﷺ کے نعل ہی کا ہے، اس کو بوسہ دینا کیسا ہے؟
	خط و کتابت ماخوذ از اتمام المقال
۹۲	نقشہ نعل مبارک سے توسل کے مسئلہ پر حکیم الامۃ کے نام مفتی اعظم کے مکتوب کا خلاصہ
//	جواب مکتوب از حکیم الامۃؒ

مضمون	صفحہ

صفحہ	مضمون

صفحہ	مضمون
	پہلا باب : سیرت وشمائل (علیٰ صاحبها التحیة)
۱۶۰	۱۲۹ آیت "واقصد فی مشیك" اور حدیث "اذا مشی تکفأ تکفؤا کانما ینحط من صبب" الخ کی تطبیق
//	۱۳۰ کیا حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کسی بادشاہ کے نام خط لکھا یا دستخط کیا ہے ؟
۱۶۱	۱۳۱ فضلات نبویہ کا حکم
۱۶۲	۱۳۲ حضور اکرم ﷺ امت کے وارث نہیں، شفیع ہیں
//	۱۳۳ (۱) حضور اکرم ﷺ کی تاریخ وفات کیا ہے ؟
//	(۲) حضور ﷺ کی نماز جنازہ فرداً فرداً ادا کی گئی سب سے پہلے ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے ادا کی
	دوسرا باب : اہل بیت واہل قریش
۱۶۳	۱۳۴ روایات صحیحہ سے ابو طالب کا حالت کفر پر مرنا ثابت ہے
۱۶۵	۱۳۵ کیا "قدموا قریشاً ولا تقدموها" الخ صحیح حدیث ہے ؟ اسکا صحیح مطلب کیا ہے ؟
۱۶۶	۱۳۶ ابن زیاد کا حضرت حسینؓ کے سر کو بید سے مارنا ثابت ہے
//	۱۳۷ میدان کربلا میں اشارہ سے صف اول کے آدمیوں کا سر تن سے جدا کرنے کے واقعہ وغیرہ کی نسبت حضرت حسینؓ کی طرف صحیح نہیں
//	۱۳۸ حضرت علیؓ حضور اکرم ﷺ کے خاندان سے تھے، ان کے والد ابو طالب حضور ﷺ کے چچا تھے
۱۶۷	۱۳۹ قاتلان حسینؓ کو گالی دینا کیسا ہے ؟
۱۶۸	۱۴۰ یزید ابن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسینؓ کی شہادت سن کر مکدر ہوا
	تیسرا باب : صحابہ و تابعین
//	۱۴۱ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی
۱۶۹	۱۴۲ (۱) صحابہ اور اہل بیت دونوں کے فضائل احادیث میں موجود ہیں
//	(۲) حضرت معاویہؓ صحابی ہیں عشرہ مبشرہ میں داخل نہیں
//	(۳) حضرت علیؓ کے نابالغی کی حالت میں ایمان لانے پر اعتراض لغو ہے
//	(۴) خلفاء کی ترتیب فضیلت ترتیب خلافت کے موافق ہے
//	(۵) حضرت علیؓ کے حسنینؓ کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے بھیجنے کو دکھاوا خیال کرنا بدگمانی ہے

مضمون	صفحہ
۱۷۶ جرمانہ میں لی ہوئی رقم مالکوں کو واپس کی جائے	۲۰۹
۱۷۷ (۱) گناہ کی ترغیب دینے والے پر مالی جرمانہ جائز نہیں	"
(۲) تہمت لگانے والے سے مالی جرمانہ لینا جائز نہیں	"
۱۷۸ مالی جرمانہ جائز نہیں' رقم مالک کو واپس کی جائے	"
۱۷۹ مالی جرمانہ جائز نہیں وصول شدہ رقم مالک کو واپس کی جائے	"
چوتھا باب : قصاص و دیت	
۱۸۰ شبہ کی وجہ سے قاتل سے قصاص ساقط ہے' دیت مغلظہ اور کفارہ لازم ہے	۲۱۱
۱۸۱ تلوار سے بھی تیز آلہ سے قصاص لینا بنسبت تلوار کے اولیٰ ہے	"
۱۸۲ مظلوم مقتول حملہ کرنے والے کو بھی قتل کر دے تو ظالم کا خون رائیگان ہے' مظلوم کا قصاص یا دیت واجب ہے	۲۱۴
۱۸۳ استاذ کے جائز ڈرانے دھمکانے سے بچہ جان دیدے تو استاذ پر گناہ نہیں	۲۱۵
پانچواں باب : قتل اور خود کشی	
۱۸۴ قاتل غیر اسلامی حکومت کے فیصلہ پر دس سال سزا کاٹ کر آزاد ہو جائے تو گناہ سے بری الذمہ سمجھا جائے گا؟ یا ورثاء کو خون بہا دینا ہو گا؟	"
۱۸۵ کیا قومی مفاد کے لئے خود کشی گناہ کبیرہ ہے؟	۲۱۶
۱۸۶ خود کشی کرنے والے کی مغفرت کے لئے ورثاء صدقہ و استغفار کریں	۲۱۷
۱۸۷ قاتل جرم قتل پر پھانسی دی جانے سے پہلے توبہ کرے تو نجات کا مستحق ہو سکتا ہے	۲۱۸
چھٹا باب : سرقہ	
۱۸۸ چوری کی ہوئی رقم مالک کو واپس کی جائے	"
۱۸۹ ایضاً	"
۱۹۰ مسروقہ مال مالک کو واپس کرنا یا اس سے معاف کرانا تکمیل توبہ کے لئے ضروری ہے	۲۱۹
۱۹۱ بغیر اجازت کاٹی ہوئی سرکاری جنگلات کی لکڑیوں کا خریدنا درست نہیں	"
۱۹۲ شرکاء سے چوری چھپے شرکت کا مال بیچنے والے سے خریدنا جائز نہیں	۲۲۰
ساتواں باب : بدکاری و زنا	
۱۹۳ زنا کرنے والا فاسق ہے' ایسے شخص سے تا وقت توبہ قطع تعلق کیا جائے	۲۲۱
۱۹۴ جانور سے بدکاری کرنے والا فاسق ہے' جانور بدکار کے حوالہ کر کے قیمت لی جائے	"

مضمون	صفحہ
پہلا باب : عہد و پیمان اور حلف	
فصل اول : حلف کی تشریحات	

مضمون	صفحہ
۲۲۹ مسجد بنانے کی منت واجب الاداء نہیں	۲۵۱
۲۳۰ نذر کی قربان میں عید قربانی کی شرائط کا ہونا ضروری ہے	//
۲۳۱ حج کرانے کی نذر واجب الاداء نہیں	۲۵۲
۲۳۲ نذر کی قربانی میں قربانی اور عقیقہ کے جانور کی شرائط کا لحاظ ضروری ہے	۲۵۳
۲۳۴ (۱) بکری سے پانچ فیصد مسجد کو دینے کی نذر واجب الاداء ہے	//
(۲) پانچ سو ہونے پر ہر روز دو پیسے مسجد کو دینے کی نذر واجب الاداء ہے	//
۲۳۵ کام پورا ہونے پر ہر جمعہ کے روز روزہ کی نذر ماننے والا روزہ اور فدیہ دینے سے عاجز ہو تو کیا حکم ہے؟	۱۵۴
۲۳۶ مسجد میں چراغ جلانے اور کھانا رکھنے کی نذر واجب الاداء نہیں	//
۲۳۷ نذر کا بکرا عقیقہ یا واجب قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں	۲۵۵
۲۳۸ عزیز کی بسلامتی واپسی پر جانور کی نذر مانی تو نذر پوری کرنا ضروری ہے	//
۲۳۹ بکرا ذبح کرنے کی نذر کے بعد بھیڑ ذبح کردے تو نذر پوری ہو جائے گی	//
کتاب القضاء والافتاء	
پہلا باب : ثالث بنانا	
۲۴۰ فریقین کی رضامندی سے بنایا گیا ثالث کا فیصلہ صحیح اور معتبر ہے	۲۵۷
۲۴۱ ثالث بنانے کے اقرار نامہ پر دستخط کے بعد ثالث کا فیصلہ معتبر ہے	۲۵۸
۲۴۲ ثالث بنانے کے اقرار نامہ پر دستخط کے بعد ثالث کا فیصلہ معتبر ہے	۲۵۹
۲۴۳ (۱) عورت تین طلاق کی مدعیہ ہے شوہر دو کی تو کیا حکم ہے؟	۲۶۰
(۲) دی ہوئی طلاقوں کی تعداد میں شوہر شک ظاہر کرے تو کیا حکم ہے؟	//
(۳) عورت تین طلاق کی مدعیہ ہے اور شوہر منکر تو کیا حکم ہے؟	//
(۴) ثالث مقدمہ کا فیصلہ کر سکتا ہے	//
(۵) ثالث شرعی مسئلہ سے ناواقف ہو تو عالم سے مسئلہ معلوم کر کے اسکے موافق فیصلہ کرنا ضروری ہے	//
۲۴۴ پنچایت کو قوم کی دینی و دنیوی فلاح پر نظر رکھ کر موافق شرع فیصلہ کرنا چاہئیے	۲۶۱
۲۴۵ رضامندی سے بنایا گیا ثالث نکاح فسخ کر سکتا ہے	۲۶۲
دوسرا باب : عہدہ قضاء	

تیسرا باب دعویٰ اور گواہی

چوتھا باب : منصب افتاء

فصل پنجم : حد بلوغ

تیسرا باب : برتنوں اور کپڑوں کی پاکی

تم الفهرس بعون الله تعالىٰ و منّه العميم ' والحمد لله على ذلك

کتاب العلم

پہلا باب، دینی تعلیم اور تبلیغ

فصل اول، دینی تعلیم اور تبلیغ کی فضیلت

دینی مدرسہ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والے شخص سے تعلقات ختم کر دینے چاہئیں

(سوال) ہمارے یہاں کچھ عرصہ سے ایک مدرسہ قائم ہے جس کی آمدنی کے یہ ذریعہ ہیں کہ ہم سب بستی والے اس کا چندہ بھی دیتے ہیں اور گولک (۱) بھی ہر ایک کے یہاں رہتی ہے اور آٹے کی چٹکی (۲) بھی لی جاتی ہے گولک میں ہر شخص حسب حیثیت وقتاً فوقتاً کچھ ڈالتا رہتا ہے سال بھر کے بعد گولک سب سے واپس لی جاتی ہے لہذا مسمی عمرو جو بستی میں ایک سر برآوردہ آدمی ہے اس کے پاس جب محصل چندہ گولک لینے گیا تو اس نے کہا کہ میں تو ماہواری چندہ گولک سے دیتا ہوں محصل کے پوچھنے پر کہا کہ میرے والد بھی اسی طرح دیتے تھے میں تو ان کی تقلید کروں گا محصل نے کہا کہ وہ تو وعدہ کر چکے تھے کہ گولک الگ دیں گے اور چندہ الگ دیں گے عمرو نے کہا کہ جا کر ان کی قبر پر پوچھو۔ محصل واپس آیا جب اس کو منتظمان مدرسہ نے زیادہ کہا تو اس نے کہا چندہ کا رجسٹر دکھاؤ، منتظمان نے کہا کہ تم کو پہلے جواب دینا چاہئیے تھا پھر ہم رجسٹر دکھائیں گے. غرضیکہ اس پر بہت دیر تک جھگڑا رہا اور اس نے جواب نہ دیا بعدہ عمرو نے دو چار دیگر لوگوں سے مل کر گاؤں میں گھر گھر یہ اعلان کرایا کہ جو کوئی شخص مدرسے میں چٹکی اور گولک دیگا، اس سے ہم سمجھ لیں گے۔ لہذا سوال یہ ہے کہ اس شخص سے اسلامی تعلقات منقطع کر دینا چاہئیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۱) فی زمانہ جب کہ دیگر اقوام روز بروز اسی فکر میں ہیں کہ ترقی کی جائے اور نعوذ باللہ من ذلک اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے تو مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ بھی ایسے اسباب مہیا کریں جس کی وجہ سے دیگر اقوام کو ان کے مقابلے میں اول تو جرأت مقابلہ ہی نہ ہو سکے اور اگر کسی وقت جرأت کر کے آگے بڑھیں تو ان کو پسپائی نصیب ہو اور وہ اسباب جن کی وجہ سے مخالف اقوام کا وار مسلمانوں پر نہ چل سکے ان کی اپنی دینی تعلیم ہے جس قدر تعلیم عام ہو گی اسی قدر مخالفین کو زک اٹھانا پڑے گی۔ اس لئے ہر جگہ اور ہر ملک کے باشندوں کا فرض ہے کہ وہ اسلامی تعلیم کی ترقی میں کوشاں رہیں (۳) جو خدا کے بندے اس ضرورت کو محسوس کر کے مدرسے اور انجمنیں قائم کرتے ہیں دیگر مسلمانوں کو ان کی امداد و اعانت

---

۱) قولہ گولک: روزمرہ کی بچری (آمدنی) رکھنے کا ظرف (فیروز اللغات)
(۲) قولہ چٹکی: مٹھی بھر آٹا (فیروز اللغات)
(۳) قال العلامی فی فصولہ: من فرائض الاسلام تعلم ما یحتاج الیہ العبد فی اقامۃ دینہ، و اخلاص عملہ للہ تعالیٰ و معاشرۃ عبادہ (رد المحتار: مقدمہ ۱/۴۲ ط سعید)

کرنا واجب ہے (۱) جو کوئی شخص اس کے بر خلاف ان کی ترقی میں روڑے اٹکائے وہ در حقیقت ان باخدا لوگوں کا ہی دشمن نہیں ہے بلکہ وہ اسلام کا دشمن ہے وہ رسول عربی روحی فداہ کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے - ایسے شخص سے مسلمانوں کو اسلامی تعلقات زجراً منقطع کر دینے چاہئیں ایسا شخص ہر گز اس قابل نہیں کہ مسلمان اس سے خلا ملا رکھیں جو شخص اسلام کی بیخ کنی خود اپنے ہاتھوں سے کرے وہ کب اس قابل ہے کہ مسلمان اس سے اسلامی اخوت کو قائم رکھیں - (۲)

ہر کس از دست غیر نالہ کند سعدی از دست خویشتن فریاد

واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) تبلیغ اسلام کی نیت سے غیر مسلم سے رواداری و حسن سلوک مستحسن ہے
(۲) نو مسلموں کو حقیر و ذلیل سمجھنا موجب گناہ ہے
(۳) پست اقوام کو مسلمان بنانے میں رکاوٹ پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ اور رسول ؐ کے مجرم ہیں۔
(۴) کم نسب اقوام کے نو مسلم عام مسلمانوں کے بھائی ہیں
(۵) ہر مسلمان پر بقدر معلومات تبلیغ لازمی ہے

(سوال) بعض مقامات پر بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ خود مسلمان جو احکام اسلام سے ناواقف ہیں یا ہنود کی صحبت سے متاثر ہو کر یا ہنود سے دبے ہوئے ہونے کے سبب یا ہنود کا دست نگر ہونے کے باعث یا اپنی ذاتی ثروت و شرافت پر مغرور ہوتے ہوئے پست اقوام کے مسلمان ہونے میں حارج و مانع نظر آتے ہیں اس جہالت کو مد نظر رکھتے ہوئے عامۃ المسلمین کی آگاہی کے لئے ارقام فرمایا جائے -

(۱) تبلیغ اسلام و تالیف قلوب کی نیت سے ہر مسلمان کو غیر مسلم پست اقوام کے ساتھ رواداری خیر طلبی اور جاذبانہ حسن سلوک کا کیا حکم ہے ؟

(۲) جو لوگ خود مسلمان ہو کر نو مسلموں کو ذلیل سمجھیں ان سے نفرت و حقارت کا برتاؤ کریں ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے ؟

(۳) جو لوگ خود مسلمان ہو کر پست اقوام کو مسلمان بنانے میں رکاوٹ پیدا کریں اور مخالفت پر آمادہ

---

(۱) ذلك انه اذا اضطرب حبل الامن في الامة او انتشر المرض في ابنائها او كثر الجهل في افراد ها، ولا سبيل لدرء هذا الا ببذل المال، وجب على الاغنياء ان يبذلوه لدفع هذه المفاسد وازالة هذه الطوارى لحفظ المصالح العامة (تفسير المراغى البقرة ٢٥٤ الجزء الثالث ص ٩ ط شركة مكتبه مصطفى، مصر)

(۲) فتبين هنا السبب المسوغ للهجر و هو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن طلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها...... قال المهلب، غرض البخارى فى هذا الباب : ان يبين صفة الهجران الجائز وأنه يسوغ بقدر الجرم، فمن كان من أهل العصيان يستحق الهجران بترك المكالمه كما فى قصة كعب وصاحبيه (فتح البارى شرح صحيح البخارى، باب ما يجوز من الهجران لمن عصى ١٠/٤١٥ ط المطبعة الكبرى الميريه مصر)

ہوں، ان کے لئے کیا حکم ہے ؟
(۴) جدید مسلمان پست اقوام کے ساتھ محبت، اخوت، کھانے پینے، مسجدوں میں پہلو بہ پہلو نماز پڑھنے ان کو کلمہ کا شریک بھائی جاننے کا کیا حکم ہے ؟
(۵) تبلیغ اسلام کیا صرف علماء کرام کا کام ہے ؟ یا ہر مسلمان کو سرگرمی سے اپنی اپنی وسعت وہمت کے مطابق اس خدمت کو انجام دینا چاہئیے - المستفتی نمبر ۱۶۱۷ محمد ذکریا - ناظم جمعیۃ تبلیغ الاسلام بمبئی - ۲۵ شوال ۱۳۵۴ھ ۲۱ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲) (۱) نہایت مناسب بلکہ ضروری اور موجب اجر ہے کیونکہ حسن سلوک بھی ایک طرح سے فریضہ تبلیغ کی ادائیگی ہے - (۱)
(۲) نو مسلموں کو حقیر وذلیل سمجھنا سخت گناہ اور قرآن وحدیث کی تعلیم کے خلاف ہے - (۲)
(۳) یہ لوگ خدا اور رسول کے مجرم اور اسلام کے باغی ہیں - (۳)
(۴) ضروری ہے اور اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ سب کلمہ گو بھائی بھائی ہیں - (۴)
(۵) ہر مسلمان پر بقدر اس کی معلومات کے تبلیغ فرض ہے - (۵) (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ)

مسلمان ہونے کے لئے آنے والے شخص کو مسلمان کر لینا ضروری ہے

(سوال) ایک مشرک بغرض قبول اسلام مسجد میں آیا اور امام مسجد سے کہا کہ مجھ کو کلمہ پڑھا کے مسلمان بنایئے اور سند دے دیجئے جس میں چندہ خیرات کا ذکر نہ ہو - امام صاحب نے کہا کہ مسلمان ہونے سے ہر مسلمان اعلان کی سند نہیں دے سکتے مشرک نے عاجزی سے کہا کہ آخر مسلمانی کے اعلان کی سند دینے سے آپ کا کیا نقصان ہے امام صاحب نے کہا کہ متولی صاحب سے دریافت کروں گا وہ شخص بیٹھا رہا پھر امام

---

(۱) و فی مجموع النوازل : اذا دخل یهودی الحمام، هل یباح للخادم المسلم ان یخدمه ، ینظر ان فعل ذلك لیمیل قلبه الی الاسلام فلا باس به .... وعلی هذا اذا دخل ذمی علی مسلم فقام له ، ان قام طمعاً فی اسلامه فلا باس به (عالمگیریه : الباب الرابع عشر فی اهل الذمة والاحکام التی تعود الیهم ۵/۳٤۸، ط ماجدیه، کوئٹه)
(۲) وفی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: بئس ان یسمی الرجل کافراً او زانیاً بعد اسلامه و توبته ..... و قیل نزلت فی عکرمه بن ابی جهل حین قدم المدینة مسلماً وکان المسلمون اذا راوه قالوا: ابن فرعون هذه الامة فشکا ذلك الی رسول الله ﷺ فنزلت - (الحجرات ۱۱ - ۱٦/۲۱۳ ط دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)
(۳) قل یا اهل الکتاب لم تصدون عن سبیل الله من آمن تبغونها عوجا (الآیة) (آل عمران: ۹۹)
(٤) یا ایها الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی (الآیة) و فی تفسیر القرطبی : انزل الله هذه الایة زجرهم من التفاخر بالانساب والتکاثر بالاموال والازدراء بالفقراء فان المدار علی التقوی (الحجرات ۱۳، ۱٦/۲۲۳، ط دار الکتب العلمیه، بیروت، لبنان)
(۵) بلغوا عنی ولو آیةً (الحدیث) و فی المرقاة : ای انقلوا الی الناس وافیدوهم ما امکنکم او ما استطعتم مما سمعتموه منی وما اخذ تموه عنی من قول او فعل او تقریر بواسطة او بغیر واسطة (ولو آیةً) ای ولو کان المبلغ آیة - (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح کتاب العلم، ۱/۲٦٤، ط امدادیه ملتان)

صاحب اور متولی صاحب سے گفتگو ہوئی یا نہیں ہم کو اس کا علم نہیں عشاء کے بعد امام صاحب نے کلمہ نہیں پڑھایا اور کمرہ کی طرف چل دیئے ایک مصلی نے متولی صاحب سے کہا کہ یہ شخص مسلمان ہونا چاہتے ہیں متولی صاحب نے کہا کہ کدھر کا، ڈھیر چمار ہے ہم پہچانتے نہیں مسلمان سند دیکے مسلمان نہیں بنا سکتے غرضیکہ اس مصلی اور متولی میں بہت حجت ہوئی اور متولی نے الٹی سیدھی بکو اس کی اور اس کو کلمہ نہ پڑھایا- المستفتی نمبر ۲۰۷ ایم اے مصطفےٰ (برما)-

۲۹ شوال ۱۳۵۴ھ ۲۵ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳) جو شخص مسلمان ہونے کے لئے آئے اس کو مسلمان کرلینا ضروری ہے اور اسلام لانے کی سند دیدینا ضروری تو نہیں ہے مگر جائز ہے، ناجائز یا ممنوع نہیں مسلمان نہ کرنا یا اس کو حقیر و ذلیل سمجھ کر مسلمان کرنے سے انکار کردینا یا برا بھلا کہنا یہ سب گناہ کی باتیں ہیں متولی کا یہ فعل سخت گناہ تھا جس سے ایمان جاتے رہنے کا خطرہ ہے (۱) امام کا فعل بھی گناہ تھا- ان دونوں کو فوراً توبہ کرنی لازم ہے اور اگر وہ آدمی مل سکے جو مسلمان ہونے آیا تھا اور انہوں نے اس کو زجر کر کے مسجد سے نکال دیا تو ان پر لازم ہے کہ اس سے معافی مانگیں اگر وہ مسلمان ہو گیا ہو جب بھی اور نہ ہوا ہو جب بھی اور اگر مسلمان نہ ہوا ہو تو اس کو ترغیب دیکر مسلمان کرنے کی کوشش کریں- فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) کیا مروجہ طریقہ تبلیغ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں بھی تھا؟
(۲) صحابہ کرام فرداً فرداً اور جماعت کی شکل میں تبلیغ کا کام انجام دیتے تھے
(۳، ۴) تبلیغ فرض کفایہ ہے
(۵) کیا مروجہ تبلیغ کو جہاد کہا جا سکتا ہے؟
(۶) تبلیغ چھوڑنے پر جہاد چھوڑنے کی وعیدیں چسپاں کرنا صحیح نہیں
(۷) تبلیغ کسی خاص طبقہ کے ساتھ مخصوص ہے یا عام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے؟
(۸) ہر مسلمان کلمہ کے صحیح مفہوم اور نماز وغیرہ کے مسائل کی تبلیغ کا محتاج ہے

(سوال) (۱) کیا حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی تبلیغی تحریک ہیئت کذائی قرون اولیٰ میں پائی جاتی ہے؟ (۲) کیا صحابہ کرامؓ وفود بنا کر مسلمانوں میں کلمہ و نماز سکھانے کے لئے تشریف لے گئے تھے یا علماء سلف بد دین مسلمانوں کے گھروں پر کلمہ و نماز وغیرہ کے لئے جماعتیں بنا کر اپنا ایک امیر بنا کر تشریف لے جاتے تھے؟ (۳) یہ تحریک فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ (۴) اس تحریک میں شامل ہونے کو فرض عین

---

(۱) قال كافر لمسلم اعرض علي الاسلام فقال لا ادري، او قال اذهب الى عالم، او قام كافر في المجلس واراد ان يسلم فقال له العالم اجلس الى آخر المجلس - يكفر في هذه كله (جامع الفصولين : الفصل الثامن والثلثون ۲/۲۹۶ ، ط مطبعه ازهريه، ناشر اسلامی کتب خانه کراچی)

کہنے والے حق بجانب ہیں یا نہیں ؟ (۵) اس تحریک پر جہاد متعارف جو قرآن و حدیث میں آتا ہے صادق آتا ہے یا نہیں ؟ نیز انفرو اخفافا و ثقالا (۱) کی آیات جہاد ولغدوة و روحة فی سبیل الله (۲) کی احادیث جہاد کا اس تحریک کو مصداق ٹھہرانا درست ہے یا نہیں ؟ (۶) جو وعیدیں قرآن و حدیث میں ترک جہاد پر وارد ہوئی ہیں اس تحریک میں شامل نہ ہونے والوں پر چسپاں ہو سکتی ہیں یا نہیں ؟ (۷) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ عام مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے یا مخصوص طبقے کے ساتھ خاص ہے ؟ (۸) جب کہ کلمہ و نماز کا ہر شخص قائل ہے اور اس کو کلمہ کی حقیقت اور نماز کی فرضیت معلوم ہے لیکن اپنی سستی و کاہلی کی وجہ سے ان کا پابند نہیں ہے یا کلمہ کے صحیح الفاظ کا تلفظ نہیں کر سکتا تو اب نماز کی پابندی کے متعلق کہنا یا کلمہ کی صحت الفاظی کرانا یہ تبلیغ ہے یا ترغیب ؟ المستفتی نمبر ۲۷۹۴-حاجی حنیف الدین صاحب بندوق والے - دہلی مورخہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ

(جواب ٤) (۱) یہ تحریک اصل حقیقت کے اعتبار سے تو اسلام کی بنیادی چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں کو پہنچانا اور ان کے گھروں پر جا کر خود پہنچانا ہی اصل تبلیغ ہے قرون اولیٰ میں ہر شخص بجائے خود یہ خدمت انجام دیتا اور زندگی کے ہر شعبے میں اس کو پیش نظر رکھتا تھا - اس لئے اس وقت جماعتیں بنانے اور کسی نظام کی جداگانہ قائم کرنے کی ضرورت نہ تھی - (۳)

(۲) صحابہ کرامؓ فرداً فرداً اور کئی مل کر یہ خدمت انجام دیتے تھے مگر اس وقت یہ خدمت کلمہ پڑھانے اور نماز سکھانے کی صورت میں ہوتی تھی یعنی غیر مسلم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے اور نماز وغیرہ سیکھتے تھے قرآن مجید پڑھتے اور یاد کرتے تھے آنحضرت ﷺ نے بعض کو فرداً (۴) اور بعض کو دوسرے رفقاء کے ساتھ تبلیغ اسلام و تعلیم احکام کے لئے بھیجا ہے (۵) آج کل بد قسمتی سے مسلمانوں کو کلمہ صحیح یاد کرایا

---

(۱) التوبة : ٤١

(۲) بخاری : باب الغدوة والروحة فی سبیل الله ۱/۳۹۲، ط قدیمی کتب خانه، کراچی

(۳) وقد کان المسلمون فی الصدر الاول علی هذاالمنهج من المراقبه للقائمین بالاعمال العامة فقد خطب عمر علی المنبر و کان مما قال : إذا رایتم فی اعوجاجًا فقوموه ،فقام احد رعاة الابل وقال لور اینا فیك اعوجاجًا لقومناه سیوفنا- و کان الخاصة من الصحابة متکاتفین فی اراء هذا الواجب، یشعر کل منهم، بمایشعر الاخر من الحاجة الی نشر لواء الاسلام و حفظه و مقاومة کل من یمس شیئًا من عقائد وآدابه واحکامه و مصالح اهله، وکان سائر المسلمین تبعًا لهم (تفسیر المراغی، آل عمران: ۱۰٤ - ٤/۲۲ ط مصر)

(٤) عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ لمعاذ بن جبل حین بعثه الی الیمن: انك ستأتی قوما من اهل الکتاب فاذا جئتهم فادعهم الیٰ ان یشهد وا ان لا اله الا الله وان محمدًا رسول الله، فان هم اطاعو الك بذلك فاخبرهم ان الله فرض علیکم خمس صلوٰة کل یوم ولیلة (الحدیث) (صحیح البخاری: باب بعث ابی موسیٰ و معاذ الی الیمن قبل حجة الوداع ۲/٦۲۳، ط قدیمی کتب خانه ، کراچی)

(٥) عن انسؓ قال: بعث النبی ﷺ سبعین رجلاً لحاجة یقال لهم القرآء (الحدیث) و فی الفتح : قدم ابوبرأ عامر بن مالك المعروف علاعب الا سنة علی رسول الله ﷺ فعرض علیه الاسلام فلم - یسلم ولم یبعد وقال محمد لو بعثت رجالاً من اصحابك الی اهل نجد رجوت ان یستجیبوا لك وانا جاربهم فبعث المنذر بن عمرو فی اربعین رجلاً الخ (باب غزوة الرجیع و رعل و ذکوان و بئر معونة ۷/۲۹۸، ط مطبعه میریه مصر)

جاتا ہے اور ان کو گھیر کر مسجد میں نماز کے لئے لایا جاتا ہے غیر مسلموں میں تبلیغ کے لئے جانے کا موقع ہی دستیاب نہیں ہوتا ان نام کے مسلمانوں کی حالت اصلاح پذیر ہو تو پھر غیر مسلموں کی طرف توجہ کی جائے۔

(۳، ۴) فرض عین تو نہیں ہے مگر فرض کفایہ ہونے میں شبہ نہیں ہے۔(۱)

(۵) جہاد کے تو ایک مخصوص معنی ہیں یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے قتال کرنا اور ظاہر ہے کہ یہ تحریک اس معنی کے لحاظ سے جہاد نہیں ہے (۲) جہاد کے دوسرے معنی اللہ کے راستے میں کوشش اور ریاضت سے کام لینا اس معنی کے لحاظ سے اس تحریک کو جہاد کہہ سکتے ہیں اور آیۃ کریمہ انفروا خفافا وثقالا اور حدیث شریف لغدوۃ اوروحۃ فی سبیل اللہ کے حکم میں اس کو داخل کر سکتے ہیں۔(۳)

(۶) ترک قتال کی وعیدیں اس پر چسپاں کرنا صحیح نہیں ہاں ترک تبلیغ اور مداہنت کی وعیدیں اس کے ساتھ متعلق ہوں گی۔(۴)

(۷) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بہت سے درجات ہیں اس کا ابتدائی اور عام درجہ ہر مسلمان کے ساتھ متعلق ہے۔(۵)

(۸) اس کو تبلیغ کہا جائے یا ترغیب اس کا کچھ فرق نہیں کلمہ کا بالاجمال قائل بھی اس کے صحیح مفہوم اور صحیح تلفظ کی تبلیغ کا محتاج ہے اسی طرح نماز کو فرض جاننے والا اور ماننے والا بھی احکام و مسائل نماز کی تفصیلات کی تبلیغ کا محتاج ہے۔(۶)　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ان الدعوۃ الاسلامیۃ و نشر ھا فی آفاق العالم، والامر بالمعروف والنہی عن المنکر من فروض الاسلام الکفائیہ (التفسیر المنیر فی العقیدہ والشریعہ والمنہج - آل عمران ۱۰۴، ۴/۳۵ ط دار الفکر، بیروت)

(۲) فالجہاد ھو الدعا الی الدین الحق والقتال مع من امتنع و تمرد عن القبول اما بالنفس او بالمال (عالمگیریۃ: الباب الاول فی تفسیرہ شرعاً ۲/۱۸۸ ط ماجدیہ کوئٹہ

(۳) الجہاد احتمال المشقۃ و مکافحۃ الشدائد فیشمل: الحرب للدفاع عن الدین واھلہ واعلاء کلمتہ اوجہاد النفس الذی سماہ السلف الجہاد الاکبر ومن ذلک مجاھدۃ الانسان لشھواتہ خصوصاً فی سن الشباب، والمجاھدۃ بالمال لا عمال الخیر النافعہ للامۃ والدین الخ (تفسیر المراغی، آل عمران ۱۴۲، ۴/۸۳ ط مصر)

(۴) عن حذیفہ ان النبی ﷺ قال والذی نفسہ بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذاباً من عندہ ثم لتدعنہ ولا یستجاب لکم (مشکوٰۃ المصابیح: باب الامر بالمعروف ص ۴۳۶ ط سعید)

(۵) و فی المرقاۃ لملاعلی القاری: وقد قال بعض علمائنا، الامر الاول (ای النہی بالید) للأمراء والثانی (ای النہی باللسان) للعلماء والثالث (ای النہی باستنکار القلب) لعامۃ المسلمین (باب الامر بالمعروف ۹/۲۳۸، ط امدادیہ، ملتان)

(۶) و فرض علی کل مکلف و مکلفۃ بعد تعلمہ علم الدین والہدایۃ تعلم علم الوضوء والغسل والصلوۃ الخ (رد المحتار: مقدمہ ۱/۴۲، ط سعید)

خواتین کے لئے تبلیغی سفر کا حکم

(سوال) (۱) کیا عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا مع محرم کے درست ہے؟ (۲) مردوں کا تبلیغ کو جانا اور اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کا انتظام بھی نہ کرنا کہاں تک درست ہے؟ (۳) کیا تبلیغ کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے؟ یا واجب یا سنت؟

(جواب ۵) تبلیغ دین ہر مسلمان پر بقدر اس کے مبلغ علم کے لازم ہے لیکن تبلیغ کی غرض سے سفر کرنا ہر مسلمان پر فرض نہیں بلکہ صرف ان لوگوں پر جو تبلیغ کی اہلیت بھی رکھتے ہوں اور فکر معاش سے بھی فارغ ہوں تبلیغ کے لئے سفر کرنا جائز ہے فرض لازم ہر مسلمان کے ذمے نہیں ہے اور عورتوں کا تبلیغ کیلئے گھروں سے نکلنا زمانہ خیر الامم میں نہ تھا اور نہ اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے کہ عورتیں تنہا تبلیغ کے لئے سفر کریں عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے کی بھی اجازت نہیں حج فرض کے لئے بھی بغیر محرم کے جانا جائز نہیں تو صرف تبلیغ کے لئے کیسے جاسکتی ہیں۔(۱) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فصل دوم، تعلیم قرآن

(۱) معنی ومطلب سمجھے بغیر بھی قرآن مجید کی تلاوت سے ثواب ملے گا
(۲) قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنا اور اس کے حلال وحرام کو جاننا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے
(۳) اتنا قرآن مجید یاد کرنا جس سے نماز درست ہو ضروری ہے

(سوال) (۱) قرآن شریف بے سمجھے پڑھنے سے کیا قرآن شریف کی بے عزتی ہوتی ہے اگر نہیں تو کیا بے سمجھے پڑھنا داخل ثواب ہے؟
(۲) قرآن شریف سمجھ کر پڑھنا کیا مسلمانوں پر فرض ہے؟
(۳) جو شخص مطلقاً قرآن شریف نہ پڑھا ہو تو کیا وہ گناہ گار ہے؟ (نیاز مند محمد سلیمان، واوڑا)

(جواب ٦) قرآن شریف کی عبارت کی تلاوت خواہ سمجھ کر ہو یا بے معنی سمجھے ہو موجب اجر وثواب ہے ہاں سمجھ کر پڑھنے والے کو ثواب زیادہ ہوگا اور بے سمجھے ہوئے پڑھنے والے کو کم۔ لیکن ثواب دونوں کو ملے گا یہ خیال کہ بے سمجھے ہوئے پڑھنے سے قرآن کی بے عزتی ہوتی ہے غلط ہے(۲) بلکہ اس میں تو اس بات کا ثبوت ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں قرآن مجید کی اتنی عزت ہے کہ باوجود معنی نہ سمجھنے اور معنی سے لطف اندوز نہ ہونے کے بھی وہ اس کی تلاوت میں اپنا وقت اور قوت خرچ کرتا ہے حدیث شریف

---

(۱) و مع زوج او محرم بالغ – لا مراة حرة ولو عجوزاً فی سفر (التنویر و شرحه : کتاب الحج ٢/٤٦٤، ط سعید)
(۲) قال ابن حجر : اما الثواب علی قرأ ته (ای القرآن) فهو حاصل لمن فهم ولمن لم يفهم بالكلية للتعبد– وان كان متفاوت بين القرآن وغيره و بين من فهم و بين من لم يفهم (مرقاة المفاتيح – باب بعد كتاب فضائل القرآن. الفصل الثانى ٥/٩ ، ط امداديه، ملتان)

میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو قرآن مجید کا ایک حرف پڑھے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں، اور مثال میں فرمایا کہ آلم ایک حرف نہیں بلکہ تین حرف ہیں - الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے تو اس کلمہ آلم کے پڑھنے والے کو تیس نیکیاں ملیں گی(۱) باوجودیکہ اس کلمہ یعنی حروف مقطعات کے معنی کو کوئی نہیں سمجھتا ہے کیونکہ اس کے معنی خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے یہ حضرت حق اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز ہے -

(۲) سمجھ کر قرآن شریف پڑھنا اور اس کے حلال و حرام امر و نہی کا علم حاصل کرنا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے یعنی کچھ لوگ ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو قرآن پاک کے معانی اور مطالب سمجھتے ہوں اور وہ لوگوں کو بتاتے رہیں ہر ایک مسلمان کے ذمے یہ فرض نہیں ہے(۲) ہاں ہر مسلمان کے ذمے قرآن مجید کی اتنی عبارت یاد کرنی فرض ہے جس سے نماز پوری ہو سکے -(۳)

(۳) اگر نماز درست ہونے کے لائق بھی قرآن مجید اس نے نہیں پڑھا اور یاد نہیں کیا تو گناہ گار ہو گا (۴) بشر طیکہ پڑھنے اور یاد کرنے کا وقت پایا ہو اور قدرت رکھتا ہو، یعنی نو مسلم اس وقت تک معذور ہے کہ اسے پڑھنے اور یاد کرنے کے لائق وقت ملے اور گونگا عمر بھر کے لئے معذور ہے -(۵)

قاعدہ "یسر نا القرآن" بچوں کو پڑھانا کیسا ہے ؟

(سوال) زید کے پاس چند چھوٹے چھوٹے بچے قرآن شریف پڑھتے ہیں جنہیں ابتداء میں قاعدہ یسر نا القرآن (جس کے مصنف ایک قادیانی ہیں) پڑھایا جاتا ہے محض اس خیال سے کہ قاعدہ مذکورہ بہ نسبت مروجہ قاعدوں کے آسان ہے آیا جائز ہے یا نہیں ؟ علیٰ ہذا غیر مترجم قرآن شریف یسر نا القرآن مطبوعہ قادیان پر مسلمان کو پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ **المستفتی نمبر ۹۳ عبدالحق کراچی ۹ رجب ۱۳۵۲ھ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء**

---

(۱) عن عبداللہ بن مسعود: قال : قال رسول اللہ ﷺ من قرأ حرفا من کتاب اللہ فلہ بہ حسنة، والحسنة بعشر امثالها، لا اقول آلم حرف ولكن الف حرف و لام حرف و ميم حرف (جامع الترمذی ، باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن ماله من الاجر ۲/۱۱۹ ، ط سعيد)

(۲) قال تعالیٰ، فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفه ليتفقهو فی الدين (الآية) قال القاضی ابو السعود فی تفسيره : و فيه دليل على ان التفقه فی الدين من فروض الكفاية (التوبة ۲۲ ، ۲/۶۱۷ ، ط مكتبة الرياض الحدثية بالرياض)

(۳) و فرض القرآة آية على المذهب، و حفظها فرض عين، و حفظ فاتحة الكتاب و سورة واجب على كل مسلم (التنوير مع الدر المختار، باب صفة الصلاة ۱/۵۳۷ ، ط سعيد)

(٤) لان تعلم بعض القرآن فرض عين على الكل فاذا لم يوجد هناك احد يقرء اثموا جميعًا (مرقاة المفاتيح، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی ٤/۳٦۲ ، ط امداديه، ملتان)

(٥) ولا يلزم العاجز النطق كاخرس والى تحريك لسانه و كذا فی حق القرأ ة ، هو الصحيح لتعذر الواجب (التنوير و شرحه : باب الاذان، مطلب فی حديث الاذان حزم، ۱/٤۸۱ ، ط سعيد)

(جواب ۷) اس قاعدہ اور قرآن مجید کو تعلیم کے لئے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ قاعدہ اور قرآن مجید کے ساتھ قادیانی مشن کی تبلیغ اور تعریف کا مضمون چھپا ہوا نہ ہو-(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

معنی و مطلب سمجھے بغیر قرآن مجید کی تلاوت سے ثواب ملے گا

(سوال) زید کہتا ہے کہ بغیر معنی اور مطلب سمجھے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت کرنا بیسود اور بے ثواب ہے- المستفتی عبدالعلیم عزیزاللہ متعلم عربک کالج دہلی - ۲۹ رجب ۱۳۵۴ھ م ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۸) قرآن مجید کی عبارت اور نظم کی حفاظت بھی ایک مقصود اور مہتم بالشان امر ہے، حضرت حق تعالیٰ نے **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون** (۲) میں قرآن مجید کے اپنی طرف سے نازل فرمانے کو ذکر کرنے کے ساتھ اس کی حفاظت کا بھی خود ہی ذمہ لیا ہے اور عالم اسباب میں حفاظت کا ذریعہ یہ قرار دیا کہ مسلمان اپنے سینوں میں اس کی حفاظت کریں اور ظاہر ہے کہ اسی حفاظت کے لئے اس کی عبارت اور نظم کو پڑھنا اور یاد کرنا لازمی تھا اس لئے شریعت مقدسہ نے نفس عبارت کی تلاوت کو بھی موجب اجر و ثواب قرار دیا ہے- حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص نظم قرآنی میں سے ایک حرف کی تلاوت کرے وہ دس نیکیوں کے اجر کا مستحق ہوتا ہے اور پھر یہ نہیں کہ الٓمٓ ایک حرف قرار دیا جائے بلکہ اس کے تین حرف الف - لام - میم جدا جدا معتبر ہوں گے اور تیس نیکیاں ملیں گی (۳) کتب سماویہ میں سے تبدیل و تحریف سے محفوظ رہنے میں کوئی کتاب قرآن مجید کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی اور اس خاص تفوق کی اصل وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں نے نظم قرآنی کی تلاوت اور حفظ کے ساتھ والہانہ شغف رکھا اور یقیناً ان کا یہ فعل موجب اجر و ثواب ہے کہ اس سے قرآن پاک کا تحفظ مربوط ہے- ہاں یہ ضرور ہے کہ نزول قرآن کا اصل مقصد اس کی ہدایات پر عمل کرنا ہے تو وہ اس کو مستلزم نہیں کہ عبارت کی تلاوت موجب اجر نہ ہو یہ بجائے خود ایک ثواب کا عمل ہے اور عمل کرنا بجائے خود دوسرا عمل ہے اور موجب اجر ہے اور وہ راجح و فائق ہے اور عمل نہ ہو تو معنی و مطلب سمجھ کر پڑھنے اور بے سمجھے پڑھنے میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے -(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، الجواب صحیح حبیب المرسلین عفی عنہ - الجواب صحیح

---

(۱) اس قاعدہ میں خلاف شریعت یا قادیانی مشن کی تبلیغ اور تعریف کا کوئی مضمون نہیں، اس لئے بچوں کو اس کا پڑھانا مباح ہے-

(۲) (الحجر : ۹)

(۳) عن عبداللہ بن مسعود قال : قال رسول اللہ ﷺ من قرا حرفاً من کتاب اللہ فله به حسنة، والحسنة بعشرة امثالها، لا اقول الم حرف و لکن الف حرف ولا م حرف، و میم حرف (جامع الترمذی : باب ماجاء فی من قرأ حرفاً من القرآن ماله من الاجر ۲/۱۱۹ ط سعید)

(۴) قال ابن حجر: اما الثواب علی قرأ ته (ای القرآن) فهو حاصل لمن فهم ولمن لم یفهم بالکلیة للتعبد- وان کان متفاوت بین القرآن وغیرہ و بین من فهم و بین من لم یفهم (مرقاة المفاتیح، باب بعد کتاب فضائل القرآن ۵/۹ ط امدادیه، ملتان)

صواب بندہ محمد یوسف عفی عنہ

بچوں کو کھڑا کر کے ان سے قرآن مجید سننا خلاف ادب نہیں

(سوال) زید اور عمرو کے عقائد حنفی ہیں زید کہتا ہے کہ بچوں سے کھڑے کھڑے قرآن مجید پڑھوا خلاف ادب ہے عمرو کہتا ہے کہ مبلغین و قراء قیام فرما کر حدیث شریف اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور حاضرین جلسہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہتے ہیں تو کیا یہ خلاف ادب نہیں ہوتا زید نے ایک جلسے کے موقعہ پر ایک قاری صاحب کا رکوع سنوایا اور تمام جلسے کو کھڑا کر دیا۔ یہ کہاں تک صحیح ہے۔
المستفتی نمبر ۱۰۱۲ حافظ محمد صدیق (ہمت نگر) یکم ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۲ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۹) بچوں سے قرآن مجید کا آموختہ یا سبق کھڑا کر کے سننا جائز ہے زید کا قول کہ کھڑے کھڑے قرآن مجید پڑھوانا خلاف ادب ہے صحیح نہیں جلسے میں قاری کے کھڑے ہونے پر سارے جلسے کو کھڑا کر دینا درست نہ تھا یہ فضول حرکت کی گئی آنحضرت ﷺ اور صحابہ خطبہ جمعہ میں قرآن مجید پڑھتے تھے اور ساری جماعت بیٹھی رہتی تھی اور یہی طریقہ متوارث چلا آتا ہے۔(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مجلس میں تلاوت و نظم وغیرہ پڑھی جائے تو تلاوت کی تقدیم افضل ہے

(سوال) بچوں کو سکھانے کے لئے جلسہ کرایا جاتا ہے اس میں قرآن شریف کی تلاوت اور کہانی یا مضمون اور نظم تین چیزیں ہوتی ہیں اس میں ایک ترتیب تو یہ ہے کہ اول بچے قرآن شریف کی تلاوت کریں اس کے بعد کہانی اور نظم کا مرتبہ رکھا جائے دوسری ترتیب یہ ہے کہ اول کہانی پھر قرآن شریف، پھر نظم ان دونوں صورتوں میں بہتر صورت کونسی ہے قرآن شریف کی تقدیم افضل ہے یا نظم اور کہانیوں کا مقدم کرنا جو صورت شرعاً افضل ہو ارقام فرمائیں۔ المستفتی نمبر ۱۰۸۳ عبدالعلیم دہلی۔ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ ۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰) قرآن شریف کی تقدیم افضل ہے (۲) تاکہ وہ پہلے ہو جانے کی وجہ سے کہانی اور نظم کے ساتھ اختلاط سے محفوظ رہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ الجواب صحیح حبیب المرسلین عفی عنہ

---

(۱) عن جابر بن سمرہ قال: کانت للنبی ﷺ خطبتان یجلس بینهما یقرء القرآن ویذ کرالناس (صحیح لامام مسلم کتاب الجمعة ۱/۲۸۳، ط قدیمی کتب خانہ کراچی) و فیه عن جابر بن عبدالله قال بینا النبی ﷺ یخطب یوم الجمعة، اذا جاء رجل فقال له النبی ﷺ اصلیت یا فلان؟ قال : لا قال قم، فارکع،، (کتاب الجمعة ۱/۲۸۷ ط قدیمی)

(۲) ان یقدم علی الشروع فی البحث والتدریس قرأة شئ من کلام الله تبرکاً و تیمناً، اذا تعددت الدروس قدم الاشرف فالا شرف والا هم فالا هم لأمة الدروس فقدم تفسیر القرآن ثم الحدیث (تذکرة السامع والمتکلم فی آداب العالم والمتعلم، ص ۳۴-۳۵ مکتبه دار الباز مکة المکرمة)

نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی - الجواب صحیح - ریاض الدین عفی عنہ، مدرس دارالعلوم دیوبند - الجواب صحیح محمد مظہر اللہ غفرلہ - امام مسجد فتحپوری، دہلی -

کیا غیر مسلم کو قرآن شریف پڑھانا جائز ہے ؟

(سوال) ایک شخص ہندو اپنے شوق سے قرآن مجید پڑھنا چاہتا ہے بلکہ قرآن مجید پڑھنے کا دل سے بہت شوق رکھتا ہے پڑھانے والا بوجہ حرمت و ادب کلام پاک تامل کرتا ہے اس لئے تصدیعہ خدمت ہے کہ ایسے غیر مسلم کو قرآن مجید کا پڑھانا ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۵۰۶ املاء عبدالغنی صاحب (جے پور) ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۱۹ جون ۱۹۳۷ء
(جواب ۱۱) غیر مسلم کو قرآن شریف کی تعلیم دینا جائز ہے معلم اس کو احترام کلام مجید کی تعلیم بھی دے اور اپنے او پر بے حرمتی کا کام نہ ہونے دے اس قدر کافی ہے - اس کا بھی اندازہ کرلے کہ غیر مسلم کی نیت تو خراب نہیں ہے - (۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

معنی و مطلب سمجھے بغیر بھی قرآن مجید کی تلاوت سے ثواب ملے گا

(سوال) قرآن پاک کی تلاوت بغیر فہم معانی باوجود مترجم قرآن کے باعث اجر و ثواب ہے یا نہیں ؟ مع حوالہ تحریر فرمائیں المستفتی نمبر ۲۷۶۵ حکیم محمد ایوب مراد آباد ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ ۲۵ اپریل ۱۹۴۳ء
(جواب ۱۲) قرآن پاک کی تلاوت بغیر فہم معانی کے بھی موجب ثواب ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک کا ایک حرف پڑھے اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ الم ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے یعنی صرف الم پڑھنے والے کے لئے تیس نیکیاں ہیں (۲) اس سے صاف ظاہر ہے کہ صرف نظم قرآن کی عبارت پڑھنا بھی موجب اجر ہے اور الم تو معلوم المعنی بھی نہیں ہے متشابہات میں سے ہے ہاں قرأت قرآن فہم معنی کے ساتھ ہو تو اور زیادہ ثواب ملے گا - (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) قال الامام محمدؒ فی السیر الکبیر : واذا قال الحربی او الذمی للمسلم علمنی القرآن فلا باس بان یعلمه و یفقهه فی الدین لعل الله یقلب قلبه- والحاصل مماسبق ان وقوع المصحف باید الکفار انما یمنع منه اذا خیف منهم اهانته، اما اذا لم یکن مثل هذا الخوف فلا باس بذلك لا سیما لتعلیم القرآن و تبلیغه- والله اعلم (تکمله فتح الملهم بشرح صحیح الامام مسلم- باب النهی ان سافر بالمصحف الخ ،۳/۳۸٦، ط مکتبه دار العلوم، کراچی)
(۲) عن عبدالله بن مسعود قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قرأحرفا من کتاب الله فله به حسنه، والحسنة بعشرة امثالها، لا اقول الم حرف ولکن الف حرف، ولام حرف، و میم حرف (جامع الترمذی: باب ماجاء من قرأ حرفاً من القرآن فله من الاجر ۲/۱۱۹ ، ط سعید) (۳) قال ابن حجر: اما الثواب علی قرأة (ای القرآن) فهو حاصل لمن فهم و لمن لم یفهم للتعبد بالکلیه- وان کان یتفاوت بین القرآن وغیره و بین من فهم و من لم یفهم (مرقاة المفاتیح : باب بعد کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی ۵/۹، ط امدادیه ملتان)

دینی تعلیم پڑھنے والے بچوں کو سرکاری لازمی (جبری) تعلیم سے مستثنیٰ کرایا جائے

(سوال) چونکہ آج کل جبریہ تعلیم کا نفاذ روز بروز ترقی پر ہے اور اس میں بعض جگہ میونسپل کمیٹی وغیرہ نے استثنائے تعلیم مذہبی کو برقرار نہیں رکھا جو کہ اصل قانون میں موجود ہے (ایکٹ نمبر ۷، ۱۹۱۹ء دفعہ ۱۰ میں درج ہے کہ (ب) لڑکے کو مذہبی وجوہات کی بناء پر کمیٹی حاضری مدرسہ نے حاضر ہونے سے معاف کر دیا ہے) ایسی صورت میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے ؟

(جواب ۱۳) مسلمانوں کے بچوں کے لئے قرآن مجید کی تعلیم (حفظ و ناظرہ) ضروری ہے (۱) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کے لئے گیارہ سال سے کم عمری کا وقت ہی مناسب ہے (۲) اس لئے ضروری ہے کہ جو بچے قرآن مجید کے مکتبوں میں قرآن مجید پڑھ رہے ہیں خواہ حفظ یا ناظرہ، ان کو اس شرط کے ساتھ کہ وہ قرآن مجید پڑھتے رہیں اس جبریہ تعلیم سے مستثنیٰ کرایا جائے لیکن جب وہ قرآن بھی نہ پڑھیں بیکار پھرنے لگیں تو پھر ان کو تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کیا جائے - محمد کفایت اللہ غفر لہ

(ماخوذ از رسالہ جبریہ تعلیم شائع کردہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کاندھلوی ۱۳۴۶ھ)

دوسرا باب
تعلیم کے احکام وآداب
فصل اول، تعلیم کا معاوضہ لینا

دینی تعلیم یا امامت پر تنخواہ لینا جائز ہے

(سوال) امامت یا تعلیم قرآن و دیگر کتب دینیہ کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱۴) امامت و تعلیم قرآن کی اجرت لینا (بنا بر فتوی متاخرین حنفیہ) جائز ہے - قال فی الهداية و بعض مشائخنا رحمهم الله تعالىٰ استحسنو الا استئجار علىٰ تعليم القرآن اليوم لظهور التوانی فی الامور الدينية ففی الامتناع تضييع حفظ القرآن و عليه الفتوىٰ و زاد فی مختصر الوقاية و متن الاصلاح تعليم الفقه و زاد فی متن المجمع الامامة و مثله فی متن الملتقى و در البحار (رد المختار (۳) مختصراً)

---

(۱) وايضاً فی اطلاقه ايماء الى قوله الأئمه ان حفظ القران من فروض الكفايات فيخاطب به كل الامة فی كل زمن، نعم ان حفظه جمع منهم يقوم بهم الكفاية سقط الحرج عن جميعهم والا اثموا كلهم (مرقاة المفاتيح : كتاب فضائل القرآن ، الفصل الثالث ٤ / ٤٨٠ ، ط امداديه ملتان) و فيها: و ظاهر كلام الزركشی ان كل بلد لا بد فيه ان يكون ممن يتلو القرآن فی الجملة لان تعلم بعض القرآن فرض عين على الكل، فاذا لم يوجد هناك احد يقرا اثموا جميعاً (مرقاة: كتاب فضائل القرآن، ٤ /٤٦٢ ، ط امداديه ، ملتان)

(۲) و حجة من اجاز (ای تعليم القرآن الصبيان)انه ادعى الى ثبوته و رسوخه عنده كما يقال: التعلم فی الصغر كالنقش فی الحجر (فتح الباری، شرح صحيح البخاری: باب تعليم الصبيان القرآن، ۹/ ۷۵ ، ط مطبعه كبرى ميريه، مصر) (۳) كتاب الاجارة، مطلب فی الاستنجارة على الطاعات ، ٦/ ٥٥ ط سعيد)

(۱) قرآن مجید پڑھانے کی تنخواہ لینا جائز ہے، تراویح و شبینہ کی اجرت جائز نہیں
(۲) پیشگی وعدہ اور طے کئے بغیر اگر حافظ صاحب کو کچھ دیا جائے تو گنجائش ہے
(۳) شبینہ پڑھنا کیسا ہے ؟

(سوال) (۱) حفاظ کے لئے اجرت و معاوضہ جائز ہے یا نہیں ؟ خواہ وہ تعلیم قرآن شریف کا ہو یا ایصال ثواب کے لئے ختم پڑھنا یا رمضان المبارک میں تراویح یا شبینہ پر ہو - (۲) اجرت و معاوضہ اگر جائز ہے تو تعین کے ساتھ یا بلا تعین ؟ (۳) شبینہ کی دو صورتیں ہیں (ایک رات میں اور تین رات میں) ہر دو جائز ہے یا ناجائز ؟ یا کوئی ایک جائز ہے ؟ **المستفتی نمبر ۳۰۲ حافظ محمد عزیز اللہ خوشنویس (اجمیر شریف)** ۱۸ صفر ۱۳۵۳ھ م ۲ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۵) قرآن پاک اور علوم دینیہ کی تعلیم کی اجرت متاخرین حنفیہ کے فتوے کے بموجب جائز ہے حنفیہ کا اصل مسلک عدم جواز تھا - جواز کا فتوی انہوں نے ضرورت کی بناء پر دیا ہے تعلیم کی اجرت کے جواز کی ضرورت ظاہر ہے کہ اگر اجرت لینی ناجائز قرار دی جائے تو اس کا نتیجہ ترک تعلیم کی صورت میں ظاہر ہوگا اور قرآن مجید اور علوم دینیہ کی تعلیم کا متروک ہونا عظیم الشان نقصان ہے اس لئے جواز اجرت کا فتوی دیدیا گیا اسی پر امامت و افتاء کو بھی قیاس کیا گیا (۱) مگر صرف تلاوت قرآن مجید (بغرض ایصال ثواب) کی اجرت کو اصل مسلک کے موافق ناجائز ہی رکھا گیا کیونکہ اگر عدم جواز اجرت کی وجہ سے تلاوت قرآن بغرض ایصال ثواب متروک ہو جائے تو کسی ضرورت دینیہ میں کمی نہیں آتی اس لئے قرآن مجید تراویح میں سنانے کی اجرت بھی ناجائز قرار دی گئی کہ اس کے ترک سے کسی ضرورت دینیہ میں کمی نہیں آتی سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھ کر سنت قیام رمضان ادا کر سکتے ہیں - (۲) (۲) بلا تعین دے دیا جائے اور نہ دینے پر کوئی شکوہ شکایت نہ ہو تو یہ صورت اجرت سے خارج اور حد جواز میں داخل ہو سکتی ہے - (۳)

....

(۱) الاصل ان کل طاعة یختص بها المسلم لا یجوز الاستئجار علیها - قال فی الهدایه: و بعض مشایخنا رحمهم الله تعالیٰ استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم لظهور التوانی فی الامور الدینیه ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن، و علیه الفتویٰ - و زاد فی متن المجمع: الامة، و مثله فی متن الملتقی و درر البحار (رد المحتار، کتاب الاجارة، مطلب فی الاستئجار، علی الطاعات ۵۵/۶ ط سعید) (۲) فهذا دلیل قاطع و برهان ساطع علی ان المفتی به لیس هو جواز الاستئجار علی کل طاعة بل علی ما ذکروه فقط فما فیه ضرورة ظاهرة تبیح الخروج من اصل المذهب من طرو المنع - وقد ذکرنا مسئلة تعلیم القرآن علی استحسان اه یعنی للضرورة، ولا ضرورة فی الاستئجار علی القرأة علی القبر - ولا یصح الاستئجار علی القرأة (رد المحتار مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة ۵۶/۶، ۵۷ ط سعید) (۳) فان اعطی المعلم شیئاً من غیر شرط فظاهر کلام جوازه، وهو قولنا معشر الحنفیه - ولا اذا کان بغیر شرط کان هبةً مجردةً، فجاز - کما لو لم یعلمه شیئاً (اعلاء السنن، باب الاجرة علی تعلیم القرآن، ۱۶۹/۱۶-۱۷۰ ط ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه، کراچی) اگر نیت خالص ہو قرآن سنانے والا حسبۃ للہ سنائے، اور دینے والا بھی محض اللہ تعالیٰ کے واسطے غریب سمجھ کر کچھ دے دیں تو یہ قرآن پڑھنے کا معاوضہ نہیں ہوگا، اس کے جواز میں تامل نہیں لیکن ایسا اس زمانہ میں کہاں ہے ؟ مذکورہ معیار کے قرآن سنانے اور پیسے دینے والوں کا وجود اس زمانہ میں عنقا ہے، اس لئے اب بلا تعین بھی سنانے والے کے لئے لینا اور دینے والے کیلئے دینا جائز نہیں - وفی الشامیة : ولو لا الاجرة ما قرا احد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسباً ووسیلة الی جمع الدنیا - انا لله و انا الیه راجعون (کتاب الاجارة، ۵۷/۶، ط سعید)

(۳) تبیینہ کی دونوں صورتیں بوجہ ان عوارض کے جو پیش آتے ہیں اور تقریباً لازم ہیں مکروہ ہیں اگر پڑھنے والا اور سننے والے سب کے سب مخلص ہوں اور بہ نیت عبادت شوق سے پڑھیں اور سنیں تو تین دن میں ختم کرنا بہتر ہوگا - (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ،

(۱) کیا ایسے امام کو امامت پر ثواب ملے گا اگر تنخواہ نہ دی جائے تو امامت چھوڑ دے
(۲) تنخواہ لیکر دینی کتابیں پڑھانے پر ثواب ملے گا
(۳) غریب اور مالداروں کو تنخواہ لیکر دینی کتابیں پڑھانے یا امامت پر ثواب ملے گا
(۴) دینی تعلیم اور امامت پر تنخواہ مقرر کر کے لینا جائز ہے
(۵) طلباء سے خدمت لینے کا حکم
(۶) میں اللہ واسطے امامت یا خدمت کروں گا، تم اللہ واسطے تنخواہ دو سوال ممنوع میں داخل نہیں
(۷) عبادات پر اجرت لینے کے بارے میں شاہ عبدالعزیزؒ کے ایک قول کی تشریح

(سوال) زید ایک جگہ ملازم ہے وہاں دینی کتابیں پڑھاتا ہے اور امامت کرتا ہے اور اس کو تنخواہ ملتی ہے کتابیں پڑھانے کو وہ کار کردنی سمجھتا ہے یعنی اگر ملازمت نہ رہے تب بھی وہ تھوڑا بہت پڑھانے کا کام جاری رکھے اور امامت کے کام کو وہ کار کردنی نہیں سمجھتا یعنی اگر امامت کی تنخواہ نہ ملے تو وہ امامت نہ کرے امامت کرنے کو پسند نہیں کرتا امامت کے پندرہ روپے اور مدرسی کے دس روپے ملتے ہیں اگر امامت کو چھوڑ دے تو اس جگہ مدرسی کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو عرض یہ ہے -
(۱) صورت مذکورہ میں تنخواہ لیکر امامت کرنے سے امامت کا ثواب ملے گا یا نہیں ؟
(۲) صورت مذکورہ میں تنخواہ لیکر دینی کتابیں پڑھانے کا ثواب ملے گا یا نہیں ؟
(۳) کوئی شخص تنخواہ لیکر اگر امامت کرے یا تعلیم دینی کرے تو کن وجوہ میں ثواب ہوگا اور کن وجوہ میں ثواب نہ ہوگا کس طرح نیت کرنے سے ثواب ہوگا مالدار اور غریب میں فرق ہے یا نہیں ؟
(۴) تعلیم دینی و امامت پر تنخواہ ٹھہرا کر لینا جائز ہے یا نہیں ؟
(۵) طلباء سے استاد کام لے تو جائز ہے یا نہیں ؟ اور استاد کو اجر ملے گا یا جاتا رہے گا ؟
(۶) اگر کوئی شخص محلہ والوں کو یا متولی مسجد کو یوں کہے کہ میں امامت کروں گا یا مسجد کا کام کروں گا اللہ واسطے اور تم مجھ کو اللہ کے واسطے کھانا اور تنخواہ دو تو اس طرح للہ مانگنا جائز ہے یا نہیں اور یہ مانگنا سوال ممنوع میں داخل ہے یا نہیں ؟
(۷) شاہ عبدالعزیزؒ نے سورہ بقر آیت **وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم** کے تحت میں فرمایا ہے کہ "

---

(۱) ولا یختم فی اقل من ثلاثة ایام تعظیماله (عالمگیریة: الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح و قراة القرآن الخ ، ۵/۳۱۷ ، ط مکتبه ماجدیه، کوئٹه)

اجرت بر عبادت گرفتن دراں صورت جائز است کہ نیت خالص محض برائے خدا باشد و بودن و نبودن اجرت برابر گردد۔ آں عبادت راکار کردنی خود داند خواہ کسے براں اجرت بدہد یانہ دہد و اگر مانند حرفتہاو مزدوریہائے دنیاوی آں عبادت را معلق بر گرفتن اجرت سازد کہ اگر اجرت داد ند بجاآورد والا ترک کرد پس او محض مزدور است از ثواب بہرہ ندارد بلکہ خوف عقاب دارد کہ کار دین را برائے دنیا کرد و آخرت را بادنیٰ فروخت، معاذاللہ من ذلک۔" عبارت مذکورہ کا کیا مطلب ہے ؟ فی زمانہ امامت کو شاید ہی کوئی کار کردنی سمجھتا ہو اس لئے کہ اس میں بہت ذمہ داری ہے اگر تنخواہ نہ دی جائے تو اکثر مساجد خالی رہیں۔

المستفتی نمبر ۵۲۰ محمد ابراہیم (احمد آباد) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۶) نمبر ۱ سے لیکر ۴ تک کا جواب یہ ہے : کہ امامت اور تعلیم و تدریس کی تنخواہ ٹھہرا کر لینا جائز ہے (۱) اور اگر اس کی نیت یہ ہو کہ رفع ضروریات کے لئے تنخواہ لیتا ہوں اور اگر ان کاموں کو دینی کام سمجھ کر اختیار کرتا ہوں تو اس کا ثواب بھی ملے گا اگرچہ بلا تنخواہ حسبۃً للہ یہ کام کرے تو ثواب زیادہ ہو گا۔(۲)

(۵) طلباء سے عرفی طور پر کوئی کام لینا جو وہ بطیب خاطر خدمت استاد سمجھ کر کردیں اور خوش ہوں جائز ہے اور اس میں اس کے ثواب تعلیم پر کوئی اثر نہ ہو گا۔

(۶) یہ تعبیر تو ممنوع نہیں اور نہ یہ سوال میں داخل ہے مگر جب کہ نیت معاوضہ کی ہو تو اس کلام سے کچھ فائدہ نہیں۔(۳)

(۷) شاہ صاحبؒ کی عبارت اس قول پر مبنی ہے کہ عبادت پر اجرت لینا ناجائز ہے اور جو صورت جواز کی تحریر فرمائی ہے وہ درحقیقت اجرت کی حد میں داخل نہیں ہوتی اور جو صورت عدم جواز کی تحریر فرمائی ہے وہ اجرت ہے جیسا کہ ان کا فقرہ "پس او محض مزدور است" اس کی دلیل ہے اور یہ متقدمین کے نزدیک ناجائز اور متاخرین کے فتوے کے بموجب جائز ہے۔(۴) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**

---

(۱) و یفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان- فیجب المسمی بعقد (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب فی الاستنجار علی الطاعات، ۶/۵۵، ط سعید)

(۲) نعم قد یقال ان کان قصده وجه الله تعالی لکن بمر اعاته للاوقات، والا شتغال به یقل الاکتساب، عما یکفیه لنفسه و عیاله فیا خذ الاجرة لئلایمنعه الاکتساب عن اقامة هذه الو ظیفة الشریفة، ولولا ذلك لم یاخذ اجرا فله الثواب المذکور بل یکون قد جمع بین عبارتین: وهما الاذان، والسعی علی العیال، وانما الاعمال بالنیات (رد المحتار باب الاذان، مطلب فی المؤذن اذا کان غیر محتسب فی اذانه ۱/۳۹۲، ط سعید)

(۳) انما الاعمال بالنیات (الحدیث) (بخاری : باب کیف کان بدا الوحی الی رسول الله ﷺ ۱/۲، ط قدیمی کتب خانه، کراچی)

(٤) اما الا جارة علی الطاعات فاصول المذهب الحنفیة تقتضی انها غیر صحیحة ایضا - لکن المتاخرین من الحنفیة نظر وا الی حالة ضرورة طارئه فافتوا بجواز اخذ الاجرة علی بعض الطاعات للضرورة (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه : مبحث ماتجوز اجارته وما لا تجوز ۳/۱۱۰، ط دار الفکر، بیروت)

حضور ﷺ کبھی کبھار صحابہ کرامؓ کے گھر بطور محبت وصداقت کھانا تناول فرماتے تھے نہ کہ بطور اجرت

(سوال) عوام رسول اللہ ﷺ کے گھر سے کھانا کھایا کرتے تھے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کسی کے گھر سے کھاتے تھے اور نہ ہی کوئی مزدوری یا اجرت لیتے تھے اور قرآن اس حکم کو کئی جگہ فرماتا ہے اس کے مخالف آج علماء مقتدیوں کے گھروں سے کھاتے ہیں اور اپنی نماز پڑھائی جنازہ یا نکاح پڑھائی کی اجرت لے لیتے ہیں۔ المستفتی نمبر ۶۹۹ حکیم سید عبداللہ شاہ دہلی ۹ شوال ۱۳۵۴ھ م ۵ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۷) قرآن مجید میں کہیں پیغمبر ﷺ کو امت کے گھر کھانا کھانے سے منع فرمایا نہیں گیا اس لئے امت کے افراد بھی حضور ﷺ کے دولت خانے پر کھانا کھاتے تھے اور حضور ﷺ کبھی کبھی اپنے مخلصین کے مکان پر کھانا تناول فرماتے تھے(۱) لیکن حضور ﷺ کا تناول فرمانا معاذاللہ اجرت کے طور پر نہیں ہوتا تھا بلکہ محبت وصداقت کی بناء پر ہوتا تھا جس کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے(۲) رہا آج کل مساجد کے اماموں، موذنوں یا استادوں کا اجرت امامت واذان یا اجرت تعلیم لینا تو یہ مسئلہ مجتہدین امت میں مختلف فیہ تھا۔ امام ابو حنیفہ عبادات کی اجرت لینے دینے کو ناجائز فرماتے تھے اور دوسرے ائمہ جائز فرماتے تھے متأخرین حنفیہ نے بھی دوسرے کے قول کے موافق تعلیم وامامت واذان کی اجرت کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے کیونکہ بغیر اجرت ان چیزوں کا بقاء اور نظام کا قیام مشکل ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

طالب علم کو اگر تعلیم کے ساتھ ہنر بھی سکھایا جائے تو بہتر ہے

(سوال) دینی طلباء کو آج کل علمائے کرام دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہنر کیوں نہیں سکھاتے تاکہ ہنر کے ذریعے اپنی روزی کما سکیں اور علم دین سے دوسروں کو بلا کسی مزدوری کے فیض پہنچائیں؟
المستفتی نمبر ۶۹۹ حکیم سید عبداللہ شاہ زنجانی (دہلی)

---

(۱) عن ابی هريرة قال: خرج رسول الله ﷺ ذات يوم اوليلة - فاتى رجلاً من الانصار فاذا هو ليس فى بيته فلما رآته المراة قالت مرحباً (إلى قوله) ما نطلق فجاء هم بعذق فيه بسر و تمر و رطب فقال كلوا من هذه، واخذ المدية، فقال له، رسول الله ﷺ اياك والحلوب، فذبح بهم فأكلوا من الشاة ومن ذلك العذق (الحديث) (صحيح الامام مسلم: باب جواز استتاعه غيره الى دار من يثق ۲/۱۷۶، ط قديمى كتب خانه، كراچى)

(۲) و فى تفسير القرطبى (قوله تعالىٰ: قل ما سألتكم من اجر) اى جعل على تبليغ الرسالة (فهو لكم) اى ذلك الجعل لكم ان كنت سالتكموه (ان اجرى الا على الله وهو على كل شئ شهيد) (سبا: ۴۷- ۷/۱۹۹، ط دار الفكر، بيروت)

(۳) ولا جل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة و تعليم القرآن والفقه، و يفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان (تنوير الابصار و شرحه) قال المحقق فى الشامية (قوله: و يفتى اليوم الخ) قال فى الهداية: و بعض مشايخنا استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التوانى فى الامور الدينيه - وزاد فى متن المجمع: الامامة- وزاد بعضهم الاذان (رد المحتار مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستئجار على التلاوة ۶/۵۵، ط سعيد)

(جواب ۱۸) ہاں یہ بات کہ طالب علم کو علم کے ساتھ کوئی صنعت و حرفت بھی سکھائی جائے بہتر ہے اور بہت سے لوگوں نے اس پر عمل شروع بھی کر دیا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف دینی علوم کی تعلیم دینا ناجائز یا غیر مفید ہے۔ محمد کفایت اللہ

(۱) داخلہ فیس کا حکم
(۲) ماہوار فیس لی جاسکتی ہے

(سوال) ایک اسلامی مدرسہ کی مالی حالت نہایت خراب ہے، یہاں کے مسلمان اس قدر بے حس ہیں کہ باوجود خدمات کے اعتراف کے مالی امداد کی طرف راغب نہیں ہوتے اس مدرسہ میں نہ گورنمنٹ سے کوئی مالی امداد لی جاتی ہے نہ کسی بورڈ وغیرہ سے اندریں صورت (۱) اگر بچوں کے داخلہ کے وقت کوئی رقم داخلہ فیس کے طور پر لی جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) درجہ قرآن یا حفظ و ناظرہ اردو یا فارسی یا عربی ان میں سے کسی درجہ کے لڑکوں پر ماہواری فیس شرعاً مقرر کرنا درست ہے یا نہیں ؟
المستفتی مہتمم مدرسہ دینیہ اسلامیہ، غازی پور (یوپی) ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء
(جواب ۱۹) (۱) داخلہ کی فیس تو کوئی معقول نہیں (۱) (۲) ماہوار فیس لی جاسکتی ہے۔ (۲)

متاخرین نے ضرورت کی وجہ سے بعض عبادات پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعلیم قرآن مجید اور اذان و امامت کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا
(جواب ۲۰) واضح ہو کہ یہ مسئلہ قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ امام شافعیؒ اور امام بن حنبلؒ (۳) اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ایسی اطاعت پر جو اجیر کے ذمہ متعین نہ ہوں عقد اجارہ منعقد کرنا اور اجرت لینا دینا جائز ہے جیسے تعلیم قرآن مجید، اذان، امامت وغیرہ اور امام ابو حنیفہؒ اور زہری اور قاضی شریح اور ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ طاعات پر اجارہ ناجائز ہے ہمارے اصحاب متقدمین حنفیہ کا یہی مسلک تھا کہ

---

(۱) معقول اس اعتبار سے نہیں کہ یہ طے نہیں ہو سکا کہ داخلہ فیس کس چیز کی اجرت ہے، خصوصاً جب داخلہ فیس کے ساتھ ماہوار فیس بھی لی جائے، غایۃ مافی الباب یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ داخلہ سے متعلق امور نمٹانے کی اجرت ہے
(۲) و یفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه (الدر المختار مع رد المحتار: مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجاره علی التلاوة الخ ۶/۵۵ ط سعید)
(۳) امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق یہ نقل ہے کہ وہ طاعات پر اجرت لینے کے مجوزین میں ہیں مبنی بر قول ضعیف یا قول قدیم یا بلا شرط اجرت لینے پر ہے، ان کا مشہور اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں (دیکھئے الانصاف: عمل فقه الامام احمد بن حنبل، باب اجاره ۶/۴۵، ۴۶ ط دار احیاء التراث بیروت و کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه، مبحث ما تجوز اجارته وما لا تجوز، ۳/۱۲۶، ط دار الفکر، بیروت)

طاعات پر اجرت لینا دینا ناجائز ہے اور قدمائے حنفیہ اسی کے موافق فتویٰ دیتے اور عمل کرتے رہے علم دین پڑھانے والوں، اذان کہنے والوں اور امامت کرنے والوں کے وظائف بیت المال سے مقرر ہوتے تھے اور یہ لوگ نہایت اطمینان اور فارغ البالی سے اپنا کام انجام دیتے تھے۔

کچھ عرصے کے بعد اسلامی سلطنت نہ رہنے یا بیت المال کے مصارف میں بعض مسلمان بادشاہوں کے شرعی حدود سے تجاوز کر جانے کی وجہ سے ان علماء اور موذنین وائمہ کے وظائف بند ہو گئے اور تعلیم علوم دینیہ یا اذان وامامت کی انجام دہی میں جو فراغت قلبی انہیں حاصل تھی وہ جاتی رہی چونکہ یہ لوگ بھی آخر انسان تھے اور انسانی ضروریات معاش ان کی زندگی کے لوازمات میں بھی داخل تھیں اس لئے ان کو مجبوراً مال حاصل کرنے کے ذرائع کی طرف متوجہ ہونا پڑا جس کے وسیلے سے اپنی اور اپنی اولاد و متعلقین کی اوقات بسری کر سکیں ذرائع معاش چونکہ مختلف اقسام کے ہیں کسی نے کوئی طریقہ اختیار کیا کسی نے کوئی۔ کسی نے تجارت، کسی نے زراعت، کسی نے ملازمت، کسی نے صنعت ودستکاری اختیار کی اسی طرح ضرورتیں بھی کمی بیشی میں مختلف تھیں اس لئے رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں ایک بڑا حصہ کسب معاش میں خرچ کر دینے کے باوجود بھی بعض افراد کی ضروتیں پوری نہ ہوئیں۔

ان حالات کی وجہ سے بہت سے علماء بہت سے موذن، بہت سے امام مجبوراً ان مشاغل کی وجہ سے تعلیم یا اذان یا امامت کی خدمت کو بالالتزام پورا نہ کر سکے اور بلآخر انہیں اضطراری حالت سے ان خدمات کو چھوڑنا پڑا لیکن تعلیم چھوڑنے سے یہ نقصان متصور تھا کہ علم دین کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا کیونکہ جب پڑھانے والوں کو اپنی ضروریات معاش میں مشغولی کی وجہ سے اتنی فرصت نہ ملتی کہ طلبہ کو پڑھا سکیں تو پھر علم دین کی زندگی اور بقاء کی کیا صورت تھی اذان چھوڑ دینے سے یہ نقصان متصور تھا کہ نماز کے اوقات کا انضباط جو معیّن موذن ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے درہم برہم ہو جاتا چونکہ اس زمانے میں بڑے بڑے شہروں بلکہ بعض قصبوں میں بھی اکثر غریب مسلمان کارخانوں اور کمپنیوں اور ملوں میں مزدوری پر کام کرتے ہیں اور اپنے افسروں کی خوشامد کر کے نماز اور جماعت کے لئے اجازت حاصل کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ اذان اور نماز کا وقت معیّن ہو کہ اس کے موافق وہ کارخانوں سے ٹھیک وقت پر آجایا کریں اور جماعت سے نماز پڑھ کر اپنے کام پر چلے جائیں اگر اذان وجماعت کے اوقات معین نہ ہوں تو ان لوگوں کو یا تو جماعت چھوڑنی پڑے یا اپنے کام میں زیادہ دیر تک غیر حاضر رہنے کی وجہ سے افسروں سے ناچاقی پیش آئے اور اپنے ذرائع معاش کو کھو بیٹھیں امام معیّن نہ ہونے کی صورت میں جماعت کا انتظام درست نہیں رہ سکتا، اور پورے انضباط سے نماز نہیں ہو سکتی جن مساجد میں کوئی موذن اور امام مقرر نہیں ہے نماز کے وقت جو پہلے آگیا اس نے اذان کہہ دی اور جس کو مناسب سمجھا امام بنا دیا ایسی مسجدوں میں جماعت کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہو سکتا اور اس لئے ان لوگوں کو جو دوسروں کی تابعداری میں پھنسے ہوئے ہیں اکثر اوقات ایسی مسجدوں میں جماعت سے

نماز نصیب نہیں ہوتی۔

پس متاخرین فقہاء حنفیہ نے اس ضرورت شرعیہ کی وجہ سے حضرت امام شافعیؒ کے قول کے موافق یہ فتویٰ دیا ہے کہ مواقع ضرورت میں طاعات پر اجرت لینا جائز ہے اور قرآن مجید و حدیث و فقہ کی تعلیم اور اذان و امامت پر اجرت لینے کی جواز کی تصریح کر دی کیونکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ بغیر ان کے بقاء کے اسلامی حقیقت کا باقی رہنا بھی مشکل ہے۔

ہم ذیل میں فقہاء کی وہ تصریحات نقل کرتے ہیں جن میں آج کل اذان و امامت اور تعلیم پر اجرت لینے کا جواز مذکور ہے۔

و بعض مشائخنا رحمهم الله استحسنوا الاستيجاز علىٰ تعليم القراٰن اليوم لظهور التوانى فى الامور الدينية ففى الامتناع تضييع حفظ القراٰن و عليه الفتوىٰ اه كذافى الهداية۔(۱)

اور ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ نے آج کل تعلیم قرآن پر اجرت لینے دینے کا جواز بہتر سمجھا کیونکہ امور دینیہ میں لوگوں کی سستی ظاہر ہو گئی ہے تو ممانعت کے حکم میں اندیشہ ہے کہ حفظ قرآن ضائع ہو جائے اور اسی جواز اجرت پر فتویٰ ہے۔

و مشائخ بلخ جوزو االاستيجار علىٰ تعليم القر ن اذا ضرب لذلك مدة وافتوا بوجوب المسمىٰ كذافى المحيط۔

اور مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے کو جائز فرمایا ہے جب کہ اس کی مدت معیّن کی جائے اور معیّن شدہ اجرت کے واجب التسلیم ہونے کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔

وكذا جوز واالاستيجار علىٰ تعليم الفقه و نحوه والمختار للفتوىٰ فى زماننا قول هؤلاء كذافى الفتاوىٰ العتابية فتاوىٰ عالمگيرى باختصار(۲)

اسی طرح تعلیم فقہ اور اس کے امثال (اذان و امامت) پر اجرت لینے کا جواز بھی ہے اور ہمارے زمانے میں فتویٰ کے لئے انہیں لوگوں کا قول مختار ہے۔

الاستيجار على الطاعات كتعليم القراٰن و الفقه والتدريس والو عظ لا يجوز اى لا يجب الاجر واهل المدينة طيب الله ساكنها جوزوه وبه اخذ الامام الشافعىؒ قال فى المحيط و فتوىٰ مشائخ بلخ على الجواز قال الامام الفضلى والمتاخرون على جوازه وكان الامام الكرمانى يفتى "بدرنا رسیده معلم را خوشنود بکنید" و فتوىٰ علمائنا علىٰ ان الاجارة ان صحت يجب المسمىٰ وان لم تصح يجب اجر المثل الخ فتاوىٰ بزازيه(۳)

---

(۱) كتاب الاجارة ، مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاجرة على التلاوة الخ ٦/٥٥، ط سعيد)
(۲) الباب السادس عشر فى مسائل الشيوع فى الاجارة والاستنجارة على الطاعات، ٤/٤٤٨ ، ط ماجديه كوئته)
(۳) نوع فى تعليم القرآن والحرف ٥/٣٧، ط ماجديه كوئته۔

طاعات پر عقد اجارہ مثلاً تعلیم قرآن و فقہ اور تدریس اور وعظ پر اجرت لینا جائز نہیں یعنی اجرت واجب نہیں ہوتی اور اہل مدینہ طیب اللہ ساکنہا طاعات پر اجرت لینے کو جائز کہتے ہیں اور امام شافعیؒ اسی کے قائل ہیں محیط میں فرمایا کہ مشائخ بلخ کا فتوی جواز پر ہے-

امام فضلیؒ نے فرمایا کہ متاخرین حنفیہ جواز کے قائل ہیں اور امام کرمانی فتوی دیتے تھے کہ " دروازے تک پہنچنے سے پہلے معلم کو خوش کردو" اور ہمارے علماء کا فتوی ہے کہ اگر عقد اجارہ صحیح طور پر کیا گیا تو اجرت معینہ واجب ہوگی ورنہ اجر مثل لازم ہوگا-

وقال محمد بن الفضل کرہ المتقدمون الاستیجار لتعلیم القراٰن وکرھوا اخذ الاجرۃ علیہ لوجود العطیۃ من بیت المال مع الرغبۃ فی امور الدین و فی زماننا انقطعت فلواشتغلوا بالتعلیم بلا اجر مع الحاجۃ الی معاش لضاعو او تعطلت المصالح فقلنا بماقالوا- فتاوٰی بزازیہ (۱)و مثلہ فی الخانیۃ-(۲)

امام محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ متقدمین حنفیہ نے قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کو اس لئے مکروہ فرمایا تھا کہ بیت المال سے معلمین کے لئے عطیات مقرر تھے اور لوگوں کو امور دین کی رغبت بھی تھی اور ہمارے زمانے میں عطیات منقطع ہو گئے تو اب اگر تعلیم میں مشغول ہوں اور اسباب معیشت کی حاجت اسی طرح باقی رہنے کے باوجود اجرت نہ لیں تو مرنے لگیں گے اور مصالح زندگی درہم برہم ہو جائیں گے اس لئے ہم بھی اسی بات کے قائل ہو گئے جس کے (یعنی امام شافعیؒ وامام احمد واہل مدینہ وغیرہ) قائل تھے یعنی جواز اجرت کا فتوی ہم نے بھی دے دیا ہے-

قال الشیخ الامام شمس الائمۃ السرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ ان مشائخ بلخ جوزو االاجارۃ علیٰ تعلیم القراٰن واخذ وافی ذلک بقول اھل المدینۃ وانا افتی بجواز الاستیجار ووجوب المسمیٰ - فتاوٰی قاضی خاں(۳)

امام شمس الائمہ سرخسیؒ نے فرمایا کہ مشائخ بلخ نے تعلیم القرآن پر اجرت لینے دینے کو جائز فرمایا ہے اور اس بارے میں انہوں نے اہل مدینہ کے قول پر عمل کیا ہے- اور میں بھی اجرت لینے دینے کے جواز اور اجرت معینہ کے واجب ہونے کا فتوی دیتا ہوں-

والفتوٰی الیوم علیٰ جواز الاستیجار لتعلیم القراٰن وھو مذھب المتاخرین من مشائخ بلخ استحسنو اذلک لظھور التوانی فی الامور الدینیۃ وکسل الناس فی الاحتساب-

آج کل تعلیم قرآن کی اجرت لینے کے جواز پر فتوی ہے اور یہ متاخرین مشائخ بلخ کا مذہب ہے، انہوں نے

---

(۱) نوع فی تعلیم القران والحرف، ۵/۳۸ ط ماجدیہ ، کوئٹہ
(۲) باب اجارۃ الفاسدۃ ۴/۳۲۵ ، ط ماجدیہ کوئٹہ
(۳) حوالہ بالا

اس جواز اجرت کو اس لئے بہتر سمجھا کہ امور دینیہ میں لوگوں کی سستی ظاہر ہو رہی ہے اور ثواب کی نیت سے کام کرنے میں لوگ کسل کرنے لگے ہیں-

وکذا یجوز علی الامامۃ فی ھذا الیوم لان الائمۃ کانت لھم عطیات فی بیت المال وانقطعت الیوم بسبب استیلاء الظلمۃ علیھا-

اور اسی طرح اس زمانہ میں امامت کی اجرت بھی جائز ہے کیونکہ پہلے اماموں کے لئے بیت المال سے وظائف مقرر ہوتے تھے وہ اب بند ہو گئے - کیونکہ بیت المال ظالموں کے قبضے میں ہیں-

و فی روضۃ الزند ویستی کان شیخنا ابو محمد عبداللہ الخیز اخیزی یقول فی زماننا یجوز للامام والموذن و المعلم اخذ الاجرۃ - انتھی عینی (۱) شرح کنز الدقائق

اور روضہ زندویستی میں ہے کہ شیخ ابو محمد عبداللہ الخیز اخیزی فرماتے تھے کہ ہمارے زمانے میں امام، اور موذن اور معلم کو اجرت لینا جائز ہے-

ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن والفقہ والا مامۃ والاذان- انتھی (درمختار) (۲)

اور آج کل قرآن و فقہ کی تعلیم اور امامت اور اذان پر اجرت لینے دینے کے جواز پر فتویٰ دیا جاتا ہے-

ان نصوص فقہیہ سے امور ذیل بوضاحت ثابت ہو گئے -

(۱) متقدمین حنفیہ طاعات پر اجرت لینے دینے کو ناجائز فرماتے تھے اور اہل مدینہ اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور ایک جماعت اس کے جواز کی قائل ہے-

(۲) متاخرین حنفیہ نے یہ دیکھ کر بیت المال کے عطیات موقوف ہو گئے اور ذرائع معیشت میں دشواریاں پیدا ہو گئیں اور امور دین میں سستی اور بے پروائی ظاہر ہو گئی پس ایسی حالت میں عدم جواز اجرت کا حکم دینے سے دین اور شعائر مذہب کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ تھا اس لئے انہوں نے اس مسئلہ میں امام شافعیؒ اور اہل مدینہ کا قول اختیار کر لیا جیسے کہ متاخرین حنفیہ نے اسی قسم کی ضرورتوں کی وجہ سے زوجہ مفقود کے بارے میں امام مالک کے قول کو اختیار کیا ہے-

(۳) متاخرین حنفیہ کا متقدمین کے قول سے اختلاف کرنا اس ضرورت شرعیہ پر مبنی تھا پس جن ضرورتوں میں یہ ضرورت متحقق ہو گی وہیں یہ حکم ہو گا اور جہاں یہ ضرورت نہ ہو گی وہاں یہ حکم جاری نہ ہو گا چنانچہ علامہ شامیؒ نے ردالمحتار (۳) میں تصریح کر دی ہے کہ تلاوت قرآن اور تسبیح و تہلیل بغرض ایصال ثواب پر اجرت لینا دینا اب بھی ناجائز ہے کیوں کہ اس میں کوئی ضرورت نہیں اور ان کے چھوڑنے سے دین اور شعائر مذہب کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا- اسی طرح وعظ کی اجرت اس صورت سے کہ وعظ

---

(۱) کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدہ ۲/۱۵۴، ط ادارہ القرآن دار العلوم الاسلامیہ، کراچی)

(۲) کتاب الاجارۃ، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات ۶/۵۵، ط سعید)

(۳) کتاب الاجارہ، مطلب تحریر مھم فی عدم جواز اخذ الاجرۃ علی التلاوۃ الخ ۶/۵۶ ط سعید)

کہنے کی نوکری کرلی جائے جائز ہے۔ لیکن متفرق طور پر واعظ جو وعظ کہتے ہیں ان کی اجرت لینا جائز نہیں اور عدم جواز کی وجہ ایک (۱) عارضی خارجی ہے۔ جو اکثری طور پر ان متفرق وعظوں کو لاحق ہے وہ یہ کہ اجرت کے خیال سے واعظ کتمان حق کر جاتا ہے یعنی اگر اجرت دینے والے کے اندر کوئی خلاف شرع امر پایا جاتا ہو تو واعظ اس کا رد نہیں کرتا کہ مبادا اجرت ملنے میں کوئی روک پیدا ہو جائے کیونکہ ایسے متفق وعظوں کی اجرت اکثری طور پر شخصیت سے متعلق ہوتی ہے یا سامعین سے ہی وصول اجرت کی امید ہوتی ہے اور نوکری کی صورت میں اکثری طور پر یہ عارض نہیں پایا جاتا۔ اور اگر کسی ملازمت میں بھی کتمان حق کی نوبت آئے تو وہ بھی ناجائز ہوگی۔

(۴) تعلیم قرآن مجید۔ تدریس حدیث و فقہ۔ اذان و امامت کی مذکورہ بالا عبارتوں میں تصریح موجود ہے پس ان چیزوں کی اجرت جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ واللہ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ ما جناہ المدرس فی المدرسۃ الامینیۃ الواقعۃ بدھلی۔ ۲۰ شعبان ۱۳۳۴ھ

الجواب صواب، محمد انور عفا اللہ عنہ معلم دار العلوم دیوبند۔ الجواب صحیح۔ خلیل احمد عفی عنہ الجواب صحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ، مفتی مدرسہ دیوبند ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

فصل دوم۔ آداب تعلیم

عید گاہ میں بچوں کو دینی تعلیم دینا کیسا ہے؟

(سوال) شہر بھاگلپور میں شہر اور میونسپل حلقے سے کچھ دور شاہ جنگی تالاب سے متصل پورب کی طرف ایک قدیم عید گاہ کی مسجد ہے اب جماعت کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے اتر دکھن اور پورب کی جانب پختہ چار دیواری سے اس کا محاصرہ کر دیا گیا ہے جماعت اس میں کثیر ہوتی ہے پانچ ہزار کی جماعت ہوتی ہے سوائے عیدین۔ اس کے پچھم جانب بڑا تالاب اور اتر اور دکھن جانب میدان کربلا ہے صرف پورب جانب دو تین رسی کے فاصلے پر بستی ہے چند روز سے اس مسجد کے اندر ایک شخص نے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی ابتدائی درسی کتابوں اور قرآن شریف کی تعلیم بچوں کو

---

(۱) احقر کے نزدیک "عارضی" کہنے کی ضرورت نہیں فقہاء نے وعظ کو امامت و تعلیم قرآن کے ساتھ ذکر کیا ہے یہ قرینہ ہے اس کا کہ اس کا حکم مثل ان دونوں کے ہے اور ان کا حکم یہ ہے کہ اگر التزام کے طور پر عمل ہو تو استیجار جائز ہے اور اگر کسی نے ایک مسئلہ پوچھ لیا یا ایک وقت کی نماز پڑھانے کو کہہ دیا تو اجرت لینا جائز نہیں پس یہی حکم وعظ کا ہوگا کہ اتفاقاً کسی نے وعظ کی درخواست کی اس پر اجرت لینا جائز نہ ہوگا اور جب نوکری کرلی تو جائز ہوگا۔ ہذا ما فہمت۔ البتہ حضرت مفتی صاحب سلمہ نے جو متن میں ذکر کیا ہے وہ ان دونوں صورتوں میں فرق ہونے کا ایک لطیف نکتہ ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ۱۲ اشرف علی (تھانوی)

دی جاتی ہے وہ بھی باضابطہ اور منظّم طریقے سے نہیں مسجد کے اندر اس تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے کے بارے میں دو مختلف جماعتیں پیدا ہو گئی ہیں ایک جماعت کا خیال ہے کہ مسجد کے اندر تعلیمی سلسلہ رہے تو کوئی قباحت نہیں اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ مسجد صرف نماز کی جگہ ہے اس میں سوائے نماز کے اور کوئی کام جائز نہیں اس کے متعلق آپ شریعت کا حکم بتائیں - المستفتی نمبر ۷۴۴ سید احسن علی (بھاگلپور) ۲ محرم ۱۳۵۴ھ م ۷ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۱) عیدگاہ کا حکم مسجد کے احکام سے تھوڑا سا مختلف ہے لیکن تعلیم کے حق میں کچھ زیادہ اختلاف نہیں حتی الامکان مسجد یا عیدگاہ میں بچوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ کیا جائے کہ بچے پاکی 'ناپاکی اور احترام مسجد کا خیال نہیں رکھ سکتے لیکن اگر کسی دوسری جگہ کا انتظام نہ ہو سکے تو پھر مجبوری کی حالت میں مسجد یا عیدگاہ میں بھی تعلیم دینا ناجائز نہیں (۱) ہاں معلم کا فرض ہے کہ وہ مسجد یا عیدگاہ کے احترام و صفائی کا لحاظ رکھے - فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

شریعت میں عاق کر دینے کا اختیار کسی کو نہیں!

(از الجمعیۃ دہلی 'مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) استاد شاگرد کو عاق کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر عاق کر دیا تو کیا حکم ہے؟

(جواب ۲۲) عاق کر دینے کا کسی کو اختیار نہیں اور نہ یہ کوئی شرعی اصطلاح ہے جو شخص استاد کا فرمان اور ایذا رساں ہے وہ خود عاق ہے خواہ استاد عاق کرے یعنی عاق کرنے کا اعلان کرے یا نہ کرے اور جو فی الحقیقت نافرمان نہیں ہے اس کو اگر استاد عاق کرنے کا اعلان بھی کر دے جب بھی وہ عاق نہیں ہو سکتا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تیسرا باب
تعلیم زنان

(۱) اسلام میں خواتین کی تعلیم
(۲) لڑکی کی مدت بلوغ کیا ہے 'اور مشتہاۃ کب ہوتی ہے؟

---

(۱) واما المعلم الذی یعلم الصبیان اذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة الحر أوغیره لایکره (عالمگیریة: فصل کره غلق باب المسجد ۱/ ۱۱۰ ط ماجدیه' کوئٹه)
(۲) فمن تاذی منه استاذه یحرم برکة العلم الا قلیلاً (تعلیم المتعلم وطریق التعلم مترجم فصل فی تعظیم العلم واهله ص ۵۷ ط میر محمد کتب خانه' کراچی)

(۳) والدین پر لڑکیوں کی تربیت کے سلسلے میں حقوق
(٤) بلوغ سے پہلے اور بعد میں ستر کی تفصیل
(۵) قرآن وحدیث سے مستنبط علوم کون کون سے ہیں اور ان کے درجات کیا ہیں ؟
(٦) حصول تعلیم کے لئے عورتوں کا اجتماع ثابت ہے
(۷) عورتوں کے حقوق کیا ہیں اور ان پر کون سے علوم کی تحصیل ضروری ہے ؟

(سوال) استفتائے وزارت جلیلہ معارف (افغانستان) از جمعیۃ عالیہ علمائے ہند در دہلی نمبر ۱۰۵۴ مورخہ ۱۴ برج سنبلہ -

معلوم فقاہت ودرایت حضرات علمائے حقیقی است کہ دریں روزہا مرکز خلافت ودار الفتوائے اسلامی

(ترجمہ) یہ فتویٰ حکومت افغانستان کی وزارت معارف کی طرف سے جمعیۃ علمائے ہند سے طلب کیا گیا- متنازع فیہ افادہ مصالح وحوائج طبقہ اہل اسلام در ہر مملکت بنابر سبب فوق متشتت گردیدہ- رجحان حکم نسبت باختلاف آرائے مجتہدین سابق ولاحق در مسائل متفرعہ متزلزل ماندہ عجالۃً فیصلہ احتیاجات فقہی وعقلی بدون استفتاہائے متفرق ومنفرد امکان تلفیق نمی یابد خاصۃً مسائل اجتماعیہ امت محمدیہ ﷺ کہ عمدہ آں دریں عصر بصد ہا بالغ می شود-

ازاں جملہ امروز ہا مسئلہ تحصیل مستورات بنابر آرائے علماء ایں ولا بسختہ انجامیدہ حال آنکہ بیشتر علمائے ہند 'ایران 'ترکستان 'کافکاس 'ترک 'عربستان وافریقا جواز ولزوم آں بدعت حسنہ (عموماً مدرسہ وخصوصاً مدرسہ اناثیہ) را تقویت فرمودہ اند-

اما علمائے افغانستان دلائل نصی واصولی سائر قطعات اسلامی را طلب می نمایند-

اینست کہ وزارت جلیلہ معارف دولت متبوعہ ما استفتائے مسئلہ فوق را از مقام رفیع استدلال وافتائے شما استفتار می کند کہ "آیا مجتمعاً در مدارس تحصیل اناث استحسان شرعی داردیانے ؟ کیفیت اجرائے آں چگونہ باید کرد" ؟

ایں قدر را کاطر نشان خدمت شما مرشداں دینی میدارد کہ در فتوائے فوق جہت ہائے ذیل در نظر گرفتہ می شود-

(۱) سن بلوغ یعنی ابتدائے مکلفیت صنف اناث اصغری چیست ؟ واعظمی کدام ؟ بشرط آب وہوا نسل واصول معیشت) مشتہاۃ چہ درجہ وارد ؟ ستر مشتہاۃ تاچہ اندازہ است ؟

(۲) حقوق ووظائف تربیوی آنہا پیش از بلوغ چیست ؟ وبعد از بلوغ تاچہ اندازہ است ؟ یعنی جبر واختیار آنہا را نقل (شرع) چہ حدود گزاشتہ ؟

(۳) رکن وشرط ستر حقیقی چیست ؟ یعنی استتار عورت آنہا ؟ پیش از سن تکلیف وبعد از تکلیف ہمچنیں قبل از

نا اہل و بعد ازاں برائے اجنبی و محارم چہ فرقہا دارد چنانچہ تستر احتیاطی یعنی شعائر عصمت برائے آنہا چہ شرائط اجتماعی و دینی وارد ؟
۴) علوم مفروضہ و استحسانیہ کہ از آیات کریمہ ' واحادیث صحیحہ مستنبط میگردد کدام ہاست یعنی درجہ تحصیل آنہا را شریعت اسلامیہ تا کجا لزوم وجوازمی دہد ؟
۵) ممنوعیت اجتماع نسواں نظر بدلائل اربعہ تا کدام حد ست و در کدام مقامہا است ؟
۶) حقوق و وظائف نسوان محترم تنہا بقواعد اجتماعی و مدنی علاوہ بر حقوق شرعی ' نسبت بحالت امروزہ ما مسلماناں چہ باید شد ؟ از علوم و صنائع نظر با حتیاج تمدنی - کدام ہا پے در پے لزوم وارد ؟
۷) حکمہائے فوق عموماً در مذاہب اہل سنت و خصوصاً در مذہب امام ابو حنیفہؒ سنجیدہ شود چیست ؟ و تلفیق آنہا بچہ ذریعہ ممکن می شود ؟
خلاصہ - مسئلہ فوق یکے از مسائل اجتماعی و اخلاقی است کہ حل و فصل اور اازدین و مذہب استنباط کردہ دلائل حقیقی باید اثبات نمود و علمائے ایں ولادر بسیار مسائل مختلف فیہ کہ از امور مہمہ انام اسلام است تا تشکل و تمرکز مقام خلافت و مشیخت اسلامیہ درویزہ و استفتار می نمایند - بریں وجہ پے در پے مسائل مغلقہ را با جماع علمائے امت 'اگر ممکن باشد استدعائے فیصلہ دارند -
حاشیہ) تائید فتوائے مذکور بواسطہ تاریخ اسلام نیز کردہ شود جائے امتنان است - فیض محمد وزیر معارف
حقیقت شناس علمائے حق پر یہ بات روشن ہے کہ فی زمانہ کوئی ایک اسلامی و شرعی مرکز نہ ہونے کی وجہ سے ہر ملک کے مسلمانوں کے دینی و شرعی ضرورتیں اور احکام مختلف فیہ ہوگئے ہیں اور فروعی مسائل میں متقدمین و متاخرین کے اختلاف رائے کی وجہ سے کسی قطعی فیصلے پر جلد پہنچنا دشوار ہو گیا ہے -
خاص کر وہ فقہی و عقلی مسائل جو اس زمانے میں اجتماعی طور پر امت محمدیہ کو پیش آرہے ہیں ان پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے جب تک کہ متعدد مقامات سے استفتا طلب نہ کئے جائیں -
ان سینکڑوں مسائل میں سے ایک مسئلہ تعلیم نسواں کا ہے جو مقامی علماء کی رائے کی بناء پر معرض التواء میں ہے اور صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان 'ایران 'ترکستان 'قفقاز 'ٹرکی عرب وافریقہ کے اکثر علماء عام اسکولوں میں اور خاص کر زنانہ اسکولوں میں لڑکیوں کی تعلیم کو جائز اور ضروری (بدعت حسنہ) قرار دیتے ہیں -
لیکن علمائے افغانستان تمام دنیائے اسلام کے علماء سے اسکے جواز و استحسان کے لئے واضح اور قوی دلائل طلب کرتے ہیں -
اس بناء پر ہماری واجب الاطاعت حکومت کی وزارت معارف کی طرف سے مذکورہ بالا مسئلے میں آپ کا مدلل فتوے مطلوب ہے کہ آیا اجتماعی طور پر اسکولوں کالجوں میں لڑکیوں کو تعلیم دلانا شرعاً مستحسن ہے یا نہیں ؟ اور اس کو جاری کرنے کی کیا صورت اختیار کی جائے ؟

رہنمایان دین کو اتنا ذہن نشین کرا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مسئلے کی تحقیق میں مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھا جائے۔

(۱) لڑکیوں کی عمر بلوغ بلحاظ آب و ہوا نسل اور پیشوں کے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کیا ہے ؟ مشتہاۃ کب ہوتی ہے اور مشتہاۃ کا ستر کس قدر ہے ؟

(۲) لڑکیوں کی تربیت کے حقوق والدین پر قبل بلوغ کیا کیا ہیں ؟ اور بعد بلوغ کس قدر ہیں یعنی لڑکیوں کو شریعت نے کس عمر میں خود مختار قرار دیا ہے اور کس عمر تک باپ کی ولایت میں رکھا ہے ؟

(۳) ستر عورت کی تفصیل کیا ہے ؟ مکلّف ہونے سے پہلے اور بعد تاہل سے پہلے اور بعد اجانب سے اور محارم سے کتنا ستر ہے اور کیا کیا فرق ہے اسی طرح پردہ کے کیا کیا حدود شرائط شریعت نے اور اسلامی معاشرے نے مقرر کئے ہیں ؟

(۴) وہ فرض اور مستحب علوم جو قرآن و حدیث سے مستنبط ہوتے ہیں کون کون سے ہیں ؟ شریعت نے ان کے حصول کے لئے لزوم وجواز کے کیا درجات مقرر کئے ہیں ؟

(۵) ائمہ اربعہ کے مسلک کے لحاظ سے عورتوں کا اجتماع کس حد تک ممنوع ہے اور کن مقامات میں ؟

(۶) عورتوں کے حقوق شرعی کے علاوہ محض اجتماعی و شہری حقوق عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق کیا کیا ہونے چاہئیں اور موجودہ طرز تمدن کی ضرورتوں کے پیش نظر کون کون سے علوم و فنون اور ہنر درجہ بدرجہ ضروری ہیں ؟

(۷) مذکورہ بالا مسائل میں تمام اہل سنت کے مذاہب اور خاص کر مذہب حنفیہ کے مطابق حکم دیا جائے اور قابل عمل بنانے کا سہل طریقہ ارشاد فرمایا جائے۔

غرض کہ مذکورہ بالا مسئلہ اخلاقی و اجتماعی مسائل میں سے اہم ترین مسئلہ ہے اس کا فیصلہ دین و شریعت سے مضبوط دلائل کے ساتھ ہونا چاہئے ہمارے مقامی علماء عالم اسلام کے اور بھی بہت سے اہم ترین اور مختلف فیہ مسائل میں آپ سے استصواب کرنا چاہتے ہیں مثلاً خلافت اور اسلامی مرکزیت کی تشکیل اور مقام خلافت کی تعیین اور اسی قسم کے اور بہت سے پیچیدہ مسائل بشرط امکان تمام علمائے امت کے اجماع کے ساتھ حل کرنے کے خواہشمند ہیں۔

(نوٹ) فتویٰ ہذا کی تائید میں اگر اسلامی تاریخ سے بھی کچھ شواہد پیش کئے جائیں تو موجب ممنونیت ہوگا۔

(جواب ۲۳) **باسمہ و بحمدہ سبحانہ و تعالیٰ** حضرت منعم حقیقی جل شانہ و عز سلطانہ انسان را بحلیہ علم و حلیہ ہنر آراستہ، لوائے تکریم او بمنشور و لقد کرمنا بنی آدم (۱) برافرشتہ و صدور بنی آدم را مستودع امانات ربانیہ و مستقر ودیعات رحمانیہ گردانیدہ بہ پرتو ضیائے علوم لدنیہ منور ساختہ و امت محمدیہ

---

(۱) بنی اسرائیل : ۷۰

راعلی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ بخطاب کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (۱) سربلند بخشیدہ وعلمائے ایشاں را بمیراث انبیاء ومرسلین بہرہ ور فرمودہ شریعت اسلامیہ را برائے ایشاں مکمل و مختتم نازل فرمودہ بطغرائے " الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی" (۲) مسجلنمود خاتم الانبیاء سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ از ما مفارقت نہ ورزید تا آنکہ شریعت مقدسہ اسلامیہ درجہ شریعۃ بیضاء لیلہا و نہارہا سواء نگرفتنہ - بابے از ابواب معاش ومعاد نگزاشتہ کہ توضیح احکام او نفرمودہ ونوعے از انواع نفسیات و اجتماعیات نماندہ کہ کشف حقائق آن نہ نمودہ -

تکمیل تعلیم اسلامی برائے نجات اسلامیاں کفیل و منار ارشاد نبوی برائے ہدایت ایشاں خیر دلیل است اسفار ائمہ ومجتہدین از تفصیلات احکام مملوو مشحون واز تلفیق اغیار مصون ومامون -

اقوام غیر اسلامیہ از تعلیم و تہذیب اسلامی خوشہ چین و حامیان تہذیب نوع انسانی بکہف ہدایت اسلامیاں پناہ گزین اسلام تہذیبے دارد کہ بمرور اعصار ودہور مبدل نہ شد و نخواہد شد و تازگی و نضارت آں بسموم وحرور حوادث پژمردگی نہ پذیرفت و نخواہد پذیرفت مکون الاکوان ومقدر الاقدار جامہ تہذیب کہ بقد اسلامیان راست فرمودہ حقا کہ کہنگی وخرق دراں راہ یافتن نمی تواند -

طبقات انام کہ با جتماعیات حکم ارکان حقیقت واحدہ دارند ہر یکے راازایشاں مرتبہ مقرر وہر رکن را محلے مقرر وجائے معین ہست 'اگر ذکور بمزیتے شرف دارند اناث ہم بخصوصیتے ممتاز اند -

عملہا است کہ مرداں را شاید وہنرہا است کہ زناں رامی زیبد دراجتماعیات مرداں را حدیست مقرر وزناں را مقریست محدود ہر یکے را از محل ومقر خویش اعتدا نباید (۳) واین سخن شکے وشبہتے نشاید -

مسئلہ تعلیم زناں کہ امروزہا محل اختلاف است دو مرتبہ دارد مرتبہ اولیٰ تحصیل علم فی حد ذاتہ' و مرتبہ ثانیہ صورت و تشکیل تحصیل

مسئلہ اولیٰ اختلاف را نشاید کہ از بدیہیات اسلام است خطابات افتراض تحصیل علوم واوامر تفکر و تدبر در آیات نفسی وآفاقی مخصوص بذکور نیست (۴) وضرورت تنور بنور علم اختصاصے بمرداں واقتصارے بصنفے نہ دارد چہ علم از لوازم حیات نفس انسانی ہست -

---

(۱) آل عمران: ۱۱۰

(۲) المائدہ : ۳

(۳) ان اللہ کلف کلا من الرجال والناس اعمالاً فما کان خاصاً بالرجال لهم نصیب من اجرہ لا یشارکهم فیه النساء' وما کان خاصاً بالنساء لهن نصیب من اجرہ لا یشارکهن فیه الرجال' ولیس لاحد هما ان یتمنی ماهو مختص بالآخر' وقد اراد اللہ ان یختص النساء باعمال البیوت والرجال بالا عمال الشاقة التی فی خارجها لیتیقن کل منهما عمله و یقوم بما یجب علیه مع الاخلاص (تفسیر المراغی النساء : ۳۲' ۲۳/۵ ط مصر)

(٤) و منها ما قیل ما حکم المسلمات فی ذلك لانه ذکر جمع التذکیر واجیب بان هذا من باب التغلیب فإن المسلمات یدخلن فیه کما فی سائر النصوص والمخاطبات (عمدة القاری' باب من سلم المسلمون من لسانه ویدہ' ۱/ ۱۳۳' ط منیریه' بیروت)

انسانے مرد باشد یا زن کہ بہرہ از علم نہ دارد در حقیقت از حیات انسانیہ حظے ندارد واز ینجا است کہ حق تعالیٰ شانہ عالم راحی و جاہل رامیت خواندہ حیث قال وما یستوی الاحیاء ولا الاموات (۱) رسول کریم ﷺ فرمود طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ (۲) (اگر زیادت لفظ مسلمہ کہ در اکثر طرق نیست بصحت نہ رسد ثبوت حکم خلل نہ پذیرد - زیراکہ عموم خطابات شرعیہ ذکور واناث راشامل است پس لفظ مسلم بمعنی صاحب اسلام ست مرد باشد یا زن' چنانکہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ (۳) ودیگر نصوص ہمرداں خصوصیتے نہ دارد - واللہ اعلم محمد کفایت اللہ)

صحابیات کبار برائے تحصیل علم اعتنائے بلیغ فرمودہ وصالحات سلف بتعلم علوم اہتمامے عظیم نمودہ-

زنان پاک طینت برائے اکتساب فوائد علمیہ در ذات اقدس رسالت پناہ راہ منافست اختیار نمودندوگفتند کہ غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یومًا من نفسک (٤)

و مربی اعظم سوال ایشاں رادرجہ اجابت عطا فرمودہ بمکان یک صحابیہ تشریف ارزانی داشتند و زنان مجتمعہ را درس و تعلیم فرمودند (۵)

در خطبہ عید مرداں را خطبہ دادہ گماں بردند کہ شاید زناں از سماع خطبہ محروم ماندپس خود بہ نفس نفیس نزد جماعت زناں رفتند وایشاں را خطبہ دادند (٦)

پس افتراض تحصیل علوم ضروریہ واستحباب اکتساب علوم مستحبہ واباحت اخذ علوم مباحہ برائے زناں محل تردد نیست ودلیلے فارق میان مرداں وزناں دریں باب در شرعیت مقدسہ وجود ندارد (۷)

---

(۱) الفاطر : ۲۲

(۲) سنن ابن ماجه : باب فضل العلماء والحث على طلب العلم' ص ۲ ط قديمى كتب خانه' كراچى' و فى المرقاة' اى و مسلمة كما فى رواية (كتاب العلم' الفصل الثانى ۱ / ۲۸٤' ط امداديه' ملتان)

(۳) بخارى باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده ۱ /٦ ط قديمى كتب خانه' كراچى

(٤) عن ابى سعيد الخدرىؓ قال قال النساء: للنبى ﷺ فاجعل لنا يومًا من نفسك فوعد هن يومًا لقيهن فيه فو عظهن وامر هن (الحديث) (صحيح البخارى باب هل يجعل للنساء يومًا على حدةٍ فى العلم ۱ / ۲۰' ط قديمى كتب خانه كراچى) (۵) ووقع فى رواية سهل بن ابى صالح عن ابيه عن ابى هريرة بنحو هذه القصة: فقال : موعد كن بيت فلانة فأتاهن فحد ثهن (فتح البارى شرح صحيح البخارى : باب هل يجعل للنساء يومًا على حده ۱ /۱۷۵ط مكتبه مصطفىٰ مصر)

(٦) قال عطاء : اشهد على ابن عباس ان رسول الله ﷺ خرج' و معه بلال' فظن انه لم يسمع النساء فو عظهن وامرهن بالصدقه' فجعلت المرآة تلقى القرط والخاتم و بلال ياخذ (صحيح البخارى' باب عظة النساء و تعليمهن ۱ / ۲۰ ط قديمى كتب خانه كراچى)

(۷) واعلم ان تعلم العلم قد يكون فرض عين' وهو بقدر ما يحتاج لدينه' و فرض كفايه: وهو مازاد عليه لنفع غيره و مندوبا: وهو التبحر فى الفقه' (الدر المختار) قال المحقق فى الشاميه : قال العلامى فى فصوله' من فرائض الاسلام تعلم ما يحتاج اليه العبد فى اقامة دينه و اخلاص عمله لله تعالىٰ و معاشرة عباده' و فرض على كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية علم الوضؤ والغسل (قوله فرض كفايه) واما فرض الكفاية من العلم فهو كل علم لا يستغنى عنه فى قوام امورالدنيا كالطب والحساب والنحو الخ (رد المحتار : مطلب فى فرض الكفايه و فرض العين ۱ /٤۲ ط سعيد)

اما مسئلہ ثانیہ کہ بصورت تحصیل و تشکیل آں تعلق دارد پس بیان آں تمہید مقدمہ رامی خواہد و آں مقدمہ ایں کہ حق تعالیٰ شانہ انسان را حوائج گونا گون و مقتضیات بو قلموں آفرید۔
اکل و شرب وازدواج وغیرہ از ضروریات طبیعیہ انسان است۔ امابرائے ہر یکے حدود و ضوابط معینہ ہست کسے را نمی رسد کہ بوقت جوع مال غیر یا چیزے حرام را بخورد۔
و نمی رسد کہ بوقت تشنگی آب نجس و حرام نبوشد و نمی رسد کہ بجز زنان مباحہ راہ استمتاع بجوید۔
چنانکہ برائے تحصیل مآکل و مشارب وجوہ معینہ ہست ہمچنیں برائے تحصیل ازواج طرق محدودہ است و چنانکہ اعتداء از حدود تحصیل غذاو شرب و لباس بجرائم ظلم و عدوان و غصب و سرقہ و رشوت وغیرہ می رساند و مغضوب خالق می سازد ہمچنیں اعتداء از حدود مخالطت بفواحش زنا و نظر محرم و قبلہ محرمہ می برد د ممقوت منتقم حقیقی می کند۔
ہر گاہ کہ فتنہ اعتدائے حدود مخالطت خیلے عظیم و فساد او فساد ہائل بود شریعت مطہرہ اسلامیہ دریں باب خیلے احتیاط مرعی داشت و مردان و زنان را بہ تجنب از دواعی فساد بتاکید اکید امر فرمود۔ رب العزۃ بجناب رسالت پناہ خطاب فرمودہ گفت **قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم و يحفظوا فروجهم** و گفت **و قل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن و يحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها وليضربن بخمر هن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن الا لبعو لتهن او آباء هن (الآية)** (۱)
وحضرت رسالت پناہ ﷺ زنان را از حضور مجالس رجال و اجتماع بایشاں باز داشت تا آنکہ نماز زنے را اندرون خانہ از نمازش بدالان و نمازش را بدالان از نمازش بصحن و نمازش را بصحن دار از نمازش بمسجد محلّہ و نمازش را بمسجد محلّہ از نمازش بمسجد جامع افضل و بہتر فرمود (۲) و زناں از اتباع جنائز منع فرمود (۳) بلکہ مطلقاً خروج زناں از بیوت بغیر ضرورت مستحسن نشمردہ (۴) و فرمود **المرأة عورة وانها اذا**

---

(۱) النور: ۳۰-۳۱
(۲) عن ام حميد الساعدية انها جاء ت الى رسول الله ﷺ فقالت: يا رسول الله انى احب الصلوة معك، قال قد علمت انك تحبين الصلوة معى، و صلوتك فى بيتك خير لك من صلوتك فى حجرتك، وصلوتك فى حجرتك خيرلك من صلوتك فى دارك وصلوتك فى دارك خير لك من صلوتك فى مسجد قومك، وصلوتك فى مسجدقومك خير لك من صلوتك فى مسجد الجماعة (فتح البارى شرح صحيح البخارى : باب خروج النساء الى المساجد بالليل بالغلس ۲/۲۹۰، ط مصر)
(۳) عن ام عطيه انها قالت : نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا (صحيح البخارى : باب اتباع النساء الجنائز، ۱/۱۷۰، ط قديمى كتب خانه كراچى)
(٤) قال الله تعالىٰ : و قرن فى بيوتكن (الآية) قال القرطبى فى تفسيره ، معنى هذه الاية الامر بلزوم البيت، وان كان الخطاب لنساء النبى ﷺ فقد دخل غير هن فيه بالمعنى، هذا لولم يرد دليل نهى جميع النساء، كيف والشريعة طافحة بلزوم النساء بيوتهن والا نكفاف عن الخروج الا لضرورة (الاحزاب :۱۱۷/۷۳۳، دار الكتب العربية بيروت لبنان

خرجت استشرفہا الشیطان وانہا اقرب ما تکون الی اللہ وھی فی تعزینتہا (رواہ الطبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد)(۱) ونیز فرمود ومامن امراۃ تخرج فی شھرۃ من الطیب فینظر الرجال الیھا الا لم تزل فی سخط اللہ حتی ترجع الیٰ بیتہا (مجمع الزوائد من الطبرانی) (۲)

ازیں تمام نصوص شرعیہ واضح شد کہ شریعت مقدسہ مطہرہ برائے زناں اطلاقے ناجائز نداشتہ کہ برائے مرداں مباح است و در سدباب مفاسد و دواعی اعتداء از حدود استمتاع خیلے اہتمام و تاکید فرمود۔

ولا ریب کہ مسلماناں بہ برکت اتباع اوامر الہیہ و تعمیل ارشادات نبویہ در معاشرات امم معاشرتے دارند کہ از ہمہ فسادات مبرا و از جمیع فواحش منزہ است۔

پردہ متعارف اسلامیاں شعبہ از شعب ہمیں معاشرہ و تہذیب است۔مفاسد نسائیہ کہ در اقوام غیر مسلمہ ایشیا و یورپ و افریقہ و امریکہ مشاہدہ می رود در شرفائے اہل اسلام اثرے ازاں یافتہ نمی شود۔

اسلامیاں رامی سزد کہ بر جمیع اقوام عالم در خصوص ایں امر بنازند و طبل افتخار بنوازند۔امروزہا مفاسد اطلاق زناں در ممالک یورپ بر ہمہ عالم ہویدا است۔

دریں زمان پر فتن بر ذمم اولی الامر سلاطین اسلام متحتم است کہ مراقبہ احوال مسلمین بکنند و ایشاں را از حضیض تنزل باوج ترقی برسانند۔

ضروریات زمانہ حاضر بتوسیع تعلیم و اشاعت علوم در جماعت زناں احتیاجے شدید پیدا کردہ اہم ترین فوائد از تعلیم زناں حاصل و بسبب جہالت ایشاں فوت می شود لیکن شک نیست کہ وظائف حفظ حدود الہیہ و صیانت شعار اسلامیہ و ترویج سنت نبویہ و ابقائے قوانین متعارفہ قومیہ نسبت بہمہ وظائف اقدم و اہم است۔چہ سلاطین اسلام بمقتضائے السلطان ظل اللہ فی الارض (۳) اظلال حضرت احدیت و نائبین حاملین رسالت اند و ظل شے را باید کہ از ذی ظل متفاوت نباشد۔

نظر بریں لازم آمد کہ سلاطین اسلام اولاً و بالذات احیائے ملت و سلوک لسالک تہذیب اسلامی و رعایت آداب معاشرۃ سلف صالحین لازم دارند و صبیات راحدے اطلاق نہ دہند کہ ایشاں عادات و اطوار زنان یورپ آموختہ از معاشرۃ اسلامیہ و تہذیب سلف مطلق و آزاد شوند و عواقب وخیمہ اطلاق و آزادی بایشاں رسد۔

اگر اسلامیاں از قوانین و شعائر اسلامیہ بے نیاز شدہ ترقی کردند (اگر تسلیم کردہ شود کہ ایں چنیں

---

(۱) کتاب الادب باب خروج النساء ۲ / ۵۷۰ ط بیروت

(۲) حوالہ بالا

(۳) عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال : ان السلطان ظل اللہ فی الارض (الحدیث) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء ۲/۳۱۹ ط سعید)

ترقی 'ترقی ہست) ترقی اسلام واقوام مسلمہ نباشد - والله لن يفلح آخر هذه الامة الا بما افلح به اولها - (۱) نظر بر امور فوق جواب 'استفتاء این کہ

افتتاح واجرائے مدار خاصہ بزنان واجتماع صبیات برائے تعلیم - و تعلیم فنون لائقہ بزنان و تعلیم کتابت بزنان ہمہ امور مشروعہ ہست واستحسان شرعی وارد (۲) چہ اصل آں نظم تعلیم است واز حامل نوائے رسالت ﷺ فی الجملہ زناں بہ تعلیم مجتمعاً در مکانے مروی شدہ وازین است کہ امام بخاریؒ عقد بابے بایں ترجمہ نمودہ هل يجعل للنساء يوماً على حدة واثبات حکم حدیثے کہ مشعر است بجواز اجتماع زناں در مکانے برائے تعلیم فرمودہ (۳) و تجربہ شاہد کہ نائدہ کہ در تعلیم اجتماعی میسر شود در انفرادی حاصل نمی گردد -

اجرائے مدارس زنان اگر بصورت شخصیہ در قرون اولیٰ نبود مضائقہ ندارد چہ قیام مدارس صبیان ہم بصورت شخصیہ در زمان سلف نشانے ندارد مع ہذا جماہیر امت محمدیہ بجوازش قائل ودر مدارس رجال بتعلیم و تعلم شاغل اند - (۴)

تعلیم فرائض اسلامیہ وواجبات شرعیہ معاویہ و معاشیہ فرض و تعلیم علوم مستحبہ مثل سیر صالحین وعبر وحکم مستحب و تعلیم فنون مباحہ مباح است - (۵)

وظیفہ سلطان الاسلام والمسلمین ظل اللہ فی الارضین اینکہ صیانت اوضاع اسلامیہ و مراقبہ احوال مدارس صبیات وسد ابواب خلل ورفع اسباب زلل بذمہ ہمت مبارکہ خدوبگیر ندووظیفہ قوم اینکہ

---

(۱) كتاب الاعتصام الشاطبی : ۲/۲۱۵ ط بيروت امداد المفتين - كتاب السنة والبدعه' ۱/۲۰۸ ط ادارة المعارف کراچی

(۲) عن الشفاء بنت عبدالله قالت : دخل على النبي ﷺ و انا عند حفصة فقال لى الا تعلمين هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة (سنن ابی داؤد' باب ماجاء فى الرقى ۲/۱۸٦' ط سعيد) قال الشيخ فى بذل الجمهور' فيه دليل على جواز كتابة النساء' واما حديث لا تعلمو هن الكتابة فمحمول على من يخشى عليها الفساد (بذل المجهود' فی حل سنن ابی داؤد ۵/۸' ط معهد الخليل الاسلامی' کراچی)

(۳) عن ابی سعيد الخدریؓ قال : قال النساء للنبي ﷺ غلبنا عليك الرجال فاجعل لنا يوماً من نفسك فوعد هن يوماً لقيهنّ فيه فوعظهن و امرهن (الحديث) (صحيح البخارى' باب هل يجعل للنساء يومًا على حده ۱/۲۰ ط قديمی کتب خانہ' کراچی)

(٤) و فى المرقاة لملا على القارى : قال الشيخ عز الدين بن عبدالسلام فى آخر كتاب القواعد: البدعة اما واجبة كتعلم النحو - واما مندوبة ' كاحداث الربط والمدارس' و كل احسان لم يعهد فى الصدر الاول- (باب الاعتصام بالكتاب والسنة " الفصل الاول ۱/۲۱٦' ط امداديه ' ملتان)

(٥) واعلم ان تعليم العلم يكون فرض عين: وهو بقدر ما يحتاج لدينه و فرض كفاية : وهو مازار عليه لنفع غيره و مندوباً ' وهو التبحر فى الفقه و علم القلب' الدر المختار قال المحقق فى الشامية : قال العلامى فى فصوله من فرائض الاسلام تعلم ما يحتاج اليه العبد فى اقامة دينه و اخلاص عمله لله تعالے و معاشرة عباده و فرض على كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضؤ والغسل - (قوله و فرض كفايه) فهو كل علم لايستغنى عنه فى قوام امور الدنيا كالطب والحساب والنحو الخ (مقدمة : مطلب فى فرض الكفاية و فرض العين' ۱/٤۲ ط سعيد)

با امتثال اوامر ظل اللہ تقدم نمایند اگر ہر وظیفہ بجائے خود بکمال انجامید خیلے فوائد مہمہ و عوائد فاضلہ بقوم و ملک حواہد رسید انشاء اللہ تعالیٰ۔

کیفیت اجزائے آں بہ نہجیکہ سلطان الاسلام والمسلمین ظل اللہ فی الارضین بمشورہ الساطین علم و حامیان تہذیب اسلامی و محافظین شعائر اسلامیہ و قومیہ نظر بخصوص احوال افغانستان مناسب بینند بکنند (۱)

جملۃ الامر ایں کہ مدارس صبیات مختصہ بہ بصبیات باشد و اجتماع و حضور و آمد و رفت ایشاں بمدارس بطورے منضبط کردہ شود کہ احتمال تطرّق فساد باقی نماند۔ (۲)

نسائے صالحات راخدمت تعلیم و تہذیب تفویض کردہ شود اگر زنان معلّمہ میسر نہ آیند باضطرار رجال صالحین معتمد علیہم را معین نمایند و مراقبہ احوال ایشاں لازم دانند۔ (۳)

(۱) ابتدائے سن بلوغ نہ سال و انتہائش پانزدہ سال است یعنی امکان دارد کہ صبیہ نہ سالہ بالغہ و مکلفہ شود (۴) وباختلاف قوت واستعداد وصلاحیت جسمانیہ و تنوع آب وہوا و خصوصیات نسلیہ و قومیہ سن بلوغ و تکلیف مختلف می شود ارباب بصیرت در ہر مقام تعیین سال می توانند کرد۔

درجہ مشتہاۃ نیز باختلاف مقام و احوال متفاوت می شود ممکن کہ صبیہ ہشت سالہ یا ہفت سالہ مشتہاۃ گردو ممکن کہ تا یازدہ دوازدہ سال بحد مشتہاۃ نہ رسد۔

حکم ستر صبیات آنکہ بعمر دہ سالگی ستر واجب می شود حد ستر صبیہ دہ سالہ مثل حد ستر بالغہ ہست در در مختار می آرد ثم کبالغ۔ صاحب رد المختار می گوید ای عورته تكون بعد العشرة كعورة البالغين (۵) وصاحب رد المختار در بیان درجہ مشتہاۃ می آرد واختلفوا فی حد المشتهاة و صحح الزیلعی و غیره انه لا اعتبار بالسن من السبع علی ما قیل اوالتسع وانما المعتبران تصلح للجماع بان تكون عبلة ضخمة والعبلة المرأة التامة الخلق (۶)

(۲) وظائف تربیت اولاد بذمہ پدر متعلقہ بغذا و لباس و تہذیب و تعلیم بر درجات متفاوتہ منقسم

---

(۱) یجب علی الامام ان یشاور اهل الحل والعقد فی مهمات الامور التی لانص فیها (تکملة فتح الملهم : کتاب الامارة ۳/۲۷۵، ط مکتبہ دار العلوم، کراچی)

(۲) واذا کان الشرع اذن للمراة ان تتعلّم ما ینفعها فی امر دینها و دینا ها فیجب ان یکون هذا التعلیم بمعزل من الذکور دنیائی عنهم حتی یسلم البنت عرضها و شرفها الخ (تربیت الاولا دفی الاسلام : مسئولیة الواجب التعلیمی، ۱/۲۷۶، ط دار الاسلام قاهره بیروت)

(۳) امراة متعلم من الاعمی ان تعلمت من المراة احب (خلاصة الفتاویٰ : القراء ة خارج الصلوٰة ۱/۱۰۳، ط امجد اکیڈمی لاهور)

(٤) وادنی مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنین هو المختار کما فی احکام الصغار (تنویر الابصار و شرحه مع رد المحتار : فصل بلوغ الغلام ٦/١٥٤، ط سعید)

(۵) کتاب الصلاة مطلب فی ستر العورة، ۱/۴۰۸ ط سعید

(٦) باب صفة الصلاة باب الامامة، ۱/۵۷۳، ط سعید

است تعلیم فرائض وواجبات شرعیہ فرض و تعلیم محاسن اخلاق و حسن معاشرت و فنون ممدہ معیشت و حرف وصنائع مستحب ومباح بقدر درجہ ہائے شرعیہ وطبعیہ ہست-(۱)
پدر رامی رسد کہ اولادر ابر تعلم فرائض وواجبات مجبور کند و تادیب نماید-

قال النبی ﷺ علموا الصبی الصلوۃ ابن سبع سنین واضربوہ علیھا ابن عشرۃ (ترمذی) (۲) **وقال النبی ﷺ لان یودب الرجل ولدہ خیر من ان یتصدق بصاع (ترمذی)** (۳) **وقال ﷺ مانحل والد ولداً من نحل افضل من ادب حسن (ترمذی)** (۴)

(۳) سترے کہ در نماز شرط است سوائے وجہ ویدین وقدمین ہمہ جسم راشامل است(۵) وستر عرفی کہ نظر بحفظ عصمت است وجہ ویدین وقدمین رانیز شامل است زیراکہ نیاطت فتنہ بکشف وجہ اغلب است(۶) وحکم دائر بعلت خود باشد- حجت تحتم ستر عرفی قول باری عزاسمہ **واذا سالتموھن متاعاً فاسئلوھن من وراء حجاب** (۷) وقول نبی ﷺ **افعمیا وان انتما**(۸) ہست نعم فرق درمیان اجانب و محارم چیزے است معتمد علیہ چہ در محارم احتمال فساد منعدم و ضروریات معاشرۃ مقتضیہ تسامح موجود است (۹) و ہمچنیں درمیان صبیان صغیر السن(۱۰) وصبیات صغیرۃ السن کہ غایت بہ نہ سالگی باشند(۱۱) ومیان زائد العمر فرقے ہست کہ اشارتے بآں درفوق رفت اما قبل تاہل وبعد تاہل فرقے بنظر

---

(۱) و فی القنیة : له اکراه طفله علی تعلیم قرآن وادب و علم لفریضته علی الوالدین (الدر المختار : باب التعزیر ۷۸/۴، ط سعید)
(۲) باب ماجاء متی یؤمر الصبی بالصلوٰۃ ۹۳/۱، ط سعید)
(۳) باب ماجاء فی ادب فی ادب الولد ۱۶/۱، ط سعید
(۴) حواله بالا
(۵) بدن الحره عورة الا وجهها و کفیها و قدمیها کذافی المتون (عالمگیریة الفصل الاول فی الطهارة و ستر العورة، ۵۸/۱، ط ماجدیه کوئٹه)
(۶) و تمنع الشابة من کشف الوجه بین رجال لانه عورةبل لخوف الفتنة کمسه (تنویر الابصار و شرحه) قال المحقق فی الشامیه : والمعنی تمنع من الکشف نخوف ان یری الرجال و جهها فتقع الفتنة ، لانه مع الکشف قد یقع النظر الیها بشهوة (کتاب الصلاة، مطلب فی ستر العورة ۴۰۶/۱، ط سعید)
(۷) الاحزاب : ۵۳
(۸) سنن ابی داؤد : باب قوله تعالیٰ، و قل للمؤ منات یغضضن من ابصار هن ، ۲۱۴/۲، ط سعید
(۹) و ینظر الرجل ...... من محرمه هی من لا یحل له نکاحها ابدًا بنسب او سبب ولو بزنا الی الراس والوجه والصدر والساق والعضد ان امن شهوتها (تنویر الابصار و شرحه مع رد المحتار : فصل فی المس والنظر ۳۶۷/۶، ط سعید)
(۱۰)قال الله تعالیٰ : ولا یبدین زینتهن الا لبعولتهن (الی قوله تعالیٰ) اوالطفل الذین لم یظهر واعلی عورات النساء (الایة) (النور : ۳۱)
(۱۱) و فی السراج : لا عورةللصغیر جدًا ثم مادام لم یشته فقبل و دبر، ثم تغلظ إلی عشر سنین ثم کبالغ (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه، واختلفوا فی تقدیر حد الشهوة، فقیل سبع، و قیل تسع (مطلب فی سترالعورة ۴۰۷/۱ ط سعید)

نیامدہ۔

(۴) علوم فرائض وواجبات اسلامیہ از عبادات و معاملات و معاشرات و اجتماعات فرض۔ وعلوم مستحبات مستحب۔ وعلوم مباحات مباح۔(۱) حسب تفصیل نمبر ۲ باید فہمید۔

(۵) اجتماع نسواں فی حد ذاتہ محظور نیست۔ اگر زناں در جائے مجتمع شوند و اجتماع را غرضے مفید و غایتے نافع باشد شرعاً خطرے لازم نیاید۔(۲) اما اختلاط زناں بر جال در مجامع نظر بر تطرق فتن ممنوع است۔ واز ین است کہ زنان از اتباع جنائز و خروج از خانہائے خود بلا ضرورت شدیدہ باز داشتہ شدند و ترغیب نماز در خانہا ایشاں را دادہ شد۔ و نماز خانہ در حق ایشاں از نماز مسجد محلّہ بلکہ مسجد نبوی ہم افضل شمردہ شد(۳)

(۶) حقوق نسوان محترم تنہا بقواعد اجتماعیو مدنی ہمیں قدر است کہ ایشاں بعد ادائے حقوق دینیہ خالصہ ادائے حقوق اقارب و زوج و تربیت اولاد و تنظیم امور منزل شعار خود سازند واز اجانب احتراز و اجتناب درزیدہ اگر صنعتے بدست دارند و فرصت بہم رسد بداں مشغول باشند۔ در مجالس و محافل بے باکانہ در آمدن و در مجامع لہو و لعب بے حجابانہ شریک شدن وراہ اختلاط با جانب پوئیدن نہ صرف ذاتیات نسواں را مضرت ہائلہ مساند بلکہ تہذیب اسلامی را از بیخ بر کند۔(۴)

(۷) ایں ہمہ لوائح کہ بر روئے قرطاس آوردیم بر طبق اصول سادات حنفیہ بود۔ شواہد و نظائر ہر لائحہ در کتب مشائخ واسفار مذہب موجود است واللہ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمتہ مولاہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ ربہ و کفاہ ۴ ا جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ

(یادداشت) فتوائے بحیثیت شخصیہ کاتب الحروف مقتصر باید داشت

---

(۱) و اعلم ان تعلم العلم يكون فرض عين: وهو بقدر ما يحتاج لدينه' و فرض كفايه: وهو مازاد عليه لنفع غيره و مندوبًا وهو التبحر فى الفقه و علم القلب (الدر المختار) قال المحقق فى الشاميه: و فرض على كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضؤ والغسل..... (و فرض كفايه) واما فرض الكفاية من العلم فهو كل علم لا يستغنى عنه فى قوام امور الدنيا الخ (مقدمه: مطلب فى فرض الكفاية و فرض العين ۱/۴۲' ط سعيد)

(۲) عن ابى سعيد ن الخدرى قال جاء ت امراة الى رسول الله ﷺ فقالت : يا رسول الله ذهب الرجال بحديثك فاجعل لنا يومًا من نفسك' يومًاناتيك فيه يعلمنا مما علمك الله فقال اجتمعن فى يوم كذا وكذافى مكان كذا و كذا فاجتمعن فاتا هن رسول الله ﷺ فعلمهن مما علمه الله الحديث(صحيح البخارى: باب تعلم النبى امته من الرجال والنساء ۲/۱۰۸۷' ط قديمى كتب خانه' كراچى)

(۳) عن ام حميد الساعديه انها جاء ت الى رسول الله ﷺ فقالت : يا رسول الله انى احب الصلوٰة معك قال قد علمت انك تحبين الصلوة معى و صلوتك فى بيتك خير لك من صلوتك فى حجر تك و صلوتك فى حجرتك خير لك من صلوٰة فى دارك وصلوتك فى دارك خير لك من صلوتك فى مسجد قومك وصلوتك فى مسجدقومك خير لك من صلوتك فى مسجد الجماعة (فتح البارى : باب خروج النساء الى المساجد (بالليل بالغلس ۲/۲۹۰ ط مصر) و فى رواية احمد : " فى مسجدى" (۲۶۵۵ ۲' ۷/۵۱۴-۵۱۵ ط دار احياء التراث العربى' بيروت' لبنان)

(۴) فلا تخرج الا لحق لها او لزيارة ابو يهاكل جمعه مرة او المحارم كل سنة' ولكونها قابلة وغاسلة لا فيما عدا ذلك (الدر المختار مع رد المحتار : مطلب فى منع الزوجة لنفسها بقبض المهر' ۳/۱۴۳-۱۴۴ ط سعيد)

(ترجمہ) اس کے نام اور تعریف کے ساتھ پاک اور بلند ہے وہ بارگاہ منعم حقیقی جل شانہ وعز سلطانہ جس نے انسان کو لباس علم اور زیور ہنر سے آراستہ کر کے اُس کی عظمت کے جھنڈے کو بفرمان'' ولقد کرمنا بنی آدم '' بلند کیا اور اولاد آدم کے سینوں کو امانت ربانی اور ودیعت رحمانی کا مستقر بنا کر خداداد علوم کی روشنی سے منور کیا اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کو کنتم خیر امۃ اخرجت للناس سے سرفرازی بخشی اور اس امت کے علماء کو انبیاء ومرسلین کی میراث سے بہرہ مند فرما کر اور ان کے لئے اسلام کی مکمل اور آخری شریعت نازل فرما کر'' الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی '' کی مہر لگادی' خاتم الانبیاء سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے شریعت اسلام کو ایک واضح روشن اور معتدل شریعت بنایا جا چکا تھا دنیا و آخرت کا کوئی ایسا باب نہیں چھوڑا جس کے متعلقہ احکام وضاحت کے ساتھ بیان نہ فرمائے ہوں اور نفسیات واجتماعیات کا کوئی شعبہ ایسا باقی نہیں رہا جس کی حقیقت کا انکشاف نہ کیا ہو دین کی مکمل تعلیم مسلمانوں کی نجات کی کفیل اور ارشادات نبوی کا مینار ان کے لئے بہترین رہنما ہے ائمہ مجتہدین کی تصانیف مفصل احکام ومسائل سے معمور اور اغیار کی تلبیس سے دور ہیں۔

دنیا کی غیر مسلم اقوام نے اسلام کی تعلیم وتہذیب سے بہت کچھ خوشہ چینی کی ہے اور حامیان تمدن وتہذیب نے اسلام کی رہنمائی میں ہی پناہ لی ہے اسلام ایک ایسا مضبوط کلچر رکھتا ہے جو تغیرات زمانہ کے ساتھ متغیر نہیں ہو سکتا اور اس کی تازگی ورعنائی میں حوادث کی گرم ہواؤں سے کوئی پژمردگی پیدا نہیں ہو سکتی مومن کے قدروقامت پر پروردگار عالم اور کارکنان قضاء وقدر نے جو مخصوص ثقافتی لباس چست کیا ہے واللہ اس کو کبھی بوسیدگی وکہنگی لاحق نہ ہو سکے گی۔

مختلف انسانی طبقات جو اجتماعیات میں حقیت واحدہ کے ارکان کا حکم رکھتے ہیں ان میں سے ہر ایک رکن کا ایک خاص درجہ مقرر اور ہر ایک کا ایک موقف ومقام معین ومقدر ہے اگر مرد کو خاص اعزازات بخشے گئے ہیں تو عورت کو بھی خاص خاص امتیازات عطا فرمائے گئے ہیں۔

بعض کام مردوں کے مناسب ہیں اور بعض کام عورتوں کے لائق ہیں' اجتماعی زندگی میں مردوں اور عورتوں کے لئے جدا جدا حدود مقرر ہیں لہذا ہر ایک کو اپنے اپنے مقام اور حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے اور یہ ایک ایسی ناقابل تردید بات ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

عورتوں کی تعلیم کا مسئلہ جو آج کل زیر بحث ہے اس کے دو حصے ہیں ایک تو یہ کہ عورتوں کو تعلیم دینی چاہئے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ ان کو تعلیم دینے کی کیا صورت اختیار کی جائے؟

صورت اول میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں کیونکہ حصول علم اسلام کے فرائض میں سے ہے تحصیل علم کی فرضیت کا خطاب اور انفرادی واجتماعی آیات قرآنیہ میں تدبر وتفکر کا حکم صرف مردوں کے لئے مخصوص نہیں ہے علم کی روشنی حاصل کرنے کی ضرورت صرف مردوں یا کسی ایک

صنف کے لئے منحصر نہیں ہے کیونکہ علم حیات انسانی کے لوازم میں سے ہے۔

کوئی انسان مرد ہو یا عورت جو علم سے بہرہ مند نہیں ہے وہ حقیقۃً حیات انسانی سے محروم ہے اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے عالم کو زندہ اور جاہل کو مردہ کہا ہے جیسا کہ فرمایا **وما یستوی الاحیاء و لا الاموات** اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے "**طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم و مسلمة**" لفظ مسلمہ جو اکثر روایتوں میں نہیں ہے اگر صحیح تسلیم نہ کیا جائے تب بھی ثبوت حکم میں خلل واقع نہ ہوگا کیونکہ شریعت میں خطابات کا عموم ذکور واناث کو شامل ہوا کرتا ہے پس مسلم سے مراد صاحب اسلام ہے خواہ مرد ہو یا عورت' جیسا کہ **المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده** اور اسی قسم کے دیگر نصوص صرف مردوں کے لئے نہیں ہیں۔واللہ اعلم

بڑی بڑی صحابیات نے تحصیل علم کے لئے سخت جدوجہد فرمائی ہے اور سلف میں سے بہت سی صالحات نے علم حاصل کرنے میں بڑی بڑی کوششیں کی ہیں ان پاک طینت مخدرات عصمت نے استفادہ علم کے لئے رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس سے گلے شکوے کئے اور کہا کہ ہمارے مقابلے میں مردوں نے آپ کو گھیر لیا ہے پس آپ ہم کو بھی اپنا ایک دن عطا فرمایئے چنانچہ مربی اعظم ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمائی آپ ایک صحابیہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں بہت سی عورتوں کا اجتماع ہوا اور آپ نے ان کو احکام شریعت کی تعلیم دی۔

اسی طرح ایک عید کے موقعہ پر آپ نے عید کا خطبہ دیا اور پھر خیال ہوا کہ عورتیں خطبہ نہیں سن سکیں لہذا آپ خود بہ نفس نفیس عورتوں کے اجتماع کے قریب تشریف لے گئے اور دوبارہ خطبہ دیا۔

پس علوم ضروریہ کی تحصیل کی فرضیت اور علوم مستحبہ کے حصول کا استحباب اور مباح علوم کے اکتساب کی اباحت عورتوں کے لئے محل تردد نہیں ہے اور اس مسئلہ میں عورتوں مردوں کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عورتوں کو تعلیم دلانے کی صورت اور طریقہ کیا ہونا چاہئے پس اس پر بحث کرنے سے پہلے تمہید ذیل پر غور کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے انسان کو انواع واقسام کی احتیاجات و خواہشات کے ساتھ پیدا کیا ہے مثلاً کھانا پینا اور ازدواج وغیرہ انسان کی فطری ضرورتیں ہیں لیکن ہر ایک ضرورت پوری کرنے کے لئے کچھ حدود اور ضابطے مقرر ہیں' کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ بھوک کے وقت غیر کا مال یا کوئی حرام چیز کھالے یا پیاس کے وقت ناپاک یا حرام مشروب پی لے اور جائز نہیں کہ جائز و حلال عورت کے سوا کسی عورت سے حظ نفس حاصل کرے۔

جس طرح معاش حاصل کرنے کے لئے جائز طریقے مقرر ہیں اسی طرح زوجہ حاصل کرنے کے لئے بھی خاص حدود ہیں اور جس طرح کہ تحصیل رزق ولباس کے مقررہ طریقوں سے تجاوز کرنا جرائم و ظلم 'عدوان و غصب' سرقہ ورشوت کی طرف لیجاتا ہے اور خالق کا غضب کا سبب بنتا ہے اسی طرح

صنفی تعلقات کے حدود سے تجاوز کرنا بدکاری' وبد نگاہی اور ناجائز اختلاط کی طرف لے جاتا ہے اور منتقم حقیقی کے عتاب کا مستحق بنادیتا ہے۔

یہ ناجائز اختلاط کا فتنہ چونکہ عظیم الشان فتنہ ہے اور اس کے نتائج بہت تباہ کن ہوتے ہیں اس لئے شریعت اسلامیہ نے اس باب میں بہت زیادہ احتیاط مد نظر رکھی ہے اور مردوں اور عورتوں کو دواعی فساد سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے اللہ تعالیٰ حضرت رسالت پناہ صلعم کو خطاب فرماتا ہے۔ "و قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم" اور فرمایا "وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا و لیضربن بخمر ھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعو لتھن او آباء ھن"

اور حضرت رسول اکرم ﷺ نے عورتوں کو مردوں کے اجتماعات میں شریک ہونے سے منع فرمایا ہے یہاں تک فرمایا کہ عورت کا کوٹھڑی کے اندر نماز پڑھنا دلان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور دالان کی نماز صحن کی نماز سے اور گھر کے صحن کی نماز مسجد محلّہ کی نماز سے اور مسجد محلّہ کی نماز مسجد جامع کی نماز سے بہتر ہے اور عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا۔ بلکہ مطلقاً گھروں سے بلا ضرورت عورتوں کے نکلنے کو اچھا نہیں سمجھا۔ فرمایا "المراۃ عورۃ وانھا اذا خرجت استشر فھا الشیطان وانھا اقرب ما تکون الی اللہ وھی فی قعربیتھا (رواہ الطبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد) اور فرمایا "مامن امراۃ تخرج فی شھرۃ من الطیب فینظر الرجال الیھا الا لم تزل فی سخط اللہ (مجمع الزوائد من الطبرانی)

ان تمام نصوص شرعیہ سے واضح ہے کہ جو آزادی مردوں کو دی گئی ہے شریعت مطہرہ نے عورتوں کے لئے جائز نہیں رکھی اور صنفی تعلقات کی حدود سے تجاوز کرنے کے اسباب اور اس کے مفاسد کے سدباب کے لئے بے انتہا سعی بلیغ فرمائی ہے بیشک احکام خداوندی کی اطاعت اور ارشادات نبوی کی تعمیل کی برکت سے دنیا کی دوسری قوموں کے مقابلے میں مسلمانوں کا معاشرہ بدکاری و فواحش سے پاک اور محفوظ ہے۔

پردہ جو مسلمانوں میں رائج ہے وہ اسی تہذیب و معاشرہ کا ایک حصہ اور شعبہ ہے صنفی بگاڑ جو ایشیا' یورپ افریقہ اور امریکہ کی غیر مسلم اقوام میں دیکھا جارہا ہے شرفائے اہل اسلام کے اندر اس کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔

خاص کر اس باب میں اگر مسلم قوم تمام اقوام عالم پر فوقیت کا ناز کرے اور فخر کرے تو زیبا ہے دور حاضر کی عورتوں کی مطلق العنانی سے ممالک یورپ میں جو تباہی برپا ہے وہ دنیا پر روشن ہے اس عہد پر فتن میں سلاطین اسلام کے ذمہ واجب ہے کہ مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیں اور ان کو تنزل کی پستی سے اوج ترقی پر پہنچانے کی کوشش کریں۔

زمانہ حاضر کے مقتضیات نے عورتوں کے اندر تعلیم کی توسیع واشاعت کی شدید ضرورت پیدا کردی ہے' وہ اہم فوائد جو ان کی تعلیم کی صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں وہ محض ان کی جہالت کی وجہ سے فوت ہو رہے ہیں لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ حدود الہیہ کی نگہداری اور شعائر اسلامیہ اور ترویج سنت نبویہ کی پاسداری اور قومی تہذیب و معاشرہ کا باقی رکھنا دوسرے تمام امور سے زیادہ اہم اور مقدم ہے کیونکہ سلاطین اسلام خدائے واحد کے سائے اور انبیاء کے قائم مقام ہیں اور کسی چیز کا سایہ اس چیز کے مطابق ہی ہونا چاہئے۔

ان امور کے پیش نظر لازم آیا کہ سلاطین اسلام سب سے پہلے اور بذات خود دین کا احیاء کریں اور اسلامی تہذیب کے راستے اختیار کریں اور سلف صالحین کے آداب معاشرۃ کی حفاظت ضروری سمجھیں اور لڑکیوں کو اتنی آزادی نہ دیں کہ وہ زنان یورپ کی عادات واطوار سیکھ کر اسلامی معاشرۃ اور اسلاف کی تہذیب کو خیر باد کہہ دیں' اور پھر اس آزادی کے خطرناک نتائج اور ان کو بھگتنے پڑیں۔

اگر مسلم قوم اسلامی قوانین و شعائر کو چھوڑ کر ترقی کرے (بشر طیکہ اس کو ترقی مانا جائے) تو یہ ترقی اسلام کی اور مسلم قوم کی ترقی نہ ہوگی خدا کی قسم اس امت کے متاخرین ہرگز ترقی نہ کر سکیں گے جب تک کہ متقدمین کے اسوہ حسنہ کو اختیار نہ کریں امور مذکورہ بالا کو پیش نظر رکھتے ہوئے استفتاء کا جواب یہ ہے کہ۔

زنانہ مدارس کا کھولنا اور جاری کرنا اور لڑکیوں کا تعلیم کے لئے وہاں جانا اور عورتوں کو انکی صنف کے مناسب علوم وفنون سکھانا اور کتابت سکھانا یہ تمام امور شریعت کے مطابق اور مستحسن ہیں کیونکہ ان کا مبنا تعلیم و تعلم کی تنظیم اور تشکیل ہے تعلیم کے لئے اجتماعی طور پر عورتوں کا ایک مقام پر جمع ہونا احادیث سے ثابت ہے اور اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے ایک باب اس عنوان کا باندھا ہے کہ **ھل یجعل للنساء یوماً علیٰ حدۃ** اور اس کے تحت وہ حدیث لائے ہیں جس سے تحصیل علم کے لئے کسی مکان میں عورتوں کا اجتماع ثابت ہوتا ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ اجتماعی طور پر تعلیم جس قدر مفید ہے انفرادی طریقے سے اتنی مفید نہیں۔

زنانہ مدارس کی تشکیل اگر قرون اولیٰ میں نہیں تھی تو کوئی حرج نہیں کیوں کہ لڑکیوں کے اسکول اور مدرسے بھی زمانہ ماضی میں نہیں تھے پھر بھی امت محمدیہ کے تمام علما اس کے جواز کے قائل ہیں اور مردانہ مدارس کے اندر پڑھتے پڑھاتے چلے آرہے ہیں۔

فرائض اسلامیہ اور واجبات شرعیہ خواہ عبادات میں سے ہوں خواہ معاملات میں سے ان کی تعلیم فرض ہے اور علوم مستحبہ مثلاً صلحا و علما کے تذکرے اور عبرت آموز تاریخی روایات اور اخلاقیات وغیرہ کی تعلیم مستحب ہے اور فنون مباحہ کی تعلیم مباح ہے۔

۔ سلطان اسلام ظل اللہ کا فرض ہے کہ اسلامی طرز معاشرت کی حفاظت کرے اور زنانہ

مدارس کے حالات کی نگرانی اور مفاسد و فتن کی روک تھام کو اپنے ذمہ لازم سمجھے اور رعایا کا فرض ہے کہ ظل اللہ کی اطاعت کریں اگر ہر کام کو حدود شناسی کے ساتھ عمدہ طریقے سے انجام دیا جائے تو ملک و قوم کو انشاء اللہ بہت فائدہ پہنچے گا-

زنانہ اسکولوں کے اجرا کا طریقہ پادشاہ اسلام 'مشورہ ارکان دولت و علمائے ملت و حکمائی امت طے کرے خاص کر افغانستان کے حالات کو مد نظر رکھ کر جو طریقہ مناسب ہو وہ اختیار کیا جائے-

اجمالاً یہ کہ لڑکیوں کے اسکول صرف لڑکیوں کے لئے مخصوص ہونے چاہئیں اور ان کے لئے اسکولوں میں جمع ہونے اور آمد و رفت کے ایسے طریقے اختیار کئے جائیں کہ فتنہ کا احتمال باقی نہ رہے نیک کردار اور پاک دامن عورتوں کو تعلیم و تربیت کی خدمت کے لئے مقرر کیا جائے اگر معلمات نہ مل سکیں تو مجبوراً نیک اور صالح قابل اعتماد مردوں کو معین کیا جائے اور ان کی کڑی نگرانی کی جائے-

(۱) سن بلوغ کی عمر کم سے کم نو سال اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال ہے یعنی نو سال کی لڑکی کا بالغ اور مکلّف ہو جانا ممکن ہے اور جسمانی قوت و استعداد اور نوعیت آب و ہوا اور نسلی و قومی خصوصیات کے اختلاف سے بلوغ و مکلفیت کی عمروں میں اختلاف ہوتا ہے ارباب بصیرت مختلف مقامات کے مطابق عمر بلوغ متعین کر سکتے ہیں-

مشتہات کے درجات بھی احوال و مقامات کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں ہو سکتا ہے کہ سات آٹھ سال کی لڑکی مشتہات ہو جائے اور ہو سکتا ہے کہ گیارہ بارہ سال تک مشتہات نہ ہو-

لڑکیوں کے لئے ستر عورت کا حکم یہ ہے کہ دس سال کی عمر میں ستر واجب ہو جاتا ہے اور دس سال کی لڑکی کے لئے ستر کی حد مثل بالغہ عورت کے ہے در مختار میں ہے ثم کبالغ صاحب رد المحتار فرماتے ہیں ای عورته تکون بعد العشرة کعورة البالغین اور صاحب رد المحتار نے درجہ مشتہاۃ کو اس طرح بیان کیا ہے واختلفوا فی حد المشتهاة و صحح الزیلعی وغیره انه لا اعتبار بالسن عن السبع علی ما قیل اوالتسع وانما المعتبران تصلح للجماع بان تکون عبلة ضخمة والعبلة المرأة التامة الخلق

(۲) باپ کے اوپر اولاد کی تمپیت کی ذمہ داریاں جو غذا لباس اور تادیب و تعلیم سے تعلق رکھتی ہیں چند درجات پر منقسم ہیں فرائض و واجبات شرعیہ کی تعلیم فرض ہے اور حسن اخلاق و معاشرۃ اور روزگار اور پیشہ و ہنر وغیرہ کی تعلیم شرعی و طبعی درجات کے مطابق مستحب و مباح ہے-

باپ کا حق ہے کہ اولاد کو فرائض اور واجبات شرعیہ کے سیکھنے پر مجبور کرے اور ضرورت ہو تو سزا دے -قال النبی ﷺ علموا الصبی الصلوة ابن سبع سنین واضربوه علیها ابن عشرة (ترمذی) وقال النبی ﷺ لان یودب الرجل ولده خیر من ان یتصدق بصاع (ترمذی) وقال ﷺ ما نحل والد ولدا من نحل افضل من ادب حسن (ترمذی)

(۳) عورتوں کے لئے جو ستر کہ نماز میں شرط ہے چہرے اور دونوں ہاتھوں اور پیروں کے علاوہ تمام جسم پر مشتمل ہے اور پردہ عرفی کہ شعار عصمت ہے چہرہ اور دونوں ہاتھوں اور پیروں کو بھی شامل ہے کیونکہ چہرے سے ہی فتنے کا قوی تعلق ہے اور حکم اپنی علت پر ہی جاری ہوتا ہے اس پردہ عرفی کے وجوب کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ **واذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب** اور نبی ﷺ کا فرمان **افعمیاوان انتما** البتہ اجنبی اور محرم کے فرق کا اعتبار کیا گیا ہے کیونکہ محارم میں بدنیتی کا احتمال نہیں ہوتا اور معاشری ضروریات کشف حجاب کی اجازت کی مقتضی ہیں اسی طرح چھوٹے لڑکوں اور زیادہ سے زیادہ نو سال کی لڑکیوں اور زیادہ عمر والوں کے درمیان بھی فرق ہے جس کے بارے میں کچھ اشارات اوپر گزر چکے ہیں لیکن قبل تاہل اور بعد تاہل کا فرق میری نظر سے نہیں گزرا۔

(۴) شرعی فرائض وواجبات کا علم حاصل کرنا فرض ہے' خواہ وہ علوم عبادات و معاملات سے تعلق رکھتے ہوں خواہ معاشرۃ اور تہذیب و تمدن سے اور مستحبات کا علم مستحب اور مباحات کا علم مباح جیسا کہ نمبر ۲ میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۵) محض اجتماع عورتوں کا ممنوع نہیں ہے اگر صرف عورتیں کسی جگہ جمع ہوں اور اجتماع کی غرض و غایت مفید ہو تو شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے لیکن عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع بہت سے فتنوں کا سبب ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اسی وجہ سے عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے اور بلا ضرورت شدیدہ گھر سے نکلنے سے منع فرمایا ہے اور ان کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور گھر میں نماز پڑھنے کو مسجد محلہ سے اور مسجد نبوی سے بھی بہتر قرار دیا گیا ہے۔

(۶) اجتماعی و تمدنی حیثیت سے محترم خواتین کے صرف اتنے ہی حقوق ہیں کہ وہ حقوق دینیہ کی ادائیگی کے بعد شوہر اور اقارب کے حقوق بجالائیں اولاد کی تربیت امور خانہ داری میں دلچسپی لیں اجنبی سوسائٹی سے دور رہیں اور اگر کوئی ہنر آتا ہو تو اور فرصت ملے تو اس میں مشغول رہیں اور بیباکانہ مردانہ اجتماعات اور جلسوں میں شریک ہونا اور بے حجابانہ لہو و لعب کے مجمعوں میں جانا اور غیر مردوں سے بے تکلف ہونا نہ صرف یہ کہ نسوانی خصوصیات کو فنا کردے گا بلکہ اسلامی تہذیب کو بھی تباہ کردے گا۔

(۷) یہ جو کچھ مسائل لکھے گئے ہیں اکابر حنفیہ کے مسلک کے مطابق ہیں ہر مضمون کے متعلقہ دلائل و شواہد مشائخ مذہب کی تصانیف میں موجود ہیں۔واللہ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ ربہ و کفاہ - ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ

(نوٹ) فتویٰ ہذا کو راقم الحروف کا ذاتی جواب سمجھنا چاہئے۔

مکمل شرعی پردہ کی رعایت کے ساتھ لڑکیوں کو تعلیم دینے میں کوئی مضائقہ نہیں

(سوال) بعض کہتے ہیں کہ لڑکیوں کو لکھانا پڑھانا ہی نہیں چاہئے بس قرآن شریف پڑھا دینا چاہئے کیونکہ بڑے اسکولوں کی نازیبا افواہیں پہنچی ہوئی ہیں مسلمان راجپوتوں کی بستی ہے اکثر گھرانے مہذب ہیں پردہ کی پابندی ہے لیکن اس عمر کی لڑکیاں ملاجی کے پاس تقریباً بیس تیس جاتی ہیں اس مدرسے کی مدد کرنی چاہئے یا نہیں -؟ المستفتی نور محمد صاحب ہیڈ ماسٹر جونڈلہ ضلع کرنال - ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۴) لڑکیوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا جائز ہے حساب 'اردو وغیرہ پڑھانے اور ہنر سینا پکانا کاڑھنا وغیرہ سکھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہاں پردے اور صلاحیت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے -(۱) محمد کفایت اللہ

پردہ کی رعایت کے ساتھ عورت کار خیر میں حصہ لے سکتی ہے

(سوال) شریعت عورت کو کار خیر یا رفاہ عام میں اقدام کرنے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں حضور ﷺ نے تعلیم یافتہ خواتین کے متعلق ارشاد فرمایا ہے لہذا عرض ہے کہ پنجاب میں بڑی بڑی قابل ترین عورتیں مل سکتی ہیں -المستفتی نمبر ۱۲۰۵ مختار جہاں بیگم معرفت آغا محمد حفیظ اللہ صاحب (جالندھر) ۱۰ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۷ / ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵) شریعت مقدسہ اسلامیہ عورتوں کو کسی اسلامی خدمت سے جو ان کے لائق ہو منع نہیں کرتی پردہ کی محافظت کے ساتھ عورت مردوں کے مجمع میں تقریر کر سکتی ہے -(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بچی سے مجمع میں تلاوت کرانا

(از اخبار الجمعیۃ دہلی - مورخہ ۲۴ جون ۱۹۳۳ء)

(سوال) ایک صاحب جو علم دین کے مدعی ہیں اور ایک اسلامی جامعہ کے پرنسپل ہیں اپنے وعظ کا افتتاح ایک نابالغ لڑکی کی قرآن خوانی سے فرماتے ہیں باوجودیکہ اس کی حاجت نہیں جلسہ میں بہترین

---

(۱) عن الشفاء بنت عبدالله قالت دخل علی النبی ﷺ وانا عند حفصة فقال لی الا تعلمین هذه رقیة النملة کما علمتها الکتابة (سنن ابی داؤد' باب ماجاء فی الرقی' ۲/۱۸۶ ط سعید) قال الشیخ فی بذل المجهور' فیه دلیل علی جواز کتابة النساء واماحدیث لا تعلمو هن الکتابة فمحمول علی من یخشی علیها الفساد- (بذل المجهور فی حل سنن ابی داؤد ۵/۱۸' ط معهد الخلیل الاسلامی' کراچی)

(۲) عورت کی آواز کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ عورت ہے' اس لئے بلاضرورت شدیدہ غیر محرم کے سامنے بولنا جائز نہیں-
وفی الشامیه (قال علیه الصلوٰة والسلام) التسبیح للرجال والتصفیق للنساء فلا یحسن ان یسمعها الرجل و فی الکافی : ولا تلبی جهراً لان صوتها عورة و مشی علیه فی المحیط فی باب الاذان مطلب فی ستر العورة ۱/ ۴۰۶ ط سعید

حفاظ موجود ہوتے ہیں کیا یہ جائز ہے ؟

(جواب ۲۶) نابالغہ بچی سے قرآن شریف کی تلاوت کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ بچی اتنی چھوٹی ہو جس کی طرف بد نظری سے دیکھنے کا موقع نہ ہو۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

لڑکیوں کو لکھائی سکھانے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) لڑکیوں کو کتابت کی تعلیم دینی بروئے شریعت جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۷) لڑکیوں کو کتابت کی تعلیم دینے کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے بعض فقہا سدّالذریعۃ الفساد منع کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

چوتھا باب
متفرقات

بہشتی زیور مفید اور معتبر کتاب ہے

(سوال) بہشتی زیور مولانا اشرف علی صاحب کی لکھی ہوئی کتاب ہمارے مدرسہ میں چلانے کا ارادہ ہے اس کے پڑھانے میں کچھ برکت ہے یا نہیں اس کتاب میں غلط مسئلہ ہے یا نہیں جاہلوں میں یہ بات مشہور ہے اس لئے آپ کا جواب آنے کے بعد اس میں چلانے کا ارادہ ہے۔ المستفتی نمبر ۱۸۲۰ محمد اسماعیل جی پٹیل (ضلع سورت) ۲۲ / رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۸ / ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۸) بہشتی زیور بہت اچھی اور معتبر اور مفید کتاب ہے اس کے مضامین اور مسائل جو اس میں لکھے ہیں معتبر اور صحیح ہیں اور بچوں طالب علموں کو اس سے دینی اور دنیوی فائدے پہنچے گے تعلیم الاسلام بھی بچوں کے لئے مفید ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) وفی السراج ' لا عورة للصغير جدًا ثم مادام لم يشته فقبل و دبر' ثم تغلظ الى عشر سنين (الدرالمختار) قال المحقق فی الشامیه (قوله : لا عورة للصغير جداً) وكذا الصغيرة كما فی السراج (مطلب فی سترالعورة ۱/ ۴۰۷' ط سعید)

(۲) عن الشفاء بنت عبدالله قالت دخل علی النبی ﷺ وانا عند حفصة فقال لی الا تعلمين هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة- (سنن ابی داؤد: باب ماجاء فی الرقیٰ ۲/ ۲۱۶' ط سعید) قال الشیخ فی بذل المجهود' فيه دليل على جواز كتابة النساء' واما حديث لا تعلمو هن الكتابة' محمول علىٰ من يخشى عليها الفساد (۵/ ۸۰ ط' معهد الخليل الاسلامی' کراچی)

علماء کو شیطان، بد معاش، ظالم کہنے والا فاسق ہے!

(سوال) ایک شخص نے کہا کہ فی زمانہ جتنے علماء واعظ ہیں وہ سب شیطان ہیں اور بد معاش اور ظالم اور چور ہیں ۔ المستفتی نمبر ۱۸۴۷ محمد عبدالحق صاحب (ضلع ہوڑہ) ۲۸ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹) یہ کہنا کہ فی زمانہ جتنے واعظین ہیں سب شیطان اور بد معاش اور ظالم اور چور ہیں غلط ہے اور کہنے والا ظالم اور فاسق ہے، اس کو توبہ کرنی چاہئے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نو مسلم اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے مالدار مسلمانوں سے امداد کی درخواست کر سکتا ہے

(سوال) میں ایک نو مسلم ہوں آغوش اسلام میں آئے ہوئے صرف پانچ سال ہوئے ہیں لیکن تعلیم الاسلام اور دیگر اسلامی کتابوں کا مطالعہ میں نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں کیا تھا یہ اعزاز مجھے میرے محسن استاد مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب ورنیکلر ٹیچر مشن ہائی اسکول لاہور کی بدولت نصیب ہوا قصہ بڑا طویل ہے اور آزمائشوں سے بھرا ہوا ہے لیکن اللہ کریم نے میری ہر حال میں مدد فرمائی اور لغزش سے محفوظ رکھا مختصراً عرض ہے کہ میں نے ایک متمول ہندو گھرانے میں پرورش پائی ہے میرے والد لالہ ہیرالال صاحب جائیداد ہیں اور سات سو روپیہ ماہوار کے قریب صرف مکانات کا کرایہ آمدنی ہے مجھ کو انہوں نے بی اے تک تعلیم دلائی اور میرے اسلامی خیالات سے ہمیشہ خائف رہے اور ڈی اے وی کالج میں خاص طور پر مجھ پر نگاہ رکھی جاتی تھی اور ہندو مذہب کی تعلیم میں کوشاں تھے لیکن میری رغبت دن بدن اسلام کی طرف ہوتی گئی اور میں نے اپنے رہبر مولانا صاحب کا ساتھ نہ چھوڑا انہوں نے بھی مجھے قرآن شریف اور دینیات اور دیگر اسلامی مسائل کا درس دیا یہ سب تعلیم بالکل خفیہ طریق پر ہوتی رہی میں نے اس اثناء میں اپنے اسلام پاک کا اعلان کرنے کا ارادہ کیا لیکن میرے اخراجات، بیوی بچوں کا گزارہ بچوں کی تعلیم بیوی کا اپنے ہی مذہب پر رہنے کا اصرار، والدین کی محبت اور دیگر امیرانہ زندگی تھی الغرض شیطانی وسوسے تھے لیکن میں مولوی صاحب کے دست مبارک پر اسلام قبول کر چکا تھا اور صوم و صلوۃ کا پابند تھا میرے والدین ہر ممکن طریقے سے میرے اس مبارک کام میں حائل ہوتے تھے لیکن میرا ذوق اور مولوی صاحب کا اخلاص بالکل بھی اثر نہ ہونے دیتا تھا والدین روپیہ

---

(۱) یہ حکم اس وقت ہے جب علماء کی توہین بلاوجہ یا کسی دنیوی معاملہ کی وجہ سے کرے، وفی جامع الفصولین' بغض عالمًا او فقیهًا بلا سبب 'ظاهر خيف عليه الكفر جامع الفصولين' الباب الثامن والثلثون فى مسائل كلمات الكفر ۲/۳۰۹، ناشر اسلامی کتب خانہ کراچی' اور اگر علماء کی توہین و تضلیل ان کے حاملین علم ہونے کی وجہ سے کرے تو بلاشبہ کافر ہوگا۔ قال فی الاشباه والنظائر 'الا ستهزاء بالعلم والعلماء كفر (الفن الثانی' كتاب السير ص ۱۹۱' ط دار الكتب العلمية ' بيروت)

پیسہ مجھ پر بہت خرچ کرتے اور تمام جائیداد کا مجھ کو انچارج بنایا لیکن میرے مذہب نے مجھ کو دیانتداری' سچ بولنا اور سچائی کی حمایت کا درس پہلے ہی دیا تھا لہذا میں نے اپنے ملازموں سے اچھا منافع دکھایا آخیر میں میری بیوی بھی قبول اسلام پر رضامند ہو گئی اور میرے دو بڑے لڑکے جو انٹرلیس کلاس میں پڑھتے تھے تعلیم الاسلام مجھ سے لیتے اور پورے طور پر مجھ سے متفق تھے اور ۱۹۳۲ء کے درمیان میں ۱۵ / جون کو ہم نے اپنے آپ کو خدا کے حوالے کرتے ہوئے قبول اسلام کر لیا اس کے بعد جو مجھ پر اور میری نیک بیوی پر گزری وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن ہم نے صبر سے برداشت کیا میرے والدین نے میری بیوی کا تمام زیور اور جہیز جو اس کے قبضے میں تھا طلب کیا یہ امتحان عورت کے لئے بہت سخت تھا' لیکن خدا کا فضل شامل حال تھا' بلا دریغ سب پیش کر دیا اور ہم لوگ تنے تنہا علیحدہ رہے اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا میں نے محنت مزدوری کی اور اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالا ہاں البتہ بچوں کی تعلیم جاری نہ رکھ سکا لیکن ایک ماہ کی آزمائش کے بعد بچوں کو میری والدہ نے کالج میں داخل بلا کسی شرط کے کروادیا۔ اس وقت دو بچے بڑا بی ایس سی اور چھوٹا ایف ایس سی میں تعلیم پاتا ہے ذہین محنتی اور اسلامی رکن پر پابند ہیں' لیکن اب جب کہ میرے بچے اعلیٰ تعلیم کے اختتام پر ہیں میرے دیگر عزیزواقارب نے والدین کو مجبور کر دیا ہے اور انہوں نے میرے بچوں کو تعلیم دلوانے سے اگست ۱۹۳۷ء سے انکار کر دیا ہے اور فیس وغیرہ بچوں کی نہیں دی چند مسلم بھائیوں نے مل کر بچوں کی چار چار ماہ کی فیس اور ان کے خورد ونوش کا انتظام کر دیا تھا لیکن آئندہ کے لئے ان کا خرچ مشکل نظر آتا ہے بچوں کو اتنے اعلیٰ مقام تعلیم پر لے جا کر چھوڑنا ایک صدمے سے خالی نہیں لیکن یہ قربانی بھی میں اور میرے بچے کرنے کو تیار ہیں اسلام قبول کرنے سے پیشتر ہم لوگوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ہم لوگ اسلام پر بار ڈالنے کے لئے اسلام میں داخل نہیں ہوئے ہیں اور کسی مسلم برادر کو تکلیف نہیں دیں گے مولوی صاحب مرحوم کا ارشاد تھا کہ خدا کے سوا کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا لیکن میرے چند دوست مصر ہیں لہذا اب از روئے شرع جو مناسب احکام ہیں اس کے متعلق فتویٰ صادر فرمائیں۔

(۱) مندرجہ بالا بیان کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا اسلام مجھے اجازت دیتا ہے کہ اپنے متمول مسلم بھائیوں سے امداد کے لئے عرض کر دوں (۲) کیا امداد کنندہ بھائی کے روپے کا مصرف جائز ہو گا (۳) کیا اس قسم کی امداد کی درخواست میرے لئے خدا کی درگاہ میں قابل مواخذہ تو نہ ہو گی جبکہ امداد دنیاوی تعلیم کے لئے طلب کی جائے کیا امداد کنندگان کو اس کا اجر ویسے ہی ملے گا جیسا کہ دیگر اسلامی کاموں میں روپیہ خرچ کرنے سے ملتا ہے۔

(نوٹ) میری مستقل آمدنی اس وقت ۵۴ روپیہ ماہوار ہے بچوں کا خرچ تعلیم تقریباً ۸۰ روپے ہے موجودہ تعلیم سے فارغ ہونے میں ۸ ماہ باقی ہیں میں اپنی آمدنی میں سے ۲۲ روپے ماہوار ان کو دے سکتا ہوں باقی تقریباً ۶۰ روپے ماہوار کا خرچ ہے اس طرح سے مجھے تقریباً ۴۸۰ روپے کی ضرورت ہے یہ

فتویٰ صرف اپنے چند مہربانوں کے اصرار پر طلب کیا گیا ہے کیونکہ وہ لوگ مجھے دست سوال دراز کرنے پر مجبور کرتے ہیں لیکن میرے ضمیر نے اس کی اجازت نہیں دی میرا خدا میرا خود کفیل ہے بچوں کے لئے بھی وہی کفالت فرمائے گا یہ میرے بچوں پر امتحان کا موقعہ ہے دعا فرمایئے اللہ کریم صبر عطا فرمائے میں اپنے کافر والدین کے سامنے دست سوال دراز نہیں کروں گا - انشاء اللہ　المستفتی نمبر ۱۹۷۲ محمد عبداللہ نو مسلم معرفت سید محمد احسان صاحب - نیو دہلی ۷ ۲ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰) آپ اپنے مسلم دوستوں کے سامنے یہ تمام حالات بیان کرنے میں مواخذہ دار نہیں ہوں گے پھر مسلم احباب آپ کے بچوں کی تعلیم کی تکمیل میں جو خرچ کریں گے ان کو اس کا ثواب ضرور ملے گا آپ ان کی اعانت قبول کرنے سے انکار نہ کریں (۱) اللہ تعالیٰ آپ کی آپ کے بچوں کی صداقت واخلاص کا نعم البدل اور اجر جزیل عطا فرمائے گا یہ تعلیم اگرچہ دنیوی ہے لیکن یہ بھی صدق نیت اور اخلاص کے ساتھ دینی حیثیت حاصل کر سکتی ہے کیونکہ فراغت کے بعد اس کے ذریعہ سے بھی دین کی خدمت کی جا سکتی ہے (۲) اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور برکتوں سے آپ کو نوازے - محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

غیر عالم معتبر کتابوں سے تبلیغ کا کام کر سکتا ہے!

(سوال) تبلیغ کا کام اگر کوئی شخص اردو یا فارسی خواں کتاب دیکھ کر بیان کرے تو جائز ہے یا نہیں ایک شخص کو دلچسپی ہے اور اکثر اشخاص کو امر معروف نہی منکر کرتا ہے اور کئی سال سے دینیات سے شوق ہے تو ایسا شخص کسی کو وعظ و پند وغیرہ کہنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں - المستفتی عبدالعزیز ٹونکی

(جواب ۳۱) اگر یہ شخص خود عالم نہ ہو تو تبلیغ کا کام کتابوں سے کر سکتا ہے مگر صرف کتابیں سنا دے اپنی طرف سے کچھ بیان نہ کرے اور کتابیں بھی معتبر اور معتمد علیہ ہوں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) والغنى لا يمنع من تناولها عند الحاجة كابن السبيل' بحر عن البدائع' وهذا التعليل يقوى ما نسب للواقعات من ان طالب العلم يجوز له اخذ الزكوة ولو غنيا اذا فرغ نفسه لا فادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب' والحاجة داعية الى مالا بدمنه كذا ذكره المصنف (الدر المختار) قال المحقق فى الشاميه' يكون طلب العلم مرخصاً لجواز سؤ له من الزكاة وغيرهاوان كان قادراً على الكسب- (باب المصرف ۲/ ۳٤۰ ط سعيد)

(۲) قال النبى ﷺ انما الاعمال بالنيات (الحديث) (صحيح البخارى: باب كيف كان بدء الوحى الى رسول الله ﷺ ۱/ ۲ ط قديمى كتب خانه' كراچى)

(۳) ثم انه كان يامر وينهى من كان عالمًا بما يامربه و ينهى عنه' و ذلك يختلف باختلاف الشئ فان كان من الواجبات الظاهرة والمحرمات المشهورة كالصلوة' والصيام والزنا والخمر و نحو ها فكل مسلمين عالم بهاء وان كان من دقائق الافعال والاقوال ومايتعلق بالا جتهاد فلم يكن للعوام مدخل فيه (مرقاة المفاتيح شرح مشكٰوة المصابيح: باب الامر بالمعروف' ۹/ ۳۲۹ ط امداديه ملتان)

کیا حکومت کی طرف سے مدح صحابہ کو روکنا مداخلت فی الدین نہیں؟

(سوال) حکومت ہند نے مدح صحابہؓ کی ممانعت کا ایک دل آزار قانون بنایا ہے جس کا نفاذ لکھنؤ میں بالکل جابرانہ طور پر ہو رہا ہے اہل السنت والجماعۃ کے بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ مدح صحابہؓ کی ممانعت مداخلت فی الدین ہے اس موقع پر خاموش رہنا حرام ہے لہذا ہم طلبہ دار العلوم آپ کی رائے دریافت کرتے ہیں کہ تعلیم کا خیال کریں یا قانون شکنی کے لئے تیار ہو جائیں؟ المستفتی نمبر ۱۱۹۶ خواجہ محمد احمد غازی پوری متعلم دار العلوم دیوبند ۶ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۲) مداخلت فی الدین کا مفہوم بہت عام ہے اور عموم کے لحاظ سے ہر آن میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں مداخلتیں ہندوستان میں ہو رہی ہیں امتناع مدح صحابہؓ کا قانون جہاں تک مجھے معلوم ہے نہ حکومت ہند کا ہے نہ حکومت صوبہ کا وہ صرف ایک مقامی کمیٹی کا جو اس کام کے لئے مقرر کی گئی تھی فیصلہ تھا جسے مقامی حکومت نے انتظاماً نافذ کر دیا ہے۔

میرے خیال میں دار العلوم کے طلبہ مذہباً ابھی تک شرکت پر مجبور نہیں ہیں مسلمان تحریک کو چلا رہے ہیں طلبہ کو تعلیمی ضروریات میں مشغول رہنا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فحش گو فسادی وعظ کرنے کے لائق نہیں

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۸ جون ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک شخص جو اپنے آپ کو مولوی اور واعظ اسلام کہتا اور لکھتا ہے' مسجد میں کھڑے ہو کر نہایت بیباکی سے فحش کلامی کرتا ہے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرتا ہے' مسلم خادمان قوم کو مسلم نما ہندو کہتا ہے نعرہ تکبیر کے مقابلے میں ہر ہر مہادیو کا جیکارہ لگاتا ہے دوسرے لوگوں کو بھی اس جیکارہ کی تلقین کرتا ہے مسلمانوں پر جھوٹے بہتان باندھتا ہے ماؤں بچوں' بوڑھوں کی موجودگی میں مسجد کے اندر فحش مغلظات گالیاں زباں سے نکالتا ہے جن کا نقل کرنا بھی خلاف تہذیب ہے مسلمان شہدائے مقتولین کو کوئی شہید کے نام سے یاد کرتا ہے وغیرہ۔

(جواب ۳۳) ایسا شخص اس لائق نہیں کہ اس کو وعظ کی اجازت دی جائے وعظ و تذکیر کا مقصود لوگوں کی اصلاح اور ان کے اخلاق کی درستی ہے ان میں اسلامی اتفاق و اتحاد پیدا کرنا واعظ کا پہلا فرض ہے ہر ہر مہادیو کا جیکارہ لگانا کفر کی نشانی اور کافروں کا شعار ہے۔ مسلمان کی شان کے لائق نہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) ان رسول اللہ ﷺ قال : لیس منا من تشبہ بغیر نا ولا تشبھو ابالیھود ولا بالنصاریٰ (الحدیث) (جامع الترمذی: باب ماجاء فی کراھیۃ اشارۃ الید فی السلام ۲ /۹۹' ط سعید)

بخلاف وضع قلنسوۃ المجوس رشد الزنار' لانہ امارۃ الکفر کالختان امارۃ الاسلام۔ (الفتاویٰ البزازیہ علی ھامش الہندیہ' الثالث فی الحظر والا باحۃ ۶/۳۱۱' ط ماجدیہ کوئٹہ)

بچوں کو قاعدہ ''یسر نا القرآن'' پڑھنا کیسا ہے ؟
(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) ایک شخص پیر زادہ منظور محمد نام نے ایک طویل قاعدہ بچوں کی تعلیم کے لئے بنایا ہے جس کا نام قاعدہ یسر نا القرآن ہے یہ شخص قادیانی ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور صاحب وحی مانتا ہے اس قاعدہ کو پڑھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر کوئی شخص قاعدہ لکھے اور قاعدہ کا نام یسر نا القرآن رکھ دے تو جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۴) میں نے قاعدہ یسر نا القرآن اب تک نہیں دیکھا اگر اس قاعدہ میں قادیانی مشن کی باتیں لکھی ہوں تو یقیناً اسے بچوں کو پڑھانا نہیں چاہئے ایسا نہ ہو کہ ابتدا ہی سے ان کے دل میں گمراہی کی طرف میلان ہو جائے اور صرف حروف اور تراکیب حروف کی پہچان کرانے اور تعلیم دینے کے طریقے ہی مذکور ہوں اور قادیانیت کی کوئی بات نہ ہو تو اس کی تعلیم مباح ہو گی (۱) لیکن بہر صورت اس سے احتراز اولیٰ و انسب ہے کیونکہ بچوں کی تعلیم کے لئے دوسرے قاعدے بہت اچھے اچھے (مثلاً نورانی قاعدہ وغیرہ) موجود ہیں قاعدہ کا نام 'یسر نا القرآن رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) قاعدہ یسر نا القرآن میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے قادیانی مشن کی تبلیغ ہو لہذا بچوں کو اس کی تعلیم دینا مباح ہے۔

كتاب السلوك و الطريقة

پہلا باب
اذکار و اشغال
فصل اول ذکر جلی و خفی اور ختم وغیرہ

عارضی مانع نہ ہو تو ذکر جلی جائز ہے مگر خفی اولیٰ ہے!

(ازاخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) زید کہتا ہے کہ جلی ذکر حرام ہے اور عمرو کہتا ہے کہ ذکر جلی جائز ہے؟

(جواب ۳۵) ذکر جلی جائز ہے اور مشائخ صوفیہ کا معمول و متوارث ہے احادیث کثیرہ سے اس کا ثبوت ہوتا ہے جن مواقع میں کہ شریعت نے خود ذکر جلی مقرر فرمایا ہے اس کے اندر تو کوئی کلام ہی نہیں کر سکتا جیسے اذان، تکبیر، تلبیہ، حج، تکبیر، تشریق وغیرہ کہ یہ سب اذکار ہیں اور جہر سے ثابت ہیں ہاں جن مواقع میں کہ شریعت سے ثبوت نہیں وہاں اگر کوئی وجہ عارضی مانع نہ ہو تو نفس حکم یہی ہے کہ جائز ہے اور اگر کوئی عارضی مانع موجود ہو تو ناجائز ہو جائے گا موانع عارضیہ کی مثال یہ ہے کہ ذاکر کے جہر سے کسی سونے والے کو تکلیف ہو یا کسی نماز پڑھنے والے کی نماز میں خلل پڑتا ہو یا ذکر کرنے والا جہر کو ضروری یا لازم سمجھے وغیرہ(۱) اور جہاں یہ موانع موجود نہ ہوں وہاں ذکر جلی جائز مگر ذکر خفی اولیٰ ہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) بلند آواز سے تلاوت کرنے سے اگر کسی کی نماز میں خلل آئے تو جائز نہیں
(۲) جماعت کے بعد بلند آواز سے ذکر کی رسم غلط ہے!

(سوال) (۱) بوقت خطبہ جمعہ سورہ کہف کا دور با آواز بلند ایک ایک رکوع کر کے پڑھتے ہیں نووارد مصلیوں کی نمازوں میں خلل آتا ہے۔

(۲) جماعت کے ختم ہوتے ہی فوراً کلمہ طیبہ کا ذکر بالجہر کیا کرتے ہیں تین مرتبہ اس طرح لا الہ الا اللہ الا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۶۰۱ سیٹھ قاسم باپو ولد حسین باپو (ممی کانٹھا) مورخہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۴۰ء۔

---

(۱) اما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان والخطبه والحج' وقد حرر المسئله فی الخیریه و حمل ما فی فتاوی القاضی علی الجهر المضر وقال: ان هناك احادیث اقتضیت طلب الجهر و احادیث طلب الاسر ارو الجمع بینهما بان ذلك یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال' فالا سرارا فضل حیث خیف الریاء او تاذی المصلین او النام الخ (رد المحتار ' کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع' ٦/٣٩٨ ط سعید)

(۲) واما الادعیه والاذکار فبا لخفیة اولیٰ (رد المحتار: قبیل مطلب الثناء علی الکریم دعا ۲/٥٠٧' ط سعید)

(جواب ۳٦) سورہ کہف آواز بلند سے مسجد میں پڑھنا جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل آئے ناجائز ہے(۱)
(۲)اسی طرح نماز کے بعد کلمہ طیبہ کو بلند آواز سے پڑھنے کی رسم بھی درست نہیں(۲) اتنی آواز سے کہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ آئے سلام کے بعد کلمات ماثورہ کو پڑھنا جائز ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حکم انعقاد المحافل الموسومه بحلقة الذکر

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) (۱) ان فی دیارنا انعقدت محافل متعددة فی اماکن مختلفة موسومة بحلقة الذکر بین معاشر المسلمین فمن الناس من ینعقد ھا فی اسبوع مرة و منھم من یحضرھا فی شھر مرة فیھا یذکرون اللہ تعالیٰ و یکبر ونه ویسبحونه و یمجدون و یھللون و یستغفرون و یحمدون و یتلون القرآن و یصلون علی النبی الکریم واحیاناً یقرأ فیھا المولد و یذکر وغیر ذالك من الاوراد یقرؤن مجتمعین و الغرض من ذالك ان یؤلف اللہ تعالی بھذہ البرکات بین قلوب المؤمنین و ینور قلوبھم بنور الھدایة فیفوز وابا لفلاح والنجاح یوم الدین —
(۲) وقوافل من شبان الاسلام متعلقة بھا الموسومون بالمبلغین وھم یتعلمون المواعظ الجسنة والمسائل الشرعیة منظومةً لتکون اقرب الی الحفظ والقبول فاحیاناً ھم یخرجون مزینا بالا علام والبیاض ویطوفون فی اماکن مختلفة وینشدون المنظوم المذکور مبلغاً و یکبرون اللہ تعالیٰ بین ذالك لکلمة اللہ معلیًا فوجدت زھاء ثلثة آلاف من شبان المبلغین انھم صاروا مصلیًا و محسنا مزکیا فما قول جمعیة علماء الھند فی ذالك الامر؟
(ترجمہ) ہمارے علاقے میں مختلف مقامات پر متعدد محفلیں قائم ہیں جن کو حلقہ ذکر کہا جاتا ہے بعض لوگ ایسی محفلیں ہفتے میں ایک مرتبہ منعقد کرتے ہیں اور بعض مہینے میں ایک مرتبہ ان محفلوں میں

---

(۱) و فی حاشیة الحموی للشعرانی' اجمع العلماء سلفًا و خلفًا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد و غیرھا الا ان یشوش جھرھم علی قائم او مصل او قاری الخ (رد المحتار' باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا ۱/ ٦٦٠ ط سعید)
(۲) ثم قال فی النھر عن المعراج' واما ما یفعل عقب الصلوۃ من السجدۃ فمکروہ اجماعًا' لان العوام یعتقدون انھا واجبة او سنة— ای وکل جائز ادی الی اعتقاد ذلك کرہ (رد المحتار: کتاب الصلاۃ ۱/ ۳۷۱ ط سعید)
(۳) والا سرار افضل حیث خیف الریاء او تاذی المصلین او النیام (رد المحتار' کتاب الحظر والاباحۃ' فصل فی البیع' ٦/۳۹۸' ط سعید)

لوگ جمع ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں' اور تکبیر و تسبیح و تمجید بیان کرتے ہیں کلمہ طیبہ استغفار تحمید کا ورد کرتے ہیں تلاوت کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں کبھی کبھی ان محفلوں میں مولود شریف اور دیگر اذکار بھی پڑھتے ہیں اور اس سے مقصد یہ ہے کہ ان اذکار کی برکت سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے قلوب میں محبت والفت پیدا کر دے اور نور ہدایت سے منور کر دے تاکہ آخرت میں ان کی کامیابی کا سبب ہو۔

ان محفلوں سے مسلم نوجوانوں کی کچھ ٹولیاں وابستہ ہیں جن کو مبلغین کہا جاتا ہے وہ وعظ و نصیحت کے مضامین اور مسائل شرعیہ بصورت نظم سیکھتے ہیں تاکہ جلدی اور بآسانی یاد ہو جائیں پھر کبھی کبھی وہ ٹولیاں جھنڈیاں اور روشنی لیکر نکلتی ہیں اور وہ نظمیں بآواز بلند پڑھتی ہوئی آبادی میں چکر لگاتی پھرتی ہیں اور اس سے مقصد تبلیغ اور اللہ کے نام کو بلند کرنا ہے چنانچہ میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ کئی ہزار ایسے مبلغ نوجوان نمازی اور نیک بن گئے تو اس مسئلے میں ہندوستان کے علماء کی جمعیۃ کیا رائے رکھتی ہے ؟

(جواب ۳۷) اعلموا رحمکم الله انه لا خیر الا فی اتباع سیدنا و مولانامحمد ن المصطفی ﷺ وما من رجل احدث فی الدین ما لیس منه الا یکون مردودًا علیه ما احدث (۱) **وما من حدث الا وقد یری المحدث انه احدث خیرًا،فیضل و یضل وقد رای ابن مسعودؓ قومًا یجتمعون فیذکرون الله تعالیٰ -یسبحون و یهللون فقام فقال انا ابن مسعود ولا ارکم الا قداحد ثتم ما هکذا وجدنا اصحاب النبی ﷺ فمن کان منکم ذاکرًا فلیذکر الله فی نفسه و فی بیته او کما قال** (۲) **وانکرابن عمرؓ علی قوم کانوا یجتمعون فی المسجد لصلوة الضحی و یهتمون لها کالفرائض وقال انها بدعة** (۳) **فهذه الحلق المسئول عنها من الاحداث التی یری محدثوها انها خیرو ذریعة للاصلاح وماهی الا وبال ولکال اذ لیس لها فی الشریعة الاسلامیة اصل یعتمد علیه** (۴) **ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم-**

وکذا انشاد الا شعار فی الطرق والاسواق لیس من التبلیغ فی شئی وانما هو تهییج النفوس المستعدة للشهوات

وتزکیة النفوس بکتاب الله و السنة واحوال صالحی الامة وسیر الصحابة

---

(۱) عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهورد' (مشکوٰة المصابیح: باب الاعتصام بالکتاب والسنة ۱/۲۷ ط سعید)

(۲) رد المحتار' کتاب الحظر والا باحة ۶/۳۹۸' ط سعید)

(۳) واما ما صح عن ابن عمر انه قال فی الضحی هی بدعة محمول علی ان صلاتها فی المسجد والتظافر بها کما کانوا یفعلونه بدعة لا ان اصلها فی البیوت و نحو ها مذموم' او یقال قوله بدعة ای المواظبة علیها (شرح النووی علی الصحیح لمسلم باب استحباب صلوة الضحی ۱/۲۴۹ ط قدیمی کتب خانه ،کراچی)

(۴) والمبتدع قدم هوی نفسه علی هدیٰالله مکان اضل الناس وهو یظن انه علی هدی (کتاب الاعتصام للشاطبی' ۱/۵۲ ط مصر)

والتابعین اولیٰ من ھذا الطریق واللہ الموفق –

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ ' دھلی

(ترجمہ) جان لو خدا تم پر رحم فرمائے کہ بھلائی اگر ہے تو صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہے اور جس آدمی نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو ہم تک نبی ﷺ سے نہیں پہنچی تو وہ اس کی ایجاد کی ہوئی بدعت اس پر رد کر دی جائے گی یعنی نامقبول ہے اور ہر بدعت کا موجد یہی سمجھتا ہے کہ اس نے بڑا عمدہ اور مفید کام جاری کیا ہے اس غلط فہمی میں وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ایک جگہ دیکھا کہ کچھ لوگ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں ابن مسعود ہوں' یہ جو کچھ تم کر رہے ہو یہ تمہاری ایجاد کی ہوئی بدعت ہے ہم نے نبی ﷺ کے اصحاب کو کبھی ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا پس تم میں سے جو شخص ذکر کرنا چاہے وہ چپکے چپکے اپنے دل میں کرے اور اپنے گھر میں جاکر کرے او کما قال اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ان لوگوں کو منع کیا جو نماز چاشت کے لئے مسجد میں جمع ہوتے تھے اور اس کے لئے فرائض کی طرح اہتمام کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اس طرح اہتمام کرنا اور جمع ہونا بدعت ہے – پس یہ حلقہ ہائے ذکر جن کے متعلق دریافت کیا گیا ہے اسی قسم کی بدعات میں سے ہیں جن کے ایجاد کرنے والے ان کو عبادت سمجھتے ہیں اور اصلاح کا ذریعہ جانتے ہیں حالانکہ یہ گناہ اور موجب عذاب ہے' کیونکہ شریعت میں اس (قسم کے حلقہ ہائے ذکر کے اہتمام و انتظام) کا کوئی قابل اعتبار ثبوت نہیں ہے اور گمراہی سے بچنے اور سیدھا راستہ پانے کی توفیق خدائے بزرگ و برتر ہی کی طرف سے ہوتی ہے –

اور یہی حکم ہے نظمیں پڑھنے اسطرح ٹولیاں بناکر جھنڈیاں اور روشنی لیکر بازاروں اور گزرگاہوں میں نظمین پڑھنا کوئی تبلیغ نہیں ہے یہ تو محض رنگین طبائع کے لئے حظ نفس کا ذریعہ اور تحریک ہے –

نفوس کی اصلاح و تزکیہ قرآن و حدیث اور امت کے صلحا کے حالات اور صحابہ و تابعین کی سیرت کے ساتھ بہتر ہے بہ نسبت ایسے من گھڑت طریقوں کے – اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے –

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) ختم قرآن کے بعد چند سورتیں اور '' صل علی نبینا الخ '' پڑھنے کو ضروری سمجھنا کیسا ہے ؟

(۲) تبارک پڑھنے اور پڑھوانے کا مروجہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں

(۳) مجلس ذکر میں انبیاء و اولیاء کے ارواح کی موجودگی کا عقیدہ کیسا ہے ؟

(سوال) (۱) بستی میں عام طور سے یہ طریقہ رائج ہے کہ لوگ ثواب کی خاطر قرآن ختم کراتے ہیں اور ختم کے بعد کچھ سورتیں یعنی قل یا ایھا الکٰفرون سے لیکر مفلحون تک پڑھتے ہیں اور صل

علی نبینا صل علی کریمنا صلّ علی محمد اس ختم کا ایک سلام پڑھتے ہیں اور اس کو اتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اکثر اوقات فرض نماز بھی قضا کر دیتے ہیں۔
(۲) یہ لوگ تبارک پڑھواتے ہیں اگر کوئی نہیں پڑھتا تو اس کو ذلیل کرتے اور برا بھلا کہتے ہیں۔
(۳) بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس مجلس میں ذکر ہوتا ہو اس میں تمام انبیاء و اولیاء کی ارواح موجود ہوتی ہیں اس لئے اس مجلس میں سے نماز کے لئے بھی اٹھ کر نہیں جانا چاہئیے۔
(جواب ۳۸) (۱) ختم کا یہ طریقہ مسنون نہیں ہے اس کو ضروری سمجھنا اور اس کی وجہ سے نماز فرض قضا کر دینا ناجائز ہے اس طریقے کو بند کر دینا چاہئیے(۱)
(۲) تبارک پڑھنے اور پڑھوانے کا طریقہ بھی شریعت سے ثابت نہیں یہ بھی لوگوں کا خود گھڑا ہوا طریقہ ہے اسے بھی ترک کر دینا لازم ہے(۲)
(۳) یہ قول بھی بے اصل ہے تمام انبیاء اور اولیاء کی روحوں کا آنا بے دلیل ہے(۳) اور یہ بات کہ مجلس ذکر میں سے نماز کے لئے بھی اٹھکر نہیں جانا چاہئیے بے دینی ہے فریضہ نماز اللہ تعالیٰ کا فرض کیا ہوا ہے اس کی ادائیگی سے کوئی چیز نہیں روک سکتی نہ اس پر غالب آسکتی ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل دوم اسمائے حسنیٰ وغیرہ

اسم اعظم کے ورد سے حاضرات کا حکم

(سوال) نودونہ (۹۹) اسمائے الٰہی کہ مندرج کلام شریف میں ہیں مثل رحیم، کریم، علی وغیرہ میں سے کوئی اسم مبارک لیویں اور اس کی دعوت کریں اور بحسب شرائط علم عمل کے جیساکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ متقدمین نے ہر اسم الٰہیہ کو باشرائط مزبورہ جدا جدا دعوت کے ساتھ معہ موکلہائے ان اسماء کے قبضہ عمل کا کیا ہے مجاہدات کلیہ اور محنت تامہ اپنے سے باتباع ان متقدمین کے صاحب مذکور عمل اسم الٰہی کا کریں اور مؤکل اسم کو کہ اثر اسم ہے حاضر کریں کہ جس کا نام حاضرات ہے یہ جائز ہے یا نہیں ؟ اور نیز بحاضری موکلہا کے کہ جو اللہ پاک کے نام کے مؤکل ہیں ان کے توسط سے اکثر دخل آسیب و خارجی

---

(۱) ای و كل جائز ادى الى اعتقاد ذلك كره' (رد المحتار' كتاب الصلاة ۱/ ۳۷۱' ط سعيد)
(۲) وقراة الكافرون الى آخره مع الجمع مكروهة لانها بدعة لم ينقل عن الصحابة ولا عن التابعين (عالمگيرية' الباب الرابع فى الصلوٰة والتسبيح و قراة القرآن ۵/ ۳۱۷' ط ماجدیه کوئٹه)
(۳) حتی کہ روحوں کے آنے کے اعتقاد رکھنے والے کو فقہا کرام نے کفر کہا ہے" وعن هذا قال علمائنا' "من قال ارواح المشائخ حاضرة يكفر" (الفتاوىٰ البزازية على هامش العالمگيرية' الثانى فيما يتعلق بالله تعالىٰ ۶/ ۳۲۶ ط ماجدیه کوئٹه)
(٤) ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابًا موقوتًا (سورة النساء) و فى تفسير الجلالين' كتابًا مكتوبًا ان مفروضًا موقوتًا مقدرًا وقتها فلا تؤخرعنه (تفسير الجلالين: النساء ۸٦' ط قدیمی کتب خانه' کراچی)

امراض جسم انسانی وغیرہ کے جو بالکل موہومیت سے متعلق ہیں دریافت کا ذریعہ وہ موکل کئے جاکر افادہ عامہ بسوئے خلائق عامل کا رجوع ہونا اور فیض عام جاری کرنا خلقت کی طرف، شریعت پاک کیا حکم نافذ کرتی ہے بینوا توجروا۔

(جواب) (از مولوی محمد وزیر الدین چشتی نظامی سلیمانی) اسمائے صفات الٰہی کی دعوت بوجوہات کلیہ ازروئے شرع شریف کے جائز ہے اس دعوت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ دلائل کے ساتھ دعوت اسمائے الٰہی کا حکم نافذ ہے اور اللہ پاک زور کے ساتھ اپنے بندوں کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بھا (وخدائے راست نامہائے نیک پس بخوانید اور بآں نامہا سورہ اعراف ۹) اور منکر دعوت اسمائے الٰہی کا بدلیل نص صریح قطعی کافر ہے اور وہ نصوص صریح یہ ہے وذرو الذین یلحدون فی اسمائہ سیجزون ماکانوا یعملون (۱) (وبگزارید آناں راکہ کجروی می کنند در نامہائے خداداده خواہد شد مر ایشاں را بجزائے آنچہ می کردند۔ سورہ اعراف) اور مشکوۃ کے عذاب قبر میں لکھا ہے کہ جو کوئی نودونہ ناموں کا منکر ہووے اس کو قبر میں ننانوے سانپ آویں گے کہ بہت زہر دار ہوں گے اور اس کو کھاویں گے۔

از علمائے صوفیہ طریق شرائط خواندن اسم اعظم یابدیع العجائب بالخیر یابدیع دریابد ایں مشترک ہم بصفت جلالی و ہم بصفت جمالی موصوف است ودعوت اسم مذکور جمیع اولیاء اللہ متقدم و متاخر کردہ اند۔ چنانچہ حضرت میران سید محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ اللہ سرہ العزیز و حضرت شاہ مدار بدیع الدین و حضرت نور قطب عالم و حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری واکثر خواجگان چشت از تصرف ایں اسم متصرف بودہ اند چنانچہ میر سید علاؤ الدین کنوزی خلیفہ حضرت سلطان نصر الدین محمود چشتی یک رسالہ جدا خاصیت اسم مذکور نوشتہ است کہ علم ہیمیا و ریمیا و سیمیا و کیمیا ہر چہار علم از دعوت اسم مذکور نوشتہ اند واز ارواح انبیاء و اولیاء و شہدا در بیداری ملاقات کنند و صاحب عمل ہر مقامے راکہ خواہد بیند در ساعت سیر کند و سیر افلاک نیز از اندک توجہ میسر آید۔ عالم ملکوت و جبروت ولاہوت را معائنہ کند۔ واللہ اعلم بالصواب ودر جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیری درجوہر سوم می نویسد عبارتہ ہذا" ایں دعائے کبیر منزل است بر مہتر آدم علیہ السلام و صحف آدم بزبان ہندی بود دراں ایں دعا مسطور است واز توریت واز صحف ابراہیم علیہ السلام ہم روایت کردہ اند واکثر انبیائے عظام و اولیائے کرام ایں دعا خواندہ اند و قوم عیسیٰ ہنوز بدعوت ایں دعاء عامل اند و حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اسناد ایں دعا بے نہایت فرمودہ اند و بعضے مشائخ نیز گفتہ اند کہ ایں دعا را مقید باسناد بکند بہر نیتے کہ خواند مستجاب گردد دریں دعا الفاظ گوناگوں افتادہ اند زیرا کہ بہر لسانے آدم علیہ السلام سخن کردہ اند حق تعالیٰ ایشاں را اسمائے الٰہی و کونی معلوم کردہ بود

---

(۱) الاعراف : ۱۸

کقولہ تعالیٰ وعلم آدم الا سماء کلھا (۱) شاہد بر آنا ست دعائے کبیر این است **یاحی حین لا حی فی دعوۃ ملکہ و بقائہ یا حی اوام ھوام** (ھین نسرین پرین رائی پرم ہنسا اونگ ہانگ رہنگ پرنگ سرنگ ائنگ اءنگ نمو - بلکہ بعض اسمائے فرقان شریف کے علاوہ صحیفہ آدم علیہ السلام نازل ہوئے ان کے دعوت بھی ہمارے اولیاء اللہ ومشائخ عظام نے بہت کچھ کئے ہیں بلکہ تعلیم و تلقین دعوت اسماءالہٰی کا سلسلہ ہمیشہ تاقیام جاری رکھا گیا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام ابوالبشر کو تمام اسم تعلیم ہوئے ہیں ہر اقلیم کی زبان میں ان اسموں کی دعوت آدم علیہ السلام نے کی اور اولاد میں بھی دعوت اسماء کا سلسلہ جاری ہوا - **الولد سر لابیہ** جس نبی علیہ السلام نے جس اسم کو لیا اور اپنے عمل میں لانا چاہا مع موکل اس کی دعوت کے وہی اسم ان کے لئے اسم اعظم بن گیا اللہ پاک کے تمام ہی نام اسم اعظم ہیں وعلی ہذا امت محمد رسول اللہ ﷺ میں اولیاء اللہ ومشائخ متقدمین ومتاخرین اسی طرح تمام دعوت کرتے رہے ہیں اور اسم اعظم وہی اسم ان کے حق میں ہوا عمل دو طرح ہیں ایک ورد اور ایک عمل ورد وہ ہے جو تبرکاً پڑھا جاوے عمل وہ ہے کہ باموکل ترک حیوانات کے ساتھ واسطے حاضری موکلھا کے پڑھا جاوے اگر با موکل پڑھا گیا اور اثر ظاہر ہوا یعنی موکل حاضر ہوئے اسم اعظم ہو گیا واللہ اعلم بالصواب - فقیر محمد وزیر الدین چشتی النظامی السلیمانی

(**جواب ۳۹**) (از حضرت مفتی اعظمؒ) ہوالمصوب خداتعالیٰ وتقدس کے اسماء بطور ورد کے پڑھنا اور ان کے ذریعے سے خدائے تعالیٰ کو اپنی دعا میں پکارنا شریعت مقدسہ میں ثابت اور محمود و مستحسن ہے (۲) باقی رہا بطور عمل کے پڑھنا اور موکلوں کو تابع یا حاضر کرنا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس طریقہ عمل اور قواعد دعوت میں کوئی بات قوانین شرعیہ کے خلاف نہ ہو تو حد جواز و اباحت میں داخل ہے اور اگر اس میں کوئی بات خلاف شریعت یا اس دعوت سے غرض کوئی بری بات ہو تو قطعاً ناجائز ہوگا -

اور جواب مذکور بچند وجوہ مخدوش ہے اول تو جواز دعوت پر آیہ کریمہ **فادعوہ بھا** سے استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس میں فقط یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ پکارو نہ کہ اور گھڑے ہوئے ناموں کے ساتھ اور نہ اس کے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ پکارنے کو برا سمجھو آیت میں یہ مراد نہیں کہ دعوت اصطلاحی اسما کی ادا کرو کیونکہ یہ دعوت جس کو عامل اپنی اصطلاح میں دعوت کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ سے ثابت نہیں **ومن ادعی فعلیہ البیان** پس اس دعوت اصطلاحیہ کے منکر کو کافر کہنا سخت جرأت ہے اور کافر کہنے والے کے ایمان کی خیر نہیں (۳) اور جواہر خمسہ

---

(۱) (البقرۃ: ۳۱)

(۲) و فی التتار خانیہ معزیًا للملتقی عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ لا ینبغی ان یدعو اللہ الابہ' والدعاء الماذون فیہ الما موربہ ما استفید من قولہ تعالیٰ' وللہ اسماء الحسنی فادعوہ بھا (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیۃ (قولہ بہ) ای بذاتہ و صفاتہ و اسمائہ (کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع ۳۹۶/۶' ط سعید)

(۳) وعذر الشاتم " فیا کافر" وھل یکفر؟ ان اعتقد المسلم کافراً نعم (تنویر وشرحہ) قال المحقق فی الشامیۃ' قولہ " ان اعتقد المسلم کافراً' نعم" ای یکفر ان اعتقدہ کافر لا بسبب مکفر (باب التعزیر' ۶۹/۴' ط سعید)

اور اس قسم کی اور اعمال کی کتابیں اس بارے میں حجت نہیں ہیں اور نہ ان کے مضامین فتوے میں بطور دلیل پیش کئے جاسکتے ہیں اور عالموں اور صوفیہ کے اقوال شرعاً دلیل نہیں ہیں (۱) پس سوال مذکور کا جواب وہی ہے جو اوپر بندہ نے تحریر کیا ہے - واللہ اعلم　　کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی

فصل سوم - توسل

آیت " وابتغوا الیه الوسیلة " میں وسیلہ سے کیا مراد ہے ؟

(سوال) یا ایها الذین امنوا اتقو الله وابتغو الیه الوسیلة الخ (۲) زید کہتا ہے کہ اس آیت میں جو وسیلہ کا لفظ آیا ہے اس سے اولیاء اللہ مراد ہیں یعنی اولیاء اللہ کو وسیلہ بناؤ نیز حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی مترجم حمائل کے ص ۱۸۳ پارہ ششم سورہ مائدہ رکوع ٦ کے حاشیہ میں یہ عبارت مندرج ہے - "حضرت ابن عباس نے کہا مراد وسیلہ سے قربت ہے یہی قول مجاہدؒ اور بہت سے مفسرین کا ہے قتادہؒ نے کہا یعنی تقرب حاصل کرو اللہ کا اطاعت کر کے اور عمل پسندیدہ بجالا کے بعض جاہل لوگوں نے لفظ وسیلہ کو اس جگہ پیری مریدی پر اتارا ہے یہ تفسیر حقیقت میں مجرد رائے کے ساتھ کی ہے حدیث شریف میں آیا ہے - جس شخص نے قرآن شریف کی تفسیر اپنی رائے کے ساتھ کی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنالے (ابن کثیر و فتح)" (۳)

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حمائل شریف کی یہ عبارت صحیح ہے یا زید کا قول ؟

(جواب ۴۰) آیہ کریمہ میں وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ یا قرآن پاک پر عمل کرنا ہے (۴) اور اگر نبی یا ولی بھی مراد ہوں تو ان کی اطاعت اور فرماں برداری امور شرعیہ میں مراد ہو گی نہ ان کی ذات اور شخصیت - محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ولا یخفی ان مبنی الاعتقاد ولا یکون الا علی الادلة الیقینیة ، و مثل هذا المعنی الذی اساسه علی ذلک المبنی لا یصلح ان یکون من الا دلة الظنیة ولذا لم یعتبر احد من الفقهاء جواز العمل فی الفروع الفقهیة بما یظهر للصوفیة من الامور الکشفیة او الحالات المنامیة (مرقاة المصابیح ، باب اشراط الساعة ۱/ ۱۷۹-۱۸۰ ط امدادیه ملتان)

(۲) المائدة : ۳۵

(۳) واما التفیسر بمجرد الرای فحرام لما رواه محمد بن حریر ، عن ابن عباس عن النبی ﷺ من قال فی القرآن برایه او بمالم یعلم فلیتبوا مقعده من النار (مقدمه تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵ ط سهیل اکیڈمی، لاهور)

(٤) قال فی روح المعانی : "الوسیله " فعلیة بمعنی ما یتوسل به و یتقرب الی الله عزو جل من فعل الطاعات و ترک المعاصی الخ (المائدة ۳۵، ۵/ ۱۸۲، ط دار الفکر بیروت، لبنان)

توسل بالذات میں اہل السنۃ والجماعت کا مسلک

(سوال) جناب نبی کریم ﷺ و دیگر اکابر امت کے ساتھ دعا میں توسل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟یعنی حضور ﷺ و دیگر حضرات انبیاء کرامؑ واولیائے کرامؒ کے توسل سے دعا مانگنا قرون ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں اہل سنت والجماعت و دیگر اکابر امت کا اس مسئلے میں کیا مسلک رہا ہے - **المستفتی نمبر ۵۰۰** مولانا محمود احمد صدیقی حسن پور - ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ ۲۵ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۴۱) توسل بالصالحین کے مسئلے میں اختلاف ہے بعض علماء منع کرتے ہیں لیکن اکثر جواز کے قائل ہیں قائلین بالجواز کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حق تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ وہ فلاں اپنے مقرب و مقبول بندے کی برکت سے یا اپنے عباد مقبولین مقربین کی برکت سے میری دعا قبول فرمائے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے[1] **اللھم انی اتوجه الیك بنبیك نبی الرحمة الخ** [2] حدیث میں موجود مذکور ہے جو جواز کے لئے دلیل ہے - **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**

بزرگان دین کے وسیلے کے بغیر بھی دعا قبول ہوتی ہے!

(سوال) عمر کہتا ہے کہ جسطرح دنیا میں کسی شخص کو بغیر وسیلہ امیر وزیر کے بادشاہ تک رسائی نہیں ہوسکتی، ٹھیک اسی طرح بغیر بزرگان دین کا وسیلہ پکڑے ہماری دعا درگاہ رب العزۃ میں قبول ہونا تو در کنار وہاں تک پہنچ بھی نہیں سکتی اگر کسی بزرگ کا وسیلہ نہ بھی لیا جائے تو حرج نہیں مگر حضور ﷺ کا وسیلہ لینا تو ضروری ہے آپ کے وسیلے کے بغیر ہماری کوئی مراد پوری نہیں ہوسکتی یعنی یوں دعا مانگنی چاہئیے "اے معبود حقیقی مالک دو جہاں اپنے محبوب پاک ﷺ کے صدقے یا طفیل سے میری یہ دعا قبول فرما" بکر جواب دیتا ہے کہ یہ صریح شرک ہے کیونکہ ہمارے نبی ﷺ کے زمانے کے مشرک بھی اپنے معبودوں کو خدا نہیں سمجھتے تھے بلکہ خدا کا مقرب سمجھ کر ان کا وسیلہ لیتے تھے اور اسی فاسد عقیدے کو مٹانے کے لئے خداوند عالم نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا البتہ یہ دعا جائز ہے کہ "اے معبود حقیقی مالک دو عالم اپنے محبوب پاک کی برکت سے میری یہ دعا قبول فرما"

براہ کرم تحریر فرمائیں کہ طفیل صدقہ اور برکت میں کیا فرق ہے ؟ دعا میں اگر لفظ طفیل یا صدقہ استعمال کیا جائے تو شرک ہو جاتا ہے اور اگر برکت کہا جائے تو جائز ہو جاتی ہے کیا ان کے معنی میں کچھ فرق ہے ؟ **المستفتی نمبر ۵۴۴** فقیر احمد (سنگرور) ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۳۵ء

---

(۱) او یراد بالحق الحرمة والعظمة، فیکون من باب الوسیلة وقد قال تعالیٰ وابتغوا الیه الوسیلة، وقد عد من آداب الدعاء التوسل (رد المحتار ، باب الاستبراء، وغیره ۶/۳۹۷، ط سعید)

(۲) عن عثمان بن حنیف، ان رجلاً ضریر البصر اتی النبی ﷺ فقال.... یدعو بهذا الدعا اللهم انی اسئلك وأ توجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة (جامع الترمذی ، باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ و تعوذه فی دبر کل صلوٰۃ ۲/۱۹۸ ط سعید)

(جواب ۴۲) بکر کا جواب صحیح ہے، حضرت حق کی جناب مقدس میں کسی واسطے اور وسیلے کی ضرورت نہیں ہے دعا میں وہی الفاظ جو بکر کے بیان میں ہیں کہے جائیں یا لفظ وسیلہ کہا جائے اور اس سے وہی مطلب مراد ہو تو جائز ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

"بحق النبی و آلہ الامجاد" سے دعا کا حکم

(سوال) اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے اور یہ کہے کہ بحق النبی و آلہ الامجاد کیا یہ جائز ہے ؟
المستفتی نمبر ۷۵۹ مولوی عبدالحلیم (پشاور) ۴ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء
(جواب ۴۳) **بحق النبی و آلہ الامجاد** کہنا منع ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مدد طلب کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول کا نام شریک کرنا جائز نہیں

(سوال) عوام الناس میں مشہور ہے کہ حاجت اور ضرورت مصیبت کے وقت اللہ ور سول ﷺ کی مدد مانگتے ہیں اور اللہ و محمد کی مدد یا اللہ ور سول ﷺ کی مدد یا یوں کہتے ہیں یا اللہ ور سول ﷺ مدد کر یا یوں کہتے ہیں یا اللہ و یا رسول اللہ ﷺ مدد کر سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگنا الفاظ مذکورہ سے یا اس کے ہم معنی الفاظ سے جائز ہے یا نہیں جو شق اختیار کی جائے مدلل بیان ہو در صورت عدم جواز امداد الفاظ مذکورہ کے ساتھ چاہنے والے اور مانگنے والے کا حکم کیا ہے ؟**المستفتی** نمبر ۱۱۴۲ مولوی محمد صدیق صاحب، مدرس مدرسہ صدیقیہ (پھاٹک حبش خاں، دہلی)
(جواب ۴۴) ہر حاجت اور مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ ور سول اللہ ﷺ سے مدد مانگنے والے کا اگر قصد یہ ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر شخص کی دعا اور درخواست کو سنتا ہے اور جانتا ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی سنتے اور جانتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ ہر حاجت کو رفع اور ہر مصیبت کو دفع کرنے پر قادر ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی ہر حاجت کو رفع اور ہر مصیبت کو دفع کرنے پر قادر ہیں اور اس قصد اور اس خیال سے وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ناموں کو استمداد و استعانت کے وقت جمع کرتا ہے تو یہ کھلی ہوئی بد عقیدگی اور اسلامی تعلیم کی مخالفت ہے(۳) اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جو خود آنحضرت ﷺ سے ترمذی شریف میں مروی ہے **اذا سالت فاسئل الله و اذا استعنت فاستعن بالله**

---

(۱) و یکرہ ان یقول فی دعائه بحق فلان او بحق انبیائك و رسلك، لانه لا حق للمخلوق علی الخالق (تنویر و شرحه) قال المحقق فی الشامیه (قوله لانه لاحق للمخلوق علی الخالق) قد یقال انه لا حق لهم وجوباً علی الله تعالٰی (کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ۳۹۷/۶ ط سعید)
(۲) حواله بالا
(۳) والثانی انه دعاه وناداه (ای الرسول ﷺ بالتضرع و اظهار الفاقة، والا ضطرار الیه، وسال منه هذه المطالب التی لا تطلب الامن الله، وذلك هو الشرك فی الا لهیة (تفسیر العزیزالحمید فی شرح کتاب التوحید باب من الشرك ان یستغیث بغیرالله ص ۱۸۷ ط المکتبة السلفیه)

(۱) (او کما قال) یعنی حضور انور ﷺ کا ارشاد اور حکم ہے کہ جب کچھ مانگے تو اللہ سے مانگ اور جب مدد طلب کرے تو اللہ سے مدد طلب کر اس تعلیم اور اس حکم کے موافق مسلمانوں کو مدد طلب کرتے وقت صرف حضرت حق کا نام لینا چاہئیے رسول اللہ ﷺ کا نام شریک کرنا درست نہیں - فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نقشہ نعل مبارک مسجد میں لگا کر نماز کے بعد اسے بوسہ دینا اور مصافحہ کرنا جائز نہیں

(سوال) مسجد کے ایک امام صاحب نے محراب پر ایک چھپا ہوا نقشہ نعلین کا لگا رکھا ہے اور وہ اس کو حضور پاک کی نعلین مبارک کی صورت قرار دیکر ہر نماز پڑھانے کے بعد اس پر ہاتھ پھیر کر اور آنکھوں سے لگا کر اس کو بوسہ دیتے ہیں اور تمام مقتدیوں کو مسجد میں وہ اپنے اس نئے فعل کی اور مصافحے کی ترغیب دیتے ہیں اور ان سے کراتے ہیں آیا یہ ایسا عمل شریعت میں درست ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۴۰۶ حافظ محمد رحیم بخش صاحب 'لال دروازہ متھرا ۷ صفر ۱۳۵۶ھ ۱۹ اپریل ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٥) آنحضرت ﷺ کے نعل مبارک کا نقشہ کسی کے پاس ہو اور وہ براہ محبت اس کو بوسہ دے تو مضائقہ نہیں (۲) لیکن اس کو کسی جگہ لگا کر لوگوں کو ہدایت کرنا کہ وہ اس پر ہاتھ پھیریں اور بوسہ دیں یہ جائز نہیں کہ اس میں ایک رسم پڑ جانے اور تعظیم میں غلو پیدا ہونے سے ایک بدعت قائم ہو جائے گی - (۳) اور نماز کے بعد خصوصیت سے مصافحہ کرنا بھی جائز نہیں ہے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حضور اکرم ﷺ سے کسی حاجت کے لئے دعا مانگنا جائز نہیں !

(سوال) کیا حضور ﷺ سے کسی مقصد کی استدعا کرنا ناجائز ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۵۶۴ جناب سید عبدالمعبود صاحب (ضلع بدایون) ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۴ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٦) حضور اکرم ﷺ سے کسی مقصد کی استدعا کرنا صحیح نہیں دعا اور سوال سب اللہ تعالیٰ سے ہونے چاہئیے خود آنحضرت ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے فرماتے ہیں اذا سالت فاسئل اللہ و اذا

---

(۱) جامع الترمذی' باب ۲/۷۸ ط سعید

(۲) فی ھذہ الاحادیث ' التبرک بآثار الصالحین و بیان ما کانت الصحابہ' علیہ من التبرک بآثارہ' و تبرکھم بادخال یدہ الکریمہ فی آنیتھم و تبرکھم بشعرہ الکریم (شرح النووی مع الصحیح لمسلم: باب قربہ ﷺ من الناس و تبرکھم بہ ۲/۲۵٦ ط قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۳) ثم قال فی النھر عن المعراج واما ما یفعل عقب الصلوٰۃ من السجدۃ فمکروہ اجماعاً لان الناس یعتقدون انھا واجب او سنۃ– ای و کل جائز ادی الی اعتقاد ذلک کرہ (رد المحتار -- کتاب الصلاۃ ۱/۳۷۱ ط سعید)

(٤) وقد صرح بعض علمائنا و غیرھم : بکراھۃ المصافحۃ المعتادہ عقب الصلوٰۃ مع ان المصافحۃ سنۃ وما ذاک - إلا لکونھا لم تؤ ثر فی خصوص ھذا الموضع (رد المحتار ' مطلب فی دفن المیت ۲/۲۳۵ ط سعید)

استعنت فاستعن بالله(۱) کہ جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کرو اور جب مدد چاہے تو اللہ سے مدد مانگ اس پر عمل کرنا - امتی کو لازم ہے - محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حضور اکرم ﷺ کے نام کے ساتھ لفظ "یا" کا حکم !

(سوال) اکثر علما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نام کے آگے یا کا حرف لگا سکتے ہیں اور کسی کے نام کے آگے نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے نام کے آگے یا کا حرف لگایا گیا تو غوث پاک ان کی اولاد میں سے ہیں اگر یا غوث کر کے یاد کیا یا پکارا تو کیا حرج ہے - المستفتی نمبر ۲۳۱۸ اے سی منصوری (بمبئی) ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۷) آنحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ بھی یا لگانا جائز نہیں ہاں درود شریف میں صلی اللہ علیك یا رسول اللہ کہنا جائز ہے وہ بھی اس خیال سے کہ فرشتے یہ درود حضور ﷺ کو پہنچادیں گے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱ تا ۴) نقشہ نعل مبارک سے توسل و تبرک اور اس کو شائع کرنے کا حکم
(۵) نام سے پہلے خادم دربار محمدی لکھ دینا کیسا ہے ؟
(۶) بلا علم کسی بات کا اعتقاد رکھنا صحیح نہیں

(سوال) استفتاء ہذا کی پشت پر رسول کریم ﷺ کے نعل مبارک کا نقشہ ہے اور اسی کے ساتھ نعل مبارک کے بعض آثار و خواص اور اس کی تعریف میں بعض بزرگوں کے اشعار اور اس نعل مبارک کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے حاجات طلب کرنے کا طریقہ بھی تحریر ہے زید نے یہ نقشہ نعل مبارک معہ امور بالا حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب زاد السعید سے ملحقہ رسالہ نیل الشفا بنعل المصطفے سے نقل کر کے طبع کرایا اور مسلمانوں کے مجمع میں اس لئے تقسیم کیا تاکہ وہ اس کی برکات سے بہرہ اندوز ہوں حضرات اکابر تحریر فرمائیں کہ کیا (۱) زید کا یہ فعل ناجائز ہے (۲) اس کے آثار و خواص میں جن برکات کے ظہور کا ذکر ہے ان کا اعتقاد ناجائز ہے (۳) اس نقشہ مبارک کو باعث برکت سمجھنا ناجائز ہے (۴) اس نقشہ مبارک کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا ناجائز ہے (۵) زید جو ایک مسجد میں امام ہے اس نے اس نقشہ کو طبع کرا کے اپنے نام سے پہلے خادم دربار محمدی لکھ دیا کیا یہ لکھنا ناجائز ہے (۶) زید نے صبح کو یہ مبارک نقشے مسلمانوں میں تقسیم کئے دوسرے دن صبح کو زید کی کمر میں

---

(۱) جامع الترمذی : باب ۲/ ۷۸ ط سعید)
(۲) اور حاضر و ناظر سمجھ کر استعانت واستمداد کے لئے کہنا شرک ہے - الثانی انه دعاه و ناداه (الرسول ﷺ بالتصریح وله ظهار الفافة والا ضطرار الیه و سال منه هذه المطالب التی لا تطلب الا من الله وذلك هو الشرك فی الا لهیة (تفسیر العزیز الحمید شرح کتاب التوحید ' باب من الشرك ان یستغیث بغیر الله ص ۱۸۷ ط المکتبة السلفیه)

کپڑے وغیرہ اتار کر ٹھنڈی ہوا میں لیٹنے کی وجہ سے درد ہو گیا اس پر ایک شخص نے زید سے کہا کہ تم نے یہ نقشہ طبع کرا کے تقسیم کیا تھا اس وجہ سے تمہارے سر اور کمر میں درد ہو گیا اور تم دو دن ترجمہ نہ کر سکے کیا اس شخص کا یہ قول صحیح ہے ؟ اگر غلط ہے تو اس شخص کا شرعاً کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

المستفتی نمبر ۱۵۵۷ مولوی محمد یوسف صاحب امام مسجد حوض والی محلہ چوڑی والان دہلی مورخہ ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۸) آنحضرت ﷺ کے آثار متبرکہ طیبہ سے برکت حاصل کرنا تو علماء متقدمین اور صحابہؓ اور تابعینؒ سے ثابت ہے(۱) لیکن آثار واشیاء متبرکہ سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کے متعلق یہ بات ثابت ہو کہ وہ حضور ﷺ کی استعمال کی ہوئی اشیاء (مثل جبہ مبارک یا قمیص مبارک یا نعل مبارک) یا حضور کے جسم اطہر کے اجزاء (مثل موئے مبارک) یا حضور کے جسم اطہر کے ساتھ مس کی ہوئی چیزیں ہیں (مثل اس خاص پتھر کے جس پر قدم مبارک رکھنے سے نشان قدم بن گیا ہو) لیکن ان میں سے کسی چیز کی تصویر بنا کر اس سے برکت حاصل کرنے کا معتمد اہل علم وارباب تحقیق سے ثبوت نہیں(۲)

اگر تصویر سے تبرک حاصل کرنا بھی صحیح ہو تو پھر نعل مبارک کی کوئی تخصیص نہ ہو گی بلکہ جبہ مبارک، قمیص شریف، موئے مبارک اور قدم شریف کی کاغذ پر تصویر بنانے اور ان سے تبرک و توسل کرنے کا حکم اور نقشہ نعل مبارک سے تبرک و توسل کا حکم ایک ہو گا اور ایک ماہر بالشریعۃ اور ماہر نفسیات اہل زمانہ اس کے نتائج سے بے خبر نہیں رہ سکتا جن بزرگوں نے نعل مبارک کے نقش کو سر پر رکھا یو سہ دیا اس سے توسل کیا وہ ان کے وجدانی اور انتہائے محبت بالنبی ﷺ کے اضطراری افعال ہیں ان کو تعمیم حکم اور تشریع للناس کے موقع پر استعمال کرنا صحیح نہیں۔(۳)

نیز اس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ نعل مبارک کا یہ نقشہ فی الحقیقت حضور ﷺ کے نعل

---

(۱) عن انس بن مالك قال كان رسول الله ﷺ اذا صلى الغداة جاء خدم المدينة بآنيتهم فيها الماء فما يؤتى باناء الا غمس يده فيها- و عنه قال لقدرأيت رسول الله ﷺ والخلاق يحلقه واطاف اصحابه فما يريدون ان تقع شعرة الا في يدرجل (صحيح الامام مسلم) قال النووى فى شرحه فى هذه الاحاديث - التبرك بآثار الصالحين و بيان ماكانت الصحابة عليه من التبرك بآثاره و تبركهم بادجال يده الكريمه فى الآنية و تبركهم بشعره الكريم (باب قربه ﷺ من الناس و تبركهم به ۲۵۶/۲ ، ط قديمى كتب خانه كراچى)

(۲) عن ابى الخوراء السعدة قال : " قلت لحسن بن على ": ما حفظت من رسول الله ﷺ ؟ قال : حفظت من رسول الله ﷺ " دع ما يريبك الى مالا يريبك (الحديث) (ترمذى : قبيل ابواب صفة الجنة ۷۸/۲ ط سعيد)

وفي المرقاة: " والمعنى اترك ما تشك فيه من الاقوال والا عمال انه منهى عنه اولا او سنة او بدعة واعدل الى مالا تشك فيه منهما، والمقصود ان يبنى المكلف امره على اليقين البحث والتحقيق والصرف و يكون على بصيرة فى دينه (كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، ۴۳/۶، ط امداديه، ملتان)

(۳) ولا يخفى ان مبنى الا عتقاد لا يكون الا على الا دلة اليقينية و مثل هذا المعنى الذى اساسه على ذلك المبنى لا يصلح ان يكون من الادلة الظنية؟ ولذالم يعتبر احد من الفقهاء جواز العمل فى الفروع الفقهية بما يظهر للصوفيه من الامور الكشفيه او من الحالات المنامية (مرقاة المفاتيح، شرح مشكوة المصابيح: باب اشراط الساعة" الفصل الثانى ۱۷۹/۱۰ - ۱۸۰ ، ط امداديه، ملتان)

مبارک کی صحیح تصویر ہے یعنی حضور ﷺ کے نعل مبارک کے درمیانی پٹھے (شراک) کے وسط میں اور آگے کے تسموں (قبالین) پر ایسے ہی پھول اور نقش و نگار بنے تھے جیسے اس نقشے میں بنے ہوئے ہیں اور بلا ثبوت صورت وہیئت کے حضور ﷺ کی طرف نسبت کرنا بہت خوفناک امر ہے اندیشہ ہے کہ من کذب علی متعمدًا الخ (۱) کے مفہوم کے عموم میں شامل نہ ہو جائے کیونکہ اس ہیئت کے ساتھ اس کو مثال نعل مصطفیٰ قرار دینے کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ اس کو مثال قرار دینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی نعل مبارک استعمال کی تھی جس کے پٹھوں اور اگلے تسموں پر اس قسم کے پھول بنے تھے اور اس طرح کے نقش و نگار بھی تھے۔

پھر یہ سوال بھی پیدا ہوگا کہ یہ نقش و نگار ریشم سے بنائے گئے تھے یا کلابتوں اور زری کے تھے یا محض ٹھپہ تھا اور ان تمام امور میں سے کسی ایک کا بھی ثبوت مہیا نہ ہوگا اور اختلاف ہوا سے مختلف حکم لگائے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال تصویر کو اصل کا منصب دینا اور اس کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا احکام شرعیہ سے ثابت نہیں اگر حضور ﷺ کی نعل مبارک جو حضور ﷺ کے قدم مبارک سے مس کر چکی ہو کسی کو مل جائے تو زہے سعادت اس کو بوسہ دینا سر پر رکھنا سب صحیح مگر نعل کی تصویر اور وہ بھی ایسی تصویر جس کی اصل سے مطابقت کی بھی کوئی دلیل نہیں، اصل نعل مبارک کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

سوال نمبر ۱ سے ۴ تک کا تو یہ جواب ہو گیا، نمبر ۵ کا جواب یہ ہے کہ کسی شخص کا اپنے متعلق خادم دربار محمدی لکھ دینا ناجائز نہیں ہے اور نمبر ۶ کا جواب یہ ہے کہ جو شخص سر اور کمر کے درد کو اس پرچہ کی اشاعت کا نتیجہ ہونے کا اعتقاد رکھے وہ بھی غلطی کرتا ہے اور **لا تقف ما لیس لك به علم** (۲) کے تحت اس کو ایسا حکم لگانے سے اجتناب کرنا چاہئیے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

معروف نقشہ کیا حضور ﷺ کے نعل ہی کا نقشہ ہے؟ اس کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نقشہ معہ ہدایت شائع ہوا ہے جس مین شان کف پائے مبارک کا نقشہ دیا گیا ہے یہ نقشہ جو شائع کیا گیا ہے حضور ﷺ کے نعلین شریف کا درست نقشہ ہے کیا اس کی اصل احادیث شریف یا اقوال خلفائے راشدین سے ثابت ہے دوسرے مشتہر نے یہ بھی تحریر کیا کہ بتوسل نعلین شریف دعا کرنا چاہئیے یہ نقشہ معہ تحریر ارسال ہے لہذا شرع شریف میں اس نقشہ کو بوسہ دینا سر پر رکھنا اس کے توسل سے اپنی حاجت طلب کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۸ ۶ ۵ ۱ انوار احمد صاحب (دریبہ کلاں دہلی۔ مورخہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۵ /

---

(۱) صحیح الامام مسلم : باب تغلیظ الکذب علی رسول الله ﷺ ۱/۷، ط قدیمی کتب خانہ، کراچی
(۲) بنی اسرائیل : ۳۶

جولائی ۱۹۳۷ء)

(جواب ۴۹) اگر آنحضرت ﷺ کی استعمال کی ہوئی نعل شریف کسی کو مل جائے تو زہے سعادت اور فرط محبت سے اس کو بوسہ دینا سر پر اٹھالینا بھی موجب سعادت ہے (۱) مگر یہ تو اصل نعل نہیں اس کی تصویر ہے اور یہ بھی متیقن نہیں کہ یہ تصویر اصل کے مطابق ہے یا نہیں اور تصویر کے ساتھ اصل شے کا معاملہ کرنا شریعت میں معہود نہیں ورنہ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پائے مبارک موئے مبارک اور قمیص مبارک، جبہ مبارک کی تصویریں بھی بنائی جاسکتی ہیں اور اگر ان میں بھی اصل کی مطابقت کے ثبوت سے قطع نظر کرلی جائے تو پھر آج ہی بیشمار تصویریں بن جائیں گی اور ایک فتنہ عظیمہ کا دروازہ کھل جائے گا (۲) جن بزرگوں نے اس تصویر کے ساتھ محبت کا معاملہ کیا وہ ان کے والہانہ جذبات محبت کا نتیجہ تھا مگر دستور العمل قرار دینے کے لئے حجت نہیں ہو سکتا- (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

خط و کتابت
(ماخوذ از رسالہ اتمام المقال)

(سوال) مذکورہ بالا دو فتوؤں کے بعد بھی حضرت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت میں مختلف اشخاص کی طرف سے سوالات آئے اور بعض مخلصین نے حاضر خدمت ہو کر موافق و مخالف اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مسلمانوں میں اس مسئلہ کے متعلق اختلاف ہونے لگا-

حضرت مفتی صاحب نے دیکھا کہ اختلاف و شقاق بین المسلمین کا ایک نیا دروازہ کھل رہا ہے اگر

---

(۱) عن انس بن مالك قال : قال رسول الله ﷺ اذا صلى الغداة جاء خدم المدينة بآنيتهم فيها الماء، فما يؤتى باناء الا غمس يده فيها - و عنه لقدر ايت رسول الله ﷺ والحلاق يحلقه واطاف به اصحابه، فمايريدون ان تقع شعرة الا فى يدر جل (صحيح الامام مسلم) قال النووى فى شرحه فى هذه الاحاديث- التبرك بآثار الصالحين و بيان ماكانت الصحابة عليه من التبرك بآثاره و تبركهم بادخال يده الكريمه فى الآنية و تبركهم شعره الكريم(باب قُربه ﷺ من الناس و تبركهم به ۲۵۶/۲ ط قديمى كتب خانه، كراچى)

(۲) عن الحسن بن على قال حفظتك من رسول الله ﷺ دع مايريبك الى مالا يريبك (جامع الترمذى : قبيل ابواب صفة الجنة ۷۸/۲ ط سعيد) وفى المرقاة: والمعنى اترك ما تشك فيه من الاقوال والاعمال انه منهى عنه اولا اوسنة او بدعة، واعدل الى ما لا تشك فيه منهما والمقصود ان يبنى المكلف امره على اليقين البحث والتحقيق الصرف و يكون على بصيره فى دينه (مرقاة: كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال ۴۳/۶، ط امداديه ملتان)

(۳) ولا يخفى ان مبنى الا عتقاد لا يكون الا على الا دلة اليقينية و مثل هذا المعنى الذى اساسه على ذلك المبنى لا يصلح ان يكون من الادلة الظنية؟ ولذالم يعتبر احد من الفقهاء جواز العمل فى الفروع الفقهية بما يظهر للصوفيه من الامور الكشفيه او من الحالات المناميه (مرقاة المفاتيح، شرح مشكوة المصابيح: باب اشراط الساعة" الفصل الثانى ۱۷۹/۱۰-۱۸۰، ط امداديه، ملتان)

ممکن ہو تو اسی وقت اس کا تدارک کر لیا جائے چنانچہ حضرت ممدوح نے اپنے دونوں جواب حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم کی خدمت میں ایک مکتوب کے ساتھ روانہ کر دیئے افسوس کہ اس مکتوب کی نقل مفتی صاحب نے نہیں رکھی تھی (غالباً حضرت حکیم الامتہ مدظلہم العالی کے یہاں محفوظ ہوگی) مگر اس کا خلاصہ مضمون یہ تھا :-

خلاصہ مضمون مکتوب مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ

بخدمت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب دام فیضہم

حضرت محترم دام فیوضکم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ یہاں اپنی جماعت کے ایک اچھے مستعد عالم نے یہ نقشہ جوار سال خدمت ہے چھپوا کر شائع کیا لوگوں میں اس کی اشاعت سے کچھ اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور اس کے جواز و عدم جواز کے متعلق سوالات ہو رہے ہیں میرے پاس بھی دو سوال آچکے ہیں میں نے جو جواب تحریر کئے ہیں وہ ملاحظہ اقدس کے لئے ملفوف ہذا ہیں براہ کرم ملاحظہ کے بعد رائے عالی سے مطلع کر کے ممنون فرمائیں اگر جواب درست نہ ہونے کا مجھے اطمینان ہو جائے گا تو میں بلا تکلف رجوع کر لوں گا یہ عرض کر دینا مناسب ہے کہ رسالہ نیل الشفا میں نے مطالعہ کیا ہے وہ میرے لئے موجب اطمینان نہیں ہوا - والسلام - محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مفتی صاحب کے خط کے جواب میں حضرت مولانا تھانوی کا جو گرامی نامہ آیا اس کی نقل یہ ہے

ارشاد نامہ حضرت حکیم الامتہ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم

بجواب مکتوب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دامت فیوضہم

تصحيح الجواب وتنوثيقه من الاحقر الافقر اشرف على عفى عنه

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر نے دونوں جواب پڑھے جو بالکل حق ہیں اور صحت معنی کے ساتھ اسلوب(۱) کلام میں ادب کی رعایت خاص طور پر قابل داد ہے جس کی ایسے نازک مسائل میں سخت ضرورت ہے اب ان کے مضامین کے متعلق بغرض توضیح بعض ضروری معروضات پیش کرتا ہوں -

نمبر ا:- بدلائل ثابت ہو چکا کہ یہ اعمال(۲) شرعیہ نہیں اور ایسے اعمال کے لئے جن کا منشاحب و شوق طبعی و ادب ہو مستقل دلیل کی حاجت نہیں خلاف دلیل نہ ہونا کافی ہے **كما قال عثمانؓ ولا مسست ذكري بيميني منذ بايعت رسول الله ﷺ رواه ابن ماجه**(۳)

---

(۱) هذا مفاد كلامه مدظله و لفظه لفظي ادب

(۲) يدله في مكتوبه الاخير با مقاصد الشرعية

(۳) باب كراهية مس الذكر باليمين والاستنجاء باليمين ' ص ۲۷ ط سعيد)

ظاہر ہے کہ یہ رعایت بنابر حکم شرعی نہیں ورنہ ثوب نجس کا دلک یا عصر بھی یمین سے جائز نہ ہوتا-

نمبر ۲- جب ان اعمال کی بنا ادب وحب وشوق طبعی ہے اور بعض اوقات صرف تشاکل و تشابہ بھی منشا ان جذبات کا ہو جاتا ہے تو وہاں بھی اجازت دی جائے گی- **کما في فتاوی العلامۃ عبدالحی صفحہ ۳۲۲- نقل عیاض عن احمد بن فضلویہ الزاهدالغازی قوله ما مسست القوس بيدی الا علی طهارة منذ بلغنی ان رسول اللهﷺ اخذ القوس بيده** - ظاہر ہے کہ مبنی اس کا جز دونوں قوس کے تشابہ کے اور کیا تھا پھر تشابہ و تشاکل عام ہے ناقص ہویا تام او کسی عین کا ہویا تمثال کا چنانچہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے تصویر روضہ منورہ و نقشہ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ واقعہ دلائل الخیرات کے باب میں جواب دیا ہے کہ بوسہ دادن و چشم مالیدن بریں نقشہ ہا ثابت نیست واگر از غایت شوق سر زد ملامت و عتاب ہم بر جانباشد اھ من الفتاوی الامدادیہ جلد ثالث ص ۱۴۰ اور نعل شریف کی تمثال اگر پوری مطابق بھی نہ ہو مگر کسی درجہ میں تو مشابہ ضرور ہے جیسا روضہ شریفہ کا نقشہ واقعہ دلائل الخیرات پس غایت مافی الباب تطابق تام کا دعویٰ و اعتقاد ناجائز و محتاج نقل صحیح ہو گا باقی مطلق تشابہ تو احادیث سے ثابت ہے-

نمبر ۳- ایسے احکام حبیہ شوقیہ میں تعدیہ نہیں ہوتا اس لئے ضروری نہیں کہ نعل مبارک کے تمثال کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا مستلزم ہو دوسرے تبرکات کے تماثیل کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرنے کو **کما قال بعض العشاق- امر علی الدیار دیار لیلی- اقبل ذاالجدار وذاالجدارا- وما حب الدیار شغفن قلبی- ولکن حب من سکن الدیارا- ولم یقل اقبل ذی الثمار و ذی الثمارا** - اور مثلاً مساجد میں مستعمل طاہر جوتہ پہن کر نہ جانا جس کی بناء محض ادب طبعی عرفی ہے اسکو مستلزم نہیں کہ جرابیں پہن کر بھی جانا مساجد میں قیاساً خلاف ادب سمجھا جاوے اور مثلاً تقبیل تمثال روضہ شریفہ کا جواز مذکور نمبر ۲- اس کو مستلزم نہیں کہ اصل قبر شریف کی تقبیل کی اجازت دی جائے بلکہ اس کا مدار اہل ادب کے ذوق وعادت پر ہے باقی تمثال نعل شریف کی تخصیص اول تو بوجہ ذوقی ہونے کے محل سوال نہیں لیکن ممکن ہے کہ داعی اس تخصیص عادی کا طالب کا اپنے لئے غایت تذلل اختیار کرنا ہو کہ اس سے زیادہ درجہ کی چیزوں تک میری کہاں رسائی ہوتی- کما قیل-

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم   زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

واللہ اعلم باسرار عبادہ -

نمبر ۴- یہ سب تفصیل حکم فی نفسہ کی ہے ورنہ جہاں احتمال غالب مفاسد کا ہو وہاں نقشہ تو کیا خود اصل تبرکات کا انعدام بھی بشرط عدم اہانت وبشرط عدم لزوم ابقا مطلوب و مامور بہ ہو گا جیسا حضرت عمرؓ کا قصہ قطع شجرہ کا منقول ہے-(۱)

---

(۱) كان الناس ياتون الشجرة التي يقال لها شجرة الرضوان' فيصلون عندها فبلغ ذلك عمر بن الخطاب فاوعدهم فيها' وامر بها فقطعت (طبقات ابن سعد' غزوة الحديبية ۲/ ۱۰۰ ط بيروت)

نمبر ۵- میں نے جب رسالہ نیل الشفا بنعل المصطفےٰ لکھا تھا جس کو غالباً چھتیس سال کا زمانہ ہو گیا گو اس میں بھی کافی احتیاطیں کر لی گئی تھیں منشا میں بھی کہ ثقات سے نقل کیا گیا اور ناشی میں بھی کہ آخر میں غلو سے اہتمام کے ساتھ روک دیا گیا مگر تاہم اتنے مفاسد محتملہ سے ذہن خالی تھا لیکن پندرہ سال سے زائد مدت گزری کہ اس قسم کے شبہات قلب میں پیدا ہوئے کہ عوام غلو نہ کرنے لگیں اس کے چند روز بعد ایک صاحب توفیق نے اس کے متعلق استفسار کیا جس کا جواب لکھ کر میں مطمئن ہو گیا یہ جواب النور محرم ۱۳۴۲ھ کے صفحہ ۹ میں بعنوان تنبیہ بر اصلاح معاملہ با تمثال نعل شریف شائع ہوا ہے پھر مزید احتیاط کے لئے النور شوال ۱۳۴۴ھ کے صفحہ ۲۰ میں اس تنبیہ کی تجدید اس عبارت سے کر دی کہ نیل الشفاء کے متعلق النور نمبر ۹ جلد ۳ میں ایک تنبیہ شائع ہوئی ہے' اس کے خلاف نہ کریں۔ اھ

اب بحمد اللہ دوسرے علماء کی تحریر سے بھی میرے مقصود کی تائید ہو گئی پس کسی کو غلو کی گنجائش نہیں رہی اور اس مفصل و مکمل تحقیق کے بعد احقر کی تحریرات میں باہم بھی اور دوسرے حضرات اہل تحقیق کی تحریر سے بھی تعارض کا احتمال نہیں رہ سکتا لیکن اگر اب بھی کسی کے خیال میں تعارض کا شبہہ ہو تو اس کے لئے میں اعلان کر رہا ہوں کہ دوسرے حضرات کی تحقیق پر عمل کیا جاوے اور میری تحریر کو مرجوح بلکہ مجروح و ممنوع عنہ بلکہ مرجوع عنہ سمجھا جاوے۔ فقط ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ

مفتی صاحب قبلہ کے دونوں جوابوں کی تصدیق و تصحیح اور نفس مسئلہ کی توضیح کے متعلق تو حضرت حکیم الامتہ مولانا تھانوی دام ظلہ کی یہ تحریر تھی جو اوپر نقل کی گئی اس کے ساتھ ایک مکتوب بھی تھا جس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

مکتوب حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی دام فیضہ
بنام مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مد ظلہ

مولانا۔ السلام علیکم۔ اگر اصل جواب شائع ہو تو بشرط خلاف مصلحت نہ ہونے کے میری تحریر(۱) بھی شائع فرمادی جائے خواہ بعینہ خواہ بعد تلخیص و حذف اجزاء مضرہ للعوام۔ البتہ صورت ثانیہ میں اگر تلخیص کو میں بھی دیکھ لوں تو یہ فائدہ ہے کہ اس کو یہاں بھی محفوظ کر لوں تاکہ آئندہ جواب میں اس کی رعایت رہے

اور بعینہ شائع کرنے کی صورت میں یہ بھی اختیار ہے کہ اجزاء مضرہ کا جواب درد بھی ساتھ ساتھ حواشی میں شائع کر دیا جائے اور اس صورت میں مجھ کو دکھلانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ

---

(۱) (اس تحریر سے وہ تحریر مراد ہے جو اوپر بعنوان تصحیح الجواب و توثیقہ نقل کی جا چکی ہے)

تصرف میری عبارت میں نہ ہو گا جیسا تلخیص کی صورت میں ہو گا۔

اور اگر خلاف مذاق نہ ہو تو اس مجموعہ کا کوئی لقب بھی رکھ دیا جائے۔ خواہ "(۱) تمام المقال فی بعض احکام التمثال" یا اور کچھ اور اشاعت کی صورت میں النور کا مضمون بعنوان تنبیہ (۲) بھی شائع ہو جائے تو انفع ہے جس کا پتہ نمبر ۵ میں لکھا ہے فقط۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کے اس ارشاد نامے کے موصول ہونے پر حضرت مفتی صاحب قبلہ نے پھر ایک خط حضرت حکیم الامت مدظلہ کی خدمت میں لکھا جس کی نقل حسب ذیل ہے۔

مکتوب دوم مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ
بخدمت حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی دام فیوضہم

۳۰ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ۔ مدرسہ امینیہ دہلی

حضرت مخدوم محترم دام فضلہم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ مکرمت نامہ نے معزز و مفتخر فرمایا جزاکم اللہ تعالیٰ۔ مجھے دو باتیں عرض کرنی ہیں امید کہ تسلی بخش جواب سے شاد کام فرمائیں گے حضرت عثمانؓ کی حدیث کے ابن ماجہ (۳) میں یہ الفاظ ہیں ما تغنیت ولا تمنیت ولا مسست ذکری بیمینی منذ بایعت بھا رسول اللہ ﷺ اس میں یہ تین باتیں مذکور ہیں اور تینوں اسلام میں ممنوع ہیں تو کیا اس قول کا مطلب یہ ہو سکتا ہے یا نہیں کہ جب سے میں نے حضور سے بیعت کی یعنی اسلام لایا ہوں یہ کام نہیں کئے جیسے حضرت عمرؓ کا قول ہے مابلت قائماً منذ اسلمت (رواہ البزاز و رجالہ ثقات کذافی الزوائد) (٤) اگر یہ مطلب ہو تو مس ذکر بالیمین نہ کرنے کی وجہ اس کا اسلام میں ممنوع ہونا ہو گا نہ یہ کہ حضور ﷺ کے دست مبارک سے مس کرنے کی وجہ سے مس ذکر بالیمین ترک کیا۔

دوسری بات یہ کہ احمد بن فضلویہ کا قول ما مسست القوس بیدی الا علی طہارۃ الخ ہر قوس کے متعلق ہے یا القوس میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے ایک خاص قوس مراد ہے جس کے متعلق انہیں یہ علم ہوا تھا کہ اس قوس کو حضور کے دست مبارک میں جانے کا شرف حاصل ہوا ہے میرے خیال میں قوس معہود کا مراد لینا راجح ہے کیونکہ عام قوس کا مراد لینا اور محض اس خیال سے کہ کمان

---

(۱) (اس مشورہ مفیدہ کے ماتحت یہ مجموعہ اسی لقب سے ملقب کر دیا گیا ہے حضرت اقدس کی پوری تحریر شائع کر دی گئی اس کی تلخیص نہیں کی گئی)

(۲) (یہ مضمون ابتدائے رسالہ اتمام المقال میں ہے)

(۳) باب كراهية مس الذكر واليمين والاستنجاء باليمين، ص ۲۷ ط سعيد

(٤) باب البول قائماً ۱/۲۰٦ ط دار الفكر بيروت لبنان

کو حضور ﷺ نے ہاتھ میں لیا ہے اس لئے تمام کمانوں کو محض مشاکلت کی وجہ سے بے وضو نہ چھونا موجہ نہیں حضور ﷺ نے صرف کمان دست مبارک سے نہیں پکڑی بلکہ تلوار سکین 'ازار' رداء' عمامہ' قمیص اور بہت سی چیزیں دست مبارک سے چھوئی ہیں تو اگر محض مشاکلت اس کی وجہ ہوتی تو ان کا یہ جذبہ صرف قوس میں نہ پایا جاتا اگر دوسرا احتمال مراد ہو تو معقول بات ہے اور جو چیز بھی اس کو ایسی مل جاتی کہ حضور کے دست مبارک میں آئی ہوتی تو اس کے ساتھ یہی معاملہ کرتے مگر اور کوئی ایسی چیز نہ ملی صرف کوئی کمان ایسی ہاتھ لگی جس کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے دست مبارک سے مس کرنے کا شرف اس کو حاصل ہے تو ان کے جذبہ محبت نے اس کمان کو بے وضو چھونے سے انہیں باز رکھا جناب نے اس عبارت کا حوالہ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی کے صفحہ ۳۲۲ کا دیا ہے میرے پاس جو مجموعہ فتاویٰ ہے اس کی جلد اول و دوم کے ص ۳۲۲ میں یہ عبارت نہیں ملی اور جلد سوم کے صفحات ہی اتنے نہیں ہیں براہ کرم جلد کی تعیین کے ساتھ کوئی مزید نشان بھی تحریر فرمادیں ان دو باتوں کے علاوہ ایک اور بات بھی عرض کرنی ہے کہ جذبہ محبت سے جو افعال سرزد ہوں وہ اختیاری ہوں گے یا اضطراری اگر اختیاری ہوں گے تو احکام شرعیہ (وجوب 'سنیت' ندب 'اباحت' کراہتہ' حرمت) میں سے ان کے ساتھ کوئی حکم ضرور متعلق ہوگا ہاں اگر اضطراری ہوں گے تو ان احکام میں سے کوئی حکم ان سے متعلق نہ ہوگا تو تصویر اور نقشہ کو بوسہ دینا سر پر رکھنا اگر اختیاری ہو تو وہ کم از کم مستحب یا مباح ضرور ہوگا یا بصورت دیگر اس کو کم از کم مکروہ کہا جائے گا پھر اس کو امور شرعیہ سے خارج کرنے کی کیا صورت ہے۔

استحباب کی صورت میں اس کی تشریع اور عمل کی ترغیب بھی صحیح ہوگی۔

لیکن اگر اضطراری ہونے کی صورت میں اس کو جائز فرمایا جائے تو یہ کہنا تو صحیح ہے کہ وہ امور شرعیہ میں سے نہیں کیونکہ شرع کا تعلق اختیار سے ہے نہ اضطرار سے مگر اس صورت میں مضطر کا یہ فعل (بوسہ دینا سر پر رکھنا' توسل کرنا) جواز یا استحباب یا اباحت یا کراہت کے ساتھ متصف نہ ہو سکے گا بلکہ زیادہ سے زیادہ مسکوت عنہ ہوگا اور تشریع للعوام اور ترغیب للناس کے لئے حجت بھی نہ ہو سکے گا کیونکہ امور اضطراریہ کی تشریع اور ترغیب غیر معقول ہے وہ تو اضطرار اور غلبہ شوق سے خود بخود سرزد ہو سکتے ہیں نہ کسی کے کہنے اور ترغیب دینے سے۔

میری جرات کو معاف فرماتے ہوئے تسلی بخش جواب سے سرفراز فرمائیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

اس کے جواب میں حضرت حکیم الامتہ کا جو ارشاد نامہ آیا اس کی نقل حسب ذیل ہے

ارشاد نامہ دوم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دام فیضہم

بنام حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ

مولانا۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ الطاف نامہ نے ممنون فرمایا' فبارک اللہ تعالیٰ فی صونکم

للدین جو احتمال منذ بایعت بھا الخ میں اور اسی طرح ما مسست القوس کے الف لام میں ظاہر کیا گیا ہے گو ذوق (۱) اس سے آبی ہے خصوص لفظ بھا پر نظر کر کے۔ مگر صون دین عوام کے لئے نافع ہے۔ باقی تخصیص قوس (۲) کی سو اول تو ایسے احکام ادبیہ میں تعدیہ نہیں ہوتا کما ذکرتہ فی نمبر ۲ من تحریری السابق دوسرے کثرت استعمال فی عبادۃ الغزو فی ذاک الزمان۔ اس تخصیص کی ایک وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کو تلبس دینی زیادہ ہے اور یہ عبارت مجموعہ فتاوی کی جلد اول مطبوعہ شوکت اسلام ۱۳۰۴ھ صفحہ ۳۲۲ میں ہے صفحہ ۳۱۸ سے کتاب النوادر کے تحت میں شروع ہو کر صفحہ ۳۲۷ تک چلی گئی ہے۔ اصل مجیب مولانا محمد اسماعیل ہیں اور مولانا محمد عبدالحی صاحب مصوب ہیں اور امور شرعیہ سے خارج کرنے کے متعلق جو صورت پوچھی گئی ہے یہاں افعال مقصودہ فی الشرع مراد ہیں نہ کہ احکام شرعیہ' میں نے یہ عنوان آپ ہی کی رعایت سے اختیار کیا تھا کہ آپ کی عبارت خط سابق میں ہے اب اس کو مقاصد شرعیہ کے عنوان سے بدلتا ہوں اور اس کے اختیاری ہونے اور اس کے ساتھ حکم شرعی کے متعلق ہونے سے انکار نہیں کرتا اور وہ حکم اباحت فی نفسہ اور استحباب یا کراہت لغیرہ باتسبب للمقاصد او للمفاسد ہے۔ یہ تو طالب علمانہ کلام ہے جس میں جانبین کو بیت وسعت ہے ہر جواب پر شبہ اور ہر شبہہ کا جواب ہو سکتا ہے لیکن شیخ شیرازی کا ارشاد یاد آتا ہے۔

---

(۱) حضرت عثمانؓ کی حدیث میں چونکہ تین باتوں کا ذکر ہے ما تغنیت ولا تمنیت ولا مسست ذکری بیمینی الخ یعنی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے گانے کا ارتکاب نہیں کیا اور جھوٹ نہیں بولا اور ذکر کو سیدھا ہاتھ نہیں لگایا اور یہ تینوں باتیں اسلام میں ممنوع ہیں تو غالباً ان کا مقصد یہ ہے کہ جب سے میں نے حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی یعنی اسلام لایا ان ممنوعات شرعیہ میں سے کسی کا ارتکاب نہیں کیا اور اس تقدیر پر لفظ منذ کا تعلق تینوں باتوں سے ہے نہ صرف مست سے' اور جب کہ تینوں سے تعلق ہو تو پھر منذ بایعت کے معنی منذ اسلمت ہی زیادہ موزوں اور مناسب ہیں اور اب وجہ مس ذکر بالیمین نہ کرنے کی اسلام لانا ہے کیونکہ یہ فعل اسلام میں ممنوع ہے یعنی اگر ان کا سیدھا ہاتھ حضور ﷺ کے دست مبارک سے مس بھی نہ کرتا جب بھی بحکم اسلام یہ مس ذکر بالیمین ترک کرتے جیسے کہ بحکم اسلام غناء اور امنیہ کو ترک کر دیا تھا ہاں چونکہ مس ذکر بالیمین میں ترک کی ایک دوسری لطیف وجہ بھی تھی' اس کی طرف خاص اشارہ کرنے کے لئے بھا بڑھا دیا مگر مطلب یہی ہے کہ جب سے اسلام لایا ہوں ان تینوں باتوں کا ارتکاب نہیں کیا ہے اگر ان کا مقصد یہ ہوتا کہ اپنے یمین کے حضور کے دست مبارک سے مس کرنے کی بناء پر میں نے مس ذکر بالیمین ترک کر دیا تو اس کی تعبیر بجائے منذ بایعت بھا کے منذ صافحت بھا زیادہ موزوں ہوتی اور شیخ احمد بن فضلویہ کے کلام میں قوس سے خاص قوس مراد لینے کو میں زیادہ قوی اور راجح سمجھتا ہوں اور مولانا محمد اسماعیل صاحب بھی خاص قوس مراد لینے کو ہی راجح سمجھے اور اسی لئے وہ ترجمہ کیا جو حاشیہ آئندہ میں مجموعہ فتاویٰ سے نقل کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

(۲) حضرت مولانا تھانوی مد ظلہم العالی کے اس گرامی نامہ سے جب اس عبارت کا پورا پتہ معلوم ہوا تو میں نے اپنے پاس کے مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ مطبع یوسفی ۱۳۲۱ھ کے جلد اول ص ۲۷۸ میں یہ عبارت دیکھی مولانا محمد اسمعیل صاحب مجیب نے اس عبارت کا جو ترجمہ کیا ہے وہ میری توجیہ کے موافق ہے ان کے ترجمہ کی عبارت یہ ہے (انہوں نے کہا کہ جب سے میں نے یہ سنا کہ میری کمان کو آنحضرت ﷺ نے دست مبارک سے چھوا اس وقت سے میں نے اس کو کبھی بے وضو نہیں چھوا) یعنی انہوں نے کمان سے ایک خاص کمان ہی مراد لی ہے ہر کمان کے متعلق یہ طرز عمل قرار نہیں دیا۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

ندانی کہ مارا سر جنگ نیست
وگرنہ مجال سخن تنگ نیست

اس لئے مناظرانہ کلام کو بند کر کے ناظرانہ عرض کرتا ہوں کہ گو احتیاطی تحریرات میں ہمیشہ شائع کرتا رہا چنانچہ مکتوبات خبرت کے حصہ سوم بابت ۱۹۳۳ء کے صفحہ ۱۵ میں بھی ایک صاف مضمون ہے مگر مسئلہ میں تردد نہ ہوا تھا لیکن اب مجھ کو خواص کے اس اختلاف آراء سے نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہو گیا پھر اس کے ساتھ عوام کے اختلاق اہواء سے جس سے میرا ذہن خالی تھا مصالح دینیہ اسی کو مقتضی ہیں کہ بحکم دع ما یریبك الی ما لا یریبك (الحدیث) (۱) اپنے رسالہ نیل الشفاء سے رجوع کرتا ہوں اور کوئی درجہ تسبب لضرر کا اگر واقع ہو گیا ہو اس سے استغفار اور کسی عاشق صادق کے اس فیصلہ کا استحصار اور تکرار کرتا ہوں۔

علی اننی راض بان احمل الھویٰ واخلص منه لا علی ولا لیا والسلام

(نوٹ) اگر ممکن ہو کم از کم اس مضمون کو مکملاً یا ملخصاً جلدی شائع فرما دیں پھر خواہ مستقلاً ہو اولیٰ یا اخبار میں۔ اشرف علی ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ

حاشیہ از مولانا تھانوی مدظلہ متعلقہ حاشیہ صفحہ ۶۸

قولہ ترجمہ کی عبارت یہ ہے الخ اقول گو اس میں سہو کاتب کا بھی احتمال ہے نیز اس کی کوئی دلیل بھی نہیں لیکن مانع کو دلیل کی حاجت نہیں احتمال کافی ہے اور اس احتمال کے فرض و قوع کے بعد بھی منشا اس کا حکم شرعی نہیں محض عاشقانہ ادب ہے اور اسی حکم شرعی نہ ہونے کی بناء پر حضرت عثمانؓ کے قول ما مسست الخ کو ظاہر معدول کیا گیا ہے۔

ضروری توضیح

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کے رسالہ نیل الشفا سے اس اعلان رجوع کا مطلب یہ ہے کہ رسالہ نیل الشفا سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی مسلمانوں کو تلقین و ترغیب اور نقشہ کی تشہیر واشاعت کی تحریض مقصود ہے اب حضرت مولانا دام فیضہم نے عوام کے تجاوز عن الحد اور غلو کو مد نظر رکھ کر استبراک و توسل کی ترغیب اور تشہیر واشاعت کی تلقین سے رجوع فرما لیا ہے رہا کسی عاشق صادق اور مجذوب محبت کا والہانہ طرز عمل تو وہ بجائے خود مذموم نہیں بلکہ مسکوت عنہ ہے اسی طرح نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہو جانے کا جو ذکر ہے اس کا حاصل بھی بجائے جزم جواز سابق کے عدم جزم جواز ہے نہ کہ جزم عدم جواز پس عشاق پر طعن نہ کیا جائے۔

---

(۱) جامع الترمذی : ابواب صفة القیمته ۲/۷۸ ط سعید

حضرت مولانا کے اعلان رجوع سے کوئی غلط فہمی نہ ہو اس نظر سے یہ ضروری توضیح کردی گئی اور حضرت مولانا کی اجازت سے شائع کی گئی۔

میں نے اس مجموعہ کی اشاعت کا ارادہ حضرت مولانا پر ظاہر کیا تو جواب میں فرمایا کہ (اشاعت) عین مطلوب ہے اور ساتھ ہی یہ دعا بھی ارشاد فرمائی جزاکم اللہ تعالیٰ وبارک فیکم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل چہارم۔ درود شریف اور دعائے گنج العرش وغیرہ

درود تاج اور دعائے گنج العرش کی اسناد بے اصل ہیں.

(سوال) درود تاج' درود لکی' دعائے گنج العرش وغیرہ کی اسناد جو لکھی ہیں یہ کہاں تک صحیح ہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۲۰۱ غلام ربانی عباسی صاحب (ضلع غازی پور) ۹ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۰) درود تاج اور دعائے گنج العرش کی اسناد بے اصل ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حضور ﷺ کا تعلیم کردہ درود کیا ہے ؟ اور صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کا حکم

(سوال) آج کل مروجہ درود صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ کب کی ایجاد ہے اور یہ غنا کے طور پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور نبی ﷺ کی بابت دریافت ہوا تو آپ نے کون سا ارشاد فرمایا ؟

المستفتی نمبر ۱۲۸۸ محمد اسمعیل صاحب (امرتسر) ۲۳ شوال ۱۳۵۵ھ مطابق ۷ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۱) یہ درود بھی جائز ہے (۱) اور اس کی اصل نماز کی یہ تعلیم السلام علیک ایھا النبی حضور ﷺ کا تعلیم کردہ درود یہ ہے اللھم صل علی محمد وازواجه و ذریته کما صلیت علی آل ابراھیم و بارك علی محمد وازواجه و ذریته کما بارکت علی آل ابراھیم انك حمید مجید (۲) اس کے علاوہ اور بھی درود حضور ﷺ کے تعلیم فرمودہ ہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) ایسے صیغے اس غرض سے پڑھنا کہ فرشتے آپ ﷺ کو پہنچادیں' جائز ہے (امداد الفتاوی' کتاب العقائد والکلام ۴۰۲/۵' ط دار العلوم کراچی) اور اس عقیدے سے پڑھنا کہ حضور ﷺ حاضر وناظر ہے ممنوع ہے والثانی انه دعاه و ناداه (ای الرسول ﷺ) بالتضرع واظهار الفاقةوالا ضطرار اليه و سال منه هذه المطالب التى لاتطلب الا من الله تعالے وذلك هو الشرك فى الالهيه (تيسر العزيز الحميد فى شرح كتاب التوحيد ' باب من الشرك ان يستغيث بغير الله ص ۱۸۷ ط مکتبه سلفیه)(۲) صحیح البخاری' باب الصلوٰة على النبى ﷺ' ۹۴۰/۲ ط قدیمی کتب خانه' کراچی) (۳) حوالہ بالا

ہر جمعرات کو درود شریف کے ختم کے لئے اجتماع کا التزام بے اصل ہے

(سوال) ہر جمعرات کو ایک جگہ پر جمع ہو کر درود شریف کا ختم سوالاکھ کا مسلمانوں کی بہبودی کے لئے پڑھ کر دعا مانگنا کیسا ہے اس مجمع میں شریک ہونا اور درود شریف پڑھنا چاہئیے یا نہ پڑھنا چاہئیے ؟ المستفتی نمبر ۱۳۳۳ محمد عزت علی خاں صاحب (ضلع ہردوئی) ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۱) ایسے اجتماع کا التزام کرنا بے اصل ہے (۱) درود شریف فرداً فرداً پڑھنے کا بہت ثواب ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

جماعت بنا کر بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا حکم...

(سوال) چندلوگوں کا مجتمع ہو کر زور زور سے درود شریف پڑھنا یاذکر کرنا کیسا ہے اگر جواب نفی میں ہے تو دلیل کیا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۹۶۱ محمد انصار الدین صاحب (آسام) ۲۵ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۳) اس طرح جماعت بنا کر درود پڑھنا ثابت نہیں اس لئے اس ہیئت کا التزام نہ چاہئیے (۲) بطور خود درود شریف جس قدر پڑھا جائے موجب ثواب ہے اور زور سے پڑھنا بھی جائز ہے بشر طیکہ کسی نماز پڑھنے والے یا مریض کو تکلیف نہ ہو (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کیا درود شریف کا ثواب حضور ﷺ کے علاوہ دوسرے کو بخشا جا سکتا ہے ؟

(سوال) کیا درود شریف کا ثواب مخصوص بذات آنحضرت ﷺ ہے یا اس کا ثواب دوسروں کو بھی بخشا جا سکتا ہے عموماً مشہور ہے کہ بجز سرور عالم ﷺ کسی اور کو نہیں پہنچ سکتا۔ المستفتی نمبر ۲۴۶۹ مولوی محمد ابراہیم صاحب (گوڑ گاؤں) ۲۲ شوال ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۴) ایک ثواب تو درود شریف پڑھنے کا ہے وہ تو پڑھنے والے کو ملتا ہے اور اسے اختیار ہے کہ وہ اپنا ثواب کسی دوسرے کو بخش دے (۴) اور ایک وہ ثواب ہے جو درود میں آنحضرت ﷺ کے لئے

---

(۱) صح عن ابن مسعود انه اخرج جماعة من المسجد يهللون و يصلون على النبى ﷺ جهرًا وقال لهم ما اراكم الا مبتدعين (رد المحتار، فصل فى البيع ۶/۳۹۸' ط سعيد)

(۲) صح عن ابن مسعود انه اخرج جماعة من المسجد يهللون و يصلون على النبى ﷺ جهرًا وقال لهم ما اراكم الا مبتدعين (رد المحتار' كتاب الحظر والا باحة' فصل فى البيع' ۶/۳۹۸' ط سعيد)

(۳) والا سرار افضل حيث خيف الرياء او تاذى المصلين او النيام (رد المحتار ' كتاب الحظر والا باحة' فصل فى البيع' ۶/۳۹۸' ط سعيد) (۴) صرح علمائنا فى باب الحج عن الغير : بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره..... و فى البحر من صام او صلى او تصدق و جعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز' و يصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة (رد المحتار' مطلب فى القراءة للميت واهداء ثوابها له ۲/۲۴۳ ط سعيد)

اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ لفظ صلوۃ یا اس کے مشتقات سے صرف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے وہ طلب کرنا چاہئیے ' قصداً اوبالذات دوسروں کے لئے **اللھم صل علی فلان** نہ کہنا چاہئیے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

درود تاج حدیث سے ثابت نہیں اس کے بعض جملے مفہوم کے لحاظ سے قابل اعتراض ہیں

(سوال) درود تاج کا ثبوت کسی حدیث سے ہے یا نہیں ؟

(جواب ۵۵) درود تاج کوئی ایسا درود نہیں ہے جو آنحضرت ﷺ سے مروی ہو اور اس کے بعض جملے مفہوم کے لحاظ سے بھی قابل اعتراض ہیں (۲) اس سے بہتر وہ درود ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے مروی ہیں جیسے نماز کے درود۔ یہ افضل واعلیٰ ہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

(۱) درود تاج کے بجائے ماثور دعا پڑھنا افضل ہے
(۲) درود اکبر اور دعائے گنج العرش پڑھنا جائز ہے مگر ان کی اسناد بے اصل ہیں!

(اخبار الجمعیۃ حبیب نمبر مورخہ ۶ فروری ۱۹۲۸ء)

(سوال) (۱) درود تاج کے پڑھنے میں جناب کا کیا ارشاد ہے ؟ (۲) درود اکبر اور دعائے گنج العرش کا پڑھنا کیسا ہے ؟

(جواب ۵۶) (۱) درود تاج کا پڑھنا کوئی گناہ نہیں ہے مگر دوسرے ماثور درود اس سے افضل ہیں (۴) (۲) جائز ہے مگر ان کی اسنادیں معتبر نہیں ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

---

(۱) وكذالا يصلى احد على احد الا على النبى (الدر المختار) قال المحقق فى الشاميه (قوله : وكذا لا يصلى احد على احد) اى استقلالاً (كتاب الحظر والا باحة' فصل فى البيع ٦/ ٣٩٦ ط سعيد)

(۲) درود تاج کے بعض الفاظ مثلاً دامع البلا والوباء والقحط والمرض والا لم الخ موہم شرک ہونے کی وجہ سے قابل اجتناب واحتراز ہیں (مجموعة الفتاوی) (اردو) ۲/۱۹۷' ط سعید)

(۳) ان النبى ﷺ خرج علينا فقلنا قد علمنا كيف نسلم عليك' فكيف نصلى عليك؟ فقال' قولوا : اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم (الحديث) (صحيح البخارى' باب الصلوٰة على النبى ﷺ ٢/ ٩٤٠ ط قديمى كتب خانه' كراچى)

(٤) ولاشك ان اتباع الا دعية الماثوره اولى وارجى للقبول (تكملة فتح الملهم : مسئله التوسل ٥/ ٦٢٢ ط مكتبه دار العلوم' كراچى)

دوسرا باب
پیری مریدی
فصل اول ۔ بیعت

بیعت توبہ مسنون ہے، معروف چار طریقوں میں مرید ہونا مستحب ہے!

(سوال) اکثر علمائے دین فی زمانہ بغیر ان پانچ طریقوں کے توبہ نہیں کراتے خصوصاً بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ان طریقوں کا نام لینا ضروری نہیں بس معروف و مشہور طریقہ محمدیہ کافی ہے آیا حسب شرع ان میں توبہ کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت ؟ اگر کسی نے سوا ان طریقوں کے توبہ کی تو قبول ہو گی یا نہیں ؟

(جواب ۵۷) بیعت توبہ مسنون ہے، اور چاروں طریقے جو مروج ہیں اور معروف ہیں ان میں مرید کرنا مستحب ہے واجب فرض یا سنت مؤکدہ نہیں پس ان طریقوں کے علاوہ بھی مرید کرنا اور توبہ کرانا جائز ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ قول جمیل میں فرماتے ہیں اعلم ان البیعة سنة ولیست بواجبة لان الناس بایعوا النبی ﷺ و تقربو ابھا الی اللہ تعالی ولم یدل دلیل علی تاثیم تارکھا ولم ینکر احد من الائمة علی تارکھا الخ (۱) اور اسی میں ہے، اعلم ان البیعة المتوارثة بین الصوفیة علی وجوہ احدھا بیعة التوبة من المعاصی والثانی بیعة التبرک فی سلسلة الصالحین الخ (۲) اور اسی میں ہے، ولا بأس أن یلقنه فیقول قل اخترت الطریقة النقشبندیة او القادریة او الچشتیة (۳) الی آخرہ اور لفظ لاباس کی دلالت اس امر پر ظاہر ہے کہ ان طریقوں کا نام نہ لینا بھی جائز ہے (۴) واللہ اعلم کتبہ، محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ایک بزرگ سے صرف وظیفہ لینے کی وجہ سے دوسرے بزرگ سے بیعت ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں

(سوال) خادم نے ایک بزرگ سے کچھ درود وظیفہ خط کے ذریعہ دریافت کیا تھا اور ہاتھ پر بیعت نہیں ہوا تھا اب اگر میں کسی اور بزرگ کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤں تو شرعاً درست ہے یا نہیں ؟

(جواب ۵۸) صورت مسئولہ میں کسی دوسرے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت ہونے میں کوئی مضائقہ

---

(۱) الفصل الثانی، سنیة البیعة، ص ۱۲ ط کلکة
(۲) حوالہ بالا ص : ۱۹
(۳) حوالہ بالا، ص ۲۳
(٤) فکلمة لا باس وان کان الغالب استعما لھا فیما ترکہ اولیٰ، لکنھا قد تستعمل فی المندوب، کما صرح بہ فی البحر (رد المحتار، کتاب الصلاۃ مطلب کلمة "لاباس" قد تستعمل فی المندوب ۱/۱۱۹ ط سعید)

نہیں کسی دوسرے سے اس وقت بیعت ہونا مناسب نہیں جب کہ پہلے سے بیعت ہو جاؤ اور باوجود اس سے فائدہ پہنچنے کے دوسرے سے بیعت کی جائے لیکن اگر پہلے سے بیعت ہی نہ کی ہو تو دوسرے سے بیعت ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں(۱) واللہ اعلم

(۱) پیر کا تخت پر بیٹھ کر دوسروں کو نیچے بٹھا کر بلا ضرورت ذکر کرانا اچھا نہیں
(۲) دوسروں کو ہمیشہ نیچے بٹھا کر ذکر کرنا حضور ﷺ یا خلفاء راشدین یا کسی بزرگ سے ثابت ہے؟
(۳) کرامت پیر کے اختیار میں نہیں.

(سوال) (۱) پیر بلند جگہ تخت پر بیٹھے اور دوسروں کو نیچے بٹھا کر بغیر ضرورت ذکر کراوے اس طرح خدا کے نام کی ہتک و بے حرمتی ہوتی ہے یا نہیں؟
(۲) پیر دائماً دوسروں کو نیچے بٹھا کر ذکر کراوے تو ایسا فعل حضرت سرور کائنات ﷺ یا خلفائے راشدین نے یا حضرت عبدالقادر جیلانی نے کیا ہے؟
(۳) کرامت خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے یا پیر کی طرف سے؟
المستفتی نمبر ۴۱۴ فقیر محمد دکاندار (ضلع ہزارہ) ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء
(جواب ۵۹) (۱) یہ فعل پیر کا اچھا نہیں ہے (۲) حضور ﷺ و صحابہ کرام اور بزرگان دین کی یہ عادت نہ تھی (۳) کرامت خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے پیر کے اختیاری نہیں ہوتی(۲) محمد کفایت اللہ

کبائر کے مرتکب شخص کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں.

(سوال) زید تصویر کشی اور تصویروں کی زینت سے اپنے مکانوں کو زیبائش دیتا ہے اور اس کو جائز خیال کرتا ہو اور لوگوں کو مرید کرنے میں کسی مذہب و ملت کی قید نہ رکھتا ہو مسلم ہندو عیسائی پارسی کو بلا دعوت اسلام پیش کئے اور بلا توبہ کرائے مرید کرتا ہو اور اس طریقہ کار کو جائز اور اچھا سمجھتا ہو اور طوائفوں کا گانا سنتا ہو اور ریڈیو پر غزلیں اور گانا بھی سنتا ہو اور نماز جماعت کا پابند نہ ہو عین نماز جماعت کے وقت سینما ہال میں تماشہ اور ناچ ورنگ دیکھتا ہو اور اپنی مرید بہنوں کو اور دوستوں کی عورتوں کا حلیہ اور خدوخال اور زلفوں کا حال اپنے اخبارات میں لکھتا ہو اور اس سے دلچسپی اور مزہ لیتا ہو اور مولویوں کو برا بھلا کہتا ہو اور سجدہ تعظیمی مقابر وغیرہ کو جائز قرار دیتا ہو اور اپنے اخبار میں بھی تحریر کرتا ہو کہ نہ میں سنی ہوں نہ

---

(۱) فان كان بظهور خلل فيمن بايعه فلا بأس' و كذلك بعد موته او غيبة منقطعة واما بلا عذر فانه يشبه المتلاعب و يذهب بالبركة و يصرف قلوب الشيوخ عن تعهده (القول الجميل ' الفصل الثانى ص ۲۰ ط كلكة)
(۲) ظهور الكرامة ليس من لوازم الولى ولا فى استطاعته كل من اراد (نبراس شرح شرح العقائد ص ۵۵' ط امداديه ملتان)

میں شیعہ ہوں اپنا مذاق مذہبی بفضلہ رکھتا ہو بہت سے امور بدعت کا مرتکب ہو عورتوں کو بے حجابانہ اپنے سامنے رکھتا ہو اور اپنی اولاد کو تھیٹر سینما اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہو تو کیا ایسے شخص کو جس کے اندر اس قدر منہیات شرع مذکورہ بالا موجود ہوں اس سے بیعت جائز ہے۔ **المستفتی** نمبر ۱۲۰۹ اعجاز حسین صاحب (دہلی) ۱۲ رجب ۱۳۵۵ھ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۰) تصویر بنانا اور بنوانا اور تصویروں سے گھر کو مزین کرنا صریح اور صحیح احادیث کے بموجب ناجائز ہے(۱) مذہب راجح یہی ہے کہ تصویر کی حرمت دستی تصاویر اور فوٹو اور تصویروں اور نصف تصویروں کو شامل ہے(۲) غیر مسلموں کو مرید کرنا اگر ان کو اسلام میں داخل کرنے کیلئے ہو تو حد اباحت میں آسکتا ہے لیکن غیر مسلم کے غیر مسلم رہنے اور رہنے دینے کے ساتھ اسکو مرید کرنے کے کوئی معنی نہیں کیونکہ مرید کرنے کی غرض ارشاد حق اور تصفیہ باطن ہے اور غیر مسلم غیر مسلم رہنے کی حالت میں تصفیہ باطن کا اہل نہیں اسلام کے بغیر نور قلب کا حصول ناممکن ہے اور غیر مسلم کو مرید کرنا اور اس کو صحیح و جائز طور ر مرید سمجھنا عملی طور پر اس امر کا اعلان ہے کہ نور باطن کے حصول کے لئے اسلام لانا ضروری نہیں اور یہ خیال بداہتہً اصول اسلامیہ کے خلاف اور باطل ہے طوائفوں کا گانا سننا حرام ہے(۳) ریڈیو پر جائز باتیں سننا جائز ہے اور ناجائز باتیں سننا ناجائز(۴) ترک نماز موجب گناہ کبیرہ اور ترک جماعت بلا عذر احیاناً ہو تو موجب ملامت اور عادۃً ہو اور اکثری ہو تو موجب گناہ ہے(۵) سجدہ تعظیمی غیر اللہ کو کرنا حرام اور سجدہ عبادت غیر اللہ کو کرنا کفر ہے(۶) بہر حال جو شخص امور مذکورہ فی السوال کا مرتکب ہو وہ ارشاد و تلقین کا اہل نہیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنی جائز نہیں(۷) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

---

(۱) ومن اجل هذه الاحاديث والآثار ذهب جمهور الفقهاء الیٰ تحريم التصوير واتخاذ الصور في البيوت سواء كانت مجسمة لها ظل او كانت غير مجسمة ليس لها ظل فيقول النووی تحت حديث الباب قال اصحابنا وغيرهم ومن العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم ' وهو من الكبائرلانه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الاحاديث' وسواء صنعه' بما يمتهن او بغيره' فصنعته حرام بكل حال لان فيه مضابهاة لخلق الله تعالیٰ (تكملة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم : حكم الصورة بشمسيه ۱۶۲/۴' ط مكتبه دار العلوم كراچی)

(۲) ولكن كثير من علماء البلاد العربيه' حلهم او كلهم في البلاد الهنديه' قد افتوا بانه لا فرق بين الصور المرسومة والصور الشمسية في الحكم (تكملة فتح الملهم' كتاب اللباس والزينة' باب تحريم تصوير صورة الحيوان' حكم الصور الشمسية ۱۶۲/۴' ط دار العلوم كراچی)

(۳) وان كان سماع غناء وهو حرام باجماع العلماء (شاميه: الحظر والاباحة ۳۴۹/۶' ط سعيد)

(٤) استماع اشعار العرب لوفيها ذكر الفسق تكره (الدرالمختار) قال المحقق في الشامية: قراءة الاشعار ان لم يكن فيها ذكر الفسق والغلام ونحوه لاتكره (ر دالمحتار' الحظر والاباحة ۳۴۹/۶' ۳۵۰ ط سعيد)

(٥) تارك الجماعة يستوجب اساءة ولايقبل شهادته اذا تركها استخفافاً بذلك و مجانة اما اذا تركها سهواً او تركها بتاويل بان يكون الانام من اهل الاهوار...... لا يستوجب الاساءة (البحر الرائق' باب الامامة ۳۶۵/۱ ط بيروت)

(٦) ان على وجه التعظيم والعبادة كفر وان على وجه التحيه لا وصار آثماً مرتكبا للكبيرة (الدرالمختار' باب الاعشر ۳۸۳/۶ ط سعيد) (۷) والولی هو العارف بالله تعالیٰ حسب ما يمكن المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصی (شرح العقائد ص ۱۴۵ ط مكتبه خير كثير كراچی)

کبائر کے مرتکب شخص سے بیعت اور پیری و مریدی جائز نہیں

(سوال) فی زماننا مشائخین جو سلسلہ بیعت جاری رکھتے ہیں عوام الناس کو حلقہ اطاعت میں لانا فرض عین سمجھتے ہیں ہر ممکن طریقہ سے ہزاروں لاکھوں کو مرید بننے کی ترغیب دیکر مرید بنالیتے ہیں پھر مرید غیر مرید پیر صاحب کی قدم بوسی باعث برکت سمجھتے ہیں حتی کہ پیر صاحب کے مبارک قدموں کو آنکھوں سے لگاتے ہیں علاوہ بریں پیر صاحب طبقہ نسواں کو اپنے حلقہ میں بے پردہ داخل فرماکر رشد و ہدایت کرتے ہیں مذکورہ طبقہ بھی پیر صاحب کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرتا ہے' ازاں بعد پیر صاحب اشغال ذکر میں مصروف کراتے ہیں ہزاروں عورتیں بے پردہ حلقہ ذکر میں مستغرق ذکر ہوکر بیخود ہو جاتی ہیں آیا یہ طریقہ بیعت و طریقہ ذکر جائز ہے یا نہیں ؟

دیگر پیر صاحب خوان طعام ماحضر نوش فرماتے ہوئے گاہ گاہ اپنے مریدوں پر توجہ فرماتے ہوئے لقمہ دہان نکال کر مریدوں کے برتنوں میں ڈال دیتے ہیں لقمہ مذکور کو مریدان بہترین نعمت سمجھ کر نوش کرتے ہیں اس قسم کی حرکت پیر کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟

پرچہ ہذا جو اس میں ملفوف ہے' اس قسم کے مضامین بڑھا چڑھا کر مشتہر کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۶۳۷ سید افضل صاحب (میسور اسٹیٹ) ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ٦١) بیعت توبہ کا طریقہ مسنونہ یہ ہے کہ مرشد لوگوں سے اس بات پر بیعت لے کہ وہ گناہوں سے اجتناب کریں گے اور فرائض الٰہیہ بجالاتے رہیں گے(۱) نیز لازم ہے کہ مرشد خود بھی سنت نبویہ کا متبع ہو اور کوئی امر قصداً سنت کے خلاف نہ کرے پس پیری مریدی اگر اس حد تک محدود رہے تو وہ صحیح اور جائز ہے اور اگر اس حد سے متجاوز ہو مثلاً مرشد خود ہی بے شرع ہو سنت کے خلاف اعمال کرتا ہو مریدوں کو بھی اتباع شریعت اور پیروی سنت کی تلقین نہ کرتا ہو' گناہوں سے بچنے کی ہدایت نہ کرتا ہو ان سے کوئی ٹیکس وصول کرتا ہو عورتوں کو بے پردہ سامنے آتے دیتا ہو' ان سے پاؤں دبواتا ہو یا بے پردہ حلقہ ذکر عورتوں کا منعقد کرتا ہو تو ان حالات میں بیعت اور پیری مریدی ناجائز ہے(۲)

اگر پیر صاحب نے یہ طریقہ بنالیا ہو کہ نیک متبع شریعت مریدوں کی درخواست کے بغیر اپنے منہ کا لقمہ نکال کر ان کے آگے کھانے میں ڈال دیتے ہیں تو یہ ناجائز اور بد تہذیبی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) اعلم انا البیعة المتوارثه بین الصوفیة علی وجوه: احدها بیعة التوبة من المعاصی (القول الجمیل: الفصل الثانی ص ۲۳ کلکة)

(۲) والولی هو العارف بالله تعالی حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی (شرح العقائد ص ۱٤٥ ط مکتبه خیر کثیر کراچی) وفی شرحه ' النبراس حتی انه یخرج بالکبیرة واصرار الصغیرة عن الولایة (ص: ۲۹٥' ط امدادیه ' ملتان)

مرشد منع نہ کرے تو سیاسی معاملہ میں مرشد کے خلاف رائے دینے سے بیعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا

(سوال) ایک شخص مولانا تھانوی علیہ الرحمتہ سے بیعت ہے اور ان کی رحلت کے بعد اس نے ان کے ایک خلیفہ مجاز سے تجدید بیعت کر رکھی ہے ایسی صورت میں وہ اس بات کے بھی خواہشمند ہیں کہ ان حضرات کے سیاسی عقیدہ کے خلاف کانگریس میں شریک ہو جائیں اور کانگریس یا کانگریس کی بعض دیگر ہم خیال وہمنوا جماعتوں میں سے کسی کے امیدوار کو الیکشن میں ووٹ دے پس کیا ایسا کرنے سے بیعت فسخ ہو جائے گی ؟ المستفتی محشر حسینی (ضلع بلیا) ۲۰ محرم ۱۳۶۵ھ

(جواب ۶۲) سیاسی معاملہ بیعت سے علیحدہ ہے مرشد کے خلاف رائے دینے سے بیعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا مگر جب کہ مرشد اس بات سے منع نہ کرے اور ناراض نہ ہو اور اگر وہ منع کرے اور ناراض ہو تو پھر اس کے خلاف کرنا معتبر ہو گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

پیر و مریدی کے متعلق چند سوالات کے جوابات

(جواب دیگر ۶۳) برادر مکرم السلام علیکم۔ آپ کا خط موصول ہوا کثرت مشاغل کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی امید کہ معاف فرمائیں گے آپ کے سوالات کے مختصر جواب تحریر کرتا ہوں کیونکہ تفصیل بہت زیادہ وقت چاہتی ہے۔

(۱) پیر کی حیثیت ایک استاد کی ہے اگر استاد کی ہر شخص کو ضرورت ہے تو پیر کی بھی ہر شخص کو ضرورت ہے پیر اخلاق رذیلہ کو دور کرنے اور اخلاق حسنہ کو حاصل کرنے کے طریقے تعلیم کرتا ہے اور ان طریقوں پر عمل کرنے کے راستے بتاتا ہے (۲) تمام ان لوگوں کو پیر کی ضرورت ہے جو مذکورہ بالا باتیں خود نہ کر سکیں اور اس لئے کہ استاد کے ذریعے سے تحصیل معارف آسان ہوتی ہے(۱) (۳) میں بھی ایک مرشد سے بیعت رکھتا ہوں اب ان کا وصال ہو چکا ہے (۴) ہاں بزرگوں اور اولیاء اللہ سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ بزرگوں سے کرامتیں ضرور ظاہر ہوں (۲) اور ایسے پیر بھی ہو سکتے ہیں جو اپنی روحانی قوت سے مرید کی قلبی کثافتیں دور کر دیں(۳) (۵) موجود ہوں گے اگرچہ ہمیں

---

(۱) ولا تیسیر ذلک الا بالمعاهدة علی یدشیخ کامل قد جاهد نفسه و خالف هواه' و تخلی عن الاخلاق الذمیمة و تحلی بالاخلاق الحمیدة' ومن ظن من نفسه انه یظفر بذلک بمجرد العلم و درس الکتب فقد ضل ضلالاً بعیدافکما ان العلم بالتعلم من العلماء فکذلک الخلق بالتخلق علی ید العرفاء...القرآن (اعلاء السنن' باب الزهد والورع ۱۸/۴۴۳ ط ادارة القرآن و العلوم الاسلامیه' کراچی)

(۲) ظهور الکرامة لیس من لوازم الولی ولا فی استطاعته کل من اراد' بل کل من باشر المجاهدات لظهور الخوارق لم یبلغ الولایة ولم یظهر عنه الکرامة(النبراس شرح شرح العقائد : ص ۵۵' ط امدادیه ملتان)

(۳) فقال : نقض العادة علی سبیل الکرامة لاهل الولایة جائز عند اهل السنة (ردالمحتار 'مطلب فی کرامات الاولیاء ۴/ ۲۶۰' ط سعید)

معلوم نہ ہوں جیسے یہ ممکن ہے کہ بدخشاں کے پہاڑوں میں لعل موجود ہوں لیکن ان کا علم نہ ہو (٦) بزرگوں اور اولیاء اللہ کی حقیقی پہچان مشکل ہے ظاہری پہچان اتباع سنت ہے جو شخص جس قدر زیادہ آنحضرت ﷺ کی سنت اور طریقوں کا متبع ہوگا اسی قدر زیادہ بزرگ ہوگا (٧) میرے خیال میں آج کل تصفیہ باطن کے لئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی ذات گرامی مغتنم ہے آپ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں قیام رکھتے ہیں (٨) جب کہ کوئی شخص اس بات پر ایمان لائے کہ خدا ہے اور اس نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے پیغمبروں کو بھیجا ہے اور حضرت محمد ﷺ خدا کے سچے پیغمبر اور رسول تھے قرآن پاک خدا کی کتاب ہے تو اس کے بعد قرآن پاک کے تمام احکام اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا اتباع واجب ہونے میں کوئی شبہ اور تامل باقی نہیں رہتا اور نہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ پانچ نمازیں کیوں ہوئیں یا ایک مہینے کے روزے کیوں ہوئے یہ خدا کے احکام ہیں اور ہر شخص جو خدا اور رسول اور قرآن کو مانتا ہے اسے ان احکام کا ماننا لازم ہے (٩) دنیاوی عیش و آرام حاصل کرنے سے اسلام نے منع نہیں کیا اسلام صرف یہ چاہتا ہے کہ شریعت کے موافق عیش و آرام اٹھایا جائے (١٠) دنیا کی زندگی یقیناً فانی ہے اس میں کسی کو ہمیشہ نہیں رہنا اس کے بعد جس عالم سے سابقہ پڑنا ہے وہ باقی ہے عقل مند کا فرض ہے کہ وہ فانی پر باقی کو قربان نہ کرے شریعت کی متابعت اس عالم باقی کی بہتری کی کفیل ہے اس کی فکر رکھنی اور ہمیشہ کا آرام حاصل کرنے کی سبیل پیدا کرنی عقل کا مقتضا ہے نہ کہ خلاف عقل (١١) جن صاحب کا نام آپ نے تحریر فرمایا ہے میرے خیال میں وہ ارشاد و ہدایت کے لئے منتخب کئے جانے کے لائق نہیں (١)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تستحب البيعة فى طريق من طرق المشايخ

از اخبار الجمعیۃ دہلی مؤرخہ ٦ نومبر ١٩٢٥ء

(سوال) هل يلزم بيعة الطريقة للمشائخ المعروف بالقادرية الشاذلية وغيرهما و يجب العمل بما يلقنه ام لا وان لم ياخذ البيعة يخشى عليه سؤ الخاتمة؟

(ترجمہ) مشائخ طریقت کے جو سلسلے مشہور ہیں مثلاً قادریہ شاذلیہ وغیرہ تو کیا ان میں سے کسی سلسلے میں کسی مرشد سے بیعت ہونا اور مرشد کی ہر ہدایت پر عمل کرنا واجب ہے؟ اور اگر کوئی شخص کسی مرشد سے بیعت نہ ہو تو کیا سوئے خاتمہ کا خطرہ ہے؟

(جواب ٦٤) لا يلزم بيعة الرسمية فى طريقة من طرق المشائخ نعم تستحب فمن اتى بهاو فى توفى اجرها ومن لم يات بها و سلك الطريق المستقيم اخذ امن الكتاب والسنة واداب السلف الصالحين لا يخشى عليه سوء الخاتمة هذا والله اعلم محمد كفايت الله كان الله له' مدرسه امينيه دهلى

---

(١) والولى هو العارف بالله تعالى و صفاته حسب ما يمكن المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصى (شرح العقائد ص ١٤٥ ' ط مكتبه خير كثير' كراچى)

(ترجمہ) مشائخ طریقت کے مشہور و مروجہ سلسلوں میں بیعت ہونا (شرعاً) لازم نہیں ہے ہاں مستحب ہے توجو شخص بیعت اختیار کرے اور کماحقہ عمل کرے توماجور ہوگا اور جو بیعت اختیار نہ کرے مگر کتاب و سنت اور آداب سلف و صالحین کے مطابق صراط مستقیم پر گامزن رہے اس کے سوئے خاتمہ کا خطرہ نہیں ہے(۱) میری رائے تو یہی ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ علیم و خبیر ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) مرید ہونے کا مطلب
(۲) مرید ہونا مستحب ہے
(۳) بیعت کرنا اور مرید ہونا دونوں کا ایک ہی مطلب ہے
(۴) کیا بغیر مرید ہونے مرنے سے نقصان پہنچے گا؟
(۵) مرید ہونا ضروری نہیں
(۶) خلاف شرع حرکت کرنے والے پیروں کا مرید ہونا جائز نہیں.

(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۳۴ء)

(سوال) (۱) مرید کرنے یا مرید ہونے کے کیا معنی ہیں؟ (۲) مرید ہونے کے متعلق شریعت میں کوئی تاکید یا ہدایت ہے یا نہیں (۳) کیا بیعت کرنا اور مرید ہونا دونوں ایک ہی طرح کا عمل ہے (۴) اگر کوئی شخص بغیر مرید ہوئے مر جائے تو کیا آخرت میں اس کو کچھ نقصان پہنچے گا (۵) اگر مرید ہونا لازمی ہے تو مرید کرنے کا حق کس کو ہے؟ (۶) مرید ہونے کے متعلق اگر مزید تفصیلات ہوں تو تحریر فرمائیے؟

(جواب ۶۵) کسی بزرگ کے ہاتھ پر یہ معاہدہ کرنا کہ میں آئندہ معصیت نہ کروں گا اور تصفیہ قلب کے لئے آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا' اس کا نام بیعت کرنا یا مرید ہونا ہے(۲) (۲) کوئی تاکید نہیں صرف استحباب اور اولویت کا درجہ ہے(۳) (۳) دونوں کا ایک ہی مطلب ہے (۴) اگر وہ شریعت کے احکام کے مطابق عمل کرتا رہا تو اس کو صرف اس وجہ سے کہ وہ کسی کا مرید نہیں تھا کوئی نقصان نہیں ہوگا (۵) لازمی تو نہیں مگر جائز ہے اور مرید کرنے والا شخص واقف شریعت اور متبع سنت ہونا چاہئیے (۶) عام طور پر لوگ ایسے پیروں کے مرید ہو جاتے ہیں جن کے افعال صریحاً خلاف شریعت ہوتے ہیں مثلاً پیر صاحب

---

(۱) اعلم ان البیعة سنة و لیست بواجبة لان الناس بایعوا النبی ﷺ و تقربو ابها الی الله تعالیٰ ولم یدل دلیل علی تاثیم تارکها ولم ینکر احد من الائمه علی تارکها (القول الجمیل: الفصل الثانی' ص ۱۲ ط کلکة)
(۲) اعلم ان البیعة المتوارثه بین الصوفیة علی وجوه : احد ها بیعة التوبة من المعاصی الخ (القول الجمیل: الفصل الثانی' ص ۱۲ ط کلکة)
(۳) اعلم ان البیعة سنة و لیست بواجبة ...... ولم یدل دلیل علی تاثیم تارکها ولم ینکر احد علی تارکها (القول الجمیل: والفصل الثانی' ص ۱۲ ط کلکة)

نماز نہیں پڑھتے یا نشہ استعمال کرتے ہیں یا اور اسی قسم کی خلاف شرع حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں اور لوگ ان کو خدا رسیدہ سمجھتے ہیں یہ سخت غلطی ہے ایسے لوگوں کا مرید ہونا ناجائز ہے پیر کو عالم متقی متبع سنت پابند شریعت ہونا چاہیئے۔ (۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

حرام افعال کے مرتکب پیر کے حلقہ بیعت میں داخل ہونا حرام ہے

(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۶ء)

(سوال) یہاں چاٹگام کے قریب ایک قریہ ہے جس میں ایک بزرگ کا درگاہ ہے جسکا نام مجھبندار شریف رکھا گیا ہے اور جو بزرگ درگاہ میں ہیں اس کا نام مولانا مولوی احمد اللہ شاہ تھا جو عرصہ بیس سال قبل ان کا انتقال ہوا اور آج ان کا خلیفہ جانشین خود کا لڑکا مولوی غلام الرحمٰن ہے جو ہمیشہ مست رہتا ہے چلم حقہ خوب پیتا ہے کھانا پینا کبھی کبھی کھاتا پیتا ہے مگر غسل وضو کبھی نہیں کرتا ہاتھ منہ بھی نہیں دھوتا بالکل مادر زاد برہنہ رہتا ہے اس کی اولاد بھی ہے لوگ مرد و عورت سب اس کے لئے اور درگاہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور عورتیں بھی اس کے ستر کو دیکھتی ہیں چند مولوی حضرات جو اس کے خلیفہ ہیں مثلاً مولوی امین الحق فرہاد آبادی و مولوی عبد السلام وغیرہ کہتے ہیں کہ سجدہ کرنا بزرگان دین کے لئے جائز ہے اس کے اکثر مرید مالدار ہیں مگر بے نمازی ہیں زکوۃ بھی نہیں نکالتے ہر سال چندہ کر کے عرس منایا جاتا ہے اس میں ہزاروں مرد و عورت تماشے کے لئے جمع ہوتے ہیں طوائفیں بھی آتی ہیں خوب ناچ گانا ہوتا ہے زائرین قربانیاں نذر و نیاز کے نام سے لاکر ذبح کرتے ہیں ذبح کے وقت بسم بنداری یا بسم احمد اللہ پڑھتے ہیں پھول ہار سے مزین کر کے ذبح کرتے ہیں کہتے ہیں جنہوں نے چالیس بار زیارت کیا وہ حج کا ثواب ہوگا اس لئے اکثر لوگ حج کو نہیں جاتے وغیرہ۔

(جواب ٦٦) وضوء غسل نہ کرنا۔ نماز روزہ زکوٰۃ اور فرائض شرعیہ ادا نہ کرنا اور اپنے لئے سجدہ کرانا اور جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا یا کرانا اور رنڈیوں کو ناچ گانے کی اجازت دینا اور فواحشات کا مرتکب ہونا یہ تمام افعال حرام اور سخت کبائر اور موجبات فسق ہیں (۲) اور ان کو حلال سمجھنا کفر ہے (۳) یہ لوگ جو ان فواحش کے مرتکب اور ذمہ دار ہیں زندیق ہیں ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہونا حرام ہے (۴) غیر

---

(۱) والولی هو العارف بالله تعالی و صفاته حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی (شرح العقائد' ص ١٤٥' ط مکتبه خیر کثیر' کراچی)

(۲) و یجوز ان یکون مرتکب الکبیره مؤمنا فاسقا غیر کافر (شرح الفقه الاکبر' مرتکب الکبیره' ص ١٤٠ ط قطر)

(۳) لکن فی شرح العقائد للنسفی' استحلال المعصیة کفر اذا ثبت کونها معصیة بدلیل قطعی (رد المحتار' باب زکوٰة الغنم' مطلب استحلال المعصیة کفر ۲۹۲/۲ ط سعید)

(٤) والولی هو العارف بالله تعالی و صفاته حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی (شرح العقائد ص ١٤٥ ط مکتبه خیر کثیر کراچی)

اللہ کو سجدہ کرنا شریعت محمدیہ میں ہرگز مباح نہیں آیات سجدہ ملائکہ اور سجدہ برادران حضرت یوسف علیہ السلام امم سابقہ کے واقعات ہیں اور امم سابقہ کے احکام ہمارے لئے اس وقت حجت ہوتے ہیں جب کہ ہماری شریعت میں اس کے خلاف حکم نہ آیا ہو اور ظاہر ہے کہ شریعت محمدیہ میں سجدہ غیر اللہ کی حرمت اور ممانعت صراحۃً موجود ہے (۱) اگر غیر اللہ کو سجدہ عبادت کیا جائے تو کفر ہے اور سجدہ تحیۃ ہو تو حرام اور موجب فسق ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل دوم۔ ریاضت

تزکیہ نفس کے لئے کئے جانے والے مراقبے میں ناجائز کام نہ ہو تو مباح ہے

(سوال) کیا ازروئے قرآن کریم یا احادیث صحیحہ مراقبہ یعنی چند آدمیوں کا اندھیرے میں بیٹھ کر مسجد کے ایک پہلو میں کچھ پڑھنا یا امام صاحب کا ان پر توجہ ڈالنا یا منہ پر کپڑا ڈال کر کسی کا تصور باندھ کر کچھ وظائف وغیرہ پڑھنا جائز ہے ؟ کیا رسول کریم ﷺ نے اس طرح کا فعل کیا یا کرنے کا حکم دیا ہے ؟

المستفتی نمبر ۸۴۸ رحیم بخش (آبادان ایران) ۲۲ ربیع الثانی مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۶۷) مراقبہ اور اسی قسم کے اور افعال جو مشائخ کے یہاں تزکیہ نفس اور ریاضت کے سلسلے میں معمول ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی ناجائز چیز شامل نہ ہو مباح ہیں فی حد ذاتہ مقاصد میں داخل نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود یعنی تذکر قلب یا تخلیۂ رذائل یا تحلیۂ بالفضائل کے ذرائع میں سے ہیں (۳) پس اگر کوئی انہیں عمل میں نہ لائے یا ان کو نہ مانے تو اس پر کوئی شرعی مواخذہ نہیں حضور ﷺ یا صحابہ کرامؓ سے ان اعمال کی موجودہ مروجہ شکلیں ثابت نہیں ہاں اصولاً یہ چیزیں شریعت کے دائرہ کے اندر ہیں بشرطیکہ بتانے والا شیخ عالم متقی اور متبع سنت ہو۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) وقد کان هذا شائعا فی شرائعهم اذا سلموا علی الکبیر یسجدون له' ولم یزل هذا جائز امن لدن آدم الی شریعة عیسی علیه السلام فحرم هذا فی هذه الملة و جعل السجود مختصا بجناب الرب سبحانه (تفسیر ابن کثیر: یوسف ۱۰۰' ۲/۴۹۱' ط سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) ان علی وجه التعظیم والعبادة کفر' وان علی وجه التحیه لا ' وصار آثما مرتکبا للکبیرة (الدر المختار و شرحه ' کتاب الحظر والا باحة' باب الاستهزاء' ۶/۳۸۳ ط سعید)

(۳) فلیتلفظ السالك الله حاضری الله ناظری الله معی' او یتخیل فی الجنان ثم یتصور حضوره تعالے ونظره و معیته' تصور اجیداً مستقیماً مع تنزیه عن الجهة والمکان' حتی یستغرق فی هذاالتصور الخ (القول الجمیل' الفصل الرابع' ص ۳۸ ط کلکة) وفی اعلاء السنن' وبهذا اند حض ابرار بغض الناس علی الصوفیة بانهم احترعوا ازکاراً من انفسهم لا اصل لها فی السنة کذکر الاثبات بلفظ الا الله' الا الله فالاذکار التی احترعها المشایخ وان لم تکن ماثورةً فانها مقدمات لقبول القلب وصلاحیته للذکر الماثور (باب الذکر' ۱۸/۴۵۳ ۴۵۴' ط ادارة القرآن العلوم الاسلامیه' کراچی)

تصور شیخ کا حکم

(سوال) آج کل عموماً جتنے پیر و مرشد ہوا کرتے ہیں وہ مرید کرنے کے بعد مرید کو پہلے وظائف بتلاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ میری صورت کا تصور کرو اور اپنی صورت کو وسیلہ قرار دیتے ہیں ذات باری تعالیٰ جل شانہ کے تصور کا' اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا رہبر کی صورت کا تصور جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہے تو اس میں کچھ ثواب ہے یا نہیں اور یہ کہ اگر مرید کا جام عمر اس صورت میں لبریز ہو گیا تو کیا اس کی موت صورت پرستی پر ہو گی ؟

المستفتی نمبر ۷۷۷ سید حمید شاہ (پامرو' ضلع کسٹنا) یکم ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۵ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ٦٨) تصور کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ مرشد کا خیال پیش نظر رہے تاکہ منہیات کے ارتکاب سے احتراز کرنا آسان ہو اس سے زیادہ اس کی کوئی وقعت نہیں اور عبادت یعنی نماز کے اندر یہ تصور اور خیال بھی نہ ہونا چاہئیے نماز میں توتعبد الله كانك تراه (۱) کی تعلیم ہے یعنی یہ خیال رہے کہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں اور اس کے سامنے ہوں اور گویا اس کو دیکھ رہا ہوں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز یا مراقبہ میں تصور شیخ کا حکم

(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۴ جون ۱۹۳۷ء)

(سوال) تصور شیخ جو کہ اکثر مشائخ اپنے مریدوں کو تلقین کرتے ہیں مراقبہ میں یا نماز میں جائز ہے یا نہیں ؟ خصوصاً جب کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ ہو۔

(جواب ٦٩) تصور کا مسئلہ تصوف کا مسئلہ ہے صوفیہ اس کو توحید خیال کے لئے مفید سمجھتے ہیں لیکن نماز کی حالت میں اصول فقہیہ کی رو سے اس کی اجازت دینی مشکل ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) مشكوة المصابيح : كتاب الايمان' الفصل الاول ۱۱/۱ ' ط سعيد

(۲) قال ابوذر : قال رسول الله ﷺ لا يزال الله عزو جل مقبلاً على العبد' وهو فى صلوته' مالم يلتفت فاذا التفت انصرف عنه (سنن ابى داؤد ' باب الالتفات فى الصلوة ۱۳۸/۱' ط امداديه' ملتان)

تیسرا باب
متفرقات

شعر " اللہ کے پلے میں سوائے وحدت "الخ ملحدانہ شعر ہے، ایسی غزل خوانی کی مجالس میں شرکت سے بچنا ضروری ہے

(سوال) چارپانچ ڈاڑھی منڈے بے نماز زنانی و مردانی مجلسوں میں بیٹھ کر نعت خوانی و غزل خوانی اور منڈھا خوانی نہایت خوش الحانی سے کرتے ہیں اور ایسے اشعار پڑھتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی توہین ہوتی ہے مثلاً "اللہ کے پلے میں سوائے وحدت کے رکھا ہی کیا ہے، ہمیں جو کچھ لینا ہے وہ سرکار محمد سے لے لیں گے" وغیرہ ایسی مجلسوں میں شرکت جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۶۲ - ۲۳ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۰) یہ اشعار جو سوال میں مذکور ہیں سخت ملحدانہ اور عوام مسلمین کی گمراہی کا باعث ہیں اور اسی قسم کی غزل خوانی کو نعت خوانی کے نام سے مشہور کیا جاتا ہے در حقیقت شریعت اور پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین ہے اور عورتوں کے مجمع میں نوجوان مردوں کا خوش الحانی سے گانا موجب شیوع فسق ہے لہذا یہ تمام باتیں جو سوال میں مذکور ہیں ناجائز اور حرام ہیں اور بعض تو زندقہ والحاد میں داخل ہیں (۱) مسلمانوں کو ایسی مجالس سے بچنا فرض ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

متبع شرع عالم دین کی توہین اس کے علم کی وجہ سے کرنا کفر ہے، تصوف شرعی علوم میں داخل ہے

(سوال) ایک بزرگ عالم باعمل اہل سنت والجماعت ذکر الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہتے ہیں سنت جناب رسول اکرم ﷺ پر قربان و فدا اور بدعات سے نہایت متنفر اور بیزار اہل اسلام کو ذکر الٰہی کرنے کی ترغیب و ہدایت دیتے ہیں جن کے وعظ و ہدایت سے ایک گروہ اہل اسلام نماز پنجگانہ، نوافل و تہجد و ذکر و شغل رابطہ مراقبہ محاسبہ میں مشغول ہے اور شریعت جناب سرور عالم ﷺ پر قائم اگر کوئی شخص یا بہت سے آدمی مل کر اس گروہ یادالٰہی والوں کی خواہ مخواہ مخالفت کریں یا ان پر استہزا کریں تو عند الشرع ان پر کیا حکم ہوگا۔

جو شخص اپنے آپ کو مسلمان اور مقلد ظاہر کرے اور علم تصوف سے منکر ہو یا علم تصوف اور صوفیوں اور ذکر الٰہی کرنے والوں کو حقیر جانے اس پر کیا حکم ہے ؟

---

(۱) اذا وصف اللہ تعالی بما لا یلیق بہ او سخر اسما من اسمائہ تعالیٰ، او بامر من اوامرہ، او انکر وعدا او وعیدا یکفر الخ (الفتاویٰ البزازیہ علی ہامش الہندیہ، الثانی فیما یتعلق باللہ تعالی ۶/۳۴۳ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(جواب ۷۱) جو لوگ کہ احکام شرعیہ کے پابند اور سنت نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ کے موافق عامل اور ذکر واشغال مشروعہ میں مشغول رہتے ہیں ان کی توہین و تذلیل کرنا یا استخفاف واستہزاء سے پیش آنا اگر ان کے عمل واتباع شریعت و امتثال احکام الٰہیہ و نبویہ کی وجہ سے ہو تو بے شک وشبہہ کفر ہے کیونکہ وہ در حقیقت شریعت بیضاو سنت غرا کا استخفاف ہے جس کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ترك السنن فان راها حقًا اثم والا كفر (در مختار) قوله والا كفر اى بان استخف فيقول هى فعل النبى ﷺ وانا لا افعله الخ (ردالمحتار) (۱) وفى العقائد النسفية والا ستهزاء على الشريعة كفر انتهى(۲) بالخصوص کسی بزرگ عالم کی توہین یا تذلیل کرنا بہت سخت گناہ ہے عن ابى امامة مرفوعًا ثلاثة لا يستخفهم الا المنافق ذو الشيبة فى الاسلام و ذو العلم وامام مقسط (رواه الطبرانى فى الكبير انتهى (كذافى مجموعة الفتاوىٰ)(۳) و فيها نقلا عن البزازية ،ستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم والعلم صفة الله تعالى منحه فضلا على خيار عباده ليد لواخلقه على شرعه نيابة عن رسله فاستخفافه بهذا يعلم انه من يهود انتهى(٤)

علم تصوف جسے علم اخلاق و علم القلب کہا جاتا ہے شرعی علوم میں داخل ہے اور اس میں سے اتنی مقدار کا سیکھنا جس کے ذریعے سے اپنے رذائل باطنیہ کا ازالہ اور اخلاق و ملکات نفسانیہ کے استعمال محرم سے اجتناب ہو سکے لازم ہے فى تبيين المحارم لاشك فى فرضية علم الفرائض الخمس و علم الاخلاص لان صحة العمل موقوفة عليه و علم الحلال والحرام و علم الرياء لان العابد محروم من ثواب عمله بالرياء و علم الحسد وا لعجب اذ هما يا كلان العمل كما تاكل النار الحطب الخ (رد المحتار) (۵) وقال فى رد المحتارلما علمت ان علم الاخلاص والعجب والحسد والرياء فرض عين و مثلها غير ها من آفات النفوس كالكبر والشح والحقد والغش والغضب والعداوة والبغضاء والطمع والبخل والبطرو الخيلاء والخيانة والمداهنة والا ستكبار عن الحق والمكرو المخادعة والقسوة وطول الامل و نحوها مما هو مبين فى ربع المهلكات من الاحياء قال فيه ولا ينفك عنها بشر فيلزمه ان يتعلم منها ما يرى نفسه محتاجا اليه وازالتها فرض عين الخ (رد المحتار) (٦) ہاں صوفیہ

---

(۱) باب الوتر والنوافل ۲/ ۲۲ ط سعید
(۲) ص : ۱٦۷، ط مکتبہ خیر کثیر کراچی
(۳) کتاب الکراهیة ٤ / ۳۵۳ ط لکھنؤ
(٤) کتاب الکراهیة ٤/ ۳۵۲ ط لکھنؤ
(۵) مطلب فی فرض الکفایة و فرض العین، ۱/ ٤۲ ط سعید
(٦) مقدمه ۱/ ۳ ٤، ط سعید

کے اذکار و مراقبات وغیرہ کا علم جو زائد از حاجت ہو وہ فرض وواجب نہیں مگر مستحب ضرور ہے (۱) پس اس علم کو مطلقاً برا کہنے والا فاسق ہے اور استخفاف واستہزا میں خوف کفر ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پمفلٹ میں مذکور تمام باتیں صحیح ہیں!

(سوال) ایک شخص نے جو اپنے آپ کو طبقہ فقرا میں سے بتاتے ہیں اپنی قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے اور ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس میں مندرجہ ذیل امور پر نفیاً و اثباتاً روشنی ڈالی ہے۔

(۱) نسل و خاندان پر فخر و غرور زمانہ جاہلیت کی یادگار ہے اور اسلام نے پتھر کے بتوں کی طرح اس کو بھی توڑا ہے۔

(۲) فقراء کو چاہئے کہ وہ سستی کاہلی اور بے عملی جمود اور نشہ بازی کی عادتوں کو ترک کر دیں۔

(۳) جو فقر الو ہا پہنتے' سینگ بجاتے' ماتھے پر بصورت الف ٹیکا لگاتے' بدن پر راکھ ملتے اور لنگوٹا باندھ کر برہنہ رہتے ہیں وہ گناہ گار ہیں اور اسلامی تعلیمات کے خلاف جا رہے ہیں

(۴) فقیروں کو نفس کشی کے بہانے گداگری کرنا اور مرید بنا کر لوگوں کو خلاف سنت اعمال کی ترغیب دینا' عقل و خرد رکھتے ہوئے اپنے آپ کو ملنگ کہنا منع ہے۔

(۵) السلام علیکم کے بجائے یا علی مدد اور وعلیکم السلام کے بجائے مولی علی مدد کہنا ناجائز ہے۔

(۶) ڈھولک سارنگی کے ساتھ گانا سننا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

(۷) فقیری کو ایک مستقل پیشہ بنانا سخت معیوب ہے۔

(۸) فقرا کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے مدرسے کھولیں اور ان میں مذہبی تعلیم کا انتظام کریں ان مدارس میں دستکاری کی تعلیم بھی دی جائے۔

(۹) فقراء کو صرف خدا ہی کا محتاج ہونا چاہئے۔

(۱۰) فقراء صرف خدا سے لو لگائیں اسی ذات کو مستعان اور حاجت روا سمجھیں

(۱۱) شادیوں میں گانٹھ رنگ وغیرہ ترک کر دیئے جائیں۔

(۱۲) بارات میں ناچ رنگ اور تاشہ باجہ ممنوع ہیں۔

(۱۳) رخصت کے وقت لوگوں کو جہیز وغیرہ نہیں دکھانا چاہئے۔

(۱۴) چالا گونہ وغیرہ قابل ترک ہیں کھانے کی جو رسم جھوٹ کے نام سے موسوم ہے ترک کر دینی چاہئے۔

(۱۵) غمی کے موقع پر تعزیت کنندگان کے لئے پان حقہ اور کھانا مہیا کرنا قابل ترک ہے۔

---

(۱) و مندوبا: وهو التبحر فی الفقه و علم القلب (الدر المختار مع رد المحتار ' مقدمه ۱/۴۳ ط سعید)

(۲) الاستهزاء بالعلم والعلماء کفر (الاشباه والنظائر' الفن الاول' کتاب السیر ص ۱۹۱ ط بیروت)

(۱۶) تیجہ دسواں چہلم وغیرہ رسوم کا ترک کرنا مستحسن ہے۔

صاحب رسالہ نے مندرجہ بالا امور لکھے ہیں وہ ازروئے شرع شریف صحیح ہیں یا نہیں اور فقرا کو ان پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۵۳ محمد عمر علی قصبہ پلکھوہ ضلع میرٹھ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۷۲) یہ تمام امور صحیح ہیں اور شرع شریف کی تعلیم کے مطابق ہیں پہلے نمبر کا مطلب یہ ہے کہ نسل اور خاندان پر تکبر اور ایسا فخر کرنا جس سے دوسرے مسلمانوں کی توہین ہوتی ہو ناجائز ہے اور باقی سب نمبر درست ہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کیا جاہل شخص ولی بن سکتا ہے ؟

(سوال) جاہل آدمی عارف ولی ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اور اگر قسمت کی تیزی سے ہو جائے تو اس کو علم لدنی حاصل ہونا ضروری ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۹۴۴ محمد مقصود احمد خاں (تانبوے) ۲۹ صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۳) عرفی طور پر جاہل آدمی یعنی لوگ جس کو جاہل سمجھتے ہوں وہ ولی ہو سکتا ہے اور ولایت

---

(۱) ☆(۱) عن ابی هريرة قال : " رسول الله ﷺ :" ان الله قد اذهب عنكم عبية الجاهلية و فخرها بالآباء مؤمن تقى و فاجر شقى' انتم بنو آدم و آدم من تراب' ليدعن رجال فخر هم باقوام" (سنن ابی داؤد: باب التفاخر بالاحساب' ۲/ ۳۵۰' ط امدادیه ملتان)

☆ (۲) عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال :" كل مسكر مر' و كل مسكر حرام (صحيح مسلم' باب ان كل مسكر حرام ۲/ ۱۶۷ ط قديمى كتب خانه' كراچى)

☆ (۳-۶)قال رحمه الله تعالى :" السماع والقول والرقص الذى يفعله المتصوفة فى زماننا حرام' لا يجوز القصد اليه والجلوس عليه' وهو والغناء والمزامير سواء (العالمگیریة' الباب السابع عشر فى الغناء واللهو ۵/ ۳۵۲ ط ماجدیه ' کوئٹه)

☆ (٤) واما الذين يتعبدون بالرياضيات والخلوات ويتر كون الجمع والجماعات' فهم الذين ضل سعيهم فى الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا (شرح العقيدة الطحاوية ص ٥١٤ ط قديمى كتب خانه' كراچى)

☆(٥) عن عبدالله بن بسر قال : " كان رسول الله ﷺ اذا اتى باب قوم..... ويقول :" السلام عليكم" (سنن ابى داؤد: باب كم مرة يسلم الرجل فى الاستيذان' ۲/ ۲۵۸ ط امدادیه ملتان)

☆(۸) وفى القنية : "له اكراه طفله على تعليم قرآن وادب و علم لفريضته على الوالدين" (الدر المختار 'باب التعزير ٤/ ۷۸' ط سعيد)

☆(۱۱-۱۲) استماع صوت الملاهى كضرب قضب و نحوه حرام (الدر المختار ' كتاب الحظر والا باحة ٦/ ۳٤۹' ط سعيد)

☆(١٤-١٥) و يكره اتخاذ الضيافة من اهل الميت' لانه شرع فى السرور لا فى الشرور' وهى بدعة مستقبحة' وروى الامام احمد و ابن ماجه باسناده عن جرير بن عبدالله' كنا نعد الايقاع الى اهل الميت و صنعهم الطعام من النياحة (رد المحتار ' كتاب الجنائز' مطلب فى كراهية الضيافة من اهل الميت ۲/ ۲٤۰' ط سعيد)

(١٦) و يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث و بعد الاسوع ..... (مرجع سابق)

کے لئے جس قدر علم ضروری ہے وہ خداوند تعالیٰ اس کو عطا فرمادیتا ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کرامت بعد الموت ممکن نہیں

(سوال) کیا مرنے کے بعد کسی ولی کی کرامت ماننا کفر ہے ؟ المستفتی نمبر ۷۹۵ مولوی عبدالحلیم (ضلع پشاور) ۴ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۴) ولی کی کرامت بعد موت بھی ممکن ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنے آنکھوں پر لگانے کا حکم.

(سوال) (۱) اذان کے درمیان جب مؤذن اشهد ان محمدا رسول الله کہتا ہے تو نام مبارک محمد پر سامعین اپنے دونوں ہاتھوں کے ابہام کو چوم کر آنکھوں پر رکھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۲۸۳ محمد گھوڑو خاں صاحب (ضلع دھارواڑ) ۱۹ شوال ۱۳۵۵ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۵) آنحضرت ﷺ کا نام نامی سننے پر ابہام کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا سنت نہیں ہے حضور ﷺ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا اور نہ صحابہ کرامؓ سے یہ عمل درآمد ہوا ہاں مسند فردوس دیلمی سے ایک روایت اس کے متعلق نقل کی گئی ہے وہ روایت ضعیف ہے(۳) بعض بزرگوں نے اس عمل کو آنکھیں نہ دکھنے کے لئے مؤثر بتایا ہے تو اگر کوئی شخص اس کو سنت نہ سمجھے اور آنکھوں کے نہ دکھنے کے لئے بطور ایک علاج کے عمل کرے تو اس کے لئے فی نفسہ یہ عمل مباح ہوگا مگر لوگ اس کو شرعی چیز اور سنت سمجھ کرتے ہیں اس لئے اس کو ترک کردینا ہی بہتر ہے تاکہ لوگ التباس میں مبتلا نہ ہوں۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

شجرہ کو قبر میں دفن کرنا جائز نہیں.

(سوال)جو شخص کسی پیر کا مرید ہو اور اس کا شجرہ دوسرے گاؤں کو رہ گیا ہو اور اس شخص کا دوسری جگہ

---

(۱) و الولی هو العارف بالله تعالیٰ و صفاته حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی (شرح العقائد النسفیة' ص ۱۴۵ ط مکتبه خیر کثیر کراچی)
(۲) عن عائشة ؓ لمامات النجاشی کنا نتحدث انه لا یزال یری علیٰ قبره نور رواه ابوداؤد (مشکوة المصابیح' باب الکرامات ۲/۵۴۵' ط سعید)
(۳) وکتاب الفردوس : من قبل ظفری ابهامه' عند سماع اشهدان محمدا رسول الله فی الاذان' انا قائده' و مدخله فی صفوف الجنة" و تمامه فی حواشی البحر للرملی عن المقاصد الحسنة للسخاوی' و ذکر ذلك الجراحی وطال' ثم قال: ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیءٌ (رد المحتار' باب الاذان ۱/۳۵۸ ط سعید)
(۴) ای وکل جائز ادی الی اعتقاد ذلك کره (رد المحتار' کتاب الصلاة ۱/۳۷۱' ط سعید)

انتقال ہو جائے تو اس شجرہ کو کیا کرنا چاہئے بعض کہتے ہیں کہ بعد میں اس قبر پر تھوڑا کھود کر اس میں دفن کر دینا چاہئے۔ **المستفتی** نمبر ۱۳۷۸ شیخ اعظم شیخ معظم ملاجی صاحب (مغربی خاندیس) ۷ ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۶) شجرہ کو قبر میں دفن کرنا ناجائز ہے انتقال کے بعد شجرہ کسی دوسرے شخص کے کام میں آجائے گا۔(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

نامحرم عورت کا مرشد کے ساتھ رہنا جائز نہیں .

(سوال) زید بعمر ۷۵ سال ایک مستند عالم فاضل اجل مدرسہ عربیہ دیوبند کا قدیم سند یافتہ حافظ قاری حاجی سلسلہ عالیہ نقش بندیہ مجددیہ کا کامل مکمل بزرگ متبع سنت کہ شاید اس کی نظیر متقدمین میں ہی ملے زہد و اتقا میں آپ اپنی نظیر۔ صحبت ایسی بابرکت اور پر اثر کہ بہت سے نسبت مجددیہ سے سرشار ہو کر سلوک ختم کر چکے اور بفضلہ تعالیٰ اشاعت طریقہ میں مشغول ہیں۔

ایک عورت مسماۃ خالدہ بعمر ۳۰ سال 'انگریزی تعلیم یافتہ جدید تہذیب و تمدن کی دلدادہ اس کی اپنے خاوند سے اس بنا پر ناچاقی ہو گئی کہ وہ قادیانی مذہب پر تھا خالدہ کو بھی مجبور کرتا تھا کہ قادیانی مذہب اختیار کرے خاوند نے خالدہ کو میکے پہنچادیا اور کہہ دیا کہ میرے یہاں آنے پر تجھ کو طلاق ہے بلکہ اس کو لکھ دیا خالدہ نے میکے آکر زید کی صحبت اختیار کی اور مرید ہو گئی زید کی صحبت اور توجہ کا خالدہ پر یہ اثر ہوا کہ انگریزی تہذیب و تمدن غائب ہو گیا خالدہ پر اب ،زید کی جدائی شاق ہے معمولات طریقت پر حسب ہدایت سختی سے پابند ہے زید کی ہر خدمت مثلاً وضو کا پانی دینا' سوتے میں پنکھا جھلنا' غسل کرانا' کپڑے سینا سب کچھ اپنے ذمے لے لیا ہے' زید کو بھی اس سے مثل بیٹی کے ایسی ہی محبت ہے چنانچہ زید اس کو بیٹی ہی کہتا اور لکھتا ہے پردہ نہیں ہے چنانچہ جہاں جاتا ہے خالدہ بھی ساتھ جاتی ہے کھانا بھی ساتھ کھاتے ہیں ایک ہی کمرے میں سوتے ہیں حتیٰ کہ زید کبھی اپنے ہاتھ سے خالدہ کے منہ میں لقمہ بھی دیتا ہے خالدہ کی یوماً فیوماً استقامت شریعت ترقی پذیر ہے سلوک قریب الختم ہے لباس اور ہر چیز شریعت و طریقت ہے۔

لوگ ان تعلقات پر انگشت بدنداں ہیں زید یہ جواب دیتا ہے کہ میری عمر تقریباً ۷۵ سال ہو چکی ہے شہوانی خیالات کا مجھ پر اثر بھی باقی نہیں ہے میں جو کچھ کرتا ہوں حسبۃً للہ خالدہ کی تکمیل کے واسطے کرتا ہوں کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ زید اس امر میں کذب کا مرتکب ہو نہ ان امور کو پوشیدہ

---

(۱) وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن "يسين" والكهف و نحوهما خوفًا من صديد للميت والقياس المذكور ممنوع لان القصد ثم التميز و هنا التبرك فالا سماء المعذلمه باقيه على حالها فلا يجوز تعريضها للنجاسة (رد المحتار' مطلب فيما يكتب على كفن الميت ۲/۲٤٦' ط سعيد)

رکھتا ہے خالدہ کے خاندان کے سب لوگ موجود ہوتے ہیں دلیل میں پارہ نمبر ۷ ا کی آیت حجاب (غیر اولی الاربة) اور حدیث جابر حجتہ الوداع واقعہ فضل بن عباس اور حدیث ام ہانی فتح مکہ بیان کرتا ہے۔

اگر ان امور میں شرعی حرمت یا عدم جواز ہے تو زید و خالدہ کے باطنی امور سلب ہو جانے چاہئیے تھے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ جملہ مشاغل شرعی ترقی پذیر اور صحبت و توجہ میں اثر بدستور ہے۔ **المستفتی** نمبر ۲۷۸۱ حکیم عبدالقدیر خاں۔ بہرائچ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۴۴ء

(جواب ۷۷) آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ خالدہ ابھی تک منکوحہ عورت ہے اس کے شوہر نے اس کو میکے پہنچادیا ہے اور یہ کہہ دیا ہے یا لکھ دیا ہے کہ اگر تو میرے یہاں آئی تو تجھ پر طلاق ہے اور سوال سے یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ اس کے بعد خالدہ زوج کے یہاں گئی اور مطلقہ ہو گئی پس اگر وہ اب تک منکوحہ عورت ہے تو اس کو اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر میکے کے سوا کسی دوسری جگہ رہنا ہی جائز نہیں (۱) پھر منکوحہ غیر منکوحہ کے امتیاز سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی وہ اپنے مرشد زید کی غیر محرم ہے غیر محرم عورت کا مرشد کے ساتھ ایک حجرے میں تنہا رہنا' سونا' زید کا اس کے منہ میں لقمہ دینا' یہ سب باتیں باوجود بد ظنی نہ کرنے کے بھی قانون شریعت کے خلاف ہیں (۲) اور قانون شریعت کی خلاف ورزی مرشد کے لئے دوسروں سے زیادہ قابل گرفت ہے کیونکہ اس کا فعل دوسروں کے لئے حجت ہوتا ہے اور نفس پرست اس سے اپنی بوالہوسی کے لئے استدلال کر سکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ "اگر یہ امور خلاف شریعت ہیں تو زید و خالدہ کے باطنی امور سلب ہو جانے چاہئیے تھے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ ان کے باطنی امور سلب نہیں ہوئے تو یہ بات بھی ہمارے جواب پر اثر انداز نہیں ہو سکتی کیونکہ جواب قانون شرع پر مبنی ہے اور سلب ہونا نہ ہونا معاملہ خداوندی پر موقوف ہے جو علیم بذات الصدور ہے' ایک شخص قانون کی رو سے ماخوذ اور عنداللہ بری ہو سکتا ہے جیسے منصور حلاج اور اگر ہم اسے تسلیم ہی نہ کریں کہ ان دونوں کے باطنی کمالات سلب نہیں ہوئے تو یہ بھی درست ہے کیونکہ ہمارے پاس علم بالباطن کا کوئی ذریعہ نہیں ہے **وما يدريك ان الله اكرمه والله لا ادری وانا رسول الله ما يفعل بی** (۳) ہم تو اس کے مکلف ہیں کہ کسی شخص کے اعمال کو اسوہ حسنہ اور سیرۃ مقدسہ جناب خاتم المرسلین رحمتہ للعلمین ﷺ کی کسوٹی پر جانچیں حضور ﷺ کا فرمان یہ ہے **لا يخلون رجل بامراة الا كان ثالثها**

---

(۱) فلا تخرج الا لحق لها او عليها اولزيارة ابو يها كل جمعة او المحارم كل سنة او لكونها قابلة او غاسلة لا فيما عداذلك (الدرالمختار مع ردالمحتار' مطلب فی منع الزوجه نفسها بقبض المهر ۳/۱۴۳' ط سعيد)

(۲) عن جابر قال : قال رسول الله ﷺ الا لا يبيتن رجل عند امراة ثيب الا ان يكون ناكحا او ذا محرم (صحيح الامام مسلم: باب تحريم الخلوة بالا جنبيه' ۲/۲۱۵' ط قديمی كتب خانه' كراچی)

(۳) مشكوة المصابيح: باب البكاء والخوف' الفصل الاول ۲/۲۵۶' ط سعيد)

الشیطان (۱) اور حضور کا عمل یہ ہے واللہ ما مست یدہ ید امراۃ قط (۲) یعنی تمام عمر حضور ﷺ نے عورتوں کو بیعت کرتے وقت بھی عورت کے ہاتھ کو اپنا دست مبارک نہیں لگایا۔ ﷺ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ماثور وظائف کو ثابت شدہ ترتیب سے پڑھنا چاہئیے، غیر ماثور میں اختیار ہے

(سوال) متعلق وظائف ماثورہ وغیر ماثورہ

(جواب ۷۸) جو وظائف آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں ان کو اسی ثابت شدہ ترکیب و ترتیب سے پڑھنا چاہئیے اس میں برکت اور امید قبولیت ہے (۳) اور جو وظائف، حضور ﷺ سے منقول نہیں ان میں اختیار ہے جس طرح چاہے پڑھے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مخصوص وقت میں اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنے کا التزام درست نہیں!

(سوال) متعلقہ التزام وظائف اجتماعاً

(جواب ۷۹) نماز عشاء کے بعد روزانہ درود شریف پڑھنے کو لازم کرلینا بھی درست نہیں جو لوگ فارغ ہوں اور اپنی خوشی اور اخلاص سے پڑھنا چاہیں وہ پڑھیں اور جو نہ پڑھنا چاہے اس پر کوئی دباؤ اور جبر نہ کیا جائے (۴) درود شریف کا دم کیا ہوا پانی پینا ہر شخص پر لازم نہیں جو پینا چاہے پئے نہ پینا چاہے نہ پئے۔ اس کو برا بھی نہ کہا جائے اور نہ کوئی بد گمانی کی جائے۔ وظیفہ کے شمار کے لئے پتھر کی کنکریاں ہوں یا بادام ہوں دونوں برابر ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حضور ﷺ کا معراج کے وقت حضرت عبدالقادر جیلانی کی گردن پر قدم رکھ کر براق پر سوار ہونے کا واقعہ جہلاء کی طرف سے گھڑا ہوا ہے.

(سوال) اکثر مولود خواں صاحبان معراج مبارک کے واقعات میں یہ بات بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ معراج میں تشریف لے گئے اور براق پر سوار ہونے لگے تو براق نے شوخی کرنا شروع کی اس وقت حضرت غوث پاک محی الدین جیلانیؒ نے اپنی گردن مبارک حضور ﷺ کے قدم کے نیچے رکھ

---

(۱) جامع الترمذی : باب کراہیۃ الدخول علی المغیبات ۱/ ۲۰۲ ط سعید

(۲) صحیح البخاری: باب اذا جاء کم المؤمنات مہاجرات ۲/ ۷۲۶، ط قدیمی کتب خانہ، کراچی

(۳) ولا شک أن اتباع الادعیۃ الماثورہ اولی وارجی للقبول (تکملۃ فتح الملہم: مسئلۃ التوسل، ۵/ ۶۲۴، ط مکتبہ دار العلوم، کراچی)

(۴) لما صح عن ابن مسعود انہ اخرج جماعۃ المسجد یہللون و یصلون علی النبی ﷺ جہراً وقال ما اراکم الا مبتدعین (رد المحتار، فصل فی البیع، ۶/ ۳۹۸ ط. سعید)

دی اس وقت آپ براق پر سوار ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا جیسا میرا قدم تیری گردن پر ہے ویسا ہی تیرا قدم کل اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا کیا یہ روایت صحیح ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۶۱۱ انذیر احمد عزیز احمد ریاست ریواں ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۸۰) یہ قصہ بے اصل ہے 'اس کی کوئی معتبر سند اور ثبوت نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

سماع متعارف 'قوالی ڈھول 'طبلہ 'سارنگی سننا ممنوع ہے .

(سوال) سماع متعارف یعنی قوالی مع مزامیر ڈھول طبلہ 'ستار' سارنگی وغیرہ محرمات شرعیہ کے ساتھ ازروئے شرع خواص و عوام کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۸۱) قوالی اور مزامیر اور ڈھول 'طبلہ 'سارنگی وغیرہ سب شرعاً ممنوع اور بدعت ہیں۔ کل بدعة ضلالة (۱) بدعت کو رواج دینے والا اور اس میں شریک ہونے والا اور سننے والا سب فاسق ہیں۔ التغنی باللهو معصية فی جميع الاديان و علل بانه يجمع الناس على ارتكاب كبيرة كذافی العينی (۲) على الهداية و فی الحديث نهی رسول الله ﷺ عن الصوتين الاحمقين النائحة والمغنية كذافی الهداية (۳) ص ۱٤٦ قال رحمه الله تعالیٰ السماع والقول والرقص الذی يفعله المتصوفة فی زماننا حرام لا يجوز القصد اليه والجلوس عليه وهو والغناء والمزاميرسواء كذافی الهنديه (٤) واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) مشكوة المصابيح : باب الاعتصام بالكتاب والسنة ۱/۲۷ ط سعيد

(۲) یہ عبارت "عینی" میں تلاش کے باوجود نہیں ملی البتہ " التغنی للهو معصية فی جميع الاديان" (العناية: كتاب الشهادة: باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل ۷/٤۰۸ ط مصر) میں اور " و علل بانه يجمع الناس على ارتكاب كبيرة" (مرجع سابق ۷/٤۰۹) میں موجود ہے

(۳) كتاب الشهادة' باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل ۳/٦۲' ط مكتبه شركة علميه' ملتان

(٤) الباب السابع عشر فی الغناء واللهو و سائر المعاصی' ۵/۳۵۲ ط ماجديه'كوئٹه)

كتاب التفسير والتجويد

پہلا باب
آیات کی تشریح

آیت " ولو علم الله فيهم خيرًا لا سمعهم " الایہ کا صحیح مطلب

(سوال) ولو علم الله فيهم خيرا لاسمعهم ولو اسمعهم لتولواوهم معرضون.(۱) اگر اللہ جانتاان میں بھلائی توان کو سناتااور اگر ان کو سنادیتا تو بھاگتے منہ پھیر کر۔
اللہ تعالیٰ ان کو سمجھاتااور سناتااور پھر بھی وہ نہ سنتے اور نہ سمجھتے اور بھاگ جاتے' یہ عقل میں نہیں آتا اس سے قلب پر یہ اثر ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا ہے کہ میں کیاان کو سناتا میرا سنانا بے کار ہے اگر میں ان کو سناتا تو بھی وہ نہیں سنتے اور منہ پھیر کر بھاگ جاتے اس آیت کے صحیح مطلب سے آگاہ فرمائیں تاکہ یہ اثر رفع ہو۔ فقط المستفتی نمبر ۲۳۸۴ الیس محمد اسماعیل صاحب۔ صدر بازار (دہلی)
۲۷ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۸۲) آیت کے شان نزول میں یہ مذکور ہے کہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو قصی کو زندہ کیجئے (قصی عرب کے ایک جداعلیٰ کا نام ہے) قصی بڑا اچھا اور مبارک آدمی تھا اگر وہ زندہ ہوکر آپ کی نبوت کی تصدیق کرے اور ہم خود ان کی تصدیق ان کی زبانی سن لیں تو آپ کی نبوت پر ایمان لائیں گے (۲)
اس مطالبے کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی حضرت حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ جانتا کہ ان کے دل میں خیر ہے اور وہ ایمان لانے کے لئے تیار ہیں تو ان کو قصی کی زبان سے تمہاری نبوت کی تصدیق سنا دیتا (مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کے دل میں خیر نہ تھی اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ان کا یہ مطالبہ خلوص پر مبنی نہیں ہے اگر قصی زندہ ہوکر بھی حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کردے اور یہ لوگ قصی کو زندہ دیکھ لیں اور اس کی زبان سے تصدیق نبوت سن لیں جب بھی ایمان نہ لائیں گے اس لئے حضرت حق نے انکا مطالبہ پورا نہ کیااور قصی کی زبان سے ان کو تصدیق نبوت نہیں سنائی)اور اگر وہ باوجود ان کی بدنیتی اور خبث باطن کے علم کے ان کو قصی کی زبان سے تمہاری نبوت کی تصدیق سنا بھی دیتا تو اس کا بھی نتیجہ یہی ہوتا کہ ایمان نہ لاتے اور اعراض کرتے اور پشت پھیر کر بھاگ جاتے۔
اس شان نزول کے واقعہ کو پیش نظر رکھ کر آیت کریمہ کا مطلب اور مضمون سمجھنے میں کوئی

---

(۱) الانفال: ۲۳
(۲) و عن الجبائی انهم كانو يقولون لرسول الله ﷺ احيی لنا قصيا فانه كان شيخاً مباركا حتى يشهد لك ونؤمن بك فالمعنى ولو اسمعهم كلام قصي الخ (روح المعانی ۶/ ۲۷۶' ط دار الفكر' بيروت)

دشواری اور پریشانی باقی نہیں رہتی اس کے علاوہ اور بھی توجیہ ہے مگر مسلمانوں کے اطمینان قلب کے لئے یہ کافی ہے جو میں نے ذکر کردی۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

" قل انما(انا) بشر مثلکم " کا ترجمہ "کہہ دو تحقیق نہیں ہوں بشر مانند تمہارے" کرنا غلط اور تحریف قرآن ہے

(سوال) ایک عالم مندرجہ ذیل آیت میں انما کے معنی اس طرح کرتا ہے قل ان ما انا بشر مثلکم (۱) کہہ دو تحقیق نہیں ہوں میں بشر مانند تمہارے ایک بار نہیں بلکہ بار بار وہ عالم یہی کہتا ہے کہ انما کے معنی ہیں تحقیق نہیں اب سوال یہ ہے کہ (۱) انما کے صحیح معنی کیا ہیں مدلل بیان فرمائیں (۲) اور ایسا شخص جو انما کے معنے "تحقیق نہیں" کرتا ہے شریعت کی طرف سے اس پر کیا حکم وارد ہوتا ہے نیز ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟ (۳) جو مسلمان ضد اور ہٹ سے یہ کہیں کہ ہمارے عالم کے معنی (تحقیق نہیں) ہی صحیح ہیں اور ہم یہی مانیں گے ان کے لئے شریعت کا حکم واضح فرمایا جائے۔ المستفتی نمبر ۲۴۰۹ حکیم محمد صادق صاحب۔ سیالکوٹ ۷ رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۸۳) یہ ترجمہ غلط ہے اور قرآن پاک کے مفہوم کی تحریف ہے انما کلمہ حصر ہے جس کے ترجمہ کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ جس جملہ پر یہ داخل ہو اس میں خبر یا مسند کا مبتدا یا مسند الیہ کے لئے ثبوت لازم اور ضروری ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے انما هو اله واحد -هو کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے اور معنی یہ ہوئے ضروری طور پر اللہ تنہا معبود ہے اور دوسری جگہ فرمایا انما الھکم اله واحد یعنی ضرری طور پر تمہارا معبود ایک ہے اس کلمہ کا ترجمہ اہل علم جز ایں نیست' کے ساتھ کرتے تھے ایسے ہی آیت کریمہ انما انا بشر مثلکم کا ترجمہ یہ ہے ضروری طور پر میں بشر ہوں مثل تمہارے۔ یعنی بشریت میں تمہاری طرح ماں باپ سے پیدا ہوا ہوں کھاتا پیتا سوتا جاگتا' بول و براز کرتا' بولتا چالتا' چلتا پھرتا ہوں (۲)

اس لفظ میں ما نفی کے معنی میں نہیں دیتا۔ ورنہ انما هو اله واحد کے معنی یہ ہو جائیں گے تحقیق نہیں وہ (یعنی اللہ) ایک معبود اور انما الھکم اله واحد کے معنی یہ ہوں گے تحقیق نہیں معبود تمہارا ایک معبود اور یہ دونوں معنی کفر کو مستلزم ہیں پس جو شخص کہ انما انا بشر مثلکم کا ترجمہ یوں کرتا ہے کہ تحقیق نہیں میں بشر مانند تمہارے وہ قرآن مجید کی تحریف کرتا ہے اس کی امامت بھی

---

(۱) الکهف : ۱۱۰

(۲) قل لهو لآء المشرکین یا محمد انما انا بشر مثلکم من نبی آدم لا علم لی الا ما علمنی الله وان الله یوحی الی ان معبود کم الذی یجب علیکم ان تعبدوه ولا تشرکوا به شیئا معبود واحد (جامع البیان للطبری' الکهف ۱۱۰' ۱۶/ ۳۱ ط بیروت لبنان)

درست جواب ہے (دستخط) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

آیت " وات ذالقربیٰ حقه الخ وبالوالدين احسانًا" (الآیۃ) وغیرہ کی تفسیر

(سوال) آیات ذیل کا مطلب وضاحت کے ساتھ مع اس کی تفسیر کے بیان فرمائیں ؟
(۱) وآت ذاالقربی حقه والمسکین (۲) الخ (۲) وبالوالدين احسانا و بذی القربی والیتامی و المساکین (۳) الخ (۳) واذا حضر القسمة اولو القربی والیتا می والمساکین فارزقوهم منه وقولوا لهم قولاً معروفًا (۴) (٤) وات ذاالقربی حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرًا ۔

اب یہ عام بات ہے کہ غیر لوگ آتے ہیں زکوۃ خیرات چندہ وغیرہ خوشامد درآمد سے وصول کر لیتے ہیں اور دینے والے صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اگر ہمارا نام صف اول میں ہوگا تو ہم اور دیں گے مگر اپنے عزیزان کا منہ دیکھتے رہتے ہیں حالانکہ صاحب مال کو یہ معلوم رہتا ہے کہ ہمارے عزیز قرضدار ہیں' ضرورت مند ہیں 'لیکن وہ ان کو خیال میں نہیں لاتے' حالانکہ جو پوزیشن خاندانی ان کی ہے وہی ان کی ہے فرق اتنا ہے کہ وہ صاحب مال ہیں اور یہ بے مال وزر ہیں شرم وحیا کے مارے زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کو حقیر سمجھا جاتا ہے دعا و سلام میں گریز کیا جاتا ہے۔ اگر کسی رشتہ دار کو ملازم رکھ لیں تو اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے کہ غیر ملازمان سے بھی نہیں کرتے۔ اس پر بھی بس نہیں ہوتا تو طعن و تشنیع وغیرہ سے بھی گریز نہیں کرتے کلاں ہوں یا خورد سب ہی سے ایک طرح کا ہی برتاؤ کرتے ہیں کیا اسلام کے 'لوگوں نے یہی معنی اخذ کئے ہیں ؟
(نوٹ) صاحب مال کو چاہئیے کہ وہ خود اپنے عزیزوں کو جو کچھ دینا ہے دے یا ضرورت مند کو چاہئیے کہ وہ سوال کرے' حالانکہ صاحب مال جانتا ہے ؟
المستفتی نمبر ۲۰۷۲ محمد سرور ولد حمید اللہ صاحب (جہلم) ۱۷ محرم ۱۳۶۱ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۴۲ء
(جواب ٨٤) ان آیات کریمہ میں ذوی القربیٰ اور مساکین اور مسافر کا ذکر ہے ذوی القربیٰ سے کنبہ کے لوگ مراد ہیں قریب وبعید ہونے کے لحاظ سے ان کے درجات مختلف ہیں ان کے حقوق بھی مختلف ہیں 'بعض کے حقوق مؤکد اور مقدم ہیں اور بعض کے مستحب اور مؤخر ہیں مثلاً مستطیع پر اس کی اولاد اور

---

(۱) (ویکره امامته) ...... مبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول (تنویر الابصار و شرحه مع رد المحتار' باب الامامة ۱ / ۵٦۰ ط سعید)
(۲) بنی اسرائیل: ۲٦
(۳) النساء : ۳٦
(٤) النساء : ۸

ماں باپ کا نفقہ واجب ہے(۱) مگر ایسے شخص پر جویا تو اولاد کو نفقہ دے سکتا ہے یا ماں باپ کو یعنی دونوں کو دینے کی استطاعت نہیں رکھتا اولاد کا نفقہ مقدم ہے(۲)

صدقات واجبہ یعنی زکوۃ' فطرہ' عشر' کفارہ اپنے اصول و فروع کو نہیں دے سکتا ان کے علاوہ باقی تمام قرابت داروں کو' جب کہ وہ مسکین ہوں' دے سکتا ہے بلکہ اجنبی مسکینوں سے انکا حق مقدم ہے(۳)

صاحب مال کو جب علم ہو کہ اس کے کنبے میں غریب اور حاجت مند لوگ ہیں تو اس کو خود ان کو دینا چاہئیے انکے مانگنے کا انتظار نہ کرنا چاہئیے ضروری نہیں ہے کہ یہ ان کو زکوۃ یا صدقہ جتا کر دے بلکہ جتا کر نہ دینا ہی بہتر ہے کیونکہ زکوۃ' صدقہ خیرات کا نام سن کر وہ قبول کرنے سے احتراز کریں گے۔(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

آیت " ان عبادی لیس لك علیهم "الایۃ اور " لا غوینهم اجمعین " میں شبہ تعارض کا رفع

(سوال) قرآن شریف میں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ابلیس کو جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا **ان عبادی لیس لك علیهم سلطان** اور خود ابلیس کا اقرار بھی ہے کہ **لا غوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین** حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے مخلصین میں سے ہونے میں شک نہیں اور صراحتہً یہ بھی مذکور ہے کہ ابلیس نے دونوں کو بھکایا مثلاً **فازلهما الشیطان** وغیرہ اس سے من وجہ سلطان اور اغوا بھی ثابت ہوتا ہے ان آیات کا تعارض رفع فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۲۷۸۳ مولوی عبدالحمید۔ مہتمم مدرسہ رشیدیہ لدھیانہ۔ مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۴۲ء

(جواب ۸۵) قرآن مجید میں **ان عبادی لیس لك علیهم سلطان** اس بارے میں صریح ہے کہ شیطان کا مقربین و مخلصین پر قابو اور غلبہ نہیں ہوتا بھکانا یا بھکانے کی کوشش کرنا منفی نہیں ہے اور **لا غوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین** (۵) میں استثنا در اصل **لاغوینهم** سے نہیں ہے بلکہ

---

(۱) قال و یجبر الولد الموسر علی نفقة الا بوین المعسرین (عالمگیریه' الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام' ۵٦٤/۱ ط ماجدیه کوئٹه)(۲) وان کان للرجل اب و ابن صغیر' وهو لا یقدر الا علی نفقة احد هما فالا بن احق (عالمگیریة' الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام' ۵٦٥/۱ ' ط ماجدیه کوئٹه)

(۳) ولا الی من بینهما ولاء (تنویر شرحه) و فی الشامیه : أی اصله وان علا کابویه و اجدده' واجداده من قبلها و فرعه وان سفل..... و قید بالولاء لجوازه لبقیة الا قارب کالا خوة والاعمال والاخوال الفقراء بل هم اولیٰ لانه صلة و صدقة و فی الظهیریه' و یبدا بالصدقات فی الاقارب' الخ (رد المحتار: باب المصرف ۳٤٦/۲ ط سعید)

(٤) ومن اعطیٰ مسکیناً دراهم وسماها هبةً او قرضاً ونوی الزکاة فانها تجزیه وهو الاصح (عالمگیریه: الباب الاول فی تفسیر ها وصفتها و شرائطها' ۱۷۰/۱ ط ماجدیه کوئٹه)

(۵) الحجرات : ۳۹' ٤۰' ٤۲

اس کے مطاوع سے ہے تقدیر عبارت کی یوں ہے لا غوینهم اجمعين فيكونون من الغاوين الا عبادك منهم المخلصين مگر چونکہ مطاوع مذکور نہیں ہے (گو مراد ہے) اس لئے مستثنیٰ کا اعراب نصب لایا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے جو لغزش ہوئی وہ ابلیس کے سلطان اور قابو پانے سے نہیں ہوئی بلکہ سہواً ہوئی اسکی شہادت قرآن مجید میں موجود ہے۔ ولقد عهدنا الى آدم من قبل فنسى ولم نجد له عزما فازلهما (۱) میں شیطان کی طرف نسبت اس کی سعی اور کوشش کے اظہار کے لئے کی گئی ہے کہ اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر آدم پر قابو نہ پاسکا لیکن آدم سے نسیاناً وہ فعل سرزد ہو گیا جو شیطان چاہتا تھا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) آیت "یعیسٰی انی متوفیك و رافعك" (الایۃ) کا صحیح معنی.
(۲) آیت مرج البحرین سے علیؓ اور یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان سے حسن وحسین مراد لینا غلط ہے

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) (۱) یعیسی انی متوفیك ورافعك الی و مطهرك الخ (۲) اس آیت میں متوفیک کے کیا معنی ہیں؟

(۲) مرج البحرین یلتقین بینهما برزخ لا یبغیان (۳) یخرج منهم اللؤلؤ والمرجان (۴) ایک مولوی صاحب نے آیات مذکورہ کی تشریح میں بحوالہ تفسیر روح البیان یہ بیان کیا ہے کہ اول سے مراد حضرت علیؓ و حضرت فاطمہ الزہراؓ ہیں اور آیت ثانی کا تعلق حضرت حسنؓ و حسینؓ سے ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(جواب ۸۶) (۱) آیت شریفہ کے معنی یہ ہیں کہ اے عیسیٰ میں ہی تم کو وفات دینے والا ہوں یہود تم کو قتل نہیں کرسکتے جب وفات کا وقت آئے گا تو میں تم کو قبض کروں گا اور تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تم کو کفار کی تہمت سے پاک کروں گا (۵)

(۲) یہ مطلب لغت اور محاورے کے لحاظ سے نہیں بلکہ ایک تخیل ہے جو کسی طرح حجت نہیں

---

(۱) طه : ۱۱۵
(۲) آل عمران : ۵۵
(۳) الرحمن : ۱۹، ۲۰
(٤) ایضا : ۲۲
(٥) وفي التفسير الكبير للامام الرازي قوله تعالىٰ (انى متوفيك) اى متمم عمرك فحينئذ اتوفاك ' فلا اتركهم حتى يقتلوك بل انا رافعك الى سمائى و مقربك بملائكتى واصونك عن ان يتمكنوا من قتلك وهذا تاويل حسن (آل عمران : ۵۵' ۸/ ۶۷' ط دار الكتب العلمية' تهران)

ہو سکتا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) قرآن مجید میں بعض ایسی آیتیں ہیں جن کا حکم مؤقت تھا ۔
(۲) قوانین اسلام مقتضائے عقل کے موافق ہیں ۔

(ازاخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۵ء)

(سوال) (۱) کیا کلام پاک کی کوئی آیت منسوخ الکلام بھی ہے ؟ یعنی ایک مرتبہ ایک بات کا حکم صادر ہوا' اور پھر دوسرے موقعہ پر کلام پاک ہی میں اس کی تردید کردی گئی ہو (۲) قانون مذہب اسلام کی بنیاد عقل پر ہے'یا محض اعتقاد پر ؟

(جواب ۸۷) (۱) ہاں بعض آیتیں ایسی ہیں جن کا حکم موقت تھا اور دوسری آیت کے نازل ہو جانے سے سابقہ آیت کا حکم مرتفع ہو گیا یہ بات نہیں کہ کوئی حکم دیا گیا تھااور اس کی تردید کردی گئی بلکہ سابقہ حکم اسی وقت تک کے لئے تھاجب تک دوسری آیت نازل ہو(۲) (۲) اسلامی قانون کی بنیاد قرآن پاک اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات و تعلیمات پر ہےاور تمام اسلامی قانون مقتضائے عقل کے موافق ہے اسلام کا کوئی مسئلہ عقل صحیح ورائے سلیم کے خلاف نہیں البتہ بعض مسائل ایسے دقیق ضرور ہیں کہ عقل کی وہاں تک رسائی نہیں ' مگر یہ بات نہیں کہ عقل ان کے خلاف کوئی دلیل قائم کر سکتی ہے جیسے محسوسات میں بعض جرم ایسے ہیں کہ قوت بصارت ان کے ادراک سے قاصر ہے مگر ان کا وجود صحیح و ثابت ہے اور خوردبین کے ذریعے سے وہ دیکھے جا سکتے ہیں ایسے ہی معقولات میں بعض مسائل ایسے باریک ہیں کہ عقل بغیر الہام یا وحی کے خوردبین کے انہیں دریافت نہیں کر سکتی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دوسرا باب
رموز اوقاف

قرآن مجید میں مواضع وقف کا حکم

(سوال) ایک شخص اپنے کو قاری واقف تجوید بتاتا ہے مگر وقت تلاوت قرآن مجید او قاف پر وقف نہیں کرتا پختہ آیات و مطلق وغیرہ حتی کہ رکوع پر نیز اختتام سورت پر بھی وقف نہیں کرتا برابر اعراب

---

(۱) بخلاف نحو تاویل البحرین بعلی و فاطمۃ والؤلؤ والمرجان بالحسن والحسین فانہ من تاویل الجهلة والحمقاء کالروافض (مرقاۃ المفاتیح' کتاب العلم' الفصل الثانی' ۱/ ۲۹۲' ط امدادیہ ملتان)

(۲) فمعنی النسخ عندهم إزالتہ بعض الاوصاف من الایة بآیة اخری' إما بانتہا ء مدة العمل الخ (الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص ۳۸ مکتبہ خیر کثیر' کراچی)

کے ساتھ پڑھے جاتا ہے جب ہم لوگوں نے اس کے متعلق کہا کہ متقدمین و متاخرین نے یہ علامتیں مقرر کی ہیں تم اس کے خلاف ہو تو اس کے جواب میں قاری صاحب نے یہ کہا کہ اول تو صحت لفظ آخر حرف کی حرکت سے ہو جائے گی دوسرے علم تجوید دنیا سے مفقود کے قریب ہو چکا ہے صحیح ہم پڑھتے ہیں سوئم یہ کہ قرآن پڑھنے والا مسافر ہے کہ اس کو اپنی منزل پر پہنچنا ہے لہذا اگر تھکا نہ ہو تو اور تھوڑا راستہ طے کرے گا اگر قاری وقف کرے گا تو راستہ طے نہ ہوگا اور اگر برابر چلا جائے تو زیادہ تلاوت کرے گا ہاں سانس ٹوٹ جائے تو وہیں وقف کرنا اولیٰ واجب ہے ورنہ اور سب فضول ہے وقف لازم وغیرہ کسی وقف کے کرنے کی ضرورت نہیں لہذا غور و خوض سے جواب عنایت فرمائیں ؟

(جواب ۸۸) شخص مذکور فی السوال کا قول غلط ہے اور اس کی تمام دلیلیں باطل ہیں آیات قرآن مجید توقیفی ہیں ان پر وقف کرنا عین اتباع ما نزل ہے بعض مقامات میں وقف کرنا ضروری ہے کیونکہ وقف نہ کرنے سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں یہ کہنا کہ وقف نہ کرنے سے آخر حرف کی صحت حرکت ہو جائے گی غلط ہے کیونکہ وقف کے موقع پر وقف کرنا ہی صحیح ہے نہ کرنے سے اخلال نظم واقع ہوگا نیز وقف کرنا بھی عرب عرباء کی اسالیب کلام میں داخل ہے پس اسالیب عربیت کی رعایت نہ کرنے کا نام صحت رکھنا ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور یہ فرمانا کہ علم تجوید تقریباً مفقود ہو چکا ہے یہ بھی مغالطہ ہے علم تجوید ویسا ہی موجود ہے جیسے پہلے تھا اور اس کی کتابیں اور قواعد تجوید ان کتابوں میں موجود ہیں اگر اس علم کے عالموں کا وجود کم بھی ہو تاہم علم کا فقدان غلط ہے او قاف کے قواعد کتب تجوید میں موجود ہیں جو شخص مذکور کی بات کی صریح تغلیط کرتے ہیں، قرآن پڑھنے والے کا مثل مسافر کے ہونا مسلم، لیکن یہ کون عقل مند کہہ سکتا ہے کہ مسافر کو حالت سفر میں ٹھہرنے اور توقف کرنے کے مواقع میں بھی ٹھہرنا نہ چاہیئے مثلاً کھانے پینے یا دیگر ضروریات کے لئے وغیرہ وغیرہ جو مواقع کہ وقف کے لئے مقرر کئے ہیں وہ وہی ہیں جہاں ٹھہرنا مناسب یا ضروری ہے(۱) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

”غشاوۃ“ پر سانس ٹوٹنے میں ”ولھم“ سے ابتداء کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں.

(سوال) اگر سانس ٹوٹنے یا کسی اور عذر کی وجہ سے ”**غشاوۃ**“ پر وقف کر دیا اور ”**ولھم**“ کو علیحدہ پڑھ دیا تو جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۵۱ نذیر احمد (ضلع منٹگمری ' پنجاب) ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۳۶ء

---

(۱) قال النحاس : فهذا الحديث يدل على انهم كانوا يتعلمون الاوقاف كما يتعلمون القرآن و قول ابن عمرؓ لقد عشنا برهة من دهرنا " يدل على ان ذلك اجماع من الصحابة ثابت ...... و عن على فى قوله تعالى: " و رتل القرآن ترتيلاً قال الترتيل تجويد الحروف و معرفة الوقف قال ابن الانبارى: من تمام معرفة القرآن معرفة الوقف والابتداء (الاتقان فى علوم القرآن : النوع الثامن والعشرون فى معرفة الوقف والا بتداء ۸۳/۱ ط سهيل اكيڈمى لاهور)

(جواب ۸۹) سانس ٹوٹنے یا کسی اور عذر سے "**غشاوۃ**" پر وقف کر دینا اور "**ولھم**" کو علیحدہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ایسے لفظ پر سانس ٹوٹے جہاں وقف نہ ہو تو اعادہ افضل ہے

(سوال) اگر کسی لفظ پر سانس ٹوٹ جائے اور وہاں وقف نہ ہو تو اس لفظ کا دوبارہ لوٹانا کیسا ہے ؟

(جواب ۹۰) سانس ٹوٹ جائے تو اس لفظ کو جس پر سانس ٹوٹا ہے اور وقف نہیں ہے' دوبارہ پڑھ لینا بہتر ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(سوال) ایضاً

(جواب ۹۱ از استفتاء دیگر) سانس ایسی جگہ ٹوٹ جائے کہ وہاں وقف نہ ہو تو اوپر سے ملا کر پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تیسرا باب
مخارج حروف

ضاد اکثر صفات میں ظاء کا مشابہ ہے لیکن مستقل حرف ہے .

(سوال) (۱) حرف ضاد کا مشتبہ الصوت بظا جو کہ اکثر کتابوں میں اور زندہ قاریوں کے فتاوے میں مصرح ہے تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ صورت صفائی میں تشابہ ہے سننے میں ظا کی آواز کے مشابہ نہ ہو گا اس دعویٰ میں یہ بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ مفتی کفایت اللہ صاحب استاد کل ہیں تشابہ کے قائل ہیں اور اس کا قرات یہ تھا کہ اس کا ضاد سننے میں ظا کے ہر گز قریب نہ تھا۔

(۲) حرف ضاد اگر سننے میں نہ دال ہو نہ دال مفخم ہو نہ دال کے مشابہ ہو نہ مخلوط بدال ہو نہ مشابہ بالظا ہو بلکہ مستقل صوت ہو یہ صحیح ہے۔

---

(۱) و فی النشر لابن الجزری: لما لم یمکن للقاری ان یقرأ سورۃ اوالقصۃ فی نفس واحد' ولم یجز التنفس بین کلمتین حالۃ الوصل بل ذلک کالتنفس فی اثناء لکلمۃ' وجب حینئذٍ اختیار وقفۃ للتنفس والا ستراحۃ و تعین ارتضاء وابتداء و بعدہ و یتحتم ان لا یکون ذلک مما یحیل المعنیٰ ولا یتحل بالفھم (الاتقان فی علوم القرآن: النوع الثامن والعشرون فی معرفۃ الوقف والابتداء' ۱/۸۳ ط سھیل اکیڈمی' لاھور)

(۲) وقال ابن الانباری: الوقف علی ثلاثہ اوجہ : تام' وحسن' و قبیح.....والحسن الذی یحسن الوقف علیہ ولا یحسن الابتداء بما بعدہ کقولہ : الحمد للہ' لان الابتداء بقولہ رب العلمین' لا یحسن لکونہ صفۃ لما قبلہ (الاتقان فی علوم القرآن' النوع الثامن والعشرون' ۱/۸٤ ط سھیل اکیڈمی'لاھور)

(۳) حوالہ بالا

(۳) فتاویٰ سعدیہ ص ۴۴ میں مفتی سعد اللہ فرماتے ہیں کہ "حال دال وضاد مثل صاد صالحات وطائے طالحات کہ ہر کسے فرق بینہما بلا مشقت حاصل تواں کرد وزبان وقت ادائے ہر یکے بر دیگرے لغزش نہ کند نیست الخ" اس کا کیا مطلب ہے ؟ یہ ضاد صحیحہ اور دال کے درمیان کی نسبت کا ذکر ہے یا ضاد غیر صحیحہ اور دال کے درمیان ہے ؟

(۴) مولانا رشید احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دال پُر خود کوئی مستقل حرف نہیں بلکہ وہی ضاد ہے ضاد کے ہی مخرج سے پورے طور ادا نہ ہوا تو کیا ان کے کلام سے وہی ضاد ہے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ ضاد جو کہ سمع میں دال کے مشابہ ہے اور ظا کے مشابہ نہیں صحیح ہے ؟ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۹۳۔ ۹۴)

(۵) دال پر کی آواز میں پڑھنے والے کی نماز صحیح لکھا ہے قاری کا نماز بھی اس کے پیچھے صحیح لکھا ہے قصد وغیر قصد کا ذکر نہیں اس کی وضاحت فرمادیں۔ المستفتی نمبر ۳۳ خان محمد بنوری متعلم مدرسہ امینیہ ' دہلی ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۲ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۹۲) (۱) کتب تجوید میں جو لکھا ہے اور قرائے موجودین جو فرماتے ہیں کہ ضاد صفات میں ظا کے مشابہ ہے یہ صحیح ہے مگر ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ضاد مستقل اور ظا سے جداگانہ حرف ہے ادا کے وقت سماع میں بھی اسکو ظا سے علیحدہ آواز میں مسموع ہونا چاہئیے یہ دوسری بات ہے کہ اس کی آواز میں ظا کی آواز کے ساتھ مشابہت پائی جائے (۱) جس آواز کو دال مفخم کی آواز سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ محض برائے تفہیم ہے ورنہ دال مفخم کوئی حرف نہیں اور نہ اس کی کوئی آواز ہے ضاد کی ادا دو قسم کی آواز سے کی جاتی ہے ایک آواز تو بالکل ظا کی آواز ہوتی ہے اور دوسری وہ آواز ہے جو نہ ظا کی طرح ہے نہ دال کی طرح اس کو بوجہ اس کے مستقل نام نہ موجود ہونے کے دال مفخم کی آواز سے بغرض تعبیر کر دیتے ہیں وہ ضاد ہی کی آواز ہے جو مختلف ادا کرنے والوں کی قوت ادا کے اختلاف کی وجہ سے بیشمار مراتب ومدارج رکھتی ہے بعض مراتب میں وہ صحیح ضاد اور بعض میں اقرب الی الصحۃ اور بعض میں قریب الی الصحۃ اور بعض میں غلط اور بعض میں اقرب الی الغلط ہو جاتی ہے مگر بہر صورت وہ ضاد ادا کرنے کی نیت سے ادا کی جائے تو اقرب الی الصواب ہے۔ (۲)

(۲) بیشک ضاد مستقل حرف ہے اور اس کے لئے مستقل صوت ہے نہ وہ دال ہے نہ ظا۔ اور جسے دال مفخم کی آواز کہا جاتا ہے وہ ضاد کو ادا کرنے کی نیت سے مستقل آواز ہے جو دال سے بالکل جدا ہے اور صفات ظا کی حامل ہے (۳)

---

(۱) والضاد والظاء اشتر کاصفة جهراً و رخاوةً و استعلاءً و اطباقاً وافترقًا مخرجاً وانفردت الضاد بالاستطالة (الاتقان فی علوم القرآن : فصل من المهمات تجويدالقرآن' ۱/۱۰۱ ط سهيل اکیڈمی لاهور)

(۲) المختا ر عندنا ان اشتباهالضاد بالظاء لا يبطل الصلوٰة و يدل على ان المشابهة حاصلة بينهما جداًوالتميز عسر فوجب ان يسقط التكليف (التفسير الكبير : المسالة العاشره ۱/۷٦۲ ط ' دار الكتب العلميه' تهران)

(۳) حصل فی الضاد انبساط لا جل رخا وتها و بهذا السبب يقرب مخرجه من مخرج الظاء الخ (التفسير الكبير المسالة العاشرة ۱/٦۳ ط دار الكتب العلميه' تهران)

(۳) یہ عوام کے ضاد اور دال کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ بسا اوقات اس کو دال خالص کی آواز سے ادا کرتے ہیں بالخصوص جب کہ وہ کلمہ کا ابتدائی حرف ہو اور مکسور ہو۔ مثلاً ضداً کہ عوام اس کو خالص ددا پڑھ دیتے ہیں۔

(۴-۵) حضرت مولانا رشید احمدؒ کا یہ فرمانا کہ دال پُر کوئی حرف نہیں ہے صحیح ہے اور جس آواز کو دال پُر کی آواز سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ دال نہیں ہے بلکہ ضاد ہے جو اپنے مخرج سے پورا ادا ہونے کی صورت میں صفات ظا کا حامل ہوتا ہے اور نہ ہونے کی صورت میں اس کو تفہیم کے لئے دال پر سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس آواز کو اور کسی لفظ سے تعبیر کرنا دشوار تھا(۱) ایسے شخص کی اپنی نماز بھی صحیح ہے اور اس کی اقتدا بھی درست ہے اور اگر کوئی قاری مجود ضاد کو اپنے صحیح مخرج سے ادا کرے اور بوجہ صفات ظا کا حامل ہونے کے اس کی آواز ظا کے مشابہ مسموع ہو وہ بھی درست ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

"ضاد" کو مشابہ "ظاء" پڑھنا درست ہے' یا دال پُر پڑھنا.

(سوال) حرف ضاد کو مشابہ ظا پڑھنا درست ہے یا دال پُر پڑھنا درست ہے نیز کس طرح ادائیگی سے نماز درست ہوگی اور کس طرح ادائیگی سے فاسد ہوگی ؟ **المستفتی نمبر ۲۸۴** قاری امیر احمد صاحب۔ امام مسجد مور سرائے دہلی ۲۹ محرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب) (از قاری محی الاسلام پانی پتی) حرف ضاد اکثر صفات میں ظا سے مشابہ ہے لیکن مخرج میں ظا سے قطعاً جدا اور صفت استطالۃ کی بنا پر صفۃ بھی ممتاز ہے(۳) صحیح یہ ہے کہ ضاد کو حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ اور اضراس سے ادا کیا جائے اس کی صورت میں تشابہ بالظا ضرور ہوتا ہے مگر عینیت نہیں ہوتی(۴) ضاد کے ادا کرنے والوں کی کئی حالتیں ہیں بعض آدمی اس کو اس کے مخرج سے برعایت صفات صحیح ادا کرتے ہیں اور بعض غلط ان میں سے جو لوگ ادا پر قادر نہیں ہوتے یا ان کو سکھانے والا نہیں ملتا وہ معذور ہیں اور جو لوگ صحیح ادا کر سکتے ہیں مگر نہیں کرتے یا سیکھ سکتے ہیں مگر نہیں سیکھتے وہ خاطی ہیں غلط پڑھنے والوں میں سے بعض آدمی زبان کی نوک اور سامنے کے دانتوں کے سر (یعنی ظا کے مخرج) سے ادا

---

(۱) حصل فی الضاد انبساط لا جل رخاوتها و بهذا السبب یقرب مخرجه من مخرج الظاء الخ (التفسیر الکبیر: المسألة العاشرة ۱/۷٦۳ ط دار الکتب العربیه' تهران)

(۲) وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد و الصاد مع السین والطاء مع التا اختلف المشایخ' قال اکثرهم لا تفسد صلاته (عالمگیریه: الفصل الخامس فی زلة القاری ۱/۷۹ ط ماجدیه' کوئٹه)

(۳) والضاد والظاء اشترکا صفة : جهراً و رخاوة واستعلاء واطباقاً' وافترقا مخرجاً وانفردت الضاد بالاستطاله (الاتقان فی علوم القرآن' فصل من المهمات' تجوید القرآن' ۱/۱۰۱ ط سهیل اکیڈمی' لاهور)

(٤) ان الظاء وان کان مخرجه من بین طرف اللسان واطراف الثنایا العلیاء ومخرج الضاد من اول حافة اللسان وما یلیها من الاضراس الا انه حصل فی الضاد انبساط لا جل رخاوتها الخ (التفسیر الکبیر: المسئلة العاشره ۱/۷٦۲ ط' دار الکتب العلمیه' تهران)

کرتے ہیں جو عین ظا ہو جاتا ہے یہ غلط ہے اور بعض آدمی زبان کی نوک اور سامنے کے دانتوں کی جڑ (یعنی دال کے مخرج) سے ادا کرتے ہیں یہ دال بن جاتا ہے جو غلط تر ہے اگرچہ پڑھو۔ خلاصہ یہ کہ ضاد صحیح ایک ممتاز حرف ہے مگر ظا سے صفاتی تشابہ ضرور رکھتا ہے(۱) اور دال سے اس کو بہت بعد ہے یہ حضرات علماء بتلا سکتے ہیں کہ نماز کس سے درست ہوتی ہے اور کس سے غلط۔ واللہ اعلم بالصواب۔ خاکسار ابو محمد محی الاسلام عفی عنہ پانی پتی۔ دولت خانہ حضرت مولانا قاری محمد اسحٰق صاحب مدظلہ دہلی۔ ۲۸ محرم ۱۳۵۳ھ - ما اجاب المجيب اللبيب فهو حق صحيح و بالقبول حقيق احقر محمد اسحاق عفی عنه میرٹھی مهر

(جواب ۹۳) از حضرت مفتی اعظمؒ۔ جو لوگ قصداً خالص ظا پڑھیں یا خالص دال پڑھیں ان کی نماز نہیں ہوگی اور جو ادائے صحیح کا قصد کریں مگر صحیح ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے مشابہ بظا مسموع ہو یا دال پُر سنائی دے(۲) ان دونوں کی نماز درست ہو جاتی ہے مشابہ بظا پڑھنے والوں کے ادا اقرب الی الصحۃ ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

الجواب صحیح حبیب المرسلین عفی عنہ' نائب مفتی مدرسہ امینیہ' دہلی

(جواب) (از مولوی قاری سید طاہر حسن) امام عیدگاہ دہلی۔ حرف (ض) کے متعلق ایک فتویٰ اور بھی ہو چکا ہے جو جمعیۃ القراء والحفاظ دہلی کی جانب سے شائع ہوا ہے جس پر اکثر علماء و قراء کے مفصل بیان اور دستخط ثبت ہیں وہ قابل ملاحظہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس کو مخرج سے ادا کرنا نہایت مشکل ہے جن حضرات سے اس کا مخرج پورا ادا نہ ہو اسکو اہل فن سے حاصل کرنا ضروری ہے باوجود کوشش کے پھر بھی ادا نہ ہو سکے تو معذوری خیال کی جائے گی اور نماز درست ہو جائے گی(۳) احقر الزمن سید طاہر حسن عفی عنہ شاہی امام عیدگاہ دہلی - ۲۹ محرم ۵۳ء

الجواب صحیح۔ احقر محمد یوسف عفی عنہ۔ ناظم اعلیٰ جمعیۃ القراء والحفاظ دہلی
الجواب صحیح۔ حفیظ الدین احمد امام مسجد رنگریزاں۔ باڑہ ہندوراؤ۔ دہلی

---

(۱) الضاد والظاء اشتر کا صفة: جهراً ورحاوةً و استعلاءً و اطباقاً وافترقًا مخرجاً و انفردت الضاد بالا ستطالة (الاتقان فی علوم القرآن : فصل من المهمات تجويد القرآن ۱/۱۰۱ ط سهيل اكيڈمی' لاهور)

(۲) وفی خزانة الا كمل قال القاضی ابو عاصم : ان تعمد ذلك تفسد' وان جرى علی لسانه' اولا يعرف التمييز لا تفسد وهو المختار' حليه و فی البزازيه وهو اعدل الا قاويل' وهو المختار (ردالمحتار: مطلب مسائل زلة القاری ۱/۶۳۳ ط سعيد)

(۳) وان كان لا يمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد قال اكثرهم لا تفسد صلاته – ومن لايعرف بعض الحروف ينبغی ان يجهد ولا بعذر فی ذلك' فان كان لا ينطق لسانه فی بعض الحروف ان لم يجد آية ليس فيها تلك الحروف تجوز صلاته (عالمگيريه: الباب الخامس فی زلة القاری ۱/۷۹' ط ماجديه' كوئٹه)

"ضاد" کردار صفات میں مشابہ "ظاء" کے ہے "ضاد" کو "دال پر" پڑھنے والے کی نماز بھی صحیح ہو گی

(سوال) ضاد مشابہ بالصوت ظاء کے ہے یا مشابہ بالصوت دال کے کس صورت میں نماز فاسد ہو گی مولانا عبدالحی لکھنوی فتاوی جلدی اول ص ۱۹۵ پر لکھتے ہیں کہ "مشابہ بالدال پڑھنے سے نماز باتفاق علما فاسد ہو جاتی ہے اور مشابہ بظاپڑھنے سے اکثروں کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی" یہ صحیح ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۹۳ مولوی محمد سعید (سکھر ضلع اٹک) ۱۴ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۹۴) ضاد جب اپنے مخرج سے صحیح ادا ہو تو وہ ظا کے مشابہ ہوتا ہے لیکن عام طور پر جو دال پر کے مشابہ ادا کرتے ہیں یہ اسی ضاد کی بگڑی ہوئی ادا ہے اور جو لوگ کہ بالکل ظا کی آواز سے پڑھ دیتے ہیں وہ بھی صحیح نہیں لہذا دال پر کی آواز پڑھنے والے اور مشابہ بظاپڑھنے والے دونوں کی نماز صحیح ہو جاتی ہے، اس میں جھگڑا فساد نہ کرنا چاہئے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

"ضاد" کو مشابہ "ظاء" پڑھنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے

(سوال) ضاد کو مشابہ بظاء پڑھنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۷۱ ۵ عبدالرشید (ضلع سلہٹ) ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۹۵) جو لوگ کہ ضاد کو اس کے اصل مخرج سے ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور سننے والے ان کی ادا میں صوت مشابہ بظا سنتے ہیں ان کی ادا صحیح ہے اور جو لوگ اصل مخرج سے ادا کرنے کی کوشش میں اس طرح پڑھتے ہیں کہ سننے والے کو دال مفخم کی آواز سنائی دیتی ہے یہ بھی درست ہے وہ بھی ضاد ہی کی آواز ہے کیونکہ صرف دال میں درحقیقت تفخیم کی صلاحیت ہی نہیں ہے مگر ان دونوں اداؤں میں وہ ادا جس میں صوت مشابہ بظا مسموع ہوتی ہے اقرب الی الصحتہ ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ۔

"ضاد" صحیح طور پر مخرج سے ادا کیا جائے تو مشابہ "ظاء" ہو گی یا نہ ؟ ضاد کو مشابہ دال پڑھنا کیسا ہے ؟

(سوال) حرف (ض) کو اگر صحیح طور پر ادا کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے قراء مجودین اور حفاظ متقنین کے صدور میں ہم تک پہنچا ہے تو اس کی آواز مانند آواز ظائے معجمہ کے ہو گی یا نہیں نیز آج کل عام طور پر حرف (ض) کو دال مفخم یا مشابہ دال کے پڑھتے ہیں اور عوام کالانعام سے کیا شکایت بہت سے

---

(۱) المختار عندنا ان اشتباہ الضاد بالظاء لا یبطل الصلوٰۃ، ویدل علیٰ ان المشابھۃ حاصلۃ بینھما جداً والتمییز عسر فوجب ان یسقط التکلیف (التفسیر الکبیر : المسألۃ العاشرہ، ۱/ ۶۲ ط، دار الکتب العربیہ، تھران)

(۲) مرجع سابق

علماء اتقیا بھی بلادریغ بغیر تحقیق ہر ایک کے پیچھے نماز پڑھتے رہتے ہیں موجودہ زمانے کے رسائل کو جب ہم نے غور سے مطالعہ کیا جیسا کہ رسالہ الاقتصاد فی الضاد یا الارشاد فی الضادو غیر ذلک تو ہم نے بحوالہ کتب معتبرہ تجوید و فقہ و تفسیر و صرف کے مصرح پایا کہ حرف (ض) صحیحہ عربیہ صوت اور سمع میں ظاء کے مانند ہے اور غیر اس کے دال مفخمہ یا مشابہ دال کے جو کہ آج کل مروج ہے غلط اور لحن جلی قرار دیا ہے برائے نمونہ عبارت جہد المقل نقل کی جاتی ہے۔فان لفظت بالضاد فان جعلت مخرجها من حافة اللسان مع ما يليهامن الاضراس بدون اكمال حصر الصوت واغلبت لها الاطباق والتفخيم الوسطين و التفشى القليل فهذا هو الحق المؤيد بكلمات ائمة التجويد والتصريف فى كتبهم و يشبه صوتها حينئذٍ صوت الظاء المعجمة بالضرورة وما ذابعد الحق الا الضلال اور جہل المقل کے منہیہ پر عبارت شعلہ (فارسی) کی یہ ہے : وانا اقول لوكان حق اداء الضاد المعجمة كالدال المهملة المطبقة اوالدال الخالصة كما هو الدائع بين اكثر الناس من الخواص والعوام فى زماننا هذا يقدر عليه الشارع فى اول الشروع ولا يتعسر على احد فما اسعدزماننا بعد زمان صاحب الرعاية بثمان مائة و ستين سنة انتهى اب ہم حیران ہیں کہ اگر دین کی کتابوں کو دیکھیں تو حرف (ض) صحیحہ عربیہ آواز میں مانند ظا کے معلوم ہوتا ہے اور اگر چودھویں صدی کے عمل کو دیکھتے ہیں تو مشابہ دال کے پڑھتے ہیں لہذا یہ بات قابل دریافت ہے کہ اگر ضاد مروجہ یعنی مشابہ دال کی صحت کسی کتاب میں کتب دین سے ہو تو براہ کرم نام کتاب مع عبارت درج استفتا فرمادیں اور اگر نہیں تو جو صحیح حرف ہے اس کی ترویج واشاعت میں عضو عليها بالنواجذ کا مصداق بن جائیں حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک سنت کو میری سنتوں میں سے بعد اماتت کے رائج کرے تو اس کے واسطے اتنا ثواب ہے۔

المستفتی نمبر ۸۱۱ سید خلیل احمد شاہ (ضلع مظفر گڑھ) ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب) (از مولانا غلام رسول بنوی) ہو الموفق للصواب۔ حرف (ض) کو اگر صحیح ادا کیا جائے تو ضرور اس کی آواز مانند آواز ظاء کے ہو گی کیونکہ ان سب میں باہم سخت مشابہت ہے تفسیر کبیر (۱) جلد اول میں ہے۔والمختار عندنا ان اشتباه الضاد بالظاء لا يبطل الصلوة و يدل عليه ان المشابهة حاصلة بينهما جدًا و التمييز عسير فوجب ان يسقط التكليف بالفرق دوسری جگہ اس جلد میں ہے فثبت بما ذكرنا ان المشابهة بين الضاد والظاء شديدة والتمييز عسير فنقول لو كان هذا الفرق معتبر الوقع السوال عنه فى زمان رسول الله ﷺ او فى ازمنة الصحابة لا سيما عند دخول العجم فى الاسلام فلما لم ينقل وقوع السوال عن هذه المسئلة علمنا ان

---

(۱) المسألة العاشرة ۱/ ۶۲، ط دار الكتب العلميه' تهران

التمييز بين هذين الحرفين ليس فی محل التكليف اور شیخ احمد مکی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے لو ابدل الضاد بغير ظاء لم يصح قرأته قطعا فعلم من هذاانه لم يقع خلاف فی ابدالهاد الاً كما وقع فی الظاء فالنطق بها دالاً لم يقل احد بصحته (۱) اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے مجموعۃ الفتاویٰ (۲) میں پوری تحقیق اس مسئلہ میں کی ہے جو شخص دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے وما علينا الا البلاغ فقط کتبہ غلام رسول ہوی۔ سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی هذا الجواب هو الصحيح العبد محمد صديق بقلم خود اصاب المجيب فيما اجاب بارك الله فی علمه و عمله سلطان محمود بقلم خود عفا عنه

(جواب ۹٦) (از حضرت مفتی اعظمؒ) یہ صحیح ہے کہ ضاد کی آواز صحت ادا کی صورت میں ظا کے مشابہ ہوتی ہے (۳) اور صحت ادا نہ ہو تو یہ آواز ایک ایسی آواز ہو جاتی ہے کہ وہ نہ ظا کی آواز ہوتی ہے نہ دال کی اور جو شخص صحت ادا پر قادر ہو اس کو صحیح ادا کرنی چاہئیے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(جواب ۹۷ دیگر ۸۵٦) ضاد کو جب صحیح طور پر اپنے مخرج سے ادا کیا جائے تو اس کی آواز ظاء کے مشابہ ہے اس لئے جو لوگ کہ اس کو مشتبہ الصوت بظا پڑھتے ہیں وہ غلط نہیں ہے ہاں جو خالص ظا پڑھیں تو وہ غلط ہے اور خالص دال کی آواز سے پڑھنا جیسے اکثر عوام پڑھتے ہیں یہ بھی غلط ہے (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۳٦ء

غير المغضوب یا ولا الضالین میں ضاد کو قصداً ظاء پڑھنا غلط ہے' صحیح ادا کیا جائے تو مشابہ ظاء ہوگی

(سوال) قرآن پاک میں غير المغضوب یا ولاالضالين ظا کے ساتھ قصداً اور دال پڑ کے ساتھ پڑھنا اور مقصود غير المغضوب کو ادا کرنا ہے اور مروج یعنی دال پر ہے اور ظا سے فتنہ پیدا ہوتا ہے اب دونوں جائز ہیں یا ایک اور اگر ایک جائز ہے تو کون سا جائز ہے اور اگر ناجائز کو کوئی پڑھے تو کیا سزا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۱۷۵ اکرم خاں طالب علم مسجد چوری خیل (صوبہ سرحد) ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۳٦ء

(جواب ۹۸) ضاد کو ظا پڑھنا غلط ہے اسی طرح دال پڑھنا بھی غلط ہے ضاد اگر اپنے مخرج سے صحیح طور پر ادا ہو تو اس کی آواز ظا کے مشابہ ہوتی ہے دال پر جسے کہا جاتا ہے وہ بھی ضاد کی آواز ہے اور ضاد ادا

---

(۱) فتاوی حدیثیه: ص ۲۰۹ ط مصر

(۲) ۱/ ۸۱ تا ۸۷ ط سهيل اكيدمی لاهور

(۳) والضاد والظاء اشتركا صفته' جهر اور خوة واستعلاء و اطباقاً و افترقا مخرجاً و انفردت الضاد بالا ستطالة (الاتقان فی علوم القرآن: فصل فی المهمات ۱/ ۱۰۱ ط سهيل اكيدمی' لاهور)

(٤) حوالہ بالا

کرنے کی نیت سے ہی آواز نکالی جاتی ہے لہذا دونوں فریق ایک دوسرے پر اعتراض کرنے کا حق نہیں رکھتے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(جواب ۹۹ دیگر ۱۴۵۵) ضاد اپنے مخرج و صفات میں ظا کے قریب اور مشتبہ الصوت ظا ہے یہ بات تمام تجوید کی کتابوں میں مذکور ہے اور فقہ حنفی میں بھی اسی طرح مرقوم ہے(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' ۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۳۷ء

"ضاد" کو خالص "ظا" یا "دال" پڑھنا غلط ہے.

(سوال) عام طور سے بعض جگہ ضاد کو مشابہ بمخرج دال پڑھتے ہیں جیسا کہ رضی اللہ عنہ کو ردی اللہ عنہ ولا الضالین کو ولا الدالین اور عید الضحی کو عید الدحی وغیرہ مگر اکثر مقامات پر ضاد کو ضاد ہی پڑھتے ہیں مثلاً ماہ رمضان کو رمدان حضرت کو حدرت اور مرض کو مرد نہیں کہتے اور رضی اللہ عنہ کو ردی اللہ عنہ کہتے ہیں تو معنی ہی بدل جاتے ہیں رد کے معنی پھیرنا انکار' شوخی وغیرہ کے ہیں اگرچہ اس کے یہ معنی نہیں لیتے مگر ظاہر میں ردی اللہ کہنا کریہ ہے رسالہ زینت القاری میں لکھا ہے کہ ہم لوگوں میں یہ ایک ایسی وبا پھیل گئی ہے کہ ضاد کو داد پڑھتے ہیں اور باوجودیکہ ضاد کا تلفظ ظ سے ملتا ہوا ہے دال سے نہیں ملتا جیسا کہ تمام تفاسیر اور کتب قرأت مثلاً فتح العزیز اور فتح القدیر نیز اتقان وغیرہ میں لکھا ہے کہ ض ظ سے ملتا ہوا حرف ہے دال سے ملتا ہوا نہیں ہے لہذا ضاد کو داد پڑھنا غلط ہے۔

المستفتی نمبر ۱۵۲۹ مدیر راہ نجات (کاٹھیاواڑ) ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۰) یہ صحیح ہے کہ حرف ضاد کو دال کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ کہ وہ ظا کے ساتھ اپنی اکثر صفات میں مشابہ ہے مگر ظاء سے بھی وہ جداگانہ حقیقت رکھتا ہے پس جو شخص اس کو خالص ظا پڑھے وہ اور جو شخص خالص دال پڑھے وہ دونوں تبدیل حرف کی مرتکب ہیں اور جو شخص ضاد کو ادا کرنے کے قصد سے پڑھے اور اس کی آواز دال پر کی نکلے یا ظا کے مشابہ نکلے ان دونوں کی نماز صحیح ہو گی اور ظا کے مشابہ پڑھنے والا اقرب الی الصحۃ ہو گا(۳) اور خالص دال کی آواز سے ادا کرنا غلط ہے دال پر جس آواز کو ہم نے کہا ہے وہ ضاد کی بگڑی ہوئی آواز ہے کیونکہ دال میں فی حد ذاتہ تفخیم نہیں ہوتی۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی ۔

---

(۱) مرجع سابق
(۲) مرجع سابق
(۳) ایضاً

ولا الضالین کو ولا الظالین (بالظاء) پڑھنا غلط ہے

(سوال) شہر اکولہ میں کچھ روز سے ایک فتنہ پھیلا ہوا ہے کہ ایک شخص جو پیش امام ہے اس کا کہنا ہے کہ سورہ فاتحہ میں ولاالضالین کو لفظ ظ سے پڑھنا صحیح ہے اور والضالین کو ض سے پڑھنا غلط ہے لہذا بروئے اظہار حق یہ استدعا ہے کہ ولا الضالین پڑھنا چاہئیے یا ولا الظالین اور شخص مذکور کا کہنا ہے ولا الضالین پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ المستفتی نمبر ۱۸۱۴ اسماعیل خاں حسن خاں (برار) ۲۴ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۱) یہ کہنا کہ الضالین کو لفظ ظا سے پڑھنا صحیح ہے اور لفظ ض سے پڑھنا صحیح نہیں ہے' درست نہیں ہے اس کو ض سے پڑھنا چاہئیے ظا سے پڑھنا جائز نہیں ہے مگر بات یہ ہے کہ ض کو اصل مخرج سے ادا کیا جائے تو اس کی آواز ظا کے زیادہ مشابہ ہوتی ہے اور دال سے اس کو کوئی نسبت نہیں ہے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ظا سے پڑھا ہے حالانکہ وہ ضاد ہی ہوتا ہے ظا نہیں ہوتا پس ضاد پڑھنے کا قصد کر کے اصل مخرج سے نکالنے کی سعی کرنے والا ٹھیک پڑھتا ہے اگرچہ سننے والوں کو ظا معلوم ہو لیکن اگر وہ ظا پڑھنے کا قصد کر کے ظالین پڑھے تو یہ غلط ہے(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ولا الضالین کو ولا الظالین پڑھنا درست ہے یا ولا الدوالین؟

(سوال) ولاالضالین کے ضاد کو کوئی نماز میں (یا باہر نماز سے) مخرج بالظا مثلاً ظوالین پڑھتے اور کوئی ضاد مخرج بالدال پڑھتے مثلاً دوالین پڑھا کرتے ہیں اب بتلائیے کہ کس کی نماز صحیح ہوئی اور کس کی باطل اور کس کا پڑھنا غلط ہوگا۔

اکثر علماء کا فتوی مخرج بالدال پر ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو عوام الناس و اکثر حافظ قرآن و علماء ضاد کو مخرج بالدال کیوں پڑھتے ہیں آیا ان لوگوں کا پڑھنا غلط ہے یا صحیح عوام الناس خصوصاً مریدان مونگیر کے کہتے ہیں کہ میرے پیر و مرشد مجمع فیوض البرکات مولانا محمد علی مونگیریؒ بھی ضاد کو تازیست مخرج بالدال مثلاً دوالین پڑھتے تھے آیا حضور کا پڑھنا کیا غلط تھا پھر ایسا ہی مکہ و مدینہ منورہ کہ قراء حرمین شریفین کے چاروں مصلوں کے امام و علمائے محدثین بلکہ تمام اہل عرب ولاالضالین کو مخرج بالدال مثلاً دوالین پڑھتے ہیں تمام جگہ سارے قرآن میں ضاد کو مخرج بالدال پڑھتے ہیں آیا ان حضرات مجمع الفیوض والبرکات واقف احادیث و آیات مجدد العلم والفرقان کا پڑھنا کیا غلط ہے؟

مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے اس مسئلہ کا جواب یوں دیا ہے کہ ض اور ظ یہ دونوں حرف قریب المخرج ہیں اس لئے اگر ضالین میں باوجود کوشش کے ض صحیح مخرج سے ادا نہ ہوا اور اس کی جگہ ظ پڑھا گیا ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی بخلاف اس کے اگر دال پڑھا جائے گا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ یہ

---

(۱) مرجع سابق

خلاف مخرج بھی ہے اور اس سے معنی بھی متغیر ہو جاتے ہیں (فتاوی قاضی خاں میں ایسا ہی لکھا ہے ص ۶۹ ج ۱) باقی رہا قراء اور علماء جو قرأت و تجوید کے فن سے واقف ہیں وہ ضاد کو صحیح مخرج سے ادا کرتے ہیں وہ دوالین نہیں پڑھتے لیکن جو لوگ اس فن سے ناواقف ہیں وہ قراء کی غلط نقل کر کے دوالین پڑھتے ہیں تو ان کی نماز اس سے فاسد ہوتی ہے ایسے لوگوں کو کسی قاری سے سیکھ لینا چاہئے اور کوشش کرنا چاہئے کہ ض کو صحیح مخرج سے ادا کریں۔ فقط المستفتی نمبر ۲۶۶۹ منشی جلال الدین صاحب ۶ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۳ جون ۱۹۴۱ء

(جواب ۱۰۲) ضاد کو قصداً دال یا ظا کے مخرج سے ادا کرنا غلط ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن ایسا کوئی شخص نہیں کرتا کہ قصداً دال پڑھے یا قصداً ظا پڑھے۔

لوگ ارادہ تو یہی کرتے ہیں کہ ضاد کو صحیح اپنے مخرج سے ادا کریں لیکن ان سے صحیح ادا نہیں ہوتا اور اس میں تین صورتیں ہو جاتی ہیں اول تو عوام کی قرأت کہ وہ صاف دال پڑھتے ہیں اور کبھی کوشش بھی نہیں کرتے کہ اس کو اور دال سے علیحدہ کر کے اصل مخرج سے یا اس کے قریب قریب ادا کریں ان کا یہ فعل ناجائز اور عمل غلط ہے ان کی نماز بھی نہیں ہوتی (۱)

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ دال سے تو ممتاز کر لیتے ہیں اور ظا سے دور رہتے ہیں ان دونوں سے ممتاز اور جدا ایک آواز ہوتی ہے جس کو بتانے کے لئے کوئی صحیح تعبیر نہیں مگر عام طور سے اس کو دال مفخم کی آواز کہا جاتا ہے (حالانکہ حقیقت میں وہ دال کی آواز نہیں ہے کیونکہ اس میں تفخیم ہوتی ہے اور اصل دال میں تفخیم کا تصور اور وجود نہیں) یہ آواز چونکہ علیحدہ آواز ہے نہ دال ہے نہ ظا ہے اور ضاد کو ادا کرنے کی نیت کی گئی ہے اس لئے ادائے حرف ضاد کے لئے کافی ہو گی اور نماز ہو جائے گی قراء اور علماء اور اکثر حضرات اسی طرح سے پڑھتے ہیں پھر ان میں سے جو مخارج کے عالم ہیں ان کی ادا بالکل صحیح ہوتی ہے اور جو اچھی واقفیت یا مہارت نہیں رکھتے ان کی ادا میں نقصان رہتا ہے مگر یہ یقینی ہے کہ ان کا ادا کیا ہوا حرف دال اور ظا نہیں ہوتا (۲)

تیسری صورت یہ ہے کہ ادا کرنے والا ظالین پڑھنے یعنی بالکل ظا پڑھ دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ چونکہ میں ضاد کو ادا نہیں کر سکتا اس لئے اسکو ظا کی آواز کے مشابہ ادا کروں کیونکہ ضاد اور ظا آپس میں قریب الصوت اور مشابہ صفات رکھنے والے ہیں تو اگرچہ یہ خیال تو صحیح نہیں مگر اس شخص کی نماز اس لئے ہو جائے گی کہ یہ ضاد کو اسکے اصل مخرج سے ادا نہیں کر سکتا اور جس طرح ادا کیا ہے وہ اس کے

---

(۱) مادام فی التصحیح والتعلم ولم یقدر علیه فصلاته، جائزة، وان ترك جهده فصلاته فاسدة كذافی المحیط (رد المحتار، مطلب فی الاشغ ۱/۵۸۲، ط سعید)

(۲) والضاد والظاء اشتركا صفة: جهرا ورخاوة واستعلاء و اطباقاً و افترقا مخرجاً و انفردت الضاد بالاستطالة الخ (الاتقان فی علوم القرآن: فصل فی المهمات ۱/۱۰۱، ط سهیل اکیڈمی، لاهور)

مخرج کے بعد ض اوصاف پر مشتمل ہے اور اگر یہ شخص یہ نیت کرلے کہ میں ظا پڑھتا ہوں تو اس کی نماز بھی نہ ہوگی۔(۱)

نماز اسی صورت میں ہوگی کہ قصد تو کرے ضاد کا اور ادائیگی میں مشتبہ الصوت بظا معلوم ہو۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چوتھا باب
اعراب قرآن

قرآن مجید کے اعراب حضور ﷺ کے زمانہ سے کتنے برس بعد لگائے گئے ؟

(سوال) قرآن شریف کے اعراب کس زمانے میں اور کس نے لگائے ہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۹۹ حسین جمال الدین منہار راجپور ۸ اصفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۲ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۰۳) قرآن مجید کے اعراب زمانہ آنحضرت ﷺ سے تقریباً ستر برس کے بعد لگائے گئے ہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

پیش (ُ) کو واؤ معروف اور زیر (ِ) کو یا معروف کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے۔

(سوال) اعراب زیر اور پیش کو کس طرح پڑھا جائے کوئی یہ کہتا ہے کہ زیر اور پیش کو باریک آواز سے پڑھنا صحیح ہے کوئی کہتا ہے کہ موٹی آواز سے پڑھنا چاہئے مثلاً الف زیر اے۔ ب زیر بے۔ یا الف زیر ای ب زیر بی کون سا صحیح ہے ؟

المستفتی نمبر ۵۱۷ عبدالغفور (کوٹہ راجپوتانہ) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۰۴) صحیح یہ ہے کہ پیش کو واؤ معروف کی طرف اور زیر کو یائے معروف کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے مگر زیادہ کھینچا نہ جائے کیونکہ کھینچنے سے پوری واؤ یا پوری یا ہو جائے گی اور وہ صحیح نہیں اور واؤ مجہول یا یائے مجہول کی طرف مائل کرنا عربی لہجے کے خلاف ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) قال القاضی ابو عاصم : ان تعمد ذلک تفسد، وان جری علی لسانه اولا یعرف التمییز لا تفسد وهو المختار حلیه و فی البزازیه : وهو اعدل الاقوال، وهو المختار (رد المحتار : مطلب مسائل زلة القاری ۱/۶۳۳ ط سعید)

(۲) انظر تفسیر القرطبی : مقدمه المؤلف ۱/۴۵ ، ط دار الکتب العلمیه، بیروت)

(۳) قلت : دل الحدیث علی ان التغنی بالقرآن لا یجوز علی الاطلاق بل هو مقید لقید عدم اخراج القرآن من العربیة الی غیر هابان یفرط فی المد و فی اشباع الحرکات حتی یتولد من الفتحه الف و من الضمة واؤ، و من الکسریاء، او یدغم فی غیر موضع الا دغام فان لم ینته الی هذا الحد فلا کراهة (علاء السنن، باب ماجاء فی وجوب تجوید القرآن ۴/۱۵۵، ط ادارة القرآن و العلوم الاسلامیه، کراچی)

جواب کی توضیح

(جواب ۱۰۵)(۶۳۷) متعلقہ سوال مذکورہ۔ فقیر کے پہلے جواب کا مطلب یہ ہے کہ الحمد کی دال پر جو پیش ہے اس کو واؤ معروف کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے اور للہ کی ہا کے نیچے جو زیر ہے اس کو یائے معروف کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے مگر زیادہ نہ کھینچنا چاہئے کہ الحمدو ہو جائے یا للھی بن جائے۔

قاعدہ یسر ناالقرآن مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور ہمارے پاس موجود نہیں ہے ہمیں معلوم نہیں اس میں کیا لکھا ہے اگر یہ بات لکھی ہے کہ جس حرف پر پیش ہو اس کی حرکت یعنی پیش کو واؤ مجہول کی طرح پڑھا جائے، تو یہ بات غلط ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، ۳ رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء

پانچواں باب
متفرق مسائل

سورۃ توبہ کی ابتداء میں" اعوذ باللہ من النار الخ،، پڑھنا ثابت نہیں!

(سوال) بعض قرآن مجید مطبوعہ بمبئی میں سورہ توبہ کے حاشیہ پر یہ عبارت مرقوم ہے ونقل الجزری يقرء عند مكان البسملة اعوذ بالله من النار ومن شر الكفار و من غضب الجبار العزة لله و لرسوله وللمؤمنين كذافى المبسوط انتهى دریافت طلب امر یہ ہے کہ جزری یا مبسوط یا دیگر کسی کتاب میں یہ عبارت پڑھنا لکھا ہے؟

(جواب ۱۰۶) اس دعا کا کسی معتبر کتاب سے ثبوت نہیں ملتا سورہ توبہ سے پہلے بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ وہی ہے جو حضرت عثمانؓ سے ترمذی میں منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے اس سورت کے متعلق یہ بیان نہ فرمایا تھا کہ یہ کہاں پر لکھی جائے اس لئے انہوں نے اپنے اجتہاد سے اس کو یہاں پر درج کر دیا اور بسم اللہ نہ لکھی(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مولوی نذیر احمد دہلوی کے ترجمہ قرآن میں بہت سی غلطیاں ہیں!

(سوال) مولوی نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ قرآنی صحیح ہے یا نہیں اور حنفی مذہب کے موافق ہے یا نہیں؟

---

(۱) مرجع سابق

(۲) فقال عثمان .... فظننت انها منها فقبض رسول الله ﷺ ولم يبين لنا انها منها فمن اجل ذلك قرنت بينهما ولم اكتب بينهما سطر بسم الله الرحمن الرحيم ووضعتها فى السبع الطول (جامع الترمذى، ومن سورة التوبة، ۱۳۹/۲ ط سعيد)

یہ ترجمہ لڑکوں کو کار آمد ثابت ہوگا یا مضر ؟ کیونکہ اس ترجمہ کی بنا ایک آزاد شخص نے حنفیوں کے مدرسے میں ڈالی ہے جس کا عقیدہ بہت سے مسلمانوں کے نزدیک برا ہے کیونکہ وہ شخص عام جلسوں میں تقدیر اور وسیلہ پکڑنے سے لوگوں کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بھائیو! تقدیر کوئی چیز نہیں تدبیر کرو اور وسیلہ کیا چیز ہے اپنی جانوں پر کھیلو۔

(جواب ۱۰۷) مولوی نذیر احمد صاب کے ترجمہ قرآنی میں بہت سی غلطیاں ہیں علمائے احناف کے خلاف ایسی بہت سی باتیں اس میں ہیں جو لڑکوں کو مضر ہوں گی لہذا اگر وہ ترجمہ مدرسے میں داخل کر لیا گیا ہے تو مناسب ہے کہ اس کے ساتھ اصلاح ترجمہ دہلویہ جو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب ہے بچوں کو ضرور پڑھائی جائے تاکہ جو کچھ غلطیاں اس ترجمہ میں ہیں اس کتاب سے ان کی اصلاح ہو جائے مولانا نے مولوی نذیر احمد کی غلطیوں کی اس کتاب میں اصلاح کی ہے اور بتایا ہے کہ انہوں نے کیا کیا غلطیاں کی ہیں۔

"آیت الکرسی" ایک آیت ہے!

(سوال) آیت الکرسی جو کہ سورۃ بقرہ کے چونتیسویں رکوع میں اللہ لا الہ الا ہو سے وھو العلی العظیم تک ہے یہ ایک ہی آیت مانی جائے گی یا درمیان میں علامات وقف ہیں یہ بھی آیت کا حکم رکھتی ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آیت الکرسی میں دس آیات ہیں۔ المستفتی نمبر ۴۸۶ حافظ محمد شفیع (ضلع بجنور) ۲۸ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق یکم جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۰۸) آیت الکرسی اللہ لا الہ الا ہو سے شروع ہو کر وھو العلی العظیم پر ختم ہوتی ہے، یہ کوئی ایک آیت ہے درمیان میں جو رموز او قاف ہیں وہ آیات نہیں ہیں لفظ آیت الکرسی میں بھی اس کو واحد کے صیغے سے تعبیر کیا گیا ہے آیات الکرسی نہیں کہا گیا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

آیت "وما انزل علی الملکین ببابل" (الآیۃ) کی صحیح تشریح

(سوال) کلام مجید میں ہاروت و ماروت کا جو ذکر آیا ہے اس کا صحیح شان نزول اور اصل قصہ کیا ہے ؟ حضرت مولانا عبدالحق صاحب تفسیر حقانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہاروت اور ماروت شہر بابل میں دو شخص تھے جن کو ان کے عجائب افعال اور نیک چلنی کی وجہ سے فرشتہ کہتے تھے اور ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا تھا اور اس بات کی وہ قراءۃ مؤید ہے جس میں ملکین کو بکسر لام پڑھا ہے اور حسن بصری کا بھی یہی

---

(۱) وفی التفسیر لابن کثیر: ھذہ آیة الکرسی ولھا شان عظیم، قد صح عن رسول اللہ ﷺ بانھا افضل آیة فی کتاب اللہ قال الامام احمد حدثنا عبدالرزاق.... عن ابی ابن کعب ان النبی ﷺ سالته ای آیة اعظم ؟ قال: اللہ و رسوله اعلم، فردو ھامرارا ثم قال ابی : آیة الکرسی (البقرۃ ۲۵۵، ۱/ ۳۰٤) و فیه : وھذہ الآیة مشتملة علی عشر جمل مستقلة فقوله (اللہ لا الہ الاھو) اخبار الخ (۱/ ۳۰۸، ط.سھیل اکیڈمی، لاھور)

قول ہے (بیضاوی تفسیر کبیر) یہ دو شخص اس فن سے واقف تھے مگر اس کو برا سمجھتے تھے یہاں تک کہ جو ان کے پاس سیکھنے آتا اس سے یہ کہہ دیتے تھے کہ بھائی خدا نے یہ علم ہم کو تمہاری آزمائش کے لئے دیا ہے کہ تم ایمان پر ثابت قدم رہتے ہو یا نہیں اس کو نہ سیکھو ورنہ ایمان جاتا رہے گا مگر یہود ایمان کی کیا پروا کرتے تھے سیکھنے سے باز نہ آتے تھے پس ان پر نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ خدا نے ان کو اس فن میں ماہر و عالم ہونے کی قدرت عطا کی تھی نہ یہ کہ کتاب آسمانی کی طرح ان پر خدا نے جادو نازل کیا تھا کہ وہ اس کو تعلیم دیا کرتے تھے بعض مفسرین نے لفظ انزال سے یہ سمجھ لیا کہ وہ فرشتے تھے جو حضرت ادریس علیہ السلام کے عہد میں زمین شہر بابل میں آئے تھے پھر ایک حسین عورت زہرہ پر عاشق ہو گئے تھے اس کے کہنے سے شراب پیکر اس کے خاوند کو قتل کیا اور بت کو سجدہ کیا اور زہرہ نے اسم اعظم ان سے سیکھ لیا جس سے وہ تو آسمان پر چلی گئی اور یہ بابل کے کنویں میں الٹے لٹکے ہیں اور وہاں آگ سے ان کو عذاب ہوتا ہے پھر جو کوئی ان کے پاس جادو سیکھنے جاتا ہے پہلے اس کو سمجھا دیتے ہیں پھر سکھا دیتے ہیں چنانچہ ایک شخص عبدالملک بن مروان کے پاس ان سے مل کر آیا تھا الخ۔ یہ بے اصل کہانیاں ہیں دریافت طلب یہ امر ہے کہ مولانا عبدالحق نے بحوالہ حسن بصریؒ بیضاوی و تفسیر کبیر جو لکھا ہے وہ ٹھیک ہے یا دیگر مفسرین کا قول صحیح ہے؟ **المستفتی** نمبر ۴۴۵ فقیر احمد نقشبندی (سنگرو) ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۳۵ء۔

(جواب ۱۰۹) ہاروت و ماروت فرشتے نہیں تھے اور ان کا آسمان سے اترنا اور زہرہ پر عاشق ہونا اور زہرہ کا ان سے اسم اعظم سیکھ کر آسمان پر جانا اور فرشتہ بن جانا یا ستارہ بن جانا اور ان فرشتوں کا بابل میں ایک کنویں میں الٹا لٹکایا جانا یہ معتبر قصہ نہیں ہے ظاہر یہ ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب کا بیان کردہ قصہ ہی قابل قبول ہے۔(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

عربی عبارت کے بغیر قرآن مجید کے ترجمہ شائع کرنے کا حکم

(سوال) کیا قرآن شریف کا اردو میں ایسا ترجمہ جس میں عربی عبارت بالکل نہ ہو اور بامحاورہ عبارت ہو شائع کرنا درست ہے۔ **المستفتی** نمبر ۱۱۹۸ نیاز احمد صاحب (لاہور) ۶ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۱۰) قرآن مجید کے اصل نظم عربی اور اس کی خصوصیات کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی عبارت ترجمہ کے ساتھ ضرور ہے خالص ترجمہ کی اشاعت میں تغیر و تبدیل کے امکانات

---

(۱) وهذه القصة من اخبار الآحاد بل من الروايات الضعيفه الشاذه' ولا دلالة عليها في القرآن' بشئی و فی روایات هذه القصه مايا باه العقل والنقل وهو ما نقل عن الربيعه بن انس : انه مسخ الله الزهرة كوكبًا و صعدت الى السماء حين تعلمت الاسم الاعظم ...... قال الشيخ كمال الدين : و ائمة النقل لم يصححوا لهذه القصة ولا اثبتوا روايتها عن على وله عن ابن عباسؓ الخ (التفسير المظهرى ۱/۱۰۹ ط حافظ كتب خانه' كوئته)

زیادہ ہیں اس لئے اس پر اقدام کرنا مسلمانوں کے لئے قرین صواب نہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

قرآن کریم کو خوش آوازی سے پڑھنا کیسا ہے.

(سوال) قرآن کریم کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۵۹۱ جلال الدین صاحب (ضلع حصار) ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۱) قرآن مجید کو خوش آوازی سے پڑھنا جائز ہے مگر گانے کے لہجے میں پڑھنا مکروہ ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کیا حروف مقطعات کے معانی کا علم حضور ﷺ کو تھا؟

(سوال) حروف مقطعات کے بارے میں بڑا اختلاف برپا ہے چنانچہ ایک عالم فرماتا ہے کہ حروف مقطعات کا علم اللہ اور اللہ کے رسول کو معلوم ہے کیونکہ یہ ایک راز ہے جو مرسل اور مرسل (اللہ) کے درمیان واقع ہے جس کو ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اور دوسرا عالم یہ فرماتا ہے کہ اس کا علم بغیر اللہ کے کوئی نہیں جانتا خواہ وہ رسول ہو یا فرداً من عامتہ الناس ہو جو شخص یہ کہے کہ حروف مقطعات اللہ اور رسول ﷺ کے درمیان راز ہے وہ شخص کافر ہے اور اگر اس اعتقاد میں کفر عائد نہ ہو تو ایسے معتقد کا گناہ گار ہونا یقینی ہے چنانچہ اس اختلاف کی وجہ سے عامہ مخلوق میں کشیدگی پھیلنے کے بعد یہ بات عمل میں آئی کہ اس کا فیصلہ مفتی صاحب سے کرانا چاہئے لہذا آنجناب کی خدمت میں التماس ہے کہ جو فیصلہ شرعی ہو تحریر فرما کر قاطع اختلاف ہوں اور اگر اختلاف مذاہب اس میں واقع ہو تو جو قول آپ کے نزدیک مرجح ہو تحریر فرمائیں ؟ المستفتی نمبر ۲۶۸۱ غلام محمد صاحب مظفر گڑھ پنجاب ۹ رجب ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۱ء

(جواب ۱۱۲) حرف مقطعات کے متعلق سلف صالحینؒ سے متعدد اقوال منقول ہیں نصوص کتاب و سنت کے لحاظ سے راجح اور قوی قول یہ ہے کہ ان کے معنی اور مراد کا علم ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اسی مذہب کی رعایت کرتے ہوئے جلالین میں آلم کے آگے الله اعلم بمراده بذلك (۳) فرمایا گیا ہے اور اس پر صاحب جمل فرماتے ہیں اشار بهذا الى ارجح الاقوال فى هذه الاحرف

---

(۱) قال المحقق فى الشامية : و فى الفتح عن الكافى : ان اعتبار القراة بالفارسية او اراد ان يكتب مصحفا بها يمنع لو ان فعل فى آية او آيتين لا' فان كتب القرآن و تفسير كل حرف و ترجمه جاز (رد المحتار : مطلب بيان المتواتر والشاذ ١/٤٨٦' ط سعيد)

(۲) قلت فيه استحباب التغنى بالقرآن و تحسين الصوت بالقراة' وتزينها لا سيماء وقدجاء الامربه كما سياتى' ولكنه مقيد' بما اذا لم يخرج الى حد التحطيط (اعلاء السنن : باب ماجاء فى وجوب تجويد القرآن ٤/١٥٣' ط ادارة القرآن و العلوم الاسلامية ' كراچى)

(۳) ١/٤ 'ط سعيد

التى ابتدئ بها كثير من السور وهو انها من المتشابه وانه جرى على مذهب السلف القائلين باختصاص الله تعالى بعلم المراد منها انتهى مختصرًا (جمل جلد ۱) (۱)

مگر اس کے ساتھ ہی دوسرا قول یہ بھی ہے کہ حروف مقطعات اللہ اور اس کے رسول کے درمیان میں اسرار ہیں یعنی آنحضرت ﷺ کو ان کا علم عطا فرمایا گیا تھا مگر چونکہ وہ ایک سر تھا اس لئے حضور ﷺ نے اس کو امت پر ظاہر نہیں فرمایا حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تفسیر عزیزی میں ان اقوال کو ذکر فرمایا ہے جو حروف مقطعات کے بارے میں سلف سے منقول ہیں۔ فرماتے ہیں

اول آنست کہ ایں حروف اسرار محبت است کہ از اغیار پوشیدہ بہ پیغمبر حبیب خود صلعم نشان دادہ اند۔ گویند کہ التخاطب بالحروف المفردة سنة الاحباب فان سر الحبيب مع الحبيب يجب ان لا يطلع عليه الرقيب (فتح العزيز سوره بقره مطبوعه مجتبائى ص ۷۴)

اور بیضاوی نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے :-

" و قيل انه سر استاثره الله بعلمه وقدروى عن الخلفاء الاربعة وغير هم من الصحابة ما يقرب منه ولعلهم ارادوانها اسرار بين الله و رسوله ورموز لم يقصد بها افهام غيره الخ " (بيضاوى جلد اول ص ۱۵ مجتبائى) (۲)

یعنی بیضاوی نے خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہؓ کے ان اقوال کو جن میں حروف مقطعات کو اسرار یاالمکتوم الذی لا یفسر یا صفوۃالقرآن فرمایا تھا اس پر محمول کیا کہ یہ اللہ اور رسول کے درمیان اسرار ورموز ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ان کی مراد معلوم ہے پھر تعیین مراد میں بہت اقوال ہیں اور امام شافعیؒ کا یہ مذہب مشہور ہے کہ متشابہات کے معانی راسخین فی العلم جانتے ہیں پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ حروف مقطعات اللہ اور رسول کے درمیان میں راز ہیں وہ اقوال سلف سے باہر نہیں نکلتا یہ دوسری بات کہ راجح اور قوی قول کے خلاف ہے مگر اس کی بناء پر اس کی تکفیر تو کجا تفسیق و تضلیل بھی نہیں کی جاسکتی (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی۔

---

(۱) ۱ / ۱۰ ' ط مصر

(۲) ۱ / ۱۶ ' ط سعید

(۳) وقد اختلف اهل العلم فى معنى قوله (وما يعلم تاويله الا الله والراسخون فى العلم والراسخون فى العلم) فمنهم من جعل تمام الكلام عند قوله تعالى (والراسخون فى العلم فمن قال بالقول الاول جعل الراسخين فى العلم عالمين ببعض المتشابه (احكام القرآن للجصاص ' ۲/ ٤ ' ط دار الكتاب العربى' بيروت)

سورہ براءۃ سے پہلے "بسم اللہ" نہ ہونے کی وجہ

(سوال) قرآن مجید کے دسویں پارے میں سورہ براءت میں بسم اللہ نہیں نازل ہوئی ؟ کیا وجہ ہے ؟
المستفتی نمبر ۲۴۷۲ شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ۔ ضلع مغربی خاندیس) ۸ صفر ۱۳۵۸ھ ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء۔

(جواب ۱۱۳) اس میں حضور ﷺ نے بسم اللہ نہیں لکھوائی تھی یہ سورت پہلی سورت کے ساتھ بسم اللہ میں شامل ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) فقال عثمان کان رسول اللہ ﷺ مما یاتی علیه الزمان وهوینزل علیه السورة ذوات العدد فکان اذا نزل علیه الشئ دعا بعض من کان یکتب..... وکانت براة من آخر القرآن وکانت قصتها شبیهة بقصتها فظننت انها منها فقبض رسول اللہ ﷺ ولم یبین لنا انها منها فمن اجل ذلك قرنت بینهما ولم اکتب بینهما سطر بسم الله الرحمن الرحیم ووضعتها فی السبع الطول (جامع الترمذی : ومن سورہ التوبة' ۱۳۹/۲ ط سعید)

کتاب الحدیث والآثار

پہلا باب
متفرق احادیث کی تشریحات

حدیث شریف کی تعلیم فرض کفایہ ہے' صحابہ کرام کے زمانہ میں 'تدوین حدیث کا اہتمام خلط بالقرآن کے خوف سے نہیں کیا گیا.

(سوال) حدیث شریف فرائض دین میں سے ہے یا نہیں ؟ اگر ہے تو رسول اللہ ﷺ و صحابہ کبارؓ نے بہ طریق قرآن مجید حدیث شریف لکھوا کر حفاظت کیوں نہیں فرمائی۔ خلفائے اربعہؓ نے اپنے عہد خلافت میں بکثرت حدیث بیان کرنے کو منع کیوں فرمایا ؟ المستفتی نمبر ۳۴۴ نذیر احمد ضلع بلیا۔ ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء۔

(جواب ۱۱٤) حدیث شریف کی تعلیم اور تعلم بھی بقدر ضرورت فرض کفایہ ہے(۱) اس کی تدوین کا اہتمام خلط بالقرآن کے خوف سے ابتدا میں نہیں کیا گیا(۲) بکثرت بیان کرنے سے ممانعت اس احتیاط کے لئے تھی کہ لوگوں کو غیر مستند احادیث کے بیان کرنے سے روکا جائے اور جرات مضرہ سے ڈرایا جائے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حضور ﷺ کا خچر پر سوار ہونے کی حدیث کا حوالہ

(سوال) خچر کی سواری کی جو حدیث ہے وہ کس کتاب کی ہے حوالہ سے ممنون فرمائیں ؟ المستفتی نمبر ۷۹۱ محمد نور بدیعی (ضلع جالندھر) ۷ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۱۵) خچر کی سواری کی حدیث بخاری شریف 'ترمذی شریف اور دوسری کتابوں میں موجود ہے بخاری(۴) شریف جلد اول ص ۴۲۷ (۴) میں ہے وکان ابو سفیان بن الحارث آخذاً بعنان بغلته یعنی یوم حنین میں ابو سفیان بن الحارث حضور ﷺ کے سفید خچر کی باگ تھامے ہوئے تھے جس پر

---

(۱) واما فرض الکفایة من العلم فھو کل علم لایستغنی عنه فی قوام امور الدنیا کالطب والحساب والنحو اللغة والکلام والقرائات و اسانید الحدیث و کل ھذه آلة لعلم التفسیروالحدیث وکذلك علم الآثار والا خبار والعلم بالرجال واسامیھم الخ (رد المحتار : مطلب فی فرض الکفایة و فرض العین ۱/ ٤۲ ط سعید)

(۲) اعلم علمنی الله و ایاك ان آثار النبی ﷺ لم تکن فی عصر اصحابه و کبار تبعھم مدونة فی الجوامع ولا مرتبة لامرین : احدھما انھم کانوا فی ابتداء الحال قدنھوا عن ذلك کما ثبت فی صحیح مسلم خشیة ان یختلط بعض ذلك بالقرآن العظیم (مقدمت فتح الباری' ص ٤ ط مکتبه مصطفی' مصر)

(۳) انما کانوا یمنعون منھا او ینھون عن الاکثار فی التحدیث لا عن التحدیث بالکلیة وذلك منھم خشیة وقوع المکثر فی الخطاء وھو لا یشعر (الامام البخاری وصحیحه: الاسباب التی حملتھم عن الامتناع والنھی ص ۱۰٤' ط دار المنار جده)

(٤) (باب بغلة النبی ﷺ ۱/ ٤۰۲ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)

حضور ﷺ سوار تھے اور ترمذی شریف جلد اول ص ۲۰۲(۱) میں ہے۔ ورسول الله ﷺ علی بغلته الخ
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حدیث "نحن احق بالشك من ابراهيم" کا صحیح مطلب.

(سوال) نحن احق بالشك من ابراهيم تو نبی احق کیوں ہے اور اس حدیث کا مطلب کیا ہے ؟
المستفتی نمبر ۷۵۵ مولوی عبدالحلیم (ضلع پشاور) ۴ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء
(جواب ۱۱۶) نحن احق بالشك من ابراهيم تواضعاً فرمایا ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی شک تھا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

"خلق الله التربة يوم السبت الخ" صحیح حدیث ہے.

(سوال) بعض احباب عمل سے بچنے اور اس سے چھٹکارا پانے کے لئے ہر حدیث کو روایت اسرائیلی کہہ دیتے ہیں مشکوۃ کی ذیل کی حدیث کو بھی انہوں نے روایت اسرائیلی بتادیا از راہ کرم حدیث مذکورہ کے متعلق واضح فرمائیں۔

عن ابی هريرة قال اخذ رسول الله ﷺ بيدى فقال خلق الله التربة يوم السبت و خلق فيها الجبال يوم الاحد و خلق الشجر يوم الاثنين و خلق المكروه يوم الثلثاء و خلق النور يوم الاربعاء و بث فيها الدواب يوم الخميس و خلق آدم بعد العصر من يوم الجمعة فى آخر الخلق وآخر ساعة من النهار فيها بين العصر الى الليل مشكوة ص ۵۰۱ مطبع مجتبائی دهلی
المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی
(جواب ۱۱۷) یہ روایت مشکوۃ(۳) میں امام مسلم کی طرف منسوب ہے اور مسلم کی روایتیں صحیح ہیں (۴) اس حدیث کو اسرائیلی کہنے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں اسرائیلیات کی کوئی بات نہیں

---

(۱) (باب ماجاء فى الخروج عند الفزع ۱/ ۲۹۸' ط سعيد)
(۲) معناه ان الشك مستحيل فى حق ابراهيم فان الشك فى احياء الموتى لو كان متطرقاً إلى الانبياء لكنت انا احق به من ابراهيم وقد علمتم انى لم اشك فاعلموا ان ابراهيم لم يشك .... وانما رجح ابراهيم على نفسه عليه الصلوة والسلام تواضعاً(شرح النووى على الصحيح الامام مسلم' باب زيادة طمانية القلب بتظاهر الادلة' ۱/ ۸۵' ط قديمى كتب خانه' كراچى)
(۳) باب بدء الخلق و ذكر الانبياء ص ۵۱۰' ط سعيد)
(۴) قال الشيخ الامام ابو عمرو بن الصلاح : شرط مسلم فى صحيحه ان يكون الحديث متصلا الاسناد بنقل الثقة من الثقة من اوله الى انتهاء ه سالما من الشذوذ والعلة قال وهذا حد الصحيح فكل حديث اجتمعت فيه هذه شروط فهو صحيح بلاخلاف بين اهل الحديث (مقدمة النووى شرحه على الصحيح للامام مسلم : فصل قال الشيخ ۱/ ۱۳' ط قديمى كتب خانه كراچى

ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

حدیث " فمن وصلها وصلته " الخ کا صحیح ترجمہ

(سوال) محترم حضرت علامہ مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ۔ سلام مسنون
کرم فرما کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی یہ حدیث جو مشکوٰۃ ص ۴۲۰ پر ہے اور جو اس الجمعیۃ اخبار میں بھی شائع ہے اس کو ملاحظہ فرما کر اس کے ترجمہ اور فٹ نوٹ کے متعلق فرمایئے صحیح ہے کہ نہیں ؟ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی ۹ ۔ ۸ ۔ ۲۲

(جواب ۱۱۸) حدیث کا ترجمہ حاصل مطلب کے لحاظ سے ٹھیک ہے فمن وصلها وصلته ومن قطعها باتته (۱) کا ترجمہ مناسب الفاظ میں یوں ہونا چاہئے تو جو شخص رحم یعنی رحمی رشتہ داری کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا اور جو اسے توڑے گا میں اس کو توڑ دوں گا۔
شققت لها من اسمی کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنا نام رحمٰن سے بھی اس کے لئے رحم کا نام نکالا ہے (۲) یہاں اشتقاق اصطلاحی مراد نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

حدیث " یا عباد اللہ اعینونی " الخ کا صحیح مطلب

(سوال) کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تم کو کہیں کوئی مصیبت پڑے اور اس جگہ تم تنہا ہو کوئی دوسرا موجود نہیں ہے تو اس طرح کہو کہ اے خدا کے بندو ہماری مدد کرو اور یہ حدیث طبرانی سے روایت ہے یہ بات مجھے ٹھیک معلوم نہیں ہوئی اور مجھے یہ خیال ہوا کہ ایسی باتوں کا بیان کرنا کیسا ہے ' اور کیا کوئی روایت ایسی ہے۔ المستفتی نمبر ۱۶۱۱ انذیر احمد عزیز احمد (ریوان) ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۳۷ء۔

(جواب ۱۱۹) حدیث یاعباد اللہ اعینونی الخ حصن حصین (۳) میں بروایت طبرانی مروی ہے مگر اس میں عباد اللہ سے فرشتے یا مسلمان جن مراد ہیں جو انسان کی نظر سے مخفی مگر وہاں قریب موجود ہوتے ہیں یا ان کا وجود مظنون ہے اور ان کو مدد کے لئے پکارنا اس تصور پر ہے کہ وہ پکارنے والے کے قریب سے اس کی آواز سن کر اس کی مدد کر سکتے ہیں جیسے ایک انسان دوسرے مصیبت زدہ انسان کی فریاد سن کر اس کی مدد کر سکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی۔

---

(۱) (باب البر والصلة : الفصل الثاني ' ص ۴۲۰ ' ط سعيد)
(۲) قوله : و شققت اى اخرجت وأخذت اسمها قوله : لها اى للرحم قوله' من اسمى اى الرحمن' و فيه ايماء الى المناسبة الاسمية واجبة الرعاية وان كان المعنى على انها اثر من آثار رحمة الرحمن الخ (مرقاة المفاتيح ' شرح مشكوة الصابيح' باب البر والصله ۹/ ۲۰۱ 'ط امداديه' ملتان)
(۳) مترجم ص ۱۲۳ ' ط میرمحمد کتب خانہ کراچی

معراج کی رات حضور ﷺ کا عبد القادر جیلانی کی گردن پر قدم رکھ کر براق پر سوار ہونے کا واقعہ من گھڑت ہے

(سوال) اکثر مولود خواں صاحبان معراج مبارک کے واقعات میں یہ بات بیان کرتے ہیں کہ جب رسول خدا محمد ﷺ معراج میں تشریف لے گئے اور براق پر سوار ہونے لگے تو براق نے شوخی کرنا شروع کی اس وقت غوث پاک محی الدین جیلانیؒ نے اپنی گردن مبارک حضور ﷺ کے قدم کے نیچے رکھ دی اس وقت آپ براق پر سوار ہو گئے ' اور آپ نے فرمایا کہ جیسا میرا قدم تیری گردن پر ہے ویسا ہی تیرا قدم کل اولیاء اللہ کی گردن پر ہو گا کیا یہ روایت صحیح ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۶۱۱ انذیر احمد عزیز احمد (ریوان)

(جواب ۱۲۰) یہ قصہ بے اصل ہے اس کی کوئی معتبر سند اور ثبوت نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

حدیث منکر، معلل، موقوف وغیرہ نہیں ہو سکتی' کہنا صحیح نہیں

(سوال) زید کہتا ہے کہ (۱) شان صاحب لولاک سردار انبیاء شفیع المذنبین محمد بن عبداللہ ہاشمی العربی المدنی بحکم رب اکبر ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ہے اللہ و رسول میں فرق نہیں کرتا پھر جو کوئی آنحضرت ﷺ کے قول مبارک حدیث شریف کو قول ضعیف یا موضوع یا منکر یا معلل یا مدلس یا مدرج کہتا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی حدیث شریف کی کھلی توہین کرتا ہے اور جو کوئی اقوال صحابی و تابعی یا تبع تابعی کو حدیث موقوف یا حدیث مرفوع یا حدیث مرسل یا حدیث منقطع کہتا ہے وہ غیر نبی کے قول کو برابر قول جناب سردار انبیاء والمرسلین کر کے حدیث فرد و حدیث شاذ و حدیث معلق کو حدیث آنحضرت میں شامل کرتا ہے وہ بھی کھلی توہین آنحضرت ﷺ کی کرتا ہے۔

(۲) آنحضرت ﷺ کے تمام ارشادات صحیح ہیں کوئی ضعیف یا موضوع یا منکر نہیں کہلا سکتا اور قول غیر معصوم کا قول معصوم کے برابر ہرگز نہیں کیا جا سکتا اس لئے جو کوئی آنحضرت ﷺ کی توہین کا مرتکب ہو وہ کافر ہے خدا کا دشمن ہے اور آنحضرت ﷺ کا دشمن ہے۔

(۳) اور اگر امام اسماعیل بخاری نے غلطی کی ہو تو خدا کے نزدیک سب کی غلطیاں حسب دستور الٰہی قابل سزا ہوں گی میں نہیں جانتا کہ امام اسماعیل بخاری نے غلطی کی ہے یا نہیں اگر کی تو ضرور سزا کے مستحق ہوئے۔

المستفتی نمبر ۱۶۶۸ منشی فضل الرحمٰن ' پہاڑ گنج ' دہلی۔ ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۳۷ء۔

(جواب ۱۲۱) (۱) یہ قائل اصطلاح فن حدیث اور حقیقت حال سے ناواقف ہے حدیث کو ضعیف یا موضوع یا منکر یا معلل یا مدلس یا مدرج باعتبار ثبوت اور سند کے کہا جاتا ہے قول رسول ہونے کی جہت

سے یہ اوصاف حدیث شریف کے نہیں ہیں جس حدیث کو منکر کہیں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ اس کی سند منکر ہے جس کو ضعیف کہیں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ اس کی سند ضعیف ہے اس طرح ذکر کرنے سے حدیث رسول اللہ ﷺ کی کوئی توہین نہیں ہوتی (۱) صحابی کے قول کو حدیث موقوف کہنا صحیح ہے اس میں حدیث کے معنی قول رسول ﷺ کے نہیں ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ قول صحابیؓ کا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا نہیں ہے اس میں بھی کوئی توہین نہیں ہے (۲)

(۲) حضور ﷺ کا قول تو بے شک موضوع اور ضعیف یا منکر نہیں ہو سکتا مگر سندیں تو ضعیف اور منکر ہوتی ہیں اور لفظ حدیث ان مثالوں میں مطلق قول یا خبر کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے (۳)

(۳) ہاں اختیاری اور قصدی غلطی میں مواخذہ ہے (۴) خواہ کسی سے ہو اور بے قصد غلطی ہو جائے تو اس میں مواخذہ نہیں خواہ کسی سے ہو (۵) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

کیا احادیث مثل قرآن ہیں

(سوال) حدیث مثل قرآن ہے یا نہیں؟ **المستفتی نمبر ۱۸۲۷ محمد میاں حویلی اعظم خاں، دہلی ۲۴ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۳۷ء**

(جواب ۱۲۲) آنحضرت ﷺ کے اقوال متعلقہ دین ان لوگوں کے لئے جو خود حضور ﷺ کی زبان سے سنتے تھے یا جن کو تواتر سے پہنچیں قرآنی احکام کے موافق واجب التعمیل ہیں لیکن جو احادیث کہ نقل غیر متواتر سے منقول ہو کر آئیں ان کا درجہ بہ وجہ طریق نقل کے ادون ہونے کے آیات قرآنی سے کم ہے تاہم احادیث صحیحہ ثابتہ پر عمل لازم ہے (۶) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔**

---

(۱) واذا قیل هذا حدیث غیر صحیح (لوقال : ضعیف لکان اخصر) فمعناه لم یصح اسناده علی الشرط المذکور لانه کذب فی نفس الامر (مقدمة اعلاء السنن: الفصل الثانی ۱/۳۷ ط ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه، کراچی)

(۲) واما انتهی الی الصحابی یقال له الموقوف کما یقال قال او فعل او قررابن عباس موقوفاً (المقدمة للشیخ عبدالحق الدهلویؒ علی مشکٰوة المصابیح : ص ۵ سعید)

(۳) (مقدمة اعلاء السنن، المرجع السابق ۱/۳۷)

(٤) قال الشیخ ابو الحسن لاستاذه ابی علی الجبائی اما تقول فی ثلٰثة إخوة مات احدهم مطیعا والا خر عاصیا والثالث صغیراً فقال ان الاول یثاب فی الجنة والثانی یعاقب فی النار (شرح العقائد ص ٦ مکتبه خیر کثیر، کراچی)

(٥) عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال :" ان الله وضع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرهو اعلیه (ابن ماجه : باب طلاق المکره والناسی ص :١٤٧، ط قدیمی)

(٦) الاتصال منا من رسول الله ﷺ وهو ان یکون کاملاً کالمتواتر، وهو الخبر الذی..... کنقل القرآن والصلوة الخمس وانه یوجب علم الیقین، او یکون اتصالاً فیه شبهة صورةً کالمشهور ......، وانه یوجب علم طما نینة ...... او یکون اتصالاً فیه شبهة صورة و معنی کخبر الواحد...... وانه یوجب العمل دون العلم الیقین (المنار مع شرحه نور الانوار) وفی الحاشیة: قوله : کالمتواتر او رد کاف التمثیل، لان الاتصال الکامل قد یکون بغیر التواتر کالسماع من فی رسول الله ﷺ مشافهة (باب اقسام السنة ص ۱۷۷ ۱۷۸، ط سعید)

حدیث " ستفترق امتی علی ثلث و سبعین "الخ میں امت سے امت دعوت مراد ہے یاامت اجابت

(سوال)(۱) حدیث میں جووارد ہوا ہے کہ میری امت تہتر گروہ میں تقسیم ہو جائے گی اس لفظ امت سے کیا مراد ہے ساری دنیا کے انسان عام اس سے کہ مسلمان ہوں یا کافر یا صرف مسلمان مراد ہیں مسلمان اور کافر مل کر تہتر گروہ ہو جائیں گے یا مسلمانوں میں تہتر گروہ ہوں گے کیا امت میں مسلمان و کافر دونوں ہی داخل ہیں ؟ یہ حدیث کس قسم کی ہے ؟

(۲) ناجی کون گروہ ہے' کل مسلمان یا ان میں کوئی خاص گروہ مراد ہے "مااناعلیه واصحابی" کا کیا مطلب ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۶۱۲ ابراہیم حسین (بنگلور) ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق یکم جون ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۲۳) اس حدیث میں امت سے مراد امت دعوت بھی لی گئی ہے اور امت اجابت بھی مرقاۃ(۱) شرح مشکوۃ میں ہے ثم قیل یحتمل امة الدعوة فیندرج سائر الملل الذین لیسوا علی قبلتنا فی مدد الثلاث و السبعین و یحتمل امة الاجابة فیکون الملل الثلاث والسبعون منحصرة فی اهل قبلتنا والثانی هو الاظهر و نقل الا بهری ان المراد بالامة امة الاجابة عند الاکثر انتهی اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ امت اجابت مراد ہے یہ حدیث ترمذی (۲) اور مسند امام احمد (۳) اور ابو داؤد (۴) میں ہے ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے ما انا علیه واصحابی سے وہ طریقہ مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کا اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کا طریقہ تھا یعنی جو آج کل اہل السنۃ والجماعۃ کا طریقہ ہے اس میں حنفی شافعی مالکی حنبلی اہل حدیث سب داخل ہیں البتہ مبتدع فرقہ ہائے ضالہ جیسے معتزلی خارجی مرجئہ مشبہہ روافض وغیرہ اس سے خارج ہیں (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

محدثین کا چوتھے طبقہ کی کتب رزین' شعب الایمان و بیہقی اور ابن عساکر وغیرہ سے حدیث لینے کی وجہ .

(سوال) (۱) رزین ۔ شعب الایمان ۔ بیہقی ابن عساکر وغیرہ کتابوں کا شمار حدیث کے تیسرے اور چوتھے طبقہ میں ہے اور ان کا پایہ زیادہ بلند نہیں ہے پھر کیا وجہ ہے کہ بڑے بڑے محدثین ان احادیث کو

---

(۱) (باب الاعتصام بالکتاب والسنة ۱/۲۴۸' ط امدادیه ملتان)
(۲) (باب افتراق هذه الامة ۲/۹۲ ط سعید)
(۳) (رقم الحدیث ۸۱۹۴'۲/۲۸۳ ط دار احیاء التراث العربی' بیروت)
(۴) (باب شرح السنة ۲/۲۸۳' ط امدادیه ملتان)
(۵) المرادهم المهتدون المتمسکون بسنتی کون بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین من بعد فلا شك ولا ریب انهم اهل السنة والجماعة (مرقاة المفاتیح' باب الاعتصام بالکتاب والسنة ۱/۲۴۸' ط امدادیه ملتان)

اپنی تصانیف میں لائے ہیں۔ حتی کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوۃ میں مواہب لدنیہ وغیرہ کی بہت احادیث ذکر کی ہیں، جنہیں صاحب سیرت النبی نے غیر مستند قرار دیا ہے؟

(۲) علم الصیغہ میں لفظ لا کے ماضی پر داخل ہونے کی شرط رکھی گئی ہے کہ تکرار لاہونا ضروری ہے دراں حالیکہ یہ کلیہ بعض مقامات پر ٹوٹ بھی گیا ہے مثلاً مشکوۃ شریف ص ۱۶ میں ہے انك مررت ولا سلمت (حدیث عثمانؓ مشکوۃ(۱) ص ۱۶ انور محمدی) یہاں لا ماضی پر داخل ہوا ہے لیکن تکرار نہیں ہے۔

المستفتی نمبر ۲۶۷۶ نجم الحسن صاحب رضوی (سیتاپور) ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۴۱ء

(جواب ۱۲٤) (۱) ان کتابوں میں چونکہ ضعیف روایتیں بھی ہیں اسلئے ان کا درجہ گھٹادیا گیا ہے مگر یہ مطلب نہیں کہ ان کی کوئی روایت قابل اعتماد نہیں مشکوۃ میں بھی ان کی روایتیں لی گئی ہیں اور دوسری کتابوں میں بھی لی جاتی ہیں اخبار و سیر کی کتابوں میں زیادہ چھان بین نہیں ہوتی اس لئے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور سیرت کے دوسرے مصنفین نے ان کتابوں کی حدیثوں سے اسناد کیا(۲) جن مولفین نے سیرت میں بھی تنقید کا راستہ اختیار کیا انہوں نے ضعیف روایات کو علیحدہ کر دیا۔

(۲) لا کا ماضی پر نفی کے لئے داخل ہونا صرف تکرار کے ساتھ مشروط نہیں ہے بلکہ یا تو لا کی تکرار ہو جیسے فلا صدق ولا صلی (۳) یا نفی کی تکرار ہو جیسے ما طلعت الشمس ولا غربت یا موضع دعا میں ہو الا لا بارك الله فی سهیل یا معنی تکرار نکل سکتی ہو جیسے فلا اقتحم العقبة (٤) کہ یہاں معنی تکرار نکل سکتی ہے اور لا اقتحم کو لا فك رقبة ولا اطعم مسكيناً کے معنی میں لے سکتے ہیں ان کے علاوہ علی سبیل ندرت بغیر تکرار اور بغیر موضع دعا کے بھی لا کا ماضی پر استعمال ہوا ہے جیسے وای عبدٍ لك لا الما آپ نے جو جملہ نقل فرمایا ہے اس میں تو معنوی تکرار موجود ہے کیونکہ اس کی عبارت یوں ہوتی ہے ماشعرت انك مررت ولا سمعت انك سلمت محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حدیث "ثلثة لاینظر الله الیهم یوم القیمة" الخ کا حوالہ

(سوال) (۱) وہ حدیث مع اعراب کے اور حوالہ کتاب کے درج فرمائیے جس کے معنی ہیں کہ تین

---

(۱) باب الکبائر و علامات النفاق' ص ۱٦ ط سعید

(۲) حدیث "لوان الناس یعلمون مافی الغداء والصف الاول الخ" کا حوالہ

وفی مقدمة اعلاء السنن: قال فی الدر المختار' فیعمل به فی فضائل الاعمال اه قال محشیه ابن عابدین: لاجل تحصیل الفضیلة المقربة علی الاعمال ' قال ابن حجر فی شرح الا ربعین لانه ان کان صحیحاً فی نفس الامر فقد اعطی حقه من العمل والا لم یترتب علی العمل به مفسدة تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق الغیر (الفصل الثالث فی حکم العمل بالضعیف ۱/ ۵۷ ط ادارة القرآن دار العلوم الاسلامیة کراچی)

(۳) القیمة : ۳۱

(٤) البلد: ۱۱

آدمی بہشت میں نہیں جائیں گے ایک متکبر دوسرا جس کا ازار ٹخنوں سے نیچا ہو اور تیسرا راقم کو یاد نہیں نیز تفصیل درکار ہے کہ آیا ازار ٹخنوں سے نیچا ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں کیا ازار کا ٹخنوں سے نیچے فخر سے ہونا شرط ہے یا ہر حالت میں ؟

(۲) وہ حدیث مع اعراب وکتاب درکار ہے جس کے معنی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری امت کو تین چیزوں کے اجر وثواب کا علم ہوتا تو وہ ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے آپس میں لڑ پڑتے ایک اذان ۔ دوسرے پہلی صف میں کھڑا ہونا۔ لیکن تیسری راقم کو یاد نہیں ۔ بینوا توجروا۔ المستفتی نمبر ۲۸۷ ۲ محمد حنیف قریشی معرفت حافظ حبیب الرحمٰن امام جامع مسجد کالکا۔ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۸ جولائی ۱۹۴۲ء

(جواب ۱۲۵) (۱) اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں **ثلثة لا ینظر الله الیهم یوم القیٰمة ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم المنان والمسبل ازاره والمنفق سلعته بالحلف الکاذب** یعنی تین شخص ہیں جن کی طرف قیامت میں اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں کرے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے درد ناک عذاب ہے اول احسان جتانے والا دوم ازار لٹکانے والا۔ سوم جھوٹی قسم کھا کھا کر اپنا مال نکالنے (یعنی بیچنے) والا (ترمذی شریف)(۱)

ازار ٹخنوں سے نیچی ہو نماز ہو تو جاتی ہے مگر کراہت کے ساتھ اور یہ کراہت جب ہے کہ ازار کا نیچا ہونا فخر وتکبر کے ساتھ ہو(۲)

(۲) اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں **لو ان الناس یعلمون ما فی الندآء والصف الاول ثم لم یجدوا الا ان یستهموا علیه لا ستهموا علیه (ترمذی)** (۳) یعنی اگر ان لوگوں کو اذان اور صف اول کے حقیقی ثواب کا علم ہو جاتا اور پھر یہ ان کو قرعہ ڈالے بغیر نہ مل سکتیں تو قرعہ ڈال کر حاصل کرتے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حضرت سعد بن معاذؓ پر قبر کی تنگی کی وجہ ان کو نبی ﷺ کی شفقت پر ناز اور خالص رحمت الٰہی پر تکیہ نہ ہونا قرار دینا غلط ہے !

(سوال) زید نے اپنا اور کسی مولوی صاحب کا واقعہ یوں بیان کیا کہ ایک مولوی صاحب طالب علموں کو حدیث کا درس دے رہے تھے اس وقت یہ حدیث پڑھی گئی عن جابرؓ **قال خرجنا مع رسول الله**

---

(۱) باب ماجاء فیمن حلف علی بیعة کاذباً ۱/۲۳' ط سعید

(۲) وقد نص شافعی علی ان التحریم مخصوص بالخیلاء لالدلالة ظواهر الاحادیث فان کان للخیلاء فهو ممنوع منع تحریم والا فمنع تنزیه (مرقاة المصابیح : کتاب اللباس' الفصل الاول' ۸/۲۳۹ ط امدادیه' ملتان)

(۳) باب ماجاء فی فضل الصف الاول' ۱/۵۳ ط سعید

ﷺ الی سعد ابن معاذ حین توفی فلما صلی علیہ رسول ﷺ ووضع فی قبرہ و سوی علیہ فسبح رسول اللہ ﷺ فسبحنا طویلاً ثم کبر فکبرنا فقیل یا رسول اللہ لم سبحت ثم کبرت قال لقد تضایق علی ھذا العبد الصالح قبرہ حتیٰ فرجہ اللہ عنہ رواہ احمد (۱) و ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ھذا الذی تحرک لہ العرش و فتحت لہ ابواب السماء و شھدہ سبعون الفاً من الملائکۃ لقد ضم ضمۃ ثم فرج عنہ رواہ النسائی (۲) یعنی فرمایا جابرؓ نے نکلے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طرف سعد بن معاذ انصاری کے جب کہ فوت ہوئے پس پڑھی آپ نے ان پر نماز جنازہ اور رکھا قبر میں اور دفن کیا تو آپ نے تسبیح پڑھی یعنی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پس ہم نے بھی تسبیح کہی دراز پھر آپ نے تکبیر کہی یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پس ہم نے بھی تکبیر کہی بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیوں آپ نے اول تسبیح کہی اور بعد میں تکبیر ؟ فرمایا کہ تحقیق تنگ ہوگئی تھی اس بندہ صالح پر قبر اس کی حتیٰ کہ کشادہ کیا اللہ نے اس کی قبر کو روایت کیا اس حدیث کو احمد نے اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سعد بن معاذ ایسا شخص تھا کہ جنبش میں آیا عرش اور کھل گئے دروازے آسمانوں کے اور ستر ہزار فرشتے واسطے نماز جنازہ کے حاضر ہوئے تحقیق دبا لیا قبر نے جو حق دبانے کا تھا پھر فراخ ہوئی روایت کیا اس حدیث کو نسائی نے اس حدیث شریف کو بیان فرماکر مولوی صاحب رونے لگے کہ بڑے خوف کا مقام ہے جب رسول اللہ ﷺ کے صحابی کا یہ حال ہو تو عوام امت کا کیا ٹھکانا ہے۔

زید نے عرض کیا کہ جناب مولوی صاحب یہ تو رونے کا مقام نہیں بلکہ بڑی خوشی کا مقام ہے اس خبر عبرت اثر سے ارباب فہم کو نہایت عمدہ نصیحت حاصل ہوتی ہے یہ جائے غور ہے کہ حضرت سعد بن معاذ انصاری جیسے ذی رتبہ اور بزرگ صحابی کہ ان کے جنازے کی نماز رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ان کے لئے عرش کو جنبش ہوئی آسمانوں کے دروازے کشادہ ہوئے ستر ہزار فرشتوں نے نماز جنازہ پڑھی پھر کیا سبب تھا کہ ان کی قبر تنگ ہوگئی ؟ ظاہر ہے کہ ان کو حضرت رسالت پناہ ﷺ کی شفقت وعنایت پر ناز تھا اپنی مغفرت ونجات کا ذریعہ رسول خدا ﷺ کو سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ ہمارے ہادی و شفیع تابدفن ہمارے ساتھ ہیں پس یہی خیال ان کا کہ خالصاً تکیہ رحمت الٰہی پر نہ تھا بلکہ رسول مقبول ﷺ کی عنایت کا سہارا بھی لگا ہوا تھا جو تنگی قبر کا باعث ہوا غیرت کبریائی اور عظمت الٰہی نے ان کو دکھا دیا کہ تم نے ہماری ذات پر اعتماد نہ کیا اب ایسا بڑا حامی تمہاری قبر پر کھڑا ہے دیکھیں تو وہ کیا مدد کرسکتا ہے اور کیونکہ بچاسکتا ہے من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ (۳) رسول خدا ﷺ نے راہ بتائی خدا پرستی

---

(۱) رقم الحدیث : ۱٤۰۹٦، ٤/ ۲۷۵ ط دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان
(۲) باب ضمۃ القبر و متعلقتہ ۱ / ۲۲٤ ط ایچ ایم سعید کمپنی　　(۳) البقرۃ : ۵۵

دکھائی۔ توحید ربانی کا نعرہ بلند کیا خدا پر توکل کرنا ذات حق پر بھروسہ رکھنا اور اس ذات کو فاعل مطلق اور لاشریک سمجھنا تعلیم فرمایا پس جو کوئی خلاف ان ہدایات کے غیر خدا پر نظر رکھے خواہ نبی پر خواہ ولی پر بیشک وہ مستحق عذاب و سزاوار عتاب ہے اور جس قدر اس کے دل میں تعلق ماسوی اللہ ہے اسی قدر تنگی قبر کا باعث ہے جب کہ خداوند ذوالجلال نے اپنی قدرت کاملہ اور رحمت شاملہ سے انسان کو پیدا کیا جان دی جسم دیا پالا پرورش کیا۔ زن و فرزند مال و متاع کا مالک بنادیا ان سب کاموں میں کوئی نبی یا ولی خدا کے ساتھ شریک نہ تھا نہ سفارشی تھا کسی کی خاطر و مروت سے اللہ تعالیٰ نے یہ عنایتیں نہیں کیں پھر حیف کی بات ہے کہ ایسی ذات کو چھوڑ کر نجات و مغفرت اور معاملہ آخرت کے لئے کسی دوسرے کی حمایت اور سفارش پر آدمی نظر ڈالے اور کوئی وسیلہ اور واسطہ تلاش کرے۔ مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتاً وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون (۱)

اب سوال یہ ہے کہ مولوی صاحب کی بیان کردہ حدیثوں پر زید نے جو خیال ظاہر کیا ہے کیا وہ توہین رسالت اور انکار شفاعت کو شامل ہے ؟ اور یہ کہ زید کی اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۷۷۲ سردار علی۔ سبزی منڈی۔ دہلی مورخہ ۲ شعبان ۱۳۶۲ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۴۳ء۔

(جواب ۱۲۶) زید کا بیان گو توہین رسالت اور انکار شفاعت کو شامل نہیں تاہم اس اعتبار سے صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت سعد بن معاذؓ کی طرف ایک ایسی بات کو منسوب کر دیا ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے یعنی یہ کہ حضرت سعدؓ نے شفاعت پر تکیہ کر لیا تھا اور رسول خدا ﷺ کی شفقت پر ناز تھا اور خالصا رحمت الٰہی پر تکیہ نہ تھا یہ بے ثبوت بات ان کی طرف منسوب کرنا غلط اور جرات ہے اس سے توبہ کرنی چاہئے قبر کی تنگی کا سبب رسول خدا ﷺ نے بیان فرمایا ہوتا تو اس پر یقین ہوتا اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا سبب تھا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حدیث " اتبعوا السواد الاعظم" میں الاعظم سے رفعت شان مراد ہے یا کثرت تعداد؟

(سوال) مشہور حدیث اتبعوا السواد الاعظم (مشکوۃ) (۳) میں بعض کی رائے ہے کہ اعظم مقولہ کیف سے ہے جس کے معنی رفعت شان کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اعظم مقولہ کم سے ہے جس سے مراد عدد کثیر ہے۔ ارشاد فرمایا جائے کہ ان دونوں قولوں میں کون سا قول درست اور شارع کے منشا کے مطابق ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۷۹۳۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ

---

(۱) العنکبوت : ۴۱

(۲) قال اللہ تعالیٰ : ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل او لئک کان عنہ مسئولا (بنی اسرائیل: ۳۶)

(۳) باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۳۰' ط سعید

(جواب ۱۲۷) لفظ اعظم تو عظمت سے مشتق ہے جس کے معنی درجہ اور شان کی بڑائی بھی ہے اور عددی کثرت پر بھی اس کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، حدیث میں اعظم سواد کی صفت کے طور پر مذکور ہے اور سواد کے معنی جماعت کے ہیں جس کے مفہوم میں عددی کثرت داخل ہے تو سواد اعظم کے معنی بڑی جماعت ہوئی اور بڑی جماعت کا مفہوم عرفاً عددی اکثریت لیا جاتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ ایسی عددی اکثریت جو باطل پر ہو قابل اتباع نہیں پس حدیث سے مراد یہ ہے **اتبعوا السواد الاعظم من اهل الحق** (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) بخاری شریف کا اصح الکتب' ہونے کی وجہ.
(۲) حنفیہ کے نزدیک بھی بخاری کتاب اللہ کے بعد صحیح تر کتاب ہے.
(۳) مشکوۃ المصابیح معتبر کتاب ہے
(۴) اخبار "الجمعیۃ" میں فتوے حنفی مذہب کے موافق دیئے جاتے ہیں
(۵) اخبار "الجمعیۃ" کے اراکین حنفی ہیں
(۶) فتاویٰ رشیدیہ و مجموعۃ الفتاویٰ معتبر اور حنفی مذہب کے فتاویٰ ہیں.

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

(سوال) (۱) بخاری شریف کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کیوں کہا جاتا ہے ؟
(۲) قرآن شریف کے بعد درجہ بخاری شریف کا ہمارے حنفی مذہب میں بھی مانا جاتا ہے یا نہیں ؟
(۳) کتاب مشکوۃ شریف ہمارے حنفی مذہب میں بھی قابل تسلیم ہے یا نہیں ؟
(۴) آپ کے اخبار الجمعیۃ میں جس قدر فتوے شائع ہوتے ہیں وہ مذہب حنفی کے موافق ہوتے ہیں یا نہیں ؟
(۵) اخبار الجمعیۃ کے اراکین اور مفتی صاحب حنفی مذہب کے پیرو ہیں یا کسی دوسرے مذہب کے ؟
(۶) فتاویٰ رشیدیہ اور مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی ہمارے حنفی مذہب کی کتابیں ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۱۲۸) (۱) بخاری شریف کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے مؤلف حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاری نے اس کتاب میں صحیح حدیثیں جمع کرنے کا جو التزام کیا تھا اس میں وہ بہ نسبت دوسرے مؤلفین صحاح کے زیادہ کامیاب ہوئے ہیں اور اس کی حدیثیں نسبۃً دوسرے صحاح سے زیادہ صحیح ہیں (۲)

(۱) وفی المرقاۃ : قولہ' اتبعوا السواد الاعظم' یعبر به عن الجماعة الکثیرة والمراد ما علیه اکثر المسلمین الخ (باب الاعتصام بالکتاب والسنة ۱/ ۲٤۹' ط امدادیه' ملتان) (۲) فالصفات التی تدور علی الصحة فی کتاب البخاری اتم منها فی کتاب مسلم واشد اء شرطه فیها اقوی واسد واما رجحانه من حیث الاستدلال ' وامارجحانه من حیث العدالة والضبط' ومن ثم ای و من هذه الجهة و هی او حجیة بشرط البخاری علی غیره قدم صحیح البخاری علی غیره من الکتب المصنفه فی الحدیث (نخبة الفکر' مراتب الصحیح ص ۳٦ تا ۳۸ ط فاروقی کتب خانه' ملتان)

(۲) حنفیہ کو اس سے اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں(۱)
(۳) مشکوۃ شریف معتبر کتاب ہے، مگر یہ مطلب نہیں کہ اس کی تمام حدیثیں صحیح ہیں(۲)
(۴) ہاں حنفی مذہب کے موافق فتوے دیئے جاتے ہیں
(۵) اراکین عملہ الجمعیۃ اور خاکسار حنفی مذہب کے پیرو ہیں۔
(۶) فتاوی رشیدیہ اور مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحیؒ معتبر اور حنفی مذہب کے فتاوی ہیں۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ۔

---

(۱) وقد صرح الجمهور بتقديم صحيح البخارى في الصحة ولم يوجد عن احدبتصريح بنقيضه (نخبة الفكر، مراتب الصحيح ص ۳۵، ط فاروقى كتب خانه، ملتان)

(۲) وما اشار اليه من غريب او ضعيف او وغيرهما بينت وجهه، غالباً ومالم يشرا ليه فى الاصول فقد قفيته فى تركه الا فى مواضع لغرض صحيح (خطبة المشكوة) و فى المرقاة، ومن الغرض ان الشيخ شرط انه اعرض عن ذكر المنكر وقد اتى فى كتابه بكثير منه و بين فى بعضها كونه منكراً و ترك فى بعضها بنيت انه منكر (۱/۳۷، ط امداديه ملتان)

كتاب التاريخ والسير

پہلا باب
سیرت وشمائل (علی صاحبہا التحیۃ)

آیت ''واقصد فی مشیك'' اور حدیث ''اذا مشی تکفا تکفؤا کا نما ینحط من صبب'' کی تطبیق

(سوال) سیرت النبی از مولانا شبلی (حصہ دوم باب شمائل) میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی رفتار بہت تیز تھی چلتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ڈھلوان زمین میں اتر رہے ہیں اور قرآن شریف کی آیت ہے واقصد فی مشیك (۱) تو آیت کریمہ اور حضور ﷺ کی رفتار میں جو تناقض معلوم ہو رہا ہے اس کی تطبیق کیا ہے؟ المستفتی محمد سلیمان واوڑا

(جواب ۱۲۹) آنحضرت ﷺ کی رفتار مبارک کا بیان جس حدیث میں آیا ہے (اور سیرت النبی میں غالباً اسی حدیث کا مطلب ادا کیا گیا ہے) اس کے الفاظ یہ ہیں اذا مشی تکفا تکفؤاً کانما ینحط من صبب (۲) یعنی حضور اکرم ﷺ جب چلتے تھے تو ذرا آگے کو مائل ہوتے تھے گویا کہ نشیب کے سبب اتر رہے ہیں اور راوی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی چال متکبروں کی طرح اکڑ کر چلنے کی نہ تھی بلکہ متواضعانہ تھی اور سست رفتار نہ تھے بلکہ قوت و سرعت کے ساتھ چلتے تھے مگر یہ سرعت یعنی تیزی قوت کی وجہ سے تھی حد اعتدال و اقتصاد سے متجاوز نہ تھی تو آیۃ کریمہ واقصد فی مشیك کی حضور ﷺ پوری تعمیل فرماتے تھے نہ کہ مخالفت (۳) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

کیا حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کسی بادشاہ کے نام خط لکھا یا دستخط کیا ہے؟

(سوال) آنجناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے خود کسی بادشاہ کے نام بطور عہد نامہ یا کسی دوسری بناء پر کوئی خط یا دستخط کیا ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۵۸۸ مولوی محمد دلبر (پشاور) ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۳۰) حضور ﷺ نے جو خطوط یا فرامین بھیجے ہیں یہ ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کوئی خط یا فرمان تحریر کیا ہو، البتہ حدیبیہ کا صلح نامہ لکھتے وقت جب کفار نے لفظ رسول اللہ لکھے جانے پر اعتراض کیا تو حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے جو صلح نامہ لکھ رہے تھے فرمایا کہ بجائے

---

(۱) لقمان : ۱۹

(۲) شمائل الترمذی، باب ماجاء فی مشی رسول اللہ ﷺ ص ۸ ط سعید

(۳) فلا ینا فی الآیة وکذا ماورد فی صفته ﷺ، اذا یمشی کانما ینحط من صبیب، وکذا لا ینا فیها قوله تعالیٰ: ''وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا'' (الآیة) اذلیس الهون فیه المشی کدبیب النمل، وذکر بعض الافاضل، ان المذموم اعتیار الاسراع بالا فراط فیه (روح المعانی، لقمان : ۱۹، ط دار الفکر، بیروت، لبنان)

محمد رسول اللہ کے محمد بن عبداللہ لکھ دو تو حضرت علی نے لفظ رسول اللہ کو اپنے ہاتھ سے مٹانے میں تامل اور عذر کیا اور حضور ﷺ نے مسودہ اپنے ہاتھ میں لے کر لفظ رسول اللہ کو مٹادیا اور ایک روایت میں اس کے آگے وکتب محمد بن عبداللہ ہے یعنی آپ نے محمد بن عبداللہ لکھ دیا بعض علماء نے اس سے یہ سمجھا کہ یہ لفظ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے بطور معجزہ کے لکھ دیا تو اگر ان علماء کی رائے کے موافق کوئی یہ کہے کہ حضور ﷺ سے معجزہ کے طور پر یہ لفظ لکھنا مروی ہے تو اس کی گنجائش ہے(۱) ورنہ حضور ﷺ کا فرمان نحن امة امية لا نكتب و لا نحسب (۲) موجود ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

فضلات نبویہ کا حکم.

(سوال) حضور ﷺ کا بول شریف آپ کی ایک خادمہ نے پی لیا تھا تو اس کے واسطے نہ منہ پاک کرنے کے لئے فرمایا اور نہ یہ فرمایا کہ دوبارہ ایسا مت کرنا (۲) حضور ﷺ کے پچھنوں کا خون ایک صحابی نے پی لیا تھا تو حضور ﷺ نے ان کے لئے فرمایا تھا کہ تم نے اپنی جان کو محفوظ رکھا (۳) حضور ﷺ کی ایک اور خادمہ نے بھی ایک مرتبہ اسی طرح بول شریف پی لیا تھا جو کہ شب میں پیالہ میں حضور ﷺ نے بول کیا تھا' انکے واسطے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تو ہرگز بیمار نہ ہوگی (۴) حضور ﷺ کے جمیع فضلات یعنی پیشاب پاخانہ وغیرہ پاک تھا یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۱۴۵ محمد حسین (دہلی) ٦ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۳۱) حضور ﷺ کا پیشاب یا خون بعض صحابہ نے پی لیا ہے لیکن حضور سے اجازت لیکر پیا ہو اس کا ثبوت نہیں اور نہ اس کا ثبوت ہے کہ ان صحابہؓ کے اس فعل سے یا حضور کے ان الفاظ سے جو خبر ہونے پر آپ نے فرمائے تھے دوسرے لوگوں کے لئے پیشاب یا خون کا پینا جائز ہو گیا تھا بعض علماء شوافع اور ان کی متابعت میں بعض علمائے حنفیہ اس کے قائل ہو گئے ہیں کہ حضور ﷺ کا بول و براز پاک تھا(۳) لیکن قرآن وحدیث میں اس کی کوئی صریح دلیل جس میں یہ تصریح کی گئی ہو کہ حضور ﷺ

---

(۱) عن البراء قال : لما احصر النبی ﷺ عند البيت صالحه...... فامر عليا ان يمحاها' فقال على: لا و الله لا امحاها' فقال رسول الله ﷺ : ارنی مكانها فارا هامكانها فمحاها و كتب ابن عبدالله الحديث (صحيح مسلم) قال النووى فى شرحه (قوله ارنى مكانها الخ) و زاد عنه فى طريق ولا يحسن ان يكتب' فكتب قال اصحاب هذا المذهب ' ان الله تعالى اجرى' ذلك على يده' لمابان كتب ذلك القلم بيده وهو غير عالم بما يكتب اوان الله تعالى علم ذلك حينئذ حتى كتب وجعل هذا زيادة فى معجزته فانه كان امياً كما علمه' مالم يعلم من العلم (شرح مسلم للنووى' باب صلح الحديبية ۲/۱۰۵ ط قديمى كتب خانه' كراچى) (۲) صحيح البخارى : باب قول النبى ﷺ' لا نكتب ولا نحسب' ۱/۲۵٦ ط قديمى كتب خانه' كراچى (۳) صحح بعض ائمة الشافعية طهارة بوله ﷺ وسائر فضلاته' وبه قال ابو حنيفه كما نقله فى المواهب اللدنيه عن شرح البخارى للعينى و صرح به البيرى فى شرح الاشباه (رد المحتار' مطلب فى طهارة قوله ﷺ ۱/۳۱۸' ط سعيد)

کے فضلات پاک تھے موجود نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'
الجواب صحیح۔ فقیر احمد سعید کان اللہ لہ۔ فقیر محمد یوسف دہلوی۔ عبدالشکور عفی عنہ مدرسہ حسین بخش دہلی۔ محمد اسحاق عفی عنہ

حضور ﷺ امت کے وارث نہیں شفیع ہیں.

(سوال) جناب پیغمبر رسول خدا ﷺ اپنی امت کے وارث ہیں یا نہیں اور حامی و مددگار ہیں یا نہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی جگہ مقام محمود ہے یا نہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی شان مبارک میں نعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کی توہین کرنا کیسا ہے کہ یہ کیا اٹھالائے۔ المستفتی نمبر ۱۲۴۹ عثمان خاں ڈگے خاں صاحب۔ مقام دھرن گاؤں۔ خاندیس ۱۹ رمضان ۱۳۵۵ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۳۶ء
(جواب ۱۳۲) آنحضرت ﷺ اپنی امت کے وارث نہیں ہیں حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث (۱) یعنی ہماری پیغمبروں کی جماعت نہ کسی کی وارث ہوتی ہے اور نہ کوئی ان کا وارث ہوتا ہے ہاں حضور ﷺ اپنی امت کے حامی و مددگار تھے اور قیامت کے دن امت کی شفاعت فرمائیں گے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا جو حضور ﷺ کے لئے ہی مخصوص ہے (۲) حضور ﷺ کی نعت و مدح و ثنا پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ نعت کا مضمون صحیح ہو اور پڑھنے کا طریقہ بھی درست ہو (۳) گانا بجانا یا لونڈوں کا خوش آوازی سے پڑھنا درست نہیں (۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) حضور ﷺ کی تاریخ وفات کیا ہے ؟
(۲) حضور ﷺ کی نماز جنازہ فرداً فرداً ادا کی گئی' سب سے پہلے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے ادا کی !

(سوال) (۱) حضرت محمد ﷺ نے کس تاریخ کو وفات پائی ؟
(۲) حضور ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمان و حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ میں شریک تھے یا نہیں؟
المستفتی نمبر ۱۳۲۷۔ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۳۷ء

---

(۱) صحیح البخاری : باب فرض الخمس ۱/۴۳۵ ط' قدیمی کتب خانہ' کراچی
(۲) عن جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ ﷺ قال : من قال' حین سمع النداء اللھم رب..... وابعثہ مقاماً محمود ان الذی وعدتہ حلت لہ شفاعتی یوم القیمۃ (صحیح البخاری' باب الدعاء عند النداء' ۱/۸۶ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)
(۳) واشعار العرب لو فیھا ذکر الفسق تکرہ (الدرالمختار) قال المحقق فی الشامیہ' قراۃ الاشعار ان لم یکن فیھا ذکر الفسق والغلام و نحوہ لاتکرہ (ردالمحتار' الحضر والاباحۃ' ۶/۳۵۰' ط سعید)
(٤) قال' السماع والقول والرقص الذی یفعلہ المتصوفہ فی زماننا حرام (عالمگیریہ' الباب السابع' عشر ۵/۳۵۲ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(جواب ۱۳۳) حضور ﷺ نے ماہ ربیع الاول میں دو شنبہ کے دن وفات پائی ہے اتنی بات تو متفق علیہ ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ربیع الاول کی تاریخ کیا تھی تو اس میں کئی قول ہیں دوسری تاریخ، پہلی تاریخ، بارہ تاریخ، تیرہ تاریخ اور اس کے علاوہ بھی قول ہیں(۱)
(۲) حضور ﷺ کے جنازہ کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی گئی لوگوں نے فرداً فرداً ادا کی ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلے نماز ادا کی ہے۔فقد جاء ان ابابکرؓ دخل علیه ﷺ فکبر اربع تکبیرات ثم دخل عمرؓ فکبر اربعًا ثم دخل عثمانؓ فکبر اربعاً ثم طلحة بن عبید الله والزبیر بن العوامؓ ثم تتابع الناس ارسالاً یکبرون علیه
(سیرت حلبیه) (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دوسرا باب
اہل بیت و اہل قریش

روایات صحیحہ سے ابو طالب کا حالت کفر پر مرنا ثابت ہے

(سوال) حضرت ابو طالب مسلمان تھے یا کافر؟ ان کے ایمان اور کفر کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا کیا خیال تھا؟

(جواب ۱۳۴) جہاں تک کہ روایات صحیحہ معتبرہ سے ثابت ہے وہ یہی ہے کہ حضرت علیؓ کے والد ابو طالب کا اسلام لانا ثابت نہیں بلکہ کفر پر ہی انتقال ہونا ثابت ہوتا ہے بخاری شریف(۳) میں باب قصة ابی طالب میں یہ حدیث مذکور ہے۔عن المسیب ان اباطالب لما حضرته الوفاة دخل علیه النبی ﷺ و عنده ابو جهل فقال ای عم قل لا اله الا الله کلمة احاج لك بها عند الله فقال ابو جهل و عبد الله بن ابی امیة یا ابا طالب ترغب عن ملة عبدالمطلب فلم یزالا یکلماه حتی قال آخر شئی کلمهم به علی ملة عبدالمطلب الحدیث یعنی مسیّب بیان کرتے ہیں کہ جب کہ ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے وہاں ابو جہل بھی موجود تھا حضور ﷺ نے فرمایا اے میرے چچا آپ لا اله الا الله کہہ لیجئے یہ ایک کلمہ ہے جس کی وجہ سے مین آپ کے

---

(۱) ولما کان الیوم الاثنین ۱۳/ربیع الاول سنة ۱۱ (۸یونیه ،۶۳۳) لحق علیه السلام بالرفیق الاعلی وقد اعلن الصحابه بوفاته(تاریخ الامم الاسلامیه، ۱۵۷/۱ ط مصر) وفی تاریخ الاسلام انتقل الرسول الی جوار ربه فی یوم الاثنین ۱۲/ربیع الاول سنة ۱۱ھ وهو فی الثالث والستین ، من عمره(۱/ ۱۵۰ ط دارالاحیاء ، بیروت)
(۲) ۳۵۶/۳ ، ط بیروت-
(۳) باب قصة ابی طالب ۵۴۸/۱ ، ط قدیمی کتب خانه ، کراچی

لئے خدا کے سامنے گواہی دیکر شفاعت کر سکوں گا اس پر ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ اے ا
طالب کیا تم عبدالمطلب کے مذہب کو چھوڑ دو گے ؟ اور دونوں یہ بات برابر کہتے رہے یہاں تک کہ ا
طالب نے آخری بات جو کہی وہ یہ تھی کہ (میں) عبدالمطلب کے مذہب پر (قائم ہوں) اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ ابو طالب نے آخری دم تک بھی اسلام قبول نہیں کیا بخاری (۱) میں اسی باب قصۃ ابی
طالب میں یہ حدیث بھی مذکور ہے قال عباس بن عبد المطلب للنبی ﷺ ما اغنیت عن عمک
فانه کان یحوطك و یغضب لك قال ھو فی ضحضاح من نار ولو لا انا لکان فی الدرك
الاسفل من النار یعنی حضرت عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے چچا (ابو طالب) کو کیا
نفع پہنچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے آپ کے دشمنوں پر غضب ناک ہوتے تھے
حضور ﷺ نے فرمایا وہ چھچلی آگ میں ہوں گے اور اگر میرا تعلق نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نیچے
کے طبقے میں جاتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابو طالب کی وفات کفر پر ہوئی اور وہ مبتلائے عذاب بھی
ہوں گے مگر حضور ﷺ کی شفاعت سے عذاب کی نوعیت میں تخفیف ہو جائے گی اسی باب کی تیسری
حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ابو طالب کے متعلق فرمایا کہ لعله تنفعه شفاعتی یوم القیامة فیجعل
فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیه یغلی منه دماغه (۲) یعنی امید ہے کہ ابو طالب کو میری شفاعت
قیامت کے روز فائدہ پہنچائے گی وہ یہ کہ چھچلی آگ میں رکھے جائیں گے جو صرف پاؤں کے ٹخنوں
تک ہوگی مگر اس کی گرمی سے دماغ کھولتا ہوگا اس حدیث سے قیامت کے روز حضور کی جانب سے
شفاعت ہونا اور شفاعت سے صرف عذاب کی تخفیف ہونا معلوم ہوتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ اس کے
بعد وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (۳) میں اسی حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ کافر کو حضور ﷺ کی شفاعت سے
تخفیف عذاب کا فائدہ پہنچنا ابو طالب کی خصوصیت ہے کہ حضور ﷺ کی حفاظت اور حمایت کے صلہ میں
حضور ﷺ کی برکت سے اس قدر فائدہ ان کو پہنچے گا یہی حدیث حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں مسلم سے نقل
فرمائی ہے' اس میں لعله نہیں بلکہ ینفعه شفاعتی کا لفظ ہے اور ظاہر ہے کہ قیامت کی یہ خبر اور عذاب
کی تخفیف کی یہ صورت واقعات مستقبلہ میں سے ہے جس کا علم حضور ﷺ کو اعلام الٰہی سے ہوا ہوگا اس
لئے اس کے متحقق الوقوع ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور اس بناء پر اب کوئی امکان اس کا باقی نہ رہا کہ
ابو طالب کا اسلام کسی طور سے ثابت ہو سکے۔ واللہ اعلم

---

(۱) حوالہ بالا (گزشتہ صفحہ)
(۲) مرجع سابق
(۳) والنفع الذی حصل لابی طالب من خصائصه ببرکة النبی ﷺ (فتح الباری شرح صحیح البخاری' باب قصة ابی طالب ۷/۱۴۹ ط مکتبه مصطفی مصر)

دموا قریشاً ولا تقدموا الخ صحیح حدیث ہے یا نہیں، اسکا صحیح مطلب......

سوال) میں نے ایک رسالہ میں یہ حدیث دیکھی ہے قدموا قریشا ولا تقدموها و تعلموا منها لا تعلموها الحدیث اخرجه ابن النجاری (از کنز جلد ۷ ص ۱۴۰)اس حدیث کے تعلق یہ سوال آیا ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا غیر صحیح بصورت صحیح ہونے کے اس کا مطلب کیا ہے اور صورت ضعیف یا موضوع ہونے کے اس کے ضعیف یا وضعی ہونے پر کیا ثبوت ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۲۱۷ مولوی محمد زکریا عربک ٹیچر مسلم ہائی اسکول انبالہ ۔ ۲۴ شوال ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۳ء۔

جواب ۱۳۵) یہ حدیث کنز العمال(۱) کے صفحہ ۱۴۰ جلد ہفتم میں موجود ہے ابن النجار سے نقل کی ہے اور مناوی نے کنوز الحقائق(۲) میں اس کو روایت کرکے (الشافعی) کی طرف منسوب کیا ہے اور لا علموها کے بجائے لا تعالموها ذکر کیا ہے اور جامع صغیر(۳) میں کئی حوالوں سے بالفاظ مختلفہ ذکر کیا ہے مثلاً اس میں ہے قدموا قریشا ولا تقدموها و تعلموا من قریش ولا تعالموها الشافعی البیهقی فی المعرفة عن ابن شهاب بلا غا (عد) عن ابی هریرة (صح) قدموا قریشا ولا تقدموها و تعلموا من قریش ولا تعلموها ولو لا ان تبطر قریش لا خبر تها مالخیارها عند لله تعالیٰ (طب) عن عبدالله بن السائب (صح) قدموا قریشا ولا تقدموها ولو لا ان تبطر ریش لاخبر تها بمالها عند الله– البزاز عن علی (صح) یعنی یہ حدیث ابن النجار اور شافعی اور بیہقی اور ابن عدی اور طبرانی اور بزاز نے روایت کی ہے اور جامع صغیر میں اس کی تمام روایتوں پر صحت کی علامت کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ قریش مقدم مقتدا) ہونے کے اہل ہیں ان کو مقدم رکھو اور اما اقاموا الدین جب تک ان کی اہلیت قائم ہو تم ان سے مقدم ہونے کی کوشش نہ کرو اور قریش یعنی عترت نبویہ سے دین سیکھو یا قرآن مجید کی قرأت (لان قرآن نزل بلغة قریش) حاصل کرو اور اس بارے میں ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کی راہ اختیار نہ کرو فقط ایصال الحق الی اهله کی تعلیم ہے اور اہلیت کا ثبوت انکے لئے علی ماینبغی ہے نہ بطور لزوم جیسے لفظ ما اقامو االدین سے ظاہر ہے کہ دین سے روگردانی پر وہ قیادت اور تقدم کے مستحق نہیں۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) ۱۲/۲۲، رقم الحدیث : ۳۳۷۸۹–۳۳۷۹۰ ط التراث الاسلامی، بیروت، لبنان
(۲) حرف القاف، ص ۳۰ ط مکتبه اسلامیه، فیصل آباد
(۳) الجامع الصغیر للسیوطی، حرف القاف ص ۸۵ ط مکتبه اسلامیه پاکستان

ابن زیاد کا حضرت حسینؓ کے سر کو بید سے مارنا ثابت ہے.

(سوال) حضرت امام حسینؓ کے سر مبارک کو ابن زیاد نے بید سے مارا اور ناک اور آنکھوں کی راہ شراب ڈالی اور کہا کہ حسینؓ تم کو شراب سے زندگی میں بہت انکار تھا اب مرنے کے بعد شراب ہم تم کو پلاتے ہیں کیا یہ واقعہ تاریخ کی کسی کتاب میں درج ہے ؟اور کیا اس واقعہ کو عام پبلک کے سامنے منبر پر کہنا چاہئیے ؟ **المستفتی** نمبر ۸۴۰ محمد اسرائیل خاں (آورہ) ۱۸ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۳۶) بید مارنے کا واقعہ تو دیکھا ہے شراب کا واقعہ نظر سے نہیں گزرا ایسے واقعات کا ذکر کچھ اچھا نہیں(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

میدان کربلا میں اشارہ سے صف اول کے آدمیوں کا سر تن سے جدا کرنے کے واقعہ وغیرہ کی نسبت حضرت حسینؓ کی طرف صحیح نہیں.

(سوال) حضرت امام حسینؓ نے لشکر اعدا کے مقابلہ کے وقت تلوار کا ایک ہاتھ اس زور سے مارا کہ گھوڑا مع زین اور سوار معہ خود وغیرہ کٹ کر تلوار زمین میں اتر گئی امام حسینؓ جس طرف رخ پھیرتے تھے ہزاروں اعدا کو چشم زون میں فنا کر دیتے تھے ایک بار امامؓ نے لشکر اعدا کے سامنے ہاتھ اٹھا کر رومال سے اشارہ کیا تو تمام صف اول کے آدمیوں کے سر تن سے جدا ہو گئے یہ روایات صحیح ہیں اور کسی مستند و معتبر کتاب سے اس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۱۱۷۵ عبدالرحمٰن و محمد حسین صاحبان (ساورہ) ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۳۷) اس روایت کی سند اور حوالہ بیان کرنے والے سے دریافت کرنا چاہئیے ہماری نظر میں اس کی سند نہیں ہے۔ **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

حضرت علیؓ حضور ﷺ کے خاندان سے تھے 'ان کے والد ابو طالب حضور ﷺ کے چچا تھے

(سوال) دہرہ دون میں ۷ دسمبر ۱۹۳۶ء کو مندرجہ ذیل افسوسناک مکالمہ عمرو کے مکان پر زید اور بکر کے درمیان وقوع میں آیا تینوں صاحبان اوسط عمر کے مسلمان اہل سنت والجماعت ہیں مکالمہ مذکورہ مندرجہ ذیل عالی جناب کی خدمت بابرکات میں بطور استفسار ارسال کیا جاتا ہے کہ ہر دو صاحبان زید اور بکر یا دونوں میں سے کوئی کس حد تک مرتکب جرم شرعی ہے ؟

نیز در صورت ثابت ہونے گناہ کے گناہ گار پر کیا کفارہ اور ازالہ واجب و عائد ہوتا ہے۔ زید

---

(۱) قال: لما اتی عبداللہ زیاد براس الحسین جعل ینکت بالقضیب ثناياه (البدايه والنهايه : دخول سنة احدى و ستين ۶۹۸/۵' ط دار الفکر' بیروت)

(عمرو سے) حضرت علیؓ ایک معمولی گھرانے کے تھے پستہ قد تھے تناور تھے پہلوانی کیا کرتے تھے ہمارے رسول کریم ﷺ کی نگاہ کرم سے کہیں سے کہیں پہنچے اور شیر یزداں لکھا ہے۔

عمرو۔ معمولی گھرانے سے تمہارا کیا مطلب ہے کیا تمہارا مطلب ان کی نجابت سے ہے ؟

زید۔ نہیں عمرو میرا مطلب یہ ہے کہ وہ متمول نہیں تھے ان کی نجابت کے احترام سے کون منکر ہے۔

عمرو۔ حضرت علی تو رسول اکرم ﷺ کے گھرانے سے تھے۔

زید۔ ہرگز نہیں وہ علیحدہ تھے۔ بلکہ شاید کسی تنقید میں میں نے ایک اور تعجب خیز امر دیکھا تھا کہ ابو طالب عم رسول اکرم ﷺ اور ابو طالب والد حضرت علی دو جدا جدا شخص تھے۔

عمرو۔ اس کو تو شیعہ سنی سب مانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ ایک ہی خاندان تھا۔

زید۔ میرا مطلب خاندان کے ایک نہ ہونے سے نہیں ہے بلکہ حضرت علی الگ رہتے تھے۔

بکر۔ (نہایت طیش میں زید سے مخاطب ہو کر) لاحول ولا قوۃ تمہیں عربی نہیں آتی میں تم کو اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ تم کافر ہو۔ تم سے بات کرنا گناہ ہے۔

زید ۔ (نہایت خندہ پیشانی سے) اوہو اس میں گناہ کیا ہے' ضمناً ایک بات ہے ایمان سے تو متعلق نہیں ہے کفر مجھ پر کیوں عائد کرتے ہو میں کوئی وعظ تو نہیں کہہ رہا ہوں اگر میں غلط ہوں تو صحت کر دو۔ میں نے شاید کہیں یہی پڑھا ہے۔ غالباً شاہنامہ یا کہیں اور۔

بکر۔ (پہلے سے بھی زیادہ طیش میں) لعنت ہے تم پر۔ تم جیسے کافر خارج از اسلام سے تو بات کرنا بھی گناہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ المستفتی نمبر ۱۲۷۹ مسٹر عبدالخالق انصاری ایم اے (دہرہ دون) ۲۸ شوال ۱۳۵۵ھ مطابق ۲ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳۸) زید کے کلام میں کئی ایک غلطیاں ہیں یہ کہنا کہ انکے والد ابو طالب اور شخص تھے اور آنحضرت ﷺ کے عم مکرم ابو طالب اور شخص تھے بالکل غلط ہے اسی طرح یہ کہنا کہ حضرت علی الگ رہتے تھے یہ بھی غلط ہے پھر یہ کہ انہوں نے شاہنامہ میں یہ باتیں پڑھی ہیں یہ اور زیادہ غلط اور جاہلانہ بات ہے بکر کے کلام میں زید پر جو الزام ہیں عربی نہ آنا۔ اس قسم کی باتیں بلا تحقیق کرنا۔ روزہ نہ رکھنا اگر یہ واقعات ہیں تو بے شک الزامات درست ہیں' رہا لہجہ کا تشدد جو بکر کی طرف سے ظاہر ہوا اور زید پر کفر کا حکم کر دینا تو یہ نامناسب تشدد ہے اور تکفیر کی ان میں کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

قاتلان حسینؓ کو گالی دینا کیسا ہے ؟

(سوال) قاتلان حسین اور یزید پلید کو گالیاں دینا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نظر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

(جواب ۱۳۹) قاتلان حسینؓ کے متعلق اتنا کہنا تو جائز ہے کہ انہوں نے بہت بڑا گناہ اور ظلم کیا مگر گالیاں دینا درست نہیں اور لعنت کرنا جائز نہیں(۱) المؤمن لا یکون لعانا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

یزید ابن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسینؓ کی شہادت سن کر نادم ہوا.

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شہادت امام حسین کے اندر یزید کا بالکل ہاتھ نہ تھا بلکہ اس واقعہ پر یزید بہت نادم ہوا اور اہل بیت کے ساتھ ہمدردی سے پیش آیا یہ بات کہاں تک صحیح ہے ؟

(جواب ۱٤۰) ہاں یزید اس طرز عمل کی روداد سن کر جو اس کے لشکر والوں نے برتا مکدر ضرور ہوا (۳) اور اہل بیت کے ساتھ اس نے ان کے احترام کے خلاف کوئی حرکت نہیں کی (۴) محمد کفایت اللہ

تیسرا باب
صحابہ و تابعین

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی.

(سوال) حضور ﷺ کی وفات کے وقت صحابہ کرام کی تعداد کل کتنی تھی ؟ المستفتی نمبر ۲۹۸ حسین جمال الدین منہار ۱٦ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۱٤۱) آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت صحابہ کرامؓ کی صحیح تعداد کا علم تو خدا کو ہی ہے تاہم محدث کبیر ابو زرعہ رازی نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت ایسے صحابہؓ جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے روایت یا سماع کے ذریعہ سے کوئی روایت کی ہے ان کی تعداد ایک لاکھ تھی اور ظاہر ہے کہ ایسے صحابی جن سے کوئی روایت نہیں ان کی تعداد اس کے علاوہ ہو گی (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) حقيقة اللعن المشهورة : هى الطرد عن الرحمة وهو لا تكون الا لكافر، ولذا لم تجز على معين لم يعلم موته على الكفر بدليل، وان كان فاسقا مشهورا كيزيد على المعتمد بخلاف نحو ابليس وابى لهب (رد المحتار باب الرجعة، مطلب فى حكم لعن العصاة، ۳/ ٤١٦ ط سعيد)

(۲) جامع الترمذى : باب ماجاء فى اللعنة، ۲/ ۱۸ ط سعيد

(۳) قال قد معت عينا يزيد بن معاوية وقال: كنت ارضى من طاعتكم بدون قتل الحسين، لعن الله بن سمية، اما و الله لوانى صاحبه لعفوت عنه، و رحم الله الحسين، ولم يصل الذى جاء براسه بشئى (البدايه والنهايه: دخول سنة احدى و سبعين ٥/ ٧٠٠ ط، دار الفكر بيروت)

(٤) وروى ابو مخنف عن الحارث بن كعب عن فاطمة بنت على قالت : لما جلسنا بين يدى يزيد رق لنا وامرلنا بشئى والطفنا (البدايه والنهايه، دخول سنة احدى و ستين ٥/ ٧٠٢، ٧٠٣ ط دار الفكر بيروت)

(٥) عن ابى زرعة الرازى قال : توفى رسول الله ﷺ ومن راه و سمع منه زيادة على مأة الف انسان من رجل وامراة كلهم قدروى عنه سماعًا او روايته (مقدمه الاصابة فى تميز الصحابه ۱/ ۳ ط مصر)

(۱) صحابہؓ اور اہل بیتؓ دونوں کے فضائل احادیث میں موجود ہیں......
(۲) حضرت معاویہؓ صحابی ہیں، عشرہ مبشرہ میں داخل نہیں
(۳) حضرت علیؓ کے نابالغی کی حالت میں ایمان لانے پر اعتراض لغو ہے
(۴) خلفاء کی ترتیب فضیلت، ترتیب خلافت کے موافق ہے
(۵) حضرت علیؓ کا حسینؓ و حسنؓ کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے بھیجنے کو دکھاوا خیال کرنا بد گمانی ہے۔

(سوال) ایک روز چند اشخاص اہل السنت والجماعۃ کے ایک جگہ بیٹھے تھے اس میں تذکرہ مذہب کا تھا تفضیل الشیخین پر فریقین متفق ہیں (۱) احمد کا دعویٰ ہے کہ اولاد رسول اللہ ﷺ کی شان اعلیٰ ہے محمود کا دعویٰ ہے کہ صحابہ کی شان اہل بیت اطہار سے بڑھی ہوئی ہے اور یہ کہ صحابہ کی شان میں حدیث آئی ہے کہ جو کوئی ان کی پیروی کرے گا ہدایت پائے گا اس کے علاوہ قرآن پاک کی آیت سے بھی ان کی شان و مرتبہ کا پتہ چلتا ہے احمد نے کہا اہل بیت کی شان میں بھی حدیثیں آئی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں دو چیزیں اپنے بعد موجب نجات اپنی امت میں چھوڑے جاتا ہوں ان میں سے ایک قرآن پاک اور دوسری اہل بیت ہے جو ان دونوں کو اختیار کرے گا نجات پائے گا محمود نے کہا کہ وہ حدیث جو صحابہؓ کی شان میں ہے اس کے مقابل میں اہل بیت کی شان کی حدیث نہیں ہے۔

(۲) اسی مجلس میں ذکر حضرت معاویہؓ کا آیا اس پر محمود نے کہا کہ وہ عشرہ مبشرہ میں ہیں احمد نے کہا کہ مجھے عشرہ مبشرہ کی تو تحقیق نہیں لیکن آپ صحابیؓ ضرور ہیں مگر ان سے کچھ غلطی ہوئی چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ ان سے خطا ضرور ہوئی محمود نے کہا کچھ بھی ہو لیکن حضرت امیر معاویہؓ کا درجہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ یعنی اہل بیت سے بڑھا ہوا ہے۔ براہ کرم اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

(۳) بعدہ ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایسا اعتراض حضرت علیؓ کے ایمان پر بھی ہے کیونکہ وہ نابالغی کی حالت میں ایمان لائے تھے اور نابالغ کے ایمان اور فعل کا اعتبار نہیں ہوتا۔

(۴) حضرت علیؓ پر کن کن صحابہؓ کو فضیلت ہے؟

(۵) ایک بار تذکرہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا آیا تو کسی نے کہا کہ ان کی شہادت تو مروان کے فعل سے ہوئی جیسا کہ مشہور ہے کہ فاقبلوا کی جگہ فاقتلوا لکھ دیا جب حضرت علیؓ کو خبر ملی کہ دشمنوں نے خلیفہ سوم کے مکان کو گھیر لیا ہے اور حملہ آور ہیں تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو مسلح کر کے بھیجا اور سمجھا دیا کہ حضرت عثمانؓ کو دشمنوں کی آزار سے بچانا اس پر محمود نے یہ کہا کہ یہ کام حضرت علیؓ کا صرف دکھانے کا تھا حقیقۃً ان کو حضرت عثمان کی حفاظت منظور نہ تھی۔

حضرات علماء سے دریافت کیا جاتا ہے کہ کیا واقعی حضرت علیؓ کا ظاہر کچھ تھا اور باطن کچھ؟

المستفتی نمبر ۵۲۳ شیخ شفیق احمد (ضلع مونگھیر) ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱٤٢) (۱) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان بھی رفیع ہے اور اہلبیتؓ کی شان بھی بلند ہے اہل بیت میں داخل ہونے کا شرف جدا ہے اور فضیلت صحبت جدا دونوں کے متعلق صحیح حدیثیں موجود ہیں جن لوگوں کو دونوں شرف حاصل ہوئے یعنی وہ اہل بیت میں بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں جیسے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسینؓ ان دونوں کی فضیلت دونوں جہت سے ثابت ہے اور جو اہل بیت میں شامل ہیں مگر صحابی نہیں ان کو ایک شرف حاصل ہے دوسرا نہیں جو صحابی ہیں مگر اہل بیت میں شامل نہیں ان کو بھی ایک شرف حاصل ہے دوسرا نہیں اس کے بعد علم و تقویٰ اور دیگر صفات کی وجہ سے فضیلت کے مراتب کم و بیش ہوتے ہیں اس لئے اس بارے میں اسی قدر اعتقاد پر اکتفا کرنا اسلم ہے شیخین کی فضیلت کلیہ باوجود اہل بیت میں داخل نہ ہونے کے صرف صحابی ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ ان کے اوصاف کاملہ علم و تقوی اور خدمات دینیہ کی بنا پر ہے جن میں وہ خاص امتیازی شان رکھتے ہیں(۱)

(۲) حضرت امیر معاویہؓ جلیل القدر صحابی ہیں عشرہ مبشرہ میں داخل نہیں ہیں(۲) اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ وہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ سے افضل ہیں ان کے لئے وہ مناقب جو احادیث میں آئے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے کاتب وحی تھے اور حضور ﷺ نے ان کو اپنا کرتہ مرحمت فرمایا تھا اور دعا دی تھی(۳) اور ان کے پاس حضور ﷺ کے

(۳) یہ اعتراض مہمل اور لغو ہے یہ تو حضرت علیؓ کی فطری اور طبعی صلاحیت کی دلیل ہے کہ بچپنے میں ہی ان کو معرفت حق اور قبول صداقت کی توفیق مبدا فیاض سے عطا ہوئی تھی۔

(۴) ترتیب فضیلت ترتیب خلافت کے موافق ہے یعنی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں ان تینوں کے بعد حضرت علیؓ باقی صحابہ کرامؓ سے افضل ہیں(۴)

---

(۱) عن محمد بن الحنفیة قال ' قلت لابی' ای الناس خیر بعد النبی ﷺ قال : ابوبکر قال قلت : ثم من ؟ قال: عمر (الحدیث) (صحیح البخاری' باب فضل ابی بکر بعدالنبی ﷺ ۱/ ۵۱۸ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)

(۲) عن عبدالرحمن بن عوف قال : قال رسول اللہ ﷺ ابوبکر فی الجنة و عمر فی الجنة و عثمان فی الجنة و علی فی الجنة و طلحة فی الجنة و الزبیر فی الجنة و عبدالرحمن بن عوف فی الجنة و سعد بن وقاص فی الجنة و سعید بن زید فی الجنةو ابو عبیدہ بن الجراح فی الجنة (جامع الترمذی : مناقب عبدالرحمن ۲/ ۲۱۵'ط سعید)

(۳) اسلم (معاویة) قبل الفتح و اسلم ابوہ بعدہ و صحب النبی ﷺ و کتب لہ (فتح الباری باب ذکر معاویہ ۷/ ۸۰ ط مصر) عن عبدالرحمن بن ابی عمیرة و کان من اصحاب النبی ﷺ عن النبی ﷺ انہ قال لمعاویہ ' اللهم اجعلہ ھادیًا مھدیًا و اھدیہ (جامع الترمذی 'مناقب معاویة ۲/ ۲۲٤ ط سعید) وقدورومن غیر وجہ انہ اوصی الیہ ان یکفن فی ثوب رسول اللہ ﷺ الذی کساہ ایاہ' (البدایہ والنهایہ' ترجمة معاویہ و ذکرشئ من ایامہ' ۵/ ٦٤٧' ط دار الفکر بیروت)

(٤) و افضل البشر بعد نبینا ابوبکر الصدیق ثم الفاروق ثم عثمان ذوالنورین ثم علی المرتضی و خلافتهم علی هذا الترتیب (عقائد النسفی مع شرحہ ص ۱٤٩ ط مکتبہ خیر کثیر کراچی)

(۵) یہ خیال کہ حضرت علیؓ نے صرف دکھاوے کے لئے حضرت حسن و حسینؓ کو بھیجا تھا' حفاظت منظور نہ تھی' بدگمانی ہے حضرت علیؓ کی طرف سے ایسی بدگمانی کرنی مناسب نہیں ہے(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کیا حکومت کا مدح صحابہ کو روکنا مداخلت فی الدین نہیں' ان حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئیے ؟

(سوال) (۱) حضرات خلفائے ثلاثہؓ کے ساتھ گروہ شیعہ کو اس قدر بغض ہے کہ ایک طرف خود سراً وجہراً اپنے گھروں میں اور سنیوں کی سمعات میں ان پر سب و شتم اور لعن و طعن کرتے ہیں اور دوسری طرف اگر سنی ان کی مدح میں قصائد یا نظمیں پڑھیں تو کہتے ہیں کہ اس سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے اور اس بنا پر اسے روکنے کی کوشش کرتے ہیں ایسی صورت میں سنیوں پر مدح خلفائے ثلاثہ میں قصائد یا نظموں کا پڑھنا اپنے گھروں' محفلوں میں عام مقامات اور شارع عام پر مذہباً ضروری ہے یا نہیں ؟
(۲) حکومت وقت نے شیعوں کی درخواست اور شکایات پر حفظ امن کے بہانہ سے شارع عام پر مجمع عام میں اور ایسے مقامات پر جو محاط نہ ہوں یا عامتہ الناس کے استعمال کے لئے ہوں حضرات خلفائے ثلاثہؓ کی مدح کرنا یا مدح میں قصائد اور نظمیں پڑھنا ممنوع قرار دیا ہے تو حکومت کی یہ کارروائی مداخلت فی الدین ہے یا نہیں ؟
(۳) شیعوں کی مخالفت اور حکومت وقت کی مزاحمت کی بنا پر جیسا کہ اوپر مذکور ہے ان سنیوں کے لئے جو ایسے مقام پر سکونت پذیر ہوں جہاں کہ یہ مخالفت اور مزاحمت کی جا رہی ہو' اس مخالفت کا انسداد کرنا اور حضرات خلفائے ثلاثہؓ کے محامد و مناقب کو نثر یا نظم میں علی الاعلان و بر سر عام جلسوں یا جلوسوں میں بیان کرنے کا حق حاصل کرنا مذہباً لازم ہے یا نہیں ؟
(۴) جس مقام پر حضرات خلفائے ثلاثہؓ کے محامد و مناقب کا بیان علی الاعلان و بر سر عام کرنے کی مخالفت و مزاحمت ہوتی ہو جیسے کہ اوپر مذکور ہے اور وہاں کے کچھ سنی اس مخالفت و مزاحمت کے انسداد کے لئے کوشاں ہوں تو جو لوگ ان کی تائید و نصرت کریں اور ان کو مالی یا کسی قسم کی امداد دیں تو وہ عند اللہ ماجور ہوں گے یا نہیں اور جو اہل علم یا علمائے دین یا امراء یا ارباب ثروت اس کوشش کرنے والی جماعت کی تائید و نصرت اور امداد سے پہلو تہی کریں وہ اعانت روافض اور تعاون علی الاثم والعدوان کے مرتکب ہوں گے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۴۳ مولوی عبدالرحیم صاحب (انجمن تحفظ ملت لکھنؤ) ۶ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۳۶ء۔

---

(۱) قال اللہ تعالی : یایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (الآیۃ) (الحجرات : ۱۲)

جواب از مولانا محمد اسباطؒ

(جواب) (از مولوی محمد اسباط صاحب مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ) جواب عرض کرنے سے پہلے چند مقدمات کی تمہید ضروری ہے۔

(۱) ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے کہ احکام شرعیہ و نیز رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرامؓ کے صحیح صحیح حالات ناواقف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں تک بھی پہنچائے تاکہ اسلامی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کی صداقت کے اذعان اور ان کی محبت سے ان کے قلوب معمور ہو جائیں اور اللہ کی حجت بندوں پر پوری ہو جائے۔ قال اللہ تعالیٰ ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة و جادلهم بالتی هی احسن (۱) وقال اللہ تعالیٰ فاصدع بما تؤمر (۲) وقال اللہ تعالیٰ وانذر عشیرتك الاقربین (۳) وقال رسول اللہ ﷺ بلغوا عنی ولو آیة (۴) وقال علیه السلام نضر الله امرأ سمع منا شیئاً فبلّغه کما سمعه فرب مبلغ اوعیٰ له من سامع (رواه الترمذی (۵) و ابن ماجه (۶) و رواه الدارمی (۷) عن ابی الدرداء) (مشکوة) (۸)

(۲) رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام آپ کی امت اور آپؐ کے درمیان واسطہ کبریٰ ہیں ان ہی کی مساعی جمیلہ اور ان کی ہی کوششوں اور جانفشانیوں سے ساری دنیا کے لوگوں کو دولت اسلام ملی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت بنایا قال اللہ تعالیٰ وکذلك جعلناکم امة وسطاً لتکونوا شهداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شهیداً (۹) اور امت کی گردن پر ان کا احسان ہے لہذا شریعت نے ان کی عظمت اور محبت اور ان کی اطاعت اور ان کے لئے دعائے مغفرت ہمارے اوپر لازم کردی قال اللہ تعالیٰ والذین جآؤ امن بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انك رؤف رحیم (۱۰) وعن عبدالله بن مغفل قال قال رسول الله ﷺ الله الله فی اصحابی لا تتخذو هم غرضا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن آذاهم فقد آذانی ومن آذانی فقد

---

(۱) النحل : ۱۲۵
(۲) الحجر : ۹۴
(۳) الشعراء : ۲۱۴
(۴) مشکوٰة المصابیح، کتاب العلم ،فصل الاول، ۱/ ۳۲ ط سعید)
(۵) باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع ۲/ ۹۴ ط سعید
(۶) باب من بلغ علما ص ۲۱ ، ط میر محمد کتب خانه، کراچی
(۷) باب الاقتداء بالعلماء ۱/ ۸۷ ط قدیمی کتب خانه، کراچی
(۸) کتاب العلم فصل الاول ۱/ ۳۵ ط سعید
(۹) البقرة : ۱۴۳
(۱۰) الحشر: ۱۰

آذی الله ومن آذی الله فیوشك ان یاخذه (رواه الترمذی) (۱) وعن عمر قال قال رسول الله ﷺ اکرمو ااصحابی فانهم خیارکم ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یظهر الکذب الخ (مشکوة) (۲) و عن حذیفة قال قال رسول الله ﷺ انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ وعمرؓ (۳)

(۳) شریعت نے چونکہ تبلیغ کے لئے کسی طریقہ خاص کا پابند نہیں بنایا ہے بلکہ مسلمانوں کو اختیار دیا ہے کہ شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے ہر ایسے طریقے کو اختیار کر سکتے ہیں جس سے مقصود تبلیغ ہو سکے لہذا ان کو اختیار ہے کہ خواہ وہ نثر میں خواہ وہ نظم میں۔ خواہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر جس طرح بھی ہو سکے ان کے فضائل و مناقب ان کے کارنامے ان کی اسلام کے ساتھ اور اپنے پیغمبر ﷺ کے ساتھ شیفتگی کے واقعات پڑھیں اور مسلمانوں کے سامنے پیش کریں خصوصاً نظم اور قصائد کی صورت میں کیونکہ اس صورت کے ساتھ تبلیغ کا خاص طور پر مؤثر اور مفید ہونا ظاہر ہے۔

(۴) یہ بھی ظاہر ہے کہ مذہبی مجالس اور محافل میں صرف وہی مسلمان شرکت کرتے ہیں کہ جن کو کسی نہ کسی درجہ میں مذہبی دلچسپی ہے لیکن جو مسلمان مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے ان کو مذہب اور بزرگان دین کی طرف مائل کرنے کا طریقہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ عام بازاروں اور سڑکوں اور تفریح گاہوں میں بھی ہم مذہبی تبلیغ کریں۔

(۵) یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں ہمیشہ مذہب والوں نے دوسرے مذاہب کو اور انکے اصول و فروع کو اپنے لئے دل آزار قرار دیا ہے خواہ کتنے ہی صحیح اور معقول کیوں نہ ہوں اپنی دسترس بھر انہوں نے دوسرے مذاہب کو مٹانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہندوستان اور یورپ کی ازمنہ ماضیہ کی تاریخ پڑھنے والوں پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے بلکہ آج بھی ہندوستان کی ریاستوں میں اذان اور نماز اور قربانی وغیرہ پر جو سخت پابندیاں عائد ہیں وہ اس دعوے کے لئے شاہد عدل ہیں اور خود قرآن کریم نے بھی فرمایا ولن ترضی عنك الیهود والنصاریٰ حتی تتبع ملتهم (۴) ایسی حالت میں کسی قوم کا یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں قوم فلاں مذہب کی فلاں بات سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے ہرگز قابل سماعت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے حقوق و حدود کی تعیین ضروری ہے ان حقوق اور حدود میں یہ چند باتیں خاص طور پر قابل لحاظ ہیں (الف) جب ایک ملک میں مختلف قوم اور مختلف مذاہب و ملت کے لوگ آباد ہوں تو ہر قوم کا جان و مال عزت و مذہب دوسری قوم کی دست اندازی اور حملہ سے محفوظ رہنا ضروری ہے (ب) ہر قوم اپنے مذہبی فرائض کے ادا کرنے میں آزاد ہے چاہے اپنے گھروں میں ہو یا عبادت گاہوں میں یا

---

(۱) باب ماجاء فی من سب اصحاب النبی ﷺ ۲/......۲۲۵ ط سعید
(۲) باب مناقب الصحابة ۲/ ۵۵٤ ط سعید
(۳) مشکوة المصابیح : باب مناقب ابی بکر و عمر ۲/ ۵٦۰ ط سعید
(٤) البقرة : ۱۲۰

شاہراہوں میں یا تفریح گاہوں میں ۔جب تک کہ کسی قوم کی توہین اور دل آزاری نہ کریں(ج) یہ بھی ظاہر ہے کہ دنیا کے تمام اہل مذاہب کو یہ دعویٰ ہے کہ صرف انہیں کا مذہب حق ہے اور اس کے علاوہ تمام مذاہب جھوٹے اور غلط ہیں ایسی حالت میں یقیناً کسی ایک مذہب کی تبلیغ اور فضائل اور مناقب اور محاسن کو بیان کرنا لزوماً دوسرے مذہب کا رد ہے اور ایک مذہب کے بزرگوں کی تعریف دوسرے مذہب کا ابطال ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ اکثر مذاہب کے بزرگوں سے دوسرے مذہب اور مذہب والوں کو نقصان بھی پہنچاہے کون نہیں جانتا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں آتش پرستوں کی قومیت کا شیرازہ بکھر گیا اور عیسائیوں کی روم اور مصر کی بڑی بڑی سلطنتیں برباد ہو گئیں ہندو برہمنوں نے بدھ مذہب والوں کو کس طرح ہندوستان سے مٹایا لیکن بایںہمہ نہ کبھی عیسائیوں نے صحابہ کرامؓ کی مدح کو دل آزاری سمجھا نہ پارسیوں نے ہندو اور سکھ بھی اپنا مذہبی جلوس نکالتے ہیں لیکن کسی قوم نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے کیوں ؟ صرف اس لئے کہ دل آزاری صرف اسی وقت دل آزاری ہے جب قوم و مذہب پر تعریض ہو یا کسی طرح بھی اشارۃً یا کنایۃً اس کی توہین کی جاتی ہو ورنہ صرف اپنے بزرگوں کی مدح چاہے کسی دوسری قوم کے لئے وہ کیسے ہی مبغوض ہوں ہر گز دل آزاری نہیں ہو سکتی اور ہو تو قابل التفات نہیں (۶) حفظ امن کے معنی یہ ہیں کہ ایک قوم کو دوسری قوم کے حقوق میں دست اندازی کرنے سے روکا جائے نہ یہ کہ ایک قوم کی خاطر دوسری قوم کو اس کے واجبی حقوق سے روکا جائے۔

(۷) حکومت کا جو حکم مداخلت فی الدین کی قبیل سے ہو ہمیں ہر گز اطاعت جائز نہیں۔عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب و کرہ مالم یؤمر بمعصیة فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة (متفق علیہ (۱) مشکوۃ (۲)) عن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا طاعة فی معصیة انما الطاعة فی المعروف (متفق علیہ (۳) مشکوۃ (۴))

(۸) ہر مسلمان کا مذہبی فرض ہے کہ جب اس کے مذہب میں مداخلت کی جائے تو بقدر استطاعت اس کی مخالفت کرے اور ہر گز اس مداخلت کو روانہ رکھے ورنہ تعاون اثم وعدوان کا مرتکب ہو گا۔عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ ﷺ قال من رأی منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان (رواہ مسلم (۵) مشکوۃ (۶)) وقال اللہ تعالیٰ

---

(۱) بخاری : باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصیة ۳/۵۷ ۱۰، ط قدیمی مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة ۲/۱۲۵ ط قدیمی

(۲) کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول ۱/۳۱۹ ط سعید

(۳) بخاری ، کتاب اخبار الآثار ۲/۱۰۷۶، ط قدیمی کتب خانہ، کراچی – مسلم: باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة ۲/۱۲۵ ط قدیمی (٤) کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الاول ص ۳۱۹، ط سعید

(۵) باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان الخ ۱/۵۱ ط قدیمی

(٦) باب الامر بالمعروف ۱/۳۳٦، ط سعید

تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (۱)
البتہ ابتداء سختی کی ضرورت نہیں ہے پہلے حدود قانون میں رہ کر تحصیل حق کی کوشش کرنا ضروری ہے 'اگر خدانخواستہ ناکامیابی ہو تو پھر خدائی قانون کے آگے کسی قانون کی پروانہ کریں۔
ان آٹھ مقدمات کے بعد ہر نمبر کا جواب ملاحظہ ہو۔
(۱) حسب مقدمہ ثانیہ آیات واحادیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں اور امت مسلمہ کے دولت اسلام پانے کیلئے واسطہ عظمیٰ ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ بسبب مسلمانوں کی گردن پر ان کے احسان عظیم کے ان پر شریعت نے صحابہ کرامؓ کے حقوق قائم و مقرر کئے ہیں عظمت و محبت و اطاعت ودعائے مغفرت۔اور حسب مقدمہ اولیٰ یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ احکام شریعت کی تبلیغ مسلمانوں پر ضروری ہے اور منجملہ حقوق یہ حقوق اربعہ بھی ہیں لہذا ان کی تبلیغ بھی ضروری ہے اور حسب مقدمہ ثانیہ یہ بھی ثابت ہوا کہ تبلیغ کے کسی خاص طریقہ کا ہم کو شریعت نے پابند نہیں بنایا جب تک ہم حدود شریعت سے تجاوز نہ کریں۔ اور حسب مقدمہ رابعہ عامہ مسلمانوں تک ان احکام کے پہنچانے کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم ہر جگہ بازاروں اور سڑکوں اور سیر گاہوں میں بھی تبلیغ کریں اور حسب مقدمہ خامسہ یہ بھی ثابت ہوا کہ صرف اپنے بزرگوں کے فضائل و مناقب بشرطیکہ دوسرے مذاہب اور ان کے بزرگوں کی توہین و تعریض کے ساتھ نہ ہو' موجب دل آزاری نہیں ہے یا ہے تو قابل التفات نہیں ہے لہذا ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کی عموماً اور خلفائے راشدین کی خصوصاً مدح اور ان کے فضائل و مناقب خواہ بصورت نظم ہو یا بصورت نثر، خواہ ایک آدمی پڑھے یا متعدد آدمی، خواہ گھروں میں ہو یا مسجدوں میں، بازاروں میں ہو یا سیر گاہوں میں' ہر جگہ اور ہر طرح پڑھ سکتے ہیں' بلکہ شرعاً ضروری ہے ورنہ ترک فریضہ تبلیغ کا گناہ بھی ہوگا اور **من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ** (۲) کے بھی مصداق ہوں گے۔ خاص کر جب کہ ایک قوم ان پر سب و دشنام تبرا وافترا نہایت منظّم طریقہ پر کر رہی ہے نظم و نثر میں ان کی ہجو اور معائب بیان کرتی ہے حالانکہ ان کو ان چیزوں کا کوئی حق حاصل نہیں ایسی حالت میں مسلمانوں کا واقعی صحابہؓ کے فضائل اور مناقب بھی نہ بیان کرنا کس قدر خسران دنیوی واخروی کا باعث ہے۔
(۲) حسب مقدمہ ثانیہ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو مدح صحابہ سے روکنا یقیناً مداخلت فی الدین ہے جس میں اطاعت کرنے سے مسلمان اپنے مذہب کی رو سے معذور ہیں۔
(۳-۴) حسب مقدمہ ثانیہ مسلمانوں پر اپنے اس حق کو حاصل کرنا شرعاً ضروری ہے اور جو لوگ اس حق کے حاصل کرنے میں سعی کریں گے یا جو لوگ ان کی تائید و نصرت کریں گے وہ یقیناً ماجور و مثاب ہوں گے ورنہ بقدر اپنی استطاعت کے نہی عن المنکر نہ کرنے سے گناہ گار اور تعاون علی الاثم والعدوان)۔

---

(۱) (المائدۃ : ۲)
(۲) جامع الترمذی : باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک ۲/۱۷ ط سعید)

کے مرتکب ہوں گے۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم کتبہ محمد اسباط مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ

الجواب صحیح ۔ محمد صدیق الہ آبادی مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ ظہور احمد کان اللہ لہ ٗ مدرس و مفتی مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ

الجواب صحیح۔ حیدر حسن الجواب صحیح۔ مہر۔ ابو العماد محمد شبلی

شیخ الحدیث و مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء مدرس دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۹ جولائی ۱۹۳۶ء

واقعی صحابہ کرامؓ کے کارناموں ٗ ان کے فضائل اور مناقب کا بیان کرنا امر دینی ہے اور اس پر حکومت کا پابندی عائد کرنا نہ صرف مداخلت فی الدین بلکہ جنبہ داری ہے۔ **فصح الجواب و اللہ اعلم** بالصواب۔ حررہ ابو الرحیم محمد ایوب غفرلہ ۵۵۔ ۵۔ ۵ ہجری مہر

الجواب صحیح۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔ الجواب صواب۔ احقر محمد طیب غفرلہ ٗ مہتمم دار العلوم دیوبند ۵۵۔ ۵۔ ۲۴ ہجری

الجواب صواب۔ بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ۔ مدرس دار العلوم دیوبند۔ المجیب مصیب۔ ریاض الدین عفی عنہ مدرس دار العلوم دیوبند

الاجوبة کلها صحیحة و حصول هذا الحق فرض لاهل السنة والجماعة ممالا بد لا هل الاسلام قاطبة وان غصبه الحکومة المتسلطة لبعض اعوانه ویجب علی المسلمین کافة الاجتهاد فی تحصیل هذا الحق الصریح بای طریق کان مما لم یتجاوز حدود الشرع۔ محمد اعزاز علی غفرلہ ٗ مقیم دار العلوم دیوبند۔ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ

جواب از مفتی دار العلوم دیوبند

(**جواب ۱۰۲۷**) (از نائب مفتی دار العلوم دیوبند) جواب صحیح ہے لیکن مسلمانوں کو ایسی تدبیر اور تنظیم سے کام کرنا چاہئیے جو حصول مقصد کے لئے مؤثر اور مفید ہو اور بد امنی نہ ہو بلا سوچے سمجھے اپنے نفوس کو مقید کرنا اور کاروبار کو تباہ کرنا مناسب نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔ مسعود احمد عفا اللہ عنہ۔ نائب مفتی دار العلوم دیوبند ۲۴ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ

الجواب صواب محمد سہول عثمانی عفی عنہ۔ مفتی دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح۔ شمس الحق۔ مدرس دار العلوم دیوبند

لقد اصاب من اجاب محمد عبد الحق نافع عفی عنہ مدرس دار العلوم دیوبند

مہر دار الافتاء / دار العلوم دیوبند

جواب از مفتی اعظم

(جواب ۱٤۳) (از حضرت مفتی اعظمؒ) ہوالموفق۔ صحابہ کرامؓ کے فضائل و کمالات اور مآثر حسنہ بیان کرنا اور ان کی اشاعت و تبلیغ کرنا اہل السنۃ والجماعۃ کا ایک مذہبی اور اخلاقی بلکہ قانونی حق ہے' اس پر پابندی عائد کرنا حکومت کے لئے آئین اور انصاف کے خلاف ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مہر دارالافتاء / مدرسہ امینیہ دہلی

جواب از مفتی مظاہر علوم

(جواب ۱۵۱۸) (از حضرت مفتی مظاہر العلوم سہارنپور) حضرات خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ کا ذکر اور بیان اہل السنّت کا ایسا شعار ہے کہ جس سے کوئی وعظ کوئی تقریر کوئی خطبہ کتاب کا یا جمعہ کا خالی نہیں ہوتا اور شرعاً مدح صحابہؓ کے لئے عام آزادی ہے کسی محل کی تقیید کرنا اور اہل السنۃ کو روکنا بلاوجہ شرعی یقیناً مداخلت فی الدین و ظلم ہے حکومت کا فرض ہے کہ وہ انصاف ہی کو قائم رکھے اور جنبہ داری سے کام لے جیسے دوسری اقوام کو مذہبی شعار کی ادائیگی میں آزادی ہے' اسی طرح اہل السنّت کو بھی آزادی ہونی چاہئے ورنہ اس غلط اقدام سے جو برے نتائج رونما ہوں گے ان کی' حکومت ذمہ دار ہوگی اگر حکومت مسلمانوں کے شعائر مذہبی میں مداخلت کرے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ہر ممکن تدبیر سے اس کی مدافعت کریں اور اپنا حق حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھیں اور امراء و علماء کو متفق ہو کر کوشش کرنی چاہئے۔ ایسی صورت میں حکومت روافض کے ساتھ تعاون کرنا گناہ ہے' امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب نمبر ۵ جلد ا میں تحریر فرماتے ہیں ذکر خلفائے راشدین اگرچہ از شرائط خطبہ نیست لیکن شعار اہل سنت است منہاج السنۃ (۱) میں ہے۔ ان المسلمین والکفار اذا کان ھولآء شعار وھو لآء شعار وجب شعار الاسلام فی کل زمان وفی کل مکان فقط واللہ اعلم۔ حررہ سعید احمد اجراڑوی غفرلہ' مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔ ۱۴ ج ا ۱۳۵۵ھ عبداللطیف عفا اللہ عنہ' ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۲۵ ج ا ۱۳۵۵ھ

جوابات سب صحیح ہیں۔ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ' صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۲۵ ج ا ۱۳۵۵ھ

کیا حکومت کا مدح صحابہ کو روکنا مداخلت فی الدین نہیں؟ مسلمانوں خصوصاً طلبہ دار العلوم دیوبند کو ان حالات میں کیا کرنا چاہئے؟

(سوال) حکومت ہند نے مدح صحابہؓ کی ممانعت اور انسداد کا ایک دل آزار قانون بنایا ہے جس کا نفاذ

---

(۱) فصل فی شعائر الاسلام' ۱/۳۵۲ ط سعید

لکھنؤ میں بالکل جابرانہ طور پر ہو رہا ہے اہل السنت والجماعۃ کے بعض علماء کی نہ صرف رائے بلکہ فتویٰ ہے کہ مدح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ممانعت در حقیقت مداخلت فی الدین ہے اس موقع پر نطق پر سکوت کو ترجیح دینا حمایت دین پر اہانت دین کو ترجیح دینا ہے جو قطعاً حرام ہے لہذا ہر مسلمان اہل سنت والجماعۃ کا فرض اولین ہے کہ اس کار خیر میں اقدام کرے اور ایثار سے کام لے کر کبھی نہ فنا ہونے والا توشہ عقبیٰ تیار کر لے تواب چند امور مذکورہ ذیل دریافت طلب ہیں۔

(۱) علمائے کرام کی مذکورہ بالا رائے یعنی ممانعت مدح صحابہؓ مداخلت فی الدین ہے یا نہیں ؟

(۲) ہر مسلمان اہل السنت والجماعۃ کو بلا امتیاز تذکیر و تانیث و بلا تفاوت سن و سال اس میں حصہ لینا چاہئیے یا نہیں ؟

(۳) ہم طلباء دار العلوم دیوبند وغیرہ کا اس موقعہ پر کیا فرض ہے ایثار کریں یا سکوت ؟ بالخصوص ایسی حالت میں ادھر تعلیم کا خیال ' ادھر قانون شکنی کا عزم۔ ہاں اتنا خیال رہے کہ اگر اہل علم طبقہ خصوصاً علماء و طلبہ نوجوان متفقہ طور پر کھڑے ہو گئے تو بحول و قوۃ الٰہی وہ دن کچھ دور نہیں کہ حکومت ہی اس قانون کو اپنے ہاتھوں پارہ پارہ کر دے گی۔ المستفتی نمبر ۱۱۹۶ خواجہ محمد احمد صاحب غازی پور متعلم دورہ دار العلوم دیوبند۔ ۶ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۴۴) مداخلت فی الدین کا مفہوم بہت عام ہے اور عموم کے لحاظ سے ہر آن میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں مداخلتیں ہندوستان میں ہو رہی ہیں امتناع مدح صحابہ کا قانون ' جہاں تک مجھے معلوم ہے ' نہ حکومت ہند کا ہے نہ حکومت صوبہ کا وہ صرف ایک مقامی کمیٹی کا جو اس کام کے لئے مقرر کی گئی تھی فیصلہ تھا جسے مقامی حکومت نے انتظاماً نافذ کر دیا ہے میرے خیال میں دار العلوم کے طلبہ مذہباً ابھی تک شرکت پر مجبور نہیں ہیں مسلمان تحریک کو چلا رہے ہیں طلبہ کو تعلیمی ضروریات میں مشغول رہنا چاہئیے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

صحابہؓ کا زمانہ ایک سو ہجری ' تابعین کا ایک سو ستر ہجری ' اور تبع تابعین کا دو سو بیس ہجری تک ہے۔

(سوال) (۱) زید کہتا ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اسے صحابی کہتے ہیں اور جس نے صحابی کو دیکھا ہے اسے تابعی کہتے ہیں اور جس نے تابعی کو دیکھا ہے اسے تبع تابعی کہتے ہیں زید کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابی کا زمانہ کتنا تھا اور صحابی سے تابعین تک کتنا وقت اور تابعین سے تبع تابعین تک کتنا وقت تھا۔ المستفتی نمبر ۱۳۵۴ انور الاسلام (رنگون) ۳ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۴۵) صحابی وہ شخص ہے جس نے ایمان کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو دیکھا یا حضور ﷺ

سے ملا ہے اور ایمان پر وفات پائی صحابہ کرام کا زمانہ سنہ ایک سو ہجری تک ہے اور تابعی وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں صحابی کو دیکھایا ملا اور ایمان پر وفات پائی تابعین کا زمانہ ایک سو ستر ہجری تک ہے تبع تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں تابعی کو دیکھا اور ایمان پر وفات پائی تبع تابعین کا زمانہ دو سو بیس ہجری تک ہے۔ **کذافی المرقاۃ** (۱) **لعلی القاری ج ۵ ص ۵۲۰** محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شہادت عثمانؓ کے متعلق ایک سوال

(سوال) متعلقہ واقعہ شہادت حضرت عثمانؓ

(جواب ۱٤٦) جب مفسدوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا تو حضرت علیؓ نے حضرت امام حسن و حسینؓ کو ان کے دروازے پر حفاظت کے لئے متعین کر دیا تھا کہ کوئی مفسد گھر میں داخل نہ ہو سکے (۲) مفسد دروازہ چھوڑ کر دوسری طرف سے دیوار پر چڑھ کر گھر میں اترے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا حضرت علیؓ کو جب خبر ہوئی تو انہوں نے آکر امام حسنؓ کے منہ پر طمانچہ مارا اور حضرت امام حسینؓ کے سینے پر تھپڑ مارا اور فرمایا کہ تم دونوں کے موجود ہوتے ہوئے حضرت عثمانؓ کیسے شہید کر دیئے گئے ۔جب حضرت علیؓ کو واقعہ معلوم ہوا کہ قاتل دیوار پھاند کر گھر میں گھسے تو انہوں نے امام حسن وامام حسینؓ کو معذور سمجھا۔ حضرت عثمانؓ کے منہ پر طمانچہ مارنے کا بیان صحیح نہیں اور حضرت عثمانؓ دوسرے روز مدفون ہوئے تین دن نعش کا پڑا رہنا بھی غلط ہے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے (۳) یہودیوں کے قبرستان میں دفن ہونا بھی درست نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حضرت معاویہؓ جائز خلیفہ تھے' ان سے یزید کو ولی عہد بنانے میں اجتہادی غلطی ہوئی.

(سوال) حضرت معاویہؓ کی نسبت غصب خلافت کا الزام نیز یزید کو آپ کا ولی عہد سلطنت باوجود اس کے فسق وفجور کے بنانا جس کو بعض سنی بھی کہتے ہیں کس حد تک صحیح و درست ہے ؟ **المستفتی** نمبر ۱۴۰۲ اسید خلیل حیدر (کانپور) ۵ صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۳۷ء

(جواب ۱٤٧) حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت امام حسنؓ سے صلح کر لی تھی اور اس کے بعد وہ جائز طور پر خلافت کے حامل تھے (۴) انہوں نے یزید کے لئے بیعت لینے میں غلطی کی کیونکہ یزید سے بہتر

---

(۱) باب مناقب الصحابة ۱۱/۲۷٦ ط امدادیه' ملتان

(۲) ولزم كثير من الصحابة بيوتهم وسارا اليه جماعة من ابناء الصحابة عن امر آبائهم منهم الحسن والحسين الخ (البدایه والنهایه' صفة حصر امير المؤمنين عثمان بن عفان ٥/٢٦٢ ط دار الفكر بيروت)

(۳) وقد اعتنى معاوية فى ايام امارته بقبر عثمان ورفع الجدار بينه و بين البقيع وامر الناس ان يدفنوا موتاهم حوله (البدایه والنهایه' قبیل ذکر صفته ٥/٢٨٠ ط دار الفكر بيروت) (٤) فلما رأى الحسن بن على تفرق جيشه عليه مقتهم و كتب عند ذلك الى معاوية بن ابى سفيان وكان قدركب فى اهل الشام فنزل مسكن يراوضه على الصلح بينهما فبعث اليه معاوية عبدالله بن عامر و عبدالله بن سمرة-- فاصطلحوا على ذلك واجتمعت الكلمة على معاويه (البدایه والنهایه' خلافة الحسن بن على ٥/٤٩٨ ط دار الفكر بيروت)

اور اولی وافضل افراد موجود تھے لیکن اس غلطی کے باوجود یزید کے اعمال وافعال کی ذمہ داری ان پر عائد نہ ہوگی کیونکہ اسلام اور قرآن پاک کا اصول ہے لا تزر وازرۃ وزر اخری۔(۱) اس لئے حضرت معاویہؓ کی شان میں گستاخی اور درشتی نہیں کرنی چاہیئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چوتھا باب
ائمہ مجتہدین

امام ابو حنیفہؒ کی تاریخ وفات کیا ہے؟

(سوال) تاریخ وفات امام اعظم ابو حنیفہؒ تحریر فرمائی جائے ایک کتاب میں ۲ شعبان لکھا ہے ایک کتاب میں صرف رجب ۱۵۰ھ ہجری لکھا ہے۔ المستفتی نمبر ۹۱۵ بدھا مینم صاحب (کھیری) ۱۴ صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۴۸) کتب معتبرہ متداولہ سے اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ رجب ۱۵۰ھ میں حضرت سیدنا الامام الاعظم ابو حنیفہؒ کی وفات ہوئی ہے اس سے زیادہ کسی معتبر کتاب میں نہیں ملا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

ابن الہمام بلند پایہ کے محقق ہیں، ان کی کتاب فتح القدیر نہایت مستند و معتبر ہے۔

(از اخبار الجمعیۃ سہ روزہ دہلی مورخہ ۱۸ جون ۱۹۲۸ء)

(سوال) ابن ہمام علمائے حنفیہ میں کس پایہ کے بزرگ تھے اور ان کی کتاب فتح القدیر کو علمائے حنفیہ میں کیا وقعت حاصل ہے؟

(جواب ۱۴۹) علامہ ابن ہمامؒ علمائے حنفیہ میں بڑے پایہ کے محقق ہیں۔ اصحاب ترجیح میں سے ہیں فتح القدیر بہت معتبر اور مستند کتاب ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

علامہ ابن امیر الحاج حنفی المذہب اور ابن الحاج صاحب مدخل مالکی ہیں۔

(سوال) خادم نے عرض کیا تھا کہ طحطاوی علی المراقی آخر کتاب الجنائز میں نماز جنازہ کی تیسری تکبیر

---

(۱) الفاطر: ۱۸

(۲) قال الواقدی وغیرہ: مات ابو حنیفہ فی رجب سنۃ خمسین ومأۃ، ولہ سبعون سنۃ (مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبیہ، فصل فی وفاۃ ابی حنیفہ ص ۳۰ ط سعید)

(۳) وقدمنا غیر مرۃ ان الکمال من اہل الترجیح کما افادہ فی قضاء البحر، بل صرح بعض معاصریہ بانہ من اہل الاجتہاد الخ (رد المحتار، مطلب الکمال ابن الہمام من اہل الترجیح ۳/۶۸۸ ط سعید)

کے بعد ہاتھ اٹھانا مستحب لکھا ہے لیکن وہ ابن امیر حاجؒ کا قول تھا حضرت اقدس نے فرمایا تھا کہ وہ مالکی ہیں فقیر بھی یہی سمجھتا تھا لیکن بعض کتب فقہ میں ان کے اقوال سے استشہاد پایا اور شبہ ہوا تو فوائد بھیہ میں نکال کر دیکھا تو مولانا عبدالحیؒ نے ان کو حنفیہ میں شمار کیا ہے ؟ المستفتی کفش بردار فقیر محمد یوسف دہلوی

(جواب ۱۵۰) غالباً یہ ابن امیر الحاجؒ حنفی (۱) ہیں جن کے قول سے یہ استشہاد ہے اور وہ ابن الحاج صاحب مدخل مالکی ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

پانچواں باب
متفرقات

مسجد اقصیٰ بیت المقدس میں ہے، جامع مسجد دہلی کا نقشہ مسجد اقصیٰ کے مشابہ نہیں.

(سوال) مسجد اقصیٰ کہاں ہے اور بیت المقدس میں جو مسجد ہے اس کا کیا نام ہے جامع مسجد دہلی کا نقشہ مسجد اقصیٰ کے مشابہ ہے یا نہیں ؟ اور اسکے ساتھ کوئی تاریخی واقعہ ثابت ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۶۴۴ منشی محمد صدیق عاصی (بمبئی) یکم محرم ۱۳۵۴ھ مطابق ۶ ااپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۱) مسجد اقصیٰ زمین پر ہے بیت المقدس کی مسجد کا نام مسجد اقصیٰ ہے (۲) جامع مسجد دہلی کا نقشہ مسجد اقصیٰ کے مشابہ نہیں ہے اور نہ اس کے نقشے کے ساتھ کوئی تاریخی واقعہ صحیح طور پر ثابت ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

قصص الانبیاء اور تذکرۃ الاولیاء معتبر و مستند کتاب ہیں یا نہیں ؟

(ازاخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۳ / اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) کتاب قصص الانبیاء اور تذکرۃ الاولیاء مؤلفہ شیخ فرید الدین عطارؒ مستند اور صحیح ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۱۵۲) قصص الانبیاء اور تذکرۃ الاولیاء میں صحیح اور ضعیف ہر قسم کی باتیں ہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) الفوائد البھیہ' الخاتمہ' الفصل الاول فی تعیین المبھمات' ص ۲۴۳ ' ط نور محمد کتب خانہ' کراچی

(۲) (إلی المسجدالاقصی) وھو بیت المقدس الذی بایلیاء معدن الانبیاء من لدن ابراھیم الخلیل علیہ السلام (ابن کثیر : بنی اسرائیل: - ۲/۳ ط سھیل اکیڈمی' لاھور)

كتاب الجهاد

پہلا باب

ہجرت و جہاد

حکم الهجرة من الهند والجهاد فيها

(سوال)

(جواب ۱۵۳) هو الموفق قال النبی ﷺ الخیل معقود فی نواصیها الخیر الی یوما القیامة (۱) وفقه هذا الحدیث ان الجهاد لا علاء کلمة الله ماض الی یوم القیامة ومن المعلوم ان الجهاد و القتال باعداء الله واعداء الاسلام لا بدله من امور و شرائط فمنها الامام و منها آلات الحرب و منها القدرة علی القتال وغیرها وهذا القدر ممالا خفاء فیه (۲)

اما الهجرة فهی انما کانت فریضة فی ابتداء الاسلام من مکة المکرمة لانها کانت دار کفر و عدوان کان المؤمنون لا یأمنون فیها علیٰ انفسهم واعراضهم واموالهم وکان احدهم یوذیٰ فی الله اشد ما یکون من ضرب و اهانة و نهبة وغیر ها وکانوا لا یقدرون علی اقامة الصلوات واداء الفرائض الاسلامیة وبالجملة کان الاسلام واهلوها ضعفاء ففرض الله سبحانه و تعالیٰ علیهم ان یهاجروا من مکة و یخرجو اعن اوطانهم کی یقدروا علی اقامة الدین و ینجوا عما یوقعه الکفار و الاعداء بهم

ولما فتح الله تعالیٰ مکة علیٰ رسوله قال ﷺ لا هجرة بعد الیوم ولکن جهاد و نیة واذا استنفرتم فانفروا (۳) فبین ﷺ ان الهجرة التی کانت فریضة لم تبق فریضة و هی الهجرة من مکة لانها صارت دار الاسلام بعد ان کانت دار کفر و عدوان

فقوله ﷺ لاهجرة بعد الیوم انما هو فی شان الهجرة الخاصة فلا یکون متعلقاً بالهجرة العامة و نفی الهجرة من مکة انما کان بسبب رفع سببه الخاص والرفع برفع سبب خاص لا یستلزم عدم الثبوت مطلقا فانه لامزاحمة فی الاسباب—

ویجوز ان یکون شئ لها اسباب متعددة فان ارتفع منها سبب خاص جاز ان

---

(۱) صحیح الامام مسلم' باب فضیلة الخلیل ۱۳۲/۲ ط قدیمی کتب خانه' کراچی

(۲) والثانی ان یرجوا الشوکة والقوة لا هل الاسلام باجتهاد او باجتهاد من یعتقد فی اجتهاده ورایه وان کان لایرجو القوة والشوکة للمسلمین فی القتال فانه لا یحل له القتال لما فیه من القاء نفسه التهلکة (عالمگیریه' الباب فی تفسیره شرعاً و شرطه و حکمه' ۱۸۸/۲ ط ماجدیه کوئٹه)

(۳) سنن ابی داؤد' باب الهجرة هل انقطعت' ۱/۳؛۳' ط امدادیه ملتان قال الشیخ فی بذل المجهود' عن الخطابی قال : کانت الهجرة فی اول الاسلام فرضاً ثم صارت مندوبة وذلك قوله تعالیٰ' و من یهاجر فی سبیل الله یجد فی الارض مراغماً کثیراً و سعةً (الایة) نزل حین اشتد اذی المشرکین علی المسلمین عند انتقال الرسول الی المدینه (۴۰۱/۳ ط معهد الخلیل الاسلامی' کراچی)

یحکم برفع هذا الشئی من جهة ارتفاع هذا السبب الخاص المرتفع و حکم بوجوده بسبب وجود سبب آخر

الا تریٰ انه ﷺ اشار علی ذلك بقوله ولکن جهاد ونية يعنی ان فريضة الهجرة انما ارتفعت برفع سببه وهو المنع عن اقامة الصلوات و غير ها من فرائض الدين لانه حصل بفتح مکة شوکة للمسلمين ولم يبق للمشرکين المانعين قوة مانعة عن اداء الفرائض الاسلامية وارشد الی اهم الفرائض بقوله ولکن جهاد ونية فثبت بقوله هذا ان الجهاد ايضاً من الفرائض التی ان منع عنها لزمت الهجرة

لاسيمااذا بلغهم استيلاء الکفارعلی الممالك الاسلامية واستيصالهم للسلطنة الاسلامية و ظهورهم علی المقامات المقدسة التی امرنا نبينا ﷺ باخراج المشرکين عموماً واخراج اليهود والنصاریٰ منها خصوصاً وجاءنا النفر الحکمی من سلطان الاسلام خلد الله ملکه و سلطنته وانکشف لنا عجز السلطنة الاسلامية عن المقاومة والمدافعة

و بعد مامهدنا لايبقی خفاء فی ان فريضة الجهاد والمدافعة توجهت علی المسلمين عامةً (۱) حيث کانوا ومسلموا الهند وان کانوا عاجزين عن الجهادما داموا فی الهند لکن لهم سبيل الی اقامة هذه الفريضة وهو الخروج عن البلاد الهندية والهجرة الی البلاد الاسلامية فافتراض الهجرة فی هذه الاوان انما هو لا قامة فريضة الجهاد والمدافعة عن الاسلام والممالك الاسلامية لا لان المسلمين لا يقدرون فی الهند علی الصوم والصلوة و غير ها وهذا الحکم ممالا خفاء فيه -

وما يقال ان الجهد لا يفترض علی مسلمی الهند لانهم ليسوابقادرين عليه فلا تفترض الهجرة عليهم لانها حينئذٍ لا تکون مقدمة للفريضة قلنا نعم ان الجهاد ليس بمقدور عليه فی الهند لکن لامانع من اقامته اذا خرجوا عن الهند فالخروج عن الهند مقدمة لمساعدة الاسباب و ميسر لاقامة الفريضة فکيف لا تکون فرضاً-

نعم يشترط لا فتراض الهجرة حصول اليقين اوالظن الغالب بتيسر الغزووالمدافعة فما لم يحصل هذا اليقين اوالظن لم نحکم بافتراض الهجرة عينا وهذا ما کنا عليه الی اليوم من عدم الحکم بافتراض الهجرة عينا لانه لم يحصل لنا اليقين من جهة

---

(۱) فاذا احتيج اليهم بان عجزمن کان يقرب من العدو ، او تکاسلوا ولم يجاهدوا فانه يفترض علی من يليهم فرض عين ثم وثم الی ان يفرض علی جميع اهل الارض شرقا و غربا علی هذا الترتيب (عالمگیریہ، کتاب السیر ، الباب الاول فی تفسیرہ وشرطہ ۲/ ۱۸۸ ط ماجدیہ کوئٹہ)

بان المهاجرین یحصل لهم قدرة علی الجهاد والمدافعة بعدما خرجوا عن الهند وهجروا اوطانهم

مع انالم نشك فی استحباب الهجرة واستحسانها لم یجد فی نفسه قوةً و استقامةً و تحملاً للشدائد فقلنا به وافتینا به مراراً (۱) والحکم لله العلی الخبیر وهو اعلم و علمه اتم واحکم فقط محمد کفایت الله غفرله مدرس مدرسه امینیه دهلی

(غالباً تحریر فرمودہ ۱۹۱۸ء - واصف)

(ترجمہ) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی قیامت تک کے لئے ودیعت رکھی گئی ہے اس حدیث سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے کہ جہاد بغرض اعلائے کلمۃ اللہ قیامت تک جاری ہے اور یہ ہر شخص جانتا ہے کہ جہاد و قتال کچھ امور و شرائط کے بغیر نہیں ہو سکتا اس کے لئے امام کا ہونا اور سامان جنگ کا میسر آنا اور جنگ پر قادر ہونا ضروری ہے اتنی بات تو بالکل صاف ہے۔

اور ہجرت کا حکم یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں مکہ مکرمہ سے ہجرت فرض کی گئی تھی کیونکہ اس وقت مکہ دار الکفر اور دار العدوان تھا مسلمانوں کی جانیں آبرو اور اموال غیر محفوظ تھے اور ایمان لانے والوں میں سے ایک ایک کو مار پیٹ توہین اور لوٹ مار کی صورت میں زیادہ سے زیادہ سخت اذیت پہنچائی جارہی تھی وہ نماز قائم کرنے اور فرائض اسلامیہ ادا کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے تھے غرض کہ اس وقت مکہ میں اسلام اور اہل اسلام نہایت کمزور اور بے بس تھے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان پر یہ فریضہ عائد کیا کہ مکہ سے ہجرت کریں اور اپنے وطن کو چھوڑ دیں تاکہ وہ امن کے ساتھ دین کو قائم کر سکیں اور کفار کی دست برد اور ایذا سے نجات پائیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے مکہ پر رسول اللہ ﷺ کو فتح یاب کیا تو آپ نے فرمایا کہ آج کے بعد سے ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت (یعنی ہجرت عامہ) ہے اور جب کبھی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو فوراً نکل پڑو۔ آپ نے یہ بات واضح فرمادی کہ جو ہجرت فرض تھی پھر بحیثیت فریضہ باقی نہیں رہی وہ ہجرت مکہ تھی کیونکہ جو دار الکفر والعدوان تھا وہ دار الاسلام ہو گیا۔

پس آپ کا فرمان **لا هجرة بعد الیوم** یہ اسی خالص ہجرت کے بارے میں ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فریضہ ہجرت مطلقاً ساقط ہو گیا اور مکہ سے ہجرت کرنے کی ممانعت محض اس لئے فرمائی کہ اب وہ خالص سبب ہجرت باقی نہیں رہا تھا اور کسی سبب خاص کے باقی نہ رہنے سے کسی حکم کا اٹھ جانا اس کے مطلقاً عدم ثبوت کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ نئے اسباب کے پیدا ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں

---

(۱) الا ان المفارقة بسبب الجهاد باقیة وکذا المفارقه بسبب نیة صالحة کالفرار من دار الفکر والخروج فی طلب العلم، والفرار بالدین من الفتن (بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد: باب الهجره هل انقطعت ۳/۲/۴۰ ط معهد الخلیل الاسلامی، کراچی)

ہے ایک حکم کے لئے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں اگر ان میں سے ایک سبب مرتفع ہو گیا تو جائز ہے کہ اس حکم کو بھی مرتفع کر دیا جائے اور اگر جب کبھی نئے اسباب پیدا ہو جائیں تو وہ حکم پھر عائد کر دیا جائے۔

دیکھو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد ولکن جهاد ونية میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ فریضہ ہجرت کا سبب مرتفع ہو جانے کی وجہ سے ہی فریضہ ہجرت بھی مرتفع ہو گیا اور وہ سبب یہ تھا کہ فریضہ نماز اور دیگر فرائض دینیہ کی ادائیگی میں سخت رکاوٹ تھی اور جب مکہ فتح ہو گیا تو مسلمانوں کی برتری کی وجہ سے ادائیگی فرائض اور اقامتہ دین میں سہولت حاصل ہو گئی اور کفار کے اندر ادائیگی فرائض سے روکنے کی قوت باقی نہ رہی آپ کے اسی فرمان سے ایک اہم فریضہ کی طرف بھی رہنمائی ہوئی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ جہاد بھی ان فرائض میں سے ہے کہ اگر اس کی ادائیگی میں رکاوٹ ڈالی جائے تو ہجرت لازم ہو جائے گی خصوصاً ایسے حالات میں جب کہ مسلمانوں کو یہ خبر پہنچ چکی ہو کہ ممالک اسلامیہ پر کفار نے ہجوم کر کے اسلامی سلطنت کو مغلوب کر لیا ہے اور ان مقامات مقدسہ پر وہ متسلط ہو گئے ہیں جن سے کفار کو اور خاص کر یہود و نصاریٰ کو نکال دینے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دیا تھا اور جب کہ سلطان اسلام خلد اللہ ملکہ کی طرف سے بزبان حال ہمار ابلاوا آچکا ہو اور ہم پر یہ بات کھل چکی ہو کہ سلطنت اسلامیہ کی قوت مقابلہ اور قوت دفاع کمزور ہو گئی ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ جہاد و دفاع کا فریضہ علی الاطلاق تمام دنیا کے مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے اور مسلمانان ہند ہندوستان میں رہنے کی صورت میں اگرچہ جہاد کی طاقت نہیں رکھتے لیکن اس فریضے کی اقامت کے لئے دوسرا راستہ اختیار کر سکتے ہیں اور وہ ترک وطن کر کے بلاد اسلامیہ کی طرف ہجرت کرنا ہے پس اس زمانے میں ہجرت کی فرضیت جہاد کو قائم کرنے اور اسلام و مملکت اسلامیہ کی طرف سے دفاع کرنے کے لئے ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ مسلمانان ہند ادائیگی صوم و صلوٰۃ وغیرہ پر قادر نہیں ہیں اور یہ حکم بالکل صاف اور واضح ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ مسلمانان ہند پر جہاد فرض نہیں ہے کیونکہ وہ جہاد کی طاقت نہیں رکھتے لہذا ہجرت بھی فرض نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ ادائے فریضہ کے اسباب پیدا نہیں کر سکتی اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک جہاد ہندوستان میں دشوار ہے لیکن اگر وہ ہندوستان سے باہر چلے جائیں تو اقامتہ جہاد کے لئے کوئی مانع نہیں ہے ہندوستان سے نکل جانا مساعدت اسباب کا پیش خیمہ ہے اور اقامتہ فریضہ میں سہولت پیدا کرنے والا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو فرض نہ مانا جائے۔

البتہ فرضیت ہجرت کے لئے یہ شرط ہے کہ جنگ و دفاع کر سکنے کا یقین یا ظن غالب ہو جب تک یہ یقین یا ظن غالب حاصل نہ ہو گا ہم ہجرت کے فرض عین ہونے کا حکم نہیں دیں گے اور بحالات موجودہ ہماری رائے یہی ہے کہ ہجرت کو فرض عین قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ ہمیں اب تک کسی حیثیت سے یہ یقین نہیں ہے کہ ہند سے نکلنے اور ترک وطن کرنے کے بعد مہاجرین کو دفاع و جہاد کی

قوت حاصل ہو جائے گی۔

اس کے ساتھ ہی اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ہجرت اس شخص کے لئے مستحب اور مستحسن ہے جو اپنے اندر سختیوں کے برداشت کرنے کی طاقت اور ثابت قدم رہنے کی قوت رکھتا ہو ایسے لوگوں کے لئے ہم نے متعدد مرتبہ استحباب ہجرت کا فتویٰ دیا ہے اور حکم خدائے بلند و دانا کے لئے زیبا ہے وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا علم کامل اور محکم ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دوسرا باب
شہادت

کیا قومی مفاد کے لئے خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے؟

(سوال) اگر کوئی شخص قومی مفاد کے لئے اپنی جان کو بندوق چاقو یا زہر سے یا بھوک پیاس سے ہلاک کردے اور منع کرنے سے باز نہ آئے وہ اگر مر جائے تو اس کو شہید کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۵۵۲ مولانا ابو الوفاق (ضلع ہزارہ) ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۴) جو فعل براہ راست قتل ہے مثلاً اپنے ہاتھ سے چھری یا چاقو سے اپنا گلا کاٹ لیا یا پیٹ پھاڑ ڈالا یا بندوق یا پستول سے گولی مار لی یا خود کو کنویں میں گرا دیا یا تنور میں کود پڑا' یہ تو خودکشی ہے اور یقیناً گناہ کبیرہ ہے(۱) اور جو فعل کہ براہ راست قتل نہیں بلکہ مفضی الی القتل ہو سکتا ہے مثلاً تنہا ہزاروں دشمنوں پر حملہ کر دیا' ان کی صفوں میں گھس گیا یا کھانا ترک کر دیا کہ جب تک فلاں مطالبہ پورا نہ ہو گا کھانا نہ کھاؤں گا ایسے افعال اچھی نیت سے اچھے اور بری نیت سے برے ہو سکتے ہیں یعنی ان کو علی الاطلاق خودکشی قرار دینا اور بہر صورت حرام اور گناہ کہہ دینا درست نہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔
۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء

دارالحرب میں غیر مسلم شاتم رسول کی سزا قتل ہے یا معافی بھی ہو سکتی ہے؟

(سوال) ایک غیر مسلم شخص نے رسول اللہ ﷺ کی شان پاک میں بہت بیہودہ الفاظ استعمال کئے ہیں

---

(۱) من قتل نفسه عمداً يغسل و يصلي عليه به يفتي' وان كان اعظم وزراً قتل غيره (تنوير الابصار و شرحه) قال المحقق في الشاميه (قوله به يفتي) لانه فاسق غير ساع في الارض بالفساد وان كان باغياً على نفسه كسائر فساق المسلمين (مطلب في صلوة الجنازه ۲/ ۲۱۱ ط سعيد)

(۲) ولكن ذكر في شرح السير ' انه لا باس ان يحمل الرجل وحده ان ظن انه يقتل اذا كان يصنع شيئاً بقتل او بجرح' او بهزم لقد فعل ذلك جماعة من الصحابة بين يدى رسول الله ﷺ يوم احد ومدحهم على ذلك (رد المحتار' مطلب اذا علم انه يقتل ' يجوزله ان يقاتل ۴/ ۱۳۵' ط سعيد) وفي البخاري' قال النبي ﷺ انما الاعمال بالنيات وانما لا مرئ ما نوى (الحديث) (باب كيف كان بدا الوحي الى رسول الله ﷺ ۱/ ۲ ط قديمي كتب خانه' كراچي)

پولیس نے اس کو حراست میں لے کر چالان کر دیا ہے اب وہ شخص اپنے اس گناہ سے شرمسار ہو کر معافی مانگتا ہے اور مسلمان نہیں ہونا چاہتا حالت کفر ہی میں رہنا چاہتا ہے تو کیا اس حالت میں اس کو بروئے شریعت معافی ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر معافی نہیں ہو سکتی تو اس کی سزا کیا ہے ؟ کیا وہ شخص واجب القتل ہے ؟

(۲) اس سے پہلے ایک فتویٰ صادر ہوا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ہر ایسے شخص کے لئے سزائے موت کے سوا اور کوئی سزا نہیں بشر طیکہ حکومت اسلام کی ہو اگر اسلام کی حکومت نہیں ہے تو وہ شخص اگر معافی مانگتا ہے تو اس کو معافی دی جا سکتی ہے لہذا آپ بھی اس مسئلہ پر رائے دیکر مطمئن فرمائیں۔

(۳) اس سے پہلے اس قسم کے کئی ایک معاملے رونما ہوئے ہیں جن کے نتیجہ ہا آپ کو معلوم ہوں گے کہ وہ اشخاص جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں بے حرمتی کی تھی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے مثلاً علم الدین عبدالرشید وغیرہ جنہوں نے ان کو قتل کر کے خود تختہ دار پر چڑھ کر بروئے قانون سرکاری جان دیدی اور ان کو شہید کہا جاتا ہے تو کیا ان کا یہ قتل کرنا شریعت کے لحاظ سے جائز تھا یا ناجائز ؟ کیونکہ شریعت میں ایسے شخص کا قتل کرنا واجب ہے بشر طیکہ حکومت اسلام کی ہو یہاں پر حکومت ہے انگریزی کی تو کیا اس صورت میں علم الدین عبدالرشید شہید ہوئے ہیں یا نہیں ؟ کیا ہر ایسا شخص جو رسول اللہ ﷺ کی بے حرمتی کرنے والے کو قتل کرے اور حکومت اسلام کی نہ ہو اس شخص کو قتل کے عوض میں پھانسی دی جائے تو ایسے شخص کو شہید کہا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر وہ شہید نہیں ہے تو وہ کس شمار و قطار میں ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۲۰۷ مولوی عزیز احمد صاحب (راولپنڈی) ۱۱ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۳۶ء۔

(جواب ۱۵۵) چونکہ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں ہے اس لئے اگر غیر مسلم معافی مانگے تو اس کو معافی دے دینا جائز ہے کسی مسلمان کو قتل کر دینے کا حق نہیں ہے(۱) اگر کوئی محبت رسول میں سرشار اور بیخود ہو کر قتل کر دے تو وہ معذور قرار دیا جا سکتا ہے اور اس صورت میں اس کو شہید کہنا بیجا نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

باغیوں کے ہاتھوں مارے گئے انگریزی فوج کے مسلمان سپاہی شہید کے حکم میں نہیں

(سوال) یہاں پر جس پلٹن میں 'میں رہتا ہوں چند دن گزرے کہ دو مسلمان پٹھانوں نے گولی سے مار دیئے تھے مولوی صاحب نے فتویٰ دیا تھا کہ یہ شہید ہیں کیونکہ باغیوں کے ہاتھ سے ان کی موت واقع

---

(۱) وکذا المسلم اذا قتل مسلماً وهما داخلان فی دار الحرب بان لا یجب القصاص عندنا' ولو قتل المسلم اسیرا مسلماً فی دار الحرب لا یجب القصاص عند الکل (عالمگیریہ' کتاب الجنایات' الباب الثانی ۳/۶ ط ماجدیہ کوئٹہ)

ہوئی ہے پھر ان کواسی حالت پر دفن کیا گیا یہ صحیح ہے کہ پٹھان باغی ہیں جو مرے ہیں وہ شہید ہیں یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۵۶۷ مولوی محبت حسین شاہ امام مسجد پلٹن ۸ / ۴ پنجاب کیمپ رزمک وزیرستان۔
۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۵ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۵۶) انگریزی فوج کے سپاہی جو مقابل کی گولی سے مارے گئے ان کو غسل وغیرہ عام اموات کے مانند دینا چاہئیے تھا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

مذہبی معاملہ پر مسلمان اور گوتم بدھ مذہب کے افراد میں جھڑپ اور برمی حکومت کی فائرنگ سے مقتول مسلمانوں پر شہید کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں ؟

(سوال) ایک مذہبی معاملہ میں مسلمان اور برمی جو کہ گوتم بدھ کو ماننے والے ہیں ان دونوں کے درمیان فساد ہو گیا مسلمان کو ظلماً قتل کرنا شروع کر دیا بعد میں گورنمنٹ وقت نے بھی رفع فساد کے لئے مسلمانوں اور برمیوں پر بندوق سے فائر کیا جس سے بعض مسلمان مقتول ہوئے اب شہید مسلمانوں کے بارے میں کیا حکم ہے یہاں کے علماء میں اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ یہ وہ شہید نہیں ہیں جن کے لئے غسل وکفن کا مخصوص حکم ہے یہ حکم خاص کفار سے جو جنگ ہوا کرتی ہے اس کے لئے ہے دوسرا فریق کہتا ہے کہ چونکہ مذکورہ بالا مسلمان ظلماً مقتول ہوئے اور اکثر آلہ جارحہ سے بعض جلادینے کی وجہ سے پس جن کے متعلق یہ علم ہو گیا کہ مقتول ہونے کے بعد کسی قسم کا نفع نہ اٹھایا ہو یا ایک وقت نماز سے کم زندہ رہا ہو اور گفتگو وغیرہ کی نوبت نہ آئی ہو وہ سب شہید ہیں اسی طرح جو مقتول پایا گیا اور اس کے بدن پر زخم ہے لیکن نہ معلوم ہوا کہ وہ زندہ رہا یا نفع بھی اٹھایا ایسوں کے لئے بھی قرینہ کی وجہ سے شہید ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور ان پر وہ احکام جاری ہوں گے جو ایک شہید کے لئے ہونا چاہئیے نیز گورنمنٹ نے جن مسلمانوں پر گولی چلائی وہ بھی ظلماً مارے گئے اس لئے وہ بھی شہید ہوں گے پس صاف اس کے متعلق شرعی اور دینی حکم سے مطلع فرماویں۔ المستفتی نمبر ۲۳۹۴ محمود راندیری رنگون 'برما ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۵۷) جو شخص معرکہ میں ہتھیار دھار دار سے مارا جائے یا شہر میں ظلماً قتل کیا جائے خواہ قاتل باغی ہو یا قاطع طریق یا مکابر ' ہو اور خواہ قتل بالمحدد ہو یا بالاحراق یا بالمثقل تو ان سب صورتوں میں مقتول پر شہید کے احکام جاری ہوں گے بشرطیکہ ارتثاث نہ پایا گیا ہو۔

اس فساد میں جو مسلمان برمیوں کے ہاتھ سے یا حکومت کے آدمیوں کی فائرنگ سے مقتول ہوئے یا ایسے فساد زدہ علاقہ میں مقتول یا محروق پائے گئے یہ سب شہید ہیں اگر ارتثاث نہ ہوا ہو تو شہید

---

(۱) قلت و فی الاحکام عن ابی اللیث' ولو قتلوا فی غیر الحرب او ما تو ایصلی علیهم (رد المحتار' مطلب فی صلوۃ الجنازۃ ۲/ ۲۱۱ ط سعید)

کے احکام جاری ہوں گے ایسے فساد کے وقت کہ شہر کا انتظام مختل ہو جائے اور دن دہاڑے قتل کا ارتکاب ہونے لگے قاتل قطاع الطریق میں داخل ہو جاتے ہیں اور قطاع الطریق کا فعل قتل محدد کے ساتھ مقید نہیں رہتا(۱) وھکذا کلہ ظاھر محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

تحریک کشمیر میں ظلماً مارا جانے والا مسلمان شہید ہے.

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۳۲ء مطابق ۸ شوال ۱۳۵۰ھ)

(سوال) موجودہ کشمیر کی تحریک آزادی میں کوئی آدمی ڈوگرے کے ہاتھ سے مارا جائے تو وہ شہید کہلائے گا یا نہیں ؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بغیر ہتھیار کے جانا اور اپنا سر دشمن کے آگے رکھ دینا جہاد نہیں ہے کیا یہ صحیح ہے ؟

(جواب ۱۵۸) ڈوگرے یا اور کسی شخص کے ہاتھ سے ظلماً مارا جانے والا یقیناً شہید ہے(۲) اور جب کہ مسلح مقابلہ زیادہ مضر ہو تو خاموش مقابلہ ہی جہاد ہے موجودہ تحریک کشمیر بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

ظلماً مارا جانے والا مسلمان ثواب شہادت کا مستحق ہے.

(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) مسجد قدیمی ہو یا نئی غیر معمولی طور پر ہندو مسجد کے سامنے باجا بجانے کی خاطر نماز میں خلل پیدا ہونے کی وجہ سے مسجد کی حفاظت کے لئے کسی ہندو کے ہاتھ سے موت ہوئی تو اس کا کیا حکم ہے ؟

(جواب ۱۵۹) اگر ہندو تعدی اور ظلم سے کسی مسلمان کو مار ڈالیں تو وہ مسلمان یقیناً ثواب شہادت کا مستحق ہو گا بشرطیکہ زیادتی کی ابتدا مسلمان نے نہ کی ہو(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

---

(۱) وکذا یکون شھیداً لو قتلہ باغ او حربی او قاطع طریق ولو تسبباً او بغیر آلۃ جارحۃ فان مقتولھم شھید با آلۃ قتلوہ (تنویر الابصار و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ' ای بشرط ان لا یرتث ایضاً (باب الشھید' ۲/۲۴۹ ط سعید)

(۲) وھو (الشھید) فی الشرع من قتلہ اھل الحرب والبغی و قطاع الطریق...... او قتلہ مسلم ظلماً ولم تجب بہ دیۃ (عالمگیریہ' الفصل السابع فی الشھید ۱/۱۶۷' ۱۶۸' ط ماجدیہ' کوئٹہ)

(۳) والمراد بشھید الاخرۃ من قتل مظلوماً (رد المحتار' مطلب فی تعداد الشھداء ۳/۲۵۲' ط سعید)

تیسرا باب
غلام و جاریہ

هل یجوز شراء المراة المشرکة من ابویها المشرکین بثمن معلوم؟

(سوال) ماقولکم دام فضلکم فی رجل اشتری امراةً من بنات المشرکین بثمن معلوم من ابویها هل یصح هذا البیع والتقویم؟ وهل یجوز مواقعتها وتدخل فی ملکه ام لا ؟ بینوا توجروا ؟

(جواب ۱۶۰) قلت تحقیق المسئلة یقتضی تمهید مقدمات المقدمة الاولی ان اهل الحرب احرار قال فی البحر (۱) ولو قهر حربی بعض احرارهم الخ و فی رد المحتار (۲) نقلاً عن الدر المنتقی فلو أهدی ملکهم لمسلم هدیة من احرارهم الخ ففی هاتین الروایتین تصریح بان اهل الحرب احرار فی دارهم اماما قال فی المستصفی انهم لیسوبا حرار بل ارقاء فیها ای فی دار الحرب وان لم یکن ملك لاحد علیهم (رد المحتار) (۳) فلیس علی ظاهره بل المراد انهم ارقاء بعد القهر والغلبة کما قال فی رد المحتار ما نصه قلت لکن قد منافی العتق ان المراد بکونهم ارقاء ای بعد الاستیلاء علیهم اما قبله فهم احرار الخ انتهی (رد المحتار (٤) ص ۲۵۳ ج ۳ طبع مصر)

المقدمة الثانیة ان بیع الحرو کذا شراء ہ باطل (٥) وهذا ظاهر

المقدمة الثالثة ان الا ستیلاء بالقهر والغلبة موجب للملك سواء کان من مسلم او کافر بعد ان یکون المستولی علیه کافراحربیا او مالاً متقوماً (٦)

واذاتمهد هذا فاعلم ان بیع الحربی حربیاً اما ان یکون فی دار الا سلام بان دخل حربی دارنا مستامناً فباع فیها احداً او فی دار الحرب بان دخل مسلم دار هم مستامنا فباع فیها منه حربی حربیا آخر عن الاول لا یجوز البیع لانه بیع الحراذ لم یوجد

---

(۱) باب المستامن' ٥/۱۰۷ 'ط بیروت

(۲) مطلب فی قولهم ان اهل الحرب ارقاء ٤/۱٦٤ ط سعید

(۳) حواله بالا

(٤) مطلب فی قولهم ان اهل الحرب ارقاء ٤/۱٦٤ ط سعید

(٥) بطل بیع ما لیس بمال کالدم والمیة والحر والبیع بهٖ ای جعله ثمنا بادخال الباء علیه لان رکن البیع مبادلة المال ولم یوجد (تنویر الأبصار و شرحه مع رد المحتار' باب البیع الفاسد ٥/٥۰،٥۱' ط سعید)

(٦) اذا سبی کافر.کافرا فی دار الحرب واخذ ماله ملك لاستیلا ئه علی مباح (تنویر و شرحه) قال فی الشامیه' حتی لو استولی کفار الترك والهند علی الروم واحرزوها بالهند ثبت الملك لکفار الترك ککفار الهند (باب استیلاء الکفار ٤/۱٥۹' ۱٦۰ ط سعید)

الاستیلاء الموجب للملک واهل الحرب احرار للمقدمة الاولی قال فی ردالمحتار نقلاً عن الو لوالجیۃ ولو دخل دار نابامان مع ولده فباع الولد لا یجوز فی الروایات ای لان فی اجازة بیع الولد نقض امانه انتهیٰ (رد المحتار (۱) ص ۲۵۳ ج ۳ طبع مصر)

و علی الثانی فاما ان یکون البائع قد قهر المبیع واستولی علیه ام لا؟ و علی الثانی لا یجوز البیع ایضا لانه بیع الحر ولا سبیل الی جوازه و علی الاول ان لم یکن عندهم فی دینهم ان من قهر منهم احداً ملکه لم یجز هذا البیع لکونه بیع الحروالاستیلاء الواقع لا یکون موجباً للملک فی اعتقادهم وکذا عندنا لانه وجد فی دار هم من غیر اخراج واحراز وان کان المذهب عند هم ان من قهراحداً او استولی علیه ملکه جاز البیع لان البائع قدباع مملوکه فی اعتقاده قال فی البحر ولو قهر حربی بعض احرارهم ثم جاء بهم الی المسلم المستأمن فباعهم منه ینظر ان کان الحکم عندهم ان من قهر منهم صاحبه فقد صار ملکه جاز الشراء لانه باع المملوک وان لم یملکه لا یجوز لانه باع الحر انتهی (بحر) (۲)

ثم اعلم ان هذاالبیع وان جاز لکنه لا یکون مفیداً للملک للمشتری مالم یخرج المشتری المبیع الی دار الاسلام قهراً قال فی رد المحتار ولو دخل دارهم مسلم بامان ثم اشتری من احدهم ابنه ثم اخرجه الی دارنا قهراً ملکه واکثر المشائخ علی انه لا یملکهم فی دارهم وهو الصحیح انتهی رد المحتار (۳) ص ۲۵۳ ج ۳ طبع مصر)

و یعلم من حکم المشائخ بعدم دخول المبیع فی ملک المشتری ما دام فی دارهم ان الموجب للملک هو الاخراج قهراً لا البیع والشراء فان قیل اذا لم یکن هذا البیع مفیداً للملک فمافائدة الحکم بجوازه کما قلتم فی صورة بیع الحربی حربیاً آخر قد قهره واعتقده مملوکه بالقهر وکما نقلتم من البحر قلت فائدة الحکم بجواز البیع انما هی نفی نسبة الغدر من المسلم المستامن الذی دخل دارهم بامان فانه مامور بان لا یغدربهم (۴) واخراجه احداً منهم الی دار الاسلام قهراً یعد غدراً الا اذا کان فی صورة البیع والشراء الجائز عندهم ایضاً فانه لا یکون غدراً والملک الحاصل للمسلم بالاخراج

---

(۱) باب استیلاء الکفار ' مطلب فیما لو باع الحربی ولده ۴/ ۱۶۰ ط سعید

(۲) باب المستامن' ۵/ ۱۰۷ ط بیروت

(۳) مطلب فی قولهم ابن الحرب ارقاء ۴/ ۱۶۴ ط سعید

(۴) دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضه بشی من دم ومال و فرج منهم اذالمسلمون عند شروطهم فلو اخرج الینا شیئاً ملکه ملکاً حراماً للغدر (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' باب المستامن ۴/ ۱۶۶ ط سعید)

الكذائى لا يكون ملكاً خبيثاً

وجملة الكلام ان الموجب للملك انما هو الاخراج قهراً من دار الحرب الى دار الاسلام و ليس للبيع والشراء فى حصول الملك كثيرنفع وانما نفعه فى نفى كون الاخراج غدراً فالبيوع التى حكم الفقهاء بجوازها معناها انها تصلح لنفى نسبة الغدر من الاخراج المترتب عليها والبيوع التى حكموا بعدم جوازها معناه انهالا تصلح لنفى هذه النسبة والاخراج المترتب عليها يعد غدراً

ويوخذ مما ذكرنا حكم بيع كفار الهند اولادهم فى المملكة الانجليزية من انه لا سبيل الى جواز هذا البيع فان هذه البلاد ان كانت دار الاسلام كما هورأى جماعة من العلماء لم يجز هذا البيع لما نقلنا سابقاً عن رد المحتار من ان بيع الحربى حربياً فى دار الاسلام لا يجوز فى الروايات وان كانت دار حرب لا يجوز البيع ايضاً فان حكم جواز البيع فى دار الحرب ايضاً مشروط يكون البائع قاهر ا مستولياً على المبيع والقهر و الاستيلاء كذالك لا يوجد فى الحكومة الا نجليزية وايضاً قدمنا ان حصول الملك للمشترى مشروط باخراجه المبيع الى دار الاسلام وما دام فى دار الحرب لا يحصل له الملك عند اكثر المشائخ وهو الصحيح

فالمسلم الذى يشترى فى المملكة الانجليزية من كافر اولاده لا يجوزله البيع والشراء لكون هذا البيع والشراء غدراً بالحكومة التى نحن من معاهد يها ومن عهدها ان تجارة الانسان جريمة قانونية عندها و نحن التزمنا العهد وكذلك لايحصل له الملك على المبيع لعدم وجود الاخراج قهراً مع انه شرط لحصول الملك كما قدمنا ولا يفيد ان يكون اقدام من كفرة الهند يعتقدون جواز هذا البيع وان يتفق لبعضهم ان يقهر احداً سراً من عمال الحكومة لان اعتقاد اهل الامر هو المعتبر لا اعتقاد كل احد-

قال فى ردالمحتار والغدر حرام الا اذا غدربه ملكهم فاخذ ما له او حبسه او فعل غيره بعلمه ولم يمنعه لا نهم هم الذين نقضو العهد انتهى

(رد المحتار (۱) ص ٢٥٤ ج ٣)

وايضاً قدمنا ان البيع انما كان لصحة نفى الغدر والغدر نقض العهد و عهدنا بالحكومة و عمالهم لامع الكفرة الذين يعتقدون جواز البيع فهذا البيع وان كان مع المجوزين لا يصلح النفى نسبة الغدر وكذا القهر والغلبة جريمة عند الحكومة فلا يؤثر فى حصول الملك

---

(۱) باب المستامن ١٦٦/٤ ط سعيد

فالحاصل ان هذا البيع و الشراء باطل ولا يدخل المبيع المذكور تحت التقويم ولا في ملك المشتري والله تعالیٰ اعلم کتبه الراجي رحمة مولاه محمد کفاية الله مدرس مدرسه امينيه دهلي يكم رجب ۱۳۳۳ هجري

(ترجمہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک شخص نے مشرکین سے ایک لڑکی قیمت دیکر اس کے ماں باپ سے خریدی کیا یہ بیع و شرا صحیح ہے ؟ اور کیا اس سے مجامعت کرنا جائز ہے اور کیا وہ لڑکی اس خریدار کی ملکیت میں داخل ہو جائے گی ؟

(جواب ۱۶۰) اس مسئلے کی تحقیق کے لئے چند مقدمات کی ضرورت ہے۔

(۱) اہل حرب (دار الحرب میں) آزاد ہیں (مملوک نہیں ہیں) بحر میں ہے ولو قهر حربي بعض احرارهم الخ اور ردالمحتار نے در منتقی کے حوالہ سے لکھا ہے فلو اهدى ملكهم لمسلم هدية من احرارهم الخ ان دونوں روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حربی دارالحرب میں آزاد ہیں لیکن مستصفی میں جو کہا ہے کہ اہل حرب دارالحرب میں آزاد نہیں ہیں بلکہ غلام ہیں اگرچہ وہ کسی خاص شخص کی ملک نہ ہوں تو اس کے لفظی اور ظاہری معنی مراد نہیں ہیں بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ وہ تسلط اور غلبہ کے بعد مملوک بن سکتے ہیں جیسا کہ صاحب ردالمحتار نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم عتق کے بیان میں کہہ چکے ہیں کہ دارالحرب میں اہل حرب کے مملوک اور غلام ہونے سے مراد یہ ہے کہ استیلاء کے بعد وہ غلام بن سکتے ہیں لیکن استیلاء اور قبضہ یا اسیری سے قبل وہ آزاد ہیں (ردالمحتار ص ۲۵۳ ج ۳ طبع مصر)

(۲) آزاد کی بیع و شرا باطل ہے اور یہ ایک ظاہر امر ہے۔

(۳) تسلط باقتدار و غلبہ موجب ملک ہے متسلط خواہ مسلم ہو یا کفر۔ بشر طیکہ مغلوب کافر حربی یا مال متقوم ہو۔

مقدمات ثلاثہ کے ذہن نشین کرنے کے بعد جاننا چاہئے کہ ایک حربی کا دوسرے حربی کو فروخت کرنا دو طرح ہو سکتا ہے ایک یہ کہ یہ معاملہ دار الاسلام میں ہو کہ ایک حربی مستامن بن کر دار الاسلام میں داخل ہو اور دوسرے حربی کو فروخت کردے دوسری صورت یہ کہ یہ معاملہ دار الحرب میں ہو کہ ایک مسلمان مستامن بن کر دار الحرب میں داخل ہو اور وہاں ایک حربی دوسرے حربی کو اس کے ہاتھ فروخت کردے پہلی صورت میں یہ خرید و فروخت جائز نہیں کیونکہ یہ بیع ایک آزاد کی بیع ہوگی اور وہ استیلا جو موجب ملک ہوتا ہے اس صورت میں نہیں پایا جاتا اور مقدمہ اولی کی رو سے اہل حرب آزاد ہیں۔ صاحب ردالمحتار نے بحوالہ ولوالجیہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی حربی اپنے بچہ کو لیکر دار الاسلام میں داخل ہو اور بچے کو فروخت کردیا تو یہ بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ وہ بچہ بھی مستامن ہے۔ اور اگر اس کی فروخت کی اجازت دے دی جائے تو نقض امان لازم آتا ہے (ردالمحتار ص ۲۵۳ ج ۳ طبع مصر)

دوسری صورت یعنی دار الحرب میں مسلم مستامن کسی حربی سے دوسرے حربی کو خریدے تو اس میں دیکھنا یہ ہے کہ بائع حربی کو مبیع پر غلبہ اور قبضہ حاصل ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں ہے تو یہ معاملہ بھی ناجائز ہو گا کیونکہ یہ بھی آزاد کی بیع ہے جس کے جواز کی کوئی صورت نہیں اور اگر غلبہ وقبضہ حاصل ہے تو اگر حربیوں کے مذہب میں اس قسم کا غلبہ و قبضہ موجب ملک نہیں ہے تو یہ خرید و فروخت جائز نہ ہو گی اور یہ قبضہ نہ تو حربیوں کے مذہب کی رو سے موجب ملک ہو گا اور نہ اسلام کی رو سے کیونکہ دار الحرب سے اخراج اور دار الاسلام میں داخلہ کے بغیر یہ غلبہ و قبضہ جواز بیع کا موجب نہیں ہوتا اور اگر حربیوں کے مذہب میں ایک حربی کا دوسرے حربی پر قبضہ و استیلاء موجب ملک ہو جاتا ہو اور اس قسم کا ایک حربی اپنے مملوک کو مسلم مستامن کے ہاتھ فروخت کر دے تو یہ بیع جائز اور منعقد ہو جائے گی کیونکہ بائع نے جس کو فروخت کیا ہے وہ اس کے مذہب اور اعتقاد کی رو سے اس کی جائز ملکیت ہے صاحب بحر نے فرمایا ہے کہ اگر حربی نے دوسرے آزاد حربیوں پر استیلا حاصل کر کے ان کو مملوک بنالیا اور کسی مسلم مستامن کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ اگر حربیوں کے مذہب کی رو سے یہ غلبہ موجبؔ ملک ہے تو یہ خرید جائز ہو گی کیونکہ اس حربی نے ایک ایسی چیز کو فروخت کیا ہے جو اس کے مذہب کی رو سے اس کی جائز ملکیت ہے اور اگر اس کو اپنے مذہب کے لحاظ سے حق ملکیت حاصل نہیں ہے تو یہ آزاد کی بیع ہو گی جو ناجائز ہے (بحر)

یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اوپر جس عقد بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے اگر چہ یہ خرید تو جائز ہے مگر اس میں بھی مسلم مستامن اس مبیع کا ملک نہیں بنتا جب تک کہ اس کو خود اپنے قبضے کے ساتھ دار الاسلام میں نہ لے آئے صاحب ردالمحتار فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلم امان حاصل کر کے دار الحرب میں گیا اور پھر کسی کافر سے اس کا لڑکا خرید لیا اور اس کو اپنے قبضے کے ساتھ دار الاسلام میں لے آیا تو اب وہ اس لڑکے کا مالک بن جائے گا اور اکثر علما کا مذہب ہے کہ دار الحرب میں مالک نہیں بن سکتا اور یہی مذہب صحیح ہے (ردالمحتار ص ۲۵۳ ج ۳ طبع مصر)

اور مشائخ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب تک دار الحرب میں رہے وہ مبیع مسلم مستامن کی ملک میں داخل نہیں ہوتا اس سے معلوم ہو گیا کہ غلبہ و استیلا اور قبضہ و حراست کے ساتھ دار الحرب سے نکال لانا موجب ملک ہوتا ہے نہ کہ صرف خرید و فروخت اگر کہا جائے کہ جب کہ یہ معاملہ دار الحرب میں موجب ملک نہیں تو اس قسم کی خرید و فروخت کو جائز قرار دینے سے کیا فائدہ ہے ؟ یعنی اوپر تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس معاملے کے جواز کا حکم دینے سے سب سے بڑا فائدہ ہے کہ اس صورت میں مسلم مستامن پر بد عہدی کا الزام نہیں آئے گا کیونکہ جو مسلمان کہ کفار کی امان میں ہو اس پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ بد عہدی (یا ان کے قوانین کی خلاف ورزی) نہ کرے اور مسلم مستامن کا کسی حربی کو جبراً پکڑ کر دار الاسلام میں لے جانا بد عہدی ہے لیکن اگر ایسی خرید و فروخت کی صورت میں ہو جو کفار کے نزدیک

جائز سمجھی جاتی ہو تو یہ بد عہدی نہ ہو گی اور اس طریقے سے اگر مسلم مستامن اس خرید کردہ مملوک کو دار الاسلام میں لے جائے تو وہ اس کا جائز مملوک ہو گا۔

غرضیکہ دار الحرب سے صرف غلبہ و حراست کے ساتھ نکال کر لے جانا موجب ملکیت ہو سکتا ہے مذکورہ خرید و فروخت کی صورت میں جو حق ملکیت حاصل ہوتا ہے اس کا کچھ زیادہ فائدہ نہیں بس اتنا فائدہ ضرور ہے کہ اگر مسلم مستامن اس کو دار الحرب سے باہر لے جائے تو بد عہدی نہیں ہو گی پس جس خرید و فروخت کو فقہانے جائز کہا ہے اس کے جواز سے غرض یہ ہے کہ اخراج کی صورت میں بد عہدی و غداری کا الزام نہ آئے اور جس کو ناجائز کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بد عہدی کے الزام سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی نہیں ہوتی اور اس کی وجہ سے جو اخراج ہوتا ہے اس کو عہد شکنی قرار دیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ حکومت انگلشیہ میں ہندوستان کے کفار اگر اپنی اولاد کو فروخت کریں تو اس کی خرید و فروخت کے جواز کی کوئی صورت نہیں کیونکہ اگر یہ مملکت بقول بعض علما دار الاسلام ہے تو یہ بیع ناجائز ہے جیسا کہ بحوالہ رد المحتار ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ دار الاسلام میں ایک حربی کا دوسرے حربی کو فروخت کرنا جائز نہیں۔

اور اگر برٹش انڈیا کو دار الحرب مانا جائے تب بھی یہ بیع جائز نہیں کیونکہ دار الحرب میں بھی جواز بیع کے لئے یہ شرط ہے کہ بائع کو مبیع پر پورا قبضہ و اختیار اور حق تصرف حاصل ہو اور ایسا اختیار و قبضہ حکومت انگلشیہ میں موجود نہیں ہے اور اوپر ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ مشتری کے لئے ملکیت کا ثبوت بھی اخراج الی دار الاسلام کے ساتھ مشروط ہے اور جب تک وہ دار الحرب میں رہے گا اس کو اکثر علما کے نزدیک حق ملکیت حاصل نہیں ہوتا اور یہی مذہب صحیح ہے۔

پس جو مسلمان حکومت انگلشیہ میں کسی کافر سے اس کے بچے کو خریدے گا اس کی یہ خرید و فروخت ناجائز ہو گی کیونکہ یہ معاملہ اس حکومت کے ساتھ بد عہدی کے مترادف ہو گا جس کے قانون کے ہم پابند ہیں اور جس کے قانون کی رو سے بردہ فروشی جرم ہے اور ہم نے اس قانون کی پابندی کو اپنے اوپر عائد کر رکھا ہے اور نہ یہاں ملکیت حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ اخراج بالقہر کا وجود نہیں پایا جاتا جو حصول ملک کے لئے شرط ہے۔

اگر کفار ہند کے بعض قبائل اس قسم کی خرید و فروخت کو جائز سمجھتے ہوں اور کسی کو پوشیدہ طریقے پر ایسا قبضہ و تسلط جو ان کے اعتقاد میں موجب ملکیت ہو حاصل ہو جائے تب بھی کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس معاملے میں حکومت کا عقیدہ و قانون معتبر ہو گا نہ کہ ہر کس و ناکس کا عقیدہ۔

رد المحتار میں ہے کہ کافر حکومت میں بھی بد عہدی و قانون شکنی حرام ہے سوائے اس صورت کے جب کہ بادشاہ خود ہی بد عہدی و پیمان شکنی کرے کہ مسلمانوں کا مال غصب کر لے قید کر دے یا کوئی

دوسرا ظالم ان کے ساتھ ایسا کرے اور بادشاہ جاننے کے باوجود ان کی حفاظت و دادرسی نہ کرے۔
ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ جواز بیع کا حکم محض اس لئے تھا کہ بد عہدی کا الزام مسلم مستامن پر نہ آئے اور بد عہدی سے مراد قانون شکنی ہے اور ہمارا قانونی معاہدہ حکومت و عمال حکومت سے ہے نہ کہ (رعیت میں سے) ان کفار کے ساتھ جو اس قسم کی بیع کے جواز کا عقیدہ رکھتے ہوں پس اس قسم کی بیع اگر ان کی طرف سے ہو تو مسلم مستامن کو الزام قانون شکنی سے بری نہیں کر سکتی اسی طرح غلبہ و قبضہ بھی حکومت انگلشیہ کے قانون کی رو سے جرم ہے اس لئے وہ بھی حصول ملک کے لئے مفید نہیں۔
غرضکہ بیع و شرا مذکورہ فی السوال باطل ہے اور مبیع مذکورہ قابل خرید و فروخت نہیں ہے نہ مشتری کی ملکیت میں داخل ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

ہندوستان میں خریدی ہوئی باندی سے ہم بستری کا حکم

(سوال) ایک شخص نے ایک باندی خریدی اس سے ہم بستری کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور اگر ہم بستری کی جائے اور اولاد ہو تو وہ اولاد حرامی ہو گی یا حلالی ؟
(جواب ۱۶۱) ہندوستان میں تو ایسی باندیاں نہیں ہیں جو شرعی قاعدے کے موافق باندیاں قرار دی جا سکیں لہذا اس کی تفصیل معلوم ہونی چاہئے کہ باندی کہاں سے خریدی اور اس باندی کی حیثیت کیا تھی جب جواب دیا جا سکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

ہندو عورت کو شوہر سے چھڑا کر رکھ لینا اور باندی سمجھ کر جماع کرنا جائز نہیں.

(سوال) (۱) ایک مسلمان مرد نے ایک ہندو عورت کو اس کے شوہر سے چھڑا کر اپنے گھر میں لونڈی بنا کر رکھ لیا ہے اور اس سے ہم بستر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ باندی کے ساتھ صحبت جائز ہے اور نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے۔
(۲) باندی کس عورت کو کہیں گے اور کتنی حیثیت کے لئے باندی جائز ہو سکتی ہے اور کہاں کے لئے ؟
(۳) اگر کوئی ناجائز فعل کرے اور کہے کہ یہ جائز ہے تو ایسے شخص کو کیا کہا جائے گا ؟
المستفتی نمبر ۱۵۳۴ حافظ محمد اسماعیل (گنجام) ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۳۷ء
(جواب ۱۶۲) ہندوستان میں صحیح شرعی طریق پر باندی نہیں مل سکتی کسی ہندو کی بیوی کو اس کے شوہر سے چھڑا کر رکھ لینا اور اس کو باندی سمجھنا جائز نہیں (۱) اگر وہ عورت مسلمان ہو گئی اور اس کے خاوند نے مسلمان ہونا قبول نہ کیا ہو اور عدت گزر گئی ہو تو پھر کوئی مسلمان اس عورت سے نکاح کر سکتا

---

(۱) قلت لکن قدمنا فی العتق ان المراد بکونہم ارقاء ای بعد الاستیلاء علیہم اما قبلہم فہم احرار لما فی الظہیریہ- قال وہذا دلیل علیٰ ان اہل الحرب احرار (رد المحتار، مطلب فی قولہم ان اہل الحرب ارقاء، ۴/۱۶۴، ط سعید)

ہے(۱) بغیر نکاح اس سے صحبت کرنا حرام ہے اور جو شخص ایسی عورت رکھے اور اس کو حلال سمجھے وہ سخت فاسق اور گناہ گار ہوگا بلکہ ایمان جاتے رہنے کا قوی خطرہ ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

آزاد شخص کو خریدنا جائز نہیں.

(سوال) ہندہ نے بہ سبب اپنی چند خاص ضرورتوں کے اپنے آپ کو فروخت کے لئے پیش کیا اور زید نے بالعوض زر نقد مطلوبہ اس کو خرید لیا یہ خرید و فروخت جائز ہے یا ناجائز؟ المستفتی نمبر ۱۸۴۶ محمد مبین ضلع درگ ۲۸ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۳) یہ خرید و فروخت قطعاً ناجائز ہے کوئی آزاد شخص مرد ہو یا عورت اپنے نفس کو فروخت نہیں کر سکتا اور نہ کوئی آزاد شخص کو خرید سکتا ہے' ہندہ زر خرید لونڈی کا حکم نہیں رکھتی زید اس سے نکاح کر سکتا ہے اور دی ہوئی رقم کو مہر قرار دیا جا سکتا ہے وہ آزاد عورت ہے دوسرے شخص سے بھی اس کا نکاح جائز ہے اور زید نے جو رقم قیمت کے طور پر دی ہے وہ واپس لے سکتا ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نیپال اور منی پور میں فروخت ہونے والی عورتیں اصول شرع کے موافق لونڈیاں نہیں.

(الجمعیۃ سہ روزہ مورخہ ۲۶ اگست ۱۹۲۷ء)

(سوال) ریاست نیپال' اگرتلہ منی پور وغیرہ میں لونڈیاں فروخت ہوتی ہیں کیا کوئی مسلم ان جگہوں سے لونڈیاں خرید سکتا ہے؟

(جواب ۱۶۴) یہ لونڈیاں جو نیپال اور منی پور وغیرہ میں فروخت ہوتی ہیں اصول شریعت مقدسہ کے موافق لونڈیاں نہیں ہیں لہذا ان کو خریدنا اور ان سے لونڈیوں کا کام لینا جائز نہیں ہے(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

---

(۱) واذا اسلم احد الزوجین فی دار الحرب .... والمرأة هی التی اسلمت فانه یتوقف انقطاع النکاح بینهما علی مضی ثلاث حیض سواء دخل بها او لم یدخل بها کذافی الکافی' فان اسلم الآخر قبل ذلك فالنکاح باطل (عالمگیریة' الباب العاشر فی نکاح الکفار ۱/۳۳۷' ط ماجدیه)

(۲) قال من استحل حراماً قد علم فی دین النبی ﷺ تحریمه کنکاح المحارم فکافر (رد المحتار' باب زکاة الغنم' مطلب استحلال المعصیة کفر ۲/۲۹۲' ط سعید)

(۳) بطل بیع ما لیس بمال کالدم والمیتة والحر والبیع به ای جعله ثمناً لان رکن البیع مبادلة المال بالمال ولم یوجد (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' باب البیع الفاسد ۵/۵۰'۵۱ ط سعید)

(٤) قلت :لکن قد منافی العتق ان المراد بکونهم ارقاء ای بعد الاستیلاء علیهم' اما قبلهم فهم احرار لما فی الظهیریه قال وهذا دلیل علی ان اهل الحرب احرار (رد المحتار' باب استیلاء والکفار' مطلب فی قولهم ان اهل الحرب ارقاء' ٤/١٦٤' ط سعید)

چوتھا باب
متفرق

کلکتہ کی لڑائی شرعی جہاد نہیں، فساد ہے

(سوال) کلکتہ کے فساد کو بعض لوگ جہاد سے تعبیر کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکا کر اس سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں جناب سے درخواست ہے کہ مذہبی اور اخلاقی نقطہ خیال سے جہاد پر چند سطور اپنے دست مبارک سے تحریر فرمادیں بچوں، عورتوں اور بوڑھوں ناتوانوں کو بے خبری میں تلوار کے گھاٹ اتارنا کسی طرح بھی جائز ہے؟ المستفتی خادم میر مشتاق احمد دہلی ۲۲ اگست ۱۹۴۶ء

(جواب ۱۶۵) اس فساد کو جہاد بتانے والے کیا یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس کی ابتدا مسلمانوں نے بہ نیت جہاد کی تھی اگر وہ تسلیم کرتے ہوں تو پھر ان مجاہدین کے امیر اور پیشوا پر یہ ذمہ داری عائد ہو گی کہ اس نے عورتوں بچوں، بوڑھوں پر کیوں تعدی کرنے دی کیونکہ جہاد میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں سے تعرض نہیں کیا جاتا ہمیں تو ابھی تک فساد کی صحیح نوعیت معلوم نہیں ہو سکی ہاں اس کی شخصی صورت کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا۔ جلادیا، ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے، مکانوں کو جلادیا، شرعی جہاد کی صورت نہیں ہے اسے تو فساد ہی کہا جا سکتا ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

اقدامی جہاد بھی جائز ہے

(سوال)

مکتوب مولانا عبدالماجد دریا آبادی

۱۸ جون ۱۹۲۹ء دریاباد۔ بارہ بنکی

مخدوم مکرم۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ بحمد اللہ حج و زیارت سے واپس ہو کر ابھی دریا باد پہنچا ہوں، عنقریب انشاء اللہ دہلی کا بھی ارادہ ہے زمیندار کے پرچے پڑھ پڑھ کر سخت تکلیف ہوئی الجمعیتہ کی موجودہ روش بہت بہتر معلوم ہوئی وائسرائے کی ملاقات والے معاملہ کا جو جواب الجمعیتہ نے نکات و لطائف میں دیا ہے وہ بہت پر لطف ہے (یعنی خود صاحب زمیندار کا سارا معاملہ دوہرا دیا ہے) اس کی داد دیتا ہوں اللہ ہی ہم سب پر رحم فرمائے۔ مدینہ منورہ میں بہت اطمینان سے قیام کا موقع مل گیا تھا اپنے سب جاننے والوں کے حق میں خوب دعائیں کیں اور سب سے زیادہ خود امت محمدیہ کے حق میں۔

---

(۱) و ینبغی للمسلمین ان لایقتلوا امراۃ ولا صبیا ولا مجنوناً ولا شیخاً فانیاً (عالمگیریہ، الباب الثانی فی کیفیة القتال ۲/ ۱۹۴، ط ماجدیہ، کوئٹہ)

اس عریضے کا مقصود ایک مسئلہ کی تحقیق ہے۔ میں اپنے مطالعہ سے اب تک اس نتیجے پر پہنچے ہوئے تھا کہ قتال کی اجازت کفر کے مقابلہ میں نہیں بلکہ حرب کے مقابلہ میں ہے یعنی صرف حربی کافروں کے خلاف نہ کہ محض کافروں کے خلاف ان کے عقائد کفریہ کی بنا پر چنانچہ سورہ بقر اور سورہ حج کی متعدد آیات (قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا(۱) الخ اذن للذین ظلموا یقتلون الخ (۲) وغیرہ) اپنی تائید میں رکھتا تھا نیز صاحب ہدایہ (۳) کی یہ تصریح یاد تھی کہ کافر عورتوں، بچوں، اندھوں وغیرہ سے قتال اس بنا پر جائز نہیں کہ وہ شریک جنگ نہیں ہوتے اپنے اس خیال میں بالکل مستحکم تھا مگر اثنائے سفر حج میں مولوی مناظر احسن صاحب نے اس کے بالکل برخلاف تقریر فرمائی اور یہ اصرار فرمایا کہ ہر کافر کا مجرد اس کے عقائد کفریہ کی بنا پر مباح الدم ہونا فقہ حنفی کا مسلم مسئلہ ہے نیز سورہ توبہ کی بھی بعض آیات سے استناد کیا۔ محاکمہ کے لئے جناب کو تکلیف دیتا ہوں مفصل جواب کی زحمت کی ضرورت نہیں مختصر اشارات مع فقہائے حنفی کے حوالہ جات کے کافی ہوں گے اگر ہر کافر محض اپنے عقائد کی بنا پر واجب القتل ہے تو آپ حضرات نے فتویٰ ترک موالاۃ میں نصاری کے مظالم کا ذکر لاحاصل ہی کیا صرف اس قدر لکھ دینا کافی تھا کہ یہ کافر ہیں اور ان کے کفر کی بنا پر ان سے ترک موالاۃ لازم ہے۔

والسلام محتاج دعا عبد الماجد

جواب مکتوب بالا از حضرت مفتی اعظمؒ

۲۲ جون ۱۹۲۹ء مخدوم محترم دام فضلہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت اور مع الخیر مراجعت پر مخلصانہ مبارکباد قبول فرمائیں تقبل اللہ منکم وجعلہ ذخر الأخرتکم زمیندار کی عنایات طبعیہ کی مجھے کوئی شکایت نہیں ہے کیونکہ "تو پاک باش برادر مدار از کس باک" اور "مقتضائے طبعتش این است" ھدانا اللہ وایاہ الی ما یحبہ و یرضاہ

مولانا! مجھ جیسا ہیچ مداں کسی مسئلے پر کیا روشنی ڈال سکتا ہے لیکن تعمیلا للامر اپنا خیال ناقص عرض کرتا ہوں یہ صحیح ہے کہ شریعت مقدسہ نے کفر کو فی حد ذاتہ اباحت دم کا سبب قرار نہیں دیا ورنہ مقاتلہ میں عورتوں، بوڑھوں اور راہبوں کے قتل سے ممانعت نہ کی جاتی جب کہ ان کا کفر کے ساتھ متصف ہونا بھی یقینی ہے مگر اسی کے ساتھ شریعت مقدسہ نے یہ بھی قرار دیا ہے کہ کفر فی حد ذاتہ ملزوم اور حرب اس کو لازم ہے یعنی اگر افراد کفار میں کوئی ایسے خاص حالات نہ ہوں جو حرب کے احتمال کو

---

(۱) البقرۃ : ۱۹

(۲) الحج : ۳۹

(۳) ولا یقتلوا امراۃً ولا صبیاً ولا شیخاً فانیاً ولا مقعداً ولا اعمی لان المبیح للقتل عندنا ھو الحرب ولا یتحقق منھم (ھدایہ، باب کیفیۃ القتال ۲/۵۶۲، ط مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مر تفع کر دیں یا کم از کم ضعیف بنا دیں تو تمام کافر حربی ہی قرار دیئے جائیں گے اس کا مقتضا یہ تھا کہ تمام کفار (اس نظریہ کے ساتھ کہ کفر مستلزم حرب ہے) مباح الدم ہو جاتے مگر معاہدہ 'استیمان نے حرب کا احتمال اٹھادیا(۱) اور انوثیت' شیخوخة' رہبانیت نے احتمال حرب کو ضعیف کر دیا' اس لئے ان پر سے مباح الدم ہونے کا حکم جاتا رہا(۲)

جو آیات کہ مطلقاً کفار کے ساتھ قتال اور ان کے قتل کے جواز پر دلالت کرتی ہیں ان کا یہی مطلب ہے کہ تمام کفار و مشرکین طبعاً اسلام اور مسلمین کے دشمن اور محارب ہیں اور اسی وجہ سے ہر قوم کافر سے مسلمانوں کو ابتداءً القتال جائز ہے جب کہ ان سے کوئی معاہدہ یا مواعدہ نہ ہو مذکورہ بالا معروضات سے یہ ثابت ہوا کہ اسلام نے اجازت قتال میں یہ شرط نہیں لگائی کہ جب کفار کی جانب سے ابتداء ہو لے جبھی مسلمان لڑیں ورنہ نہیں بلکہ مسلمان ہجوم و مدافعت دونوں قسم کی جنگ کر سکتے ہیں مگر صرف ان کفار سے جن کی حربیت کا حکم مرتفع یا ضعیف نہیں ہو چکا ہے خلاصہ یہ کہ نفس کفر فی حد ذاتہ موجب اباحتہ الدم نہیں مگر کفر کا ایک لازم یعنی حربیت موجب اباحتہ الدم ہے اور جن صورتوں میں یہ لازم مرتفع یا مضمحل ہو جائے وہاں اباحت دم کا حکم نہیں ہو گا اگرچہ کفر موجود ہو غالباً مولانا مناظر احسن صاحب کا یہی مطلب ہو گا اور انہوں نے لازم و ملزوم دونوں کو یکجائی کی نظر سے دیکھا ہو گا اور ارتفاع و اضمحلال لازم کو اپنے کلام میں واضح نہ کیا ہو گا اور غالباً جناب نے بھی حربیت کو بالفعل محاربہ پر مقصود نہ قرار دیا ہو گا بلکہ کفر واسلام کی اس طبعی و جبلی محاربت کو جو وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد الايه سے ثابت ہے اور جس کا نتیجہ اسی آیت میں قتل اصحاب الاخدو دالنار ذات الوقود اذهم عليها قعود وهم على ما يفعلون بالمؤمنين شهود (۳) میں مذکور ہے' جواز ہجوم کے لئے کافی سمجھا ہو گا اور اس صورت میں جناب کے اور مولانا مناظر احسن صاحب کے کلام میں فی الحقیقت تدافع نہیں ہو گا۔

اگر میری یہ پریشاں خیالی جناب کو صحیح معلوم ہو تو الحمد للہ۔ اور نہیں تو اس کے اسقام سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ والسلام خير ختام محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) اما قبل صير ورته (المستامن) ذميا فلا قصاص بقتله عمداً بل الدية قال فى شرح سير الكبير' الاصل انه يجب على الامام نصرة المستامنين مادامو افى دارنا (رد المحتار ' مطلب فى احكام المستامن قبل ان يصير ذميا ۴/۱۶۹' ط سعيد)

(۲) ولا يقتلوا امراة ولا صبيا ولا شيخا فانيا ولا مقعدا ولا اعمى لان المبيح للقتل عندنا هو الحرب ولا يتحقق منهم (هداية' باب كيفية القتال ۲/۵۶۲ ط مكتبه شركت علميه' ملتان)

(۳) البروج : ۴ تا ۷

كتاب الحدود والجنايات

پہلا باب
اقامت حدود شرعیہ

دار الحرب میں زانی سے توبہ کرالینا کافی ہے

(سوال) ایک شخص زنا کرتے ہوئے گرفتار ہو گیا اس پر کیا کفارہ ہے اور غریب شخص نے توبہ کر لیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۸۲۹ شاہ محمد صاحب (ضلع اعظم گڑھ) ۲۴ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱٦٦) اس شخص سے توبہ کرالینا کافی ہے کہ اجرائے حدود کے لئے اسلامی عدالت کا حکم ضروری ہے اور وہ موجود نہیں ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

دوسرا باب
تعزیر

استاذ شاگرد کو تعزیراً کتنا مار سکتا ہے ؟

(سوال) مدارس اور اسکولوں میں بہ سبب شرارت یا اسباق یاد نہ کرنے کے استاد یا ماسٹر لوگ بید یا قمچی یا ہاتھ سے اپنے شاگردوں کو تنبیہ اور تعزیر دیتے ہیں اس کے متعلق شرع شریف میں کتنی حد مقرر ہے ؟ کس حد تک تنبیہاً ان اشیاء کو استعمال کر سکتے ہیں ؟ یا بالکل جائز نہیں اور کس حد سے تجاوز کرنے سے استاد آثم ٹھیرے گا اور آثم ٹھیرنے میں اس پر شرعاً کیا تعزیر لازم آئے گی ؟ نیز اگر غصے کی حالت میں استاد کچھ درشتی کے الفاظ سب و شتم استعمال کرے تو کس حد تک استعمال کر سکتا ہے اور کس حد سے تجاوز حرام ہے ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۱٦۷) چہرہ اور مذاکیر کے علاوہ سارے بدن پر تاوقتیکہ تجاوز عن الحد نہ ہو مارنا جائز ہے یعنی اس طرح مارنا کہ بدن کہیں سے زخمی ہو جائے یا کہیں کی ہڈی ٹوٹ جائے یا بدن پر سیاہ داغ پڑ جائیں یا ایسی ضرب ہو جس کا اثر قلب پر پڑتا ہو جائز نہیں اگر مارنے میں حد معلومہ سے تجاوز ہو یا چہرہ اور مذاکیر پر خواہ ایک ہی ہاتھ چلائے گناہ گار ہو گا۔

استاد کو بشرط اجازت والدین اس قدر مارنے کا اختیار ہے جو مذکور ہوا اور وہ بھی جب کہ مارنے کے لئے کوئی صحیح غرض تادیب یا تنبیہ یا کسی بری بات پر سزا دہی ہو بے قصور مارنا یا مقدار قصور سے زیادہ

---

(۱) واما ظلمه على نفسه باقدامه على المعصية فيسقط بها (اى بالتوبة) تامل...... فيشترط الامام لاستيفاء الحدود (رد المحتار، فصل فيما يوجب القود وفيمالا يوجب ٦/٥٤٩ ط سعيد)

مارنا جائز نہیں 'بلکہ استاد خود مستحق تعزیر ہوگا۔ او علی المذاکیر یجب الضمان بلا خلاف ولو سوطا واحداً لانہ اتلاف (رد المحتار) (۱) ضرب المعلم الصبی ضرباً فاحشاً وھو الذی یکسر العظم و یخرق الجلد او یسودہ (ردالمحتار) (۲) فانہ یعزرہ ویضمنہ لومات شمنی (درمختار) (۳) ضرب معلم صبیاً او عبداً بغیر اذن ابیہ او مولاہ فالضمان علی المعلم اجماعاً وان ضرب باذنھما لا ضمان علی المعلم اجماعاً (درمختار) (۴) سب و شتم میں ایسے الفاظ جن کا تعلق صرف لڑکے تک محدود رہے مثلاً بیو قوف 'گدھا' پاجی 'نالائق الو وغیرہ اور زیادہ فحش نہ ہوں استعمال کرنے کا مضائقہ نہیں لیکن ایسے الفاظ جن کا تعلق لڑکے سے متجاوز ہو کر اس کے والدین یا اور کسی تک پہنچے مثلاً گدھے کا بچہ 'سور کا بچہ 'حرامی یا اور فحش الفاظ اور گالیاں استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے والضابط انہ متی تسبہ الی فعل اختیاری محرم شرعاً و یعدعا راً عرفا یعزر والالا ابن کمال (درمختار) (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بلا عذر منکوحہ بالغہ کی رخصتی نہ کرنے والا قابل مواخذہ ہے .

(سوال) جو شخص منکوحہ لڑکی کو جو کہ عرصہ چار پانچ سال سے بالغ ہو رخصتی نہ کرے اس کے لئے تعزیر شرعی کیا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۸۳۰ مولوی محمد بخش (ضلع جھنگ) ۱۴ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۸) اگر وداع نہ کرنے کا کوئی معقول عذر ہو تو خیر ورنہ وہ شرعاً مواخذہ دار ہے (۶) تعزیر قاضی شرعی کی رائے پر مفوض ہے (۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) فصل فی الفعلین ۶/۵۶۶ ط سعید
(۲) باب التعزیر ۴/۷۹ ط سعید
(۳) حوالہ بالا
(۴) باب القود فیما دون النفس ' فصل فی الفعلین ۶/۵۶۶ ط سعید
(۵) (باب التعزیر ۴/۷۲ ط سعید) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ والضابط) قال ابن کمال : فخرج بالقید الاول النسبۃ الی الامور الخلقیۃ ' فلا یعزر فی یا حمار و نحوہ' فان معناہ الحقیقی غیر مراد' بل معناہ المجازی کالبلید' وھو امر خلقی (باب التعزیر ۴/۷۲'۷۳ ط سعید)
(۶) عن ابی ہریرۃ قال : قال رسول اللہ ﷺ اذا خطب الیکم من ترضون دینہ' و خلقہ فزوجوہ ان لا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض و فساد کبیر (مشکوٰۃ المصابیح' کتاب النکاح ۲/۲۶۷ ط سعید)
(۷) وذکر مشایخنا ان ادناہ علی ما یراہ الامام یقدر بقدر ما یعلم انہ ینزجر بہ (عالمگیریہ' فصل فی التعزیر ۲/۱۶۷ ط ماجدیہ کوئٹہ)

تیسرا باب
تعزیر باخذ المال (جرمانہ)

پنچ کا مجرموں سے جرمانہ لینا جائز نہیں، زجراً تاوقت توبہ قطع تعلق جائز ہے۔

(سوال) ہماری قوم نجاران برادری میں ایک بھائی نے دوسرے سے یہ کہا کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دیدے کیونکہ وہ غیر برادری کی ہے اور تیرا نکاح برادری میں کرادیا جائے گا اور میں بھی کرلوں گا بعد ازاں اس تحریک دہندہ نے بلا نکاح اس مطلقہ کو کچھ مدت تک اپنے گھر میں رکھا اب پنچوں کو جو اس کی یہ ناجائز حرکت پایہ ثبوت کو پہنچ گئی اور گواہوں سے اسکا قصور ثابت ہوگیا تو یہ فیصلہ دیا کہ مبلغ پچاس روپے تحریک دہندہ کے ذمہ جس نے بلا نکاح مطلقہ کو گھر میں رکھا تھا احمقانہ کئے اور مبلغ پچاس روپے طلاق دہندہ پر اس وجہ سے کہ تونے اتنے دنوں تک اس کی ناجائز حرکت کا تذکرہ پنچوں کے سامنے کیوں نہیں کیا اور ایک اور شخص پر بھی اسی معاملے میں بعد ثبوت قصور پانچ روپے احمقانہ نقد کئے۔

یہ احمقانہ برادری میں اس وجہ سے رائج کیا گیا ہے کہ حتی الامکان ان ناجائز طرق کا اصلاح ہوتا رہے اگر اس قسم کا تدارک نہ کیا جائے گا تو برادری میں تفرقہ اور ناجائز طرق کا کھلم کھلا رواج ہوجائے گا جو موجب تباہی ہے اب علما سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ احمقانہ کا روپیہ یا آئندہ جو اس قسم کے واقعات سے احمقانہ وصول ہو پنچوں کو اپنے استعمال میں لانا یا برادری میں صرف کرنا یا فی سبیل اللہ دینا درست ہے یا نہیں اگر مذکورہ بالا مدات میں اس کا صرف کرنا درست نہیں تو اس کو کس مصرف میں لگایا کریں۔ بینوا توجروا

(جواب ۱۶۹) یہ احمقانہ اگر تعزیر سمجھا جائے تو واضح ہو کہ بغیر نکاح کے کسی عورت کو رکھنا اور اس سے زنا کرنا شرعاً موجب حد ہے اور جن گناہوں میں کہ کوئی حد شرعی مقرر ہے ان میں تعزیر نہیں ہے التعزیر ھو التادیب دون الحد و یجب فی جنایة لیست موجبة للحد کذافی النھایة (عالمگیری) (۱) اور نیز حرمت زنا حق اللہ میں داخل ہے اور حقوق اللہ میں تعزیر کرنا صرف حال مباشرت میں عامہ مؤمنین کا حق ہے نہ بعد مباشرہ قالو الکل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة واما بعد المباشرة فلیس ذلک لغیر الحاکم (عالمگیری) (۲) اور اگر زنا کرنا ثابت نہ ہو تاہم تعزیر بالمال امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ناجائز ہے و عند ابی یوسفؒ یجوز التعزیر باخذ المال للسلطان و عندھما و باقی الائمة الثلثة لا یجوز کذافی فتح القدیر (عالمگیری) (۳)

---

(۱) فصل فی التعزیر ۱۶۷/۲ ط ماجدیہ کوئٹہ
(۲) حوالہ بالا
(۳) حوالہ بالا

اور اگرچہ امام ابو یوسف نے تعزیر بالمال کو جائز فرمایا ہے، مگر اس سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ اس کے مال کو ایک مدت مناسبہ تک روک لے اور جب سمجھے کہ اب زجر حاصل ہو گیا پھر واپس کر دے نہ یہ کہ بالکل خود اپنے لئے یا بیت المال کے لئے ضبط کر لے و معنی التعزیر باخذالمال علی القول به امساك شئی من ماله عنده مدة لينز جرثم يعيده الحاكم اليه لا ان ياخذه الحاكم لنفسه او لبيت المالٍ كما يتوهمه الظلمة اذ لا يجوز لاحد من المسلمين اخذ مال احد بغير سبب شرعی كذافي البحر الرائق (عالمگیری)(۱) پس یہ احمقانہ لینا اور اس کا مصارف مذکورہ میں یا کسی اور مصرف میں صرف کرنا جائز نہیں بلکہ جن سے لیا ہے ان کو واپس دینا لازم ہے ہاں ایسے لوگوں کے زجر اور ایسی باتوں کو بند کرنے کے لئے یہ جائز ہے کہ ایسے لوگوں کو پنچایت اور برادری سے خارج کر دیا جائے اور جب تک وہ اس فعل سے توبہ نہ کریں ان کے ساتھ برادری کے تعلقات نہ رکھے جائیں(۲)

کتبہ محمد کفایت اللہ عفاعنہ مولاہ

مالی جرمانہ جائز نہیں.

(سوال) جرمانہ جو ہمارے دیار میں مروج ہے کیا شرعاً جائز ہے؟ اگر ہے تو اس روپے کا مستحق کون ہے؟ (۲) نیز جو شخص سربر آوردہ سرقہ وزنا وغیرہ کا جرمانہ کر کے خود کھالیا کرے تو وہ شخص کیسا ہے؟ بینوا توجروا

(جواب ۱۷۰) مالی جرمانہ ناجائز ہے اور امام ابو یوسف سے جو تعزیر بالمال کے جواز کی روایت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ مدت کے لئے اس کا مال روک لیا جائے اور جب انزجار کی امید ہو جائے تو اس کا مال واپس کر دیا جائے(۳) (۲) یہ شخص ظالم اور فاسق ہے کہ لوگوں کا مال کھاتا ہے(۴)

کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مجرم سے مالی جرمانہ لینا جائز نہیں، تاوقت توبہ قطع تعلق کرنا جائز ہے.

(سوال) ایک عورت اور اس کی لڑکی نے اپنے باپ کو اور اپنے خصم کو تہمت زنا کی لگائی اور بعد میں وہ

---

(۱) حوالہ بالا (صفحہ گزشتہ)

(۲) فتبين هنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره [illegible]ما ليكف عنها قال المهلب غرض البخارى فى هذه الباب' ان يبين صفة الهجران الجائز' وانه يسوغ بقدر الجرم فمن كان من اهل العصيان يستحق الهجر ان يترك المكالمه كما فى قصة كعب و صاحبيه (فتح البارى بشرح صحيح البخارى' باب ما يجوز من الهجران لمن عصى ۴۱۵/۱۰ ط مكتبه مصطفى' مصر)

(۳) و عند ابى يوسف يجوز التعزير للسلطان باخذ المال' و عندها و باقى الائمه الثلاثه لا يجوز كذافى فتح القدير و معنى التعزير باخذ المال على القول به امساك شئى من ماله عنده مدة لينز جرثم يعيده الحاكم اليه (عالمگيريه' فصل فى التعزير' ۱۶۷/۲ ط ماجديه كوئٹه)

(۴) اذ لا يجوز لاحدمن المسلمين اخذ مال احد بغير سبب شرعى (عالمگيرية' فصل فى التعزير ۱۶۷/۲ ط ماجديه كوئٹه)

دونوں انکار کر گئیں اور کہا کہ ہم نے جھوٹ بولا تھا اب مہربانی فرما کر زانی کی تعزیر اور تہمت زنا کی تعزیر سے مطلع فرمائیں اور مالی تعزیر فرمادیں ؟ المستفتی نمبر ۳۷ اسید محمد حسین صاحب (ضلع جالندھر) ۱۴ رمضان ۱۳۵۴ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۷۱) شریعت میں مالی تعزیر نہیں ہے(۱) اور زنا اور تہمت زنا کی جو سزا ہے وہ آج کل جاری نہیں ہو سکتی کیونکہ حکومت موجودہ کے قانون کے مطابق نہیں ہے اس لئے مسلمانوں کو زانی یا تہمت لگانے والوں کو سزا دینے پر قدرت نہیں(۲) ہاں تنبیہ کرنے کے لئے اس کو اپنی پنچایت اور کھانے پینے سے علیحدہ کر سکتے ہیں اور جب تک وہ توبہ نہ کرے اس وقت تک اس کو علیحدہ رکھیں(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

مالی جرمانہ جائز نہیں

(سوال) ایک قوم کی دو پارٹیوں میں کچھ نزاع تھی اب وہ اتفاق کے لئے دو ثالث مقرر کرتے ہیں اور ان سے بیان کرتے ہیں دونوں ثالث مسجد میں جا کر فیصلہ سناتے ہیں کہ تین صاحب تو تین حصے دے دیویں اور تین صاحب مسجد میں پانچ پانچ بدھنے دے دیویں ایک شخص کہتا ہے کہ یہ تاوان جو مجھ پر ڈالا گیا ہے میں بے گناہ ہوں اور پنچایت ان کا بے گناہ ہونا تسلیم کرتی ہے آیا عند الشرع ان کا قصور معاف ہو سکتا ہے ؟ اور یہ فیصلہ ازروئے شرع ٹھیک ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۷۷۵ قیام الدین (جیپور) ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۷۲) معاملہ جس کے لئے ثالثی مقرر کی گئی تھیں ہمیں معلوم نہیں اور سوال میں یہ مذکور نہیں کہ اس نے دو فریقوں پر تاوان کس سلسلے میں عائد کیا اس لئے اس فیصلے کی صحت و عدم صحت کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی اجمالاً اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ تعزیر بالمال ہمارے نزدیک جائز و صحیح نہیں ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

قاضی کو مالی جرمانہ کرنے کا حق نہیں

(سوال) کیا شرعاً قاضی کسی معاملے میں جرمانہ کر سکتے ہیں ؟ اور کیا وہ جرمانہ کا روپیہ اپنے ذاتی تصرف

---

(۱) والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال (رد المحتار' مطلب في التعزير باخذ المال' ٤/٦٢ ط سعيد
(۲) فيشترط الامام لا ستيفاء الحدود (رد المحتار' فصل فيما يوجب القود و فيما لايوجبه' ٦/٥٤٩ ط سعيد)
(۳) فتبين هنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت عنه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها..... قال المهلب غرض البخارى من هذا الباب' ان يبين صفته الهجران الجائز' وانه يسوغ بقدر الجرم فمن كان من اهل العصيان يستحق الهجران بترك المكالمة كما فى قصة كعب و صاحبيه(فتح البارى' شرح صحيح البخارى' باب ما يجوز من الهجران لمن عصى ١٠/٤١٥ ط مكتبه مصطفىٰ مصر)
(٤) والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال (رد المحتار' مطلب فى التعزير باخذ المال' ٤/٦٢ ط سعيد)

میں لا سکتے ہیں ؟
(جواب ۱۷۳) جرمانہ کرنے کا قاضی کو حق نہیں ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

جبراً فیصلہ کرنے کی اجرت لینااور مالی جرمانہ لینا جائز نہیں .

(سوال) ہمارے یہاں یہ دستور ہے کہ اگر کسی سے لڑائی جھگڑا ہو تو پنچ اور سرداران محلّہ ملکر انصاف کرتے ہیں اور اسامی و فریادی جانبین سے جھگڑا مٹانے کے بدلے کچھ روپیہ وصول کرتے ہیں اور اپنے تضیع اوقات کا بدلہ خیال کرتے ہیں اور وہ لوگ اس روپے کو آپس میں تقسیم کرتے ہیں آیا اس رقم کا لینا جائز ہے یا نہیں اگر جواب جواز میں ہے تو اس روپے کو نیک کاموں میں یعنی مسجد و مدرسہ میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں اور اس کے بعد کچھ جرمانہ بھی کرتے ہیں اس کو بھی مسجد وغیرہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۹۶۱ محمد انصار الدین صاحب (آسام) ۲۵ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷۴) جبراً فیصلہ کرنے کی اجرت لینا (۲) یا جرمانہ (۳) وصول کرنا جائز نہیں ہے ایسے روپے کو مدرسہ مسجد اور نیک کام میں صرف کرنا بھی ناجائز ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

مالی جرمانہ جائز نہیں.........

(سوال) ایک شخص امام مسجد بھی ہے اور اسکول میں معلم قرآن شریف بھی ہے اور نائب قاضی بھی ہے بعدم موجودگی قاضی صاحب قصداً نکاح پڑھایا کہ جیسے اجرت نکاح کا مفاد ہو ان سے اس معاملہ کی شکایت ہونے پر جواب طلب کیا گیا وقت مقررہ تک کوئی جواب نہیں دیا اور نہ اب تک دیا لہذا مطابق قواعد انجمن جیسا کہ ملازمان انجمن کے لئے طے شدہ ہے ان پر صدر نے ۸ / آنے جرمانہ کیا لہذا استدعا ہے کہ جواب باصواب مرحمت فرمائیں ؟ المستفتی نمبر ۲۱۱۵ جناب پریزیڈنٹ صاحب انجمن اسلامیہ (بتیا) ۱۱ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷۵) مالی جرمانہ کرنا جائز نہیں ہے (۴) یہ جرمانہ واپس کیا جائے اور ان کو تنبیہ کردی جائے کہ اگر وہ آئندہ ایسا کریں گے تو ان کو نائب قاضی کے عہدے سے موقوف کردیا جائے گا۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

---

(۱) والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال (رد المحتار' مطلب فی التعزیر باخذ المال ٦٢/٤ ط سعید)
(۲) اذلا یجوز لا حد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی (عالمگیریه' فصل فی التعزیر ١٦٧/٢ ط ماجدیه' کوئٹه)
(۳) والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال (ردالمحتار' مطلب فی التعزیر باخذ المال ٦٢/٤ ط سعید)
(٤) حواله بالا

جرمانہ میں لی ہوئی رقم مالکوں کو واپس کی جائے

(سوال) کچھ رقمیں وصول شدہ جرمانہ وچندہ تنظیم کمیٹی کی جمع ہیں، ان رقموں کو کون سے مصرف میں لگانا جائز ہے؟ تنبیہاً جرمانہ یا تاوان لیکر کسی قسم کی تنبیہ کرنی جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۱۳۱ نصیر الدین ضلع رنگپور ۔ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۷۶) جرمانے کی رقمیں تو واپس کی جائیں اور چندہ جس کام کے لئے لیا گیا ہے، اس میں خرچ کیا جائے مالی تعزیر یعنی جرمانہ کرنا جائز نہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) گناہ کی ترغیب دینے والے پر مالی جرمانہ جائز نہیں.
(۲) تہمت لانے والے سے مالی جرمانہ لینا جائز نہیں

(سوال) (۱) جو مسلمان کسی مسلمان کو گناہ کی ترغیب دے اس پر اگر جرمانہ کیا جائے تو کیسا ہے؟ (۲) ایک شخص تہمت چوری یا ڈاکہ کی لگاتا ہے اگر چند مسلمان دیندار اس پر جرمانہ کریں تو کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۱۸۲۹ شاہ محمد ضلع اعظم گڈھ۔ ۲۴ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷۷) (۱) گناہ کی ترغیب دینا ایسا ہی گناہ ہے جیسے اس گناہ کا ارتکاب کرنا(۲) مالی جرمانہ کرنا درست نہیں(۳) (۲) تہمت لگانا بڑا گناہ ہے مگر تہمت لگانے والے پر مالی جرمانہ کرنا درست نہیں کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مالی جرمانہ جائز نہیں، رقم مالک کو واپس کی جائے.
(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) کچھ عرصہ ہوا مسمی میر بادشاہ نے اپنی حقیقی بہن ایک شیعہ کے نکاح میں دے دیا ہے ان بھائی بہن کا اپنی ماں زندہ ہے جو محمد شیر کے نکاح میں ہے اسی وجہ سے یہ بھائی بہن محمد شیر کے مکان میں رہتے ہیں مسجد کے پیش امام ملا بلال صاحب اور خان زادہ غلام احمد خاں نے محمد شیر جو کہ لڑکی کا سوتیلا باپ ہے اس کے خلاف احتجاج شروع کیا اور روزانہ مسجد میں وعظ کرتے رہے اور اہل سنت والجماعۃ کو متنبہ کیا کہ آئندہ کے لئے محمد شیر سے جس نے لڑکی کو شیعہ کے نکاح میں دے دیا ہے ہر قسم کا بائیکاٹ کریں

---

(۱) والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال (رد المحتار، باب التعزير، مطلب في التعزير باخذ المال ٤/٦٢، ط سعيد)

(۲) عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال : ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل آثام من تبعه، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً (صحيح الامام مسلم، باب من سن سنة حسنةً او سيئةً ومن دعا الى هدىً او ضلالة ٢/٣٤١ ط قديمي كتب خانه، كراچي)

(۳) والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال (رد المحتار، مطلب في التعزير باخذ المال ٤/٦٢ ط سعيد)

کیونکہ یہ لوگ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں اس پر عمل در آمد شروع ہو گیا محمد شیر نے تنگ آکر مولانا کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور عرض کیا کہ میرا کیا قصور ہے اس کی تمام تر ذمہ داری اس کے بھائی میر بادشاہ پر عائد ہوتی ہے اس پر دوبارہ جلسہ ہوا اس میں یہ قرارداد پاس ہو گیا کہ اس معاملہ میں محمد شیر اور اس کی عورت کے ہاتھ ہے اس لئے اس پر مبلغ بیس روپے جرمانہ اور لڑکی اور لڑکی کے بھائی کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھو گے ورنہ پھر بائیکاٹ کی جاوے گی محمد شیر نے مبلغ بیس روپے ملا صاحب کو دے دیئے اور کہا کہ مسجد کی مرمت ہو رہی ہے یہ روپیہ اس میں لگا دیا جائے ملا صاحب نے کہا کہ یہ روپیہ حرام ہے دوسرے تمہارا ثواب جاتا رہے گا اس لئے یہ مجلس جس نے یہ فیصلہ کیا ہے' اس کا پلاؤ کھائیں گے 'محمد شیر نے اعتراض کیا کہ مسجد کے لئے حرام اور پلاؤ کے لئے حلال! یہ کیسا شریعت ہے ؟

(جواب ۱۸۷) یہ بیس روپے جو شیر محمد سے لئے گئے ہیں' ناحق لئے گئے ہیں محمد شیر کو واپس دیئے جائیں(۱) پھر اگر محمد شیر اپنی خوشی سے مسجد میں دیدے تو مسجد میں لگانا جائز ہو گا اس کی حقیقی اجازت اور رضامندی کے بغیر مسجد میں لگانا بھی جائز نہیں(۲) **محمد** کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مالی جرمانہ جائز نہیں' وصول شدہ رقم مالک کو واپس کی جائے.

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید کی عورت کو بکر اغوا کر کے لے گیا پنچایت نے بکر سے زید کی عورت زید کو واپس دلوادی اور بکر پر زر نقد کا کچھ جرمانہ کیا یہ جرمانہ انجمن اسلامیہ تھانیسر (ضلع کرنال) کے فنڈ میں مدرسہ اسلامیہ وغیرہ کے خرچ یعنی مرمت مکان مدرسہ کے لئے دیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱۷۹) جرمانہ کا روپیہ وصول کرنا ناجائز ہے جس سے لیا گیا ہے اسے واپس دیا جائے(۳) کسی نیک کام میں بدون رضامندی مالک کے خرچ نہیں ہو سکتا ہاں اگر وہ شخص جس سے روپیہ وصول کیا گیا ہے خود اجازت دیدے اور بجائے واپس لینے کے مدرسہ میں لگا دینا پسند کرے تو پھر مدرسہ میں لگایا جا سکتا ہے۔ (۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

---

(۱) مرجع سابق

(۲) عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرء الا بطیب نفس منہ (مشکوٰۃ المصابیح' باب الغصب ولعاریۃ ۱ / ۲۵۵' ط سعید)

(۳) والحاصل ان المذھب عدم التعزیر باخذ المال (رد المحتار' باب التعزیر' مطلب فی التعزیر باخذ المال ٤ / ٦٢ ط سعید)

(٤) وعن ابی حرہ الرقاشی عن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ : الا لا تظلموا الا لا یحل مال امری الا بطیب نفس منہ (مشکوٰۃ المصابیح' باب الغصب والعاریہ' ۱ / ۲۵۵ ط سعید)

چوتھا باب
قصاص ودیت

شبہ کی وجہ سے قاتل سے قصاص ساقط ہے' دیت مغلظہ اور کفارہ لازم ہے

(سوال) متعلقہ قصاص

(جواب ۱۸۰) بسم الله سبحانه - خاکسار نے احمد سعید مقتول اور جمیل احمد خاں قاتل کے مقدمہ' قتل کے متعلق حسب ذیل کاغذات بغور دیکھے۔ اول بیان مقتول۔ دوم بیان ڈاکٹر۔ سوم بیان تصدیق احمد عہدہ دار پولیس۔ چہارم بیان نبی بخش گواہ۔ پنجم بیان رمضانی گواہ۔ ششم بیان اسمٰعیل خان کانسٹیبل۔ ان میں سے مقتول کا بیان تو صرف دعویٰ ہے ڈاکٹر کا بیان ظن و تخمین سے زیادہ وقیع نہیں تصدیق احمد کا بیان بھی شہادت معائنہ نہیں نبی بخش ور مضانی یہ دونوں واقعہ کے شاہد ہیں اسمٰعیل خان بھی من وجہ واقعہ کا شاہد ہے جمیل احمد خاں کا احمد سعید کی ناک کاٹنا تینوں کی شہادت سے بلا اختلاف ثابت ہے اور باقی پیٹ اور رانوں وغیرہ پر چاقو وغیرہ سے زخم لگانا نبی بخش اور رمضانی کی شہادت سے مع تھوڑے اختلاف کے ثابت ہے مثلاً نبی بخش کے بیان میں ہے کہ جمیل احمد نے احمد سعید کے پیٹ میں دو تین ضربیں لگائیں حالانکہ ڈاکٹری معائنہ اور رمضانی کے بیان سے پیٹ میں متعدد ضربیں ثابت نہیں ہوتیں لیکن یہ اختلاف مضر نہیں ہے ممکن ہے کہ قاتل نے دو تین مرتبہ ہاتھ چلایا لیکن ایک ہاتھ لگا اور باقی وار خالی گئے اور رمضانی نے صرف ایک وار دیکھا باقی نہ دیکھے ہوں اسی طرح اور بھی بعض جزوی اختلافات ہیں' لیکن وہ بھی مضر نہیں اور خصوصاً ایسے وقت اور ایسے واقعہ کی شہادت میں مگر پھر بھی یہ شہادتیں اثبات قصاص کے لئے ناکافی ہیں اور اس کی کئی وجہیں ہیں۔

وجہ اول۔ گواہوں کی عدالت شرط مقبولیت شہادت **لقوله تعالى واشهدو اذوى عدل منكم** (۱) **وفى الهداية** (۲) **ولا بدفى ذلك كله من العدالة ولفظة الشهادة فان لم يذكر الشاهد لفظة الشهادة وقال اعلم او اتيقن لم يقبل شهادته' انتهى** اور رمضانی کے بیان سے ثابت ہے کہ وہ تارک الصلوۃ عمداً ہے۔ اور ترک صلوۃ عمداً کبیرہ ہے' جس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور نبی بخش پر مدعا علیہم نے جرح کرنی چاہی تھی جس کا انہیں حق تھا مگر عدالت نے اجازت نہ دی حالانکہ حدود قصاص میں حاکم کا خود فرض ہے کہ شہود کی عدالت کے متعلق سوال کرے۔ **ولا يسال عن حال الشهود حتى يطعن الخصم الا فى الحدود والقصاص فانه يسال عن الشهود (كذافى الهداية)** (۳) وجہ دوم نبی بخش احمد سعید کا نوکر ہے اور اجیر کی گواہی مستاجر کے لئے جائز نہیں۔ اما

---

(۱) الطلاق ۲
(۲) كتاب الشهادة' ۱۵٦/۳ ط مكتبه شركت علميه' ملتان
(۳) مرجع سابق

الاجیر الواحد وھو الذی استاجر ہ میاومۃ او مشاھرۃً او مساھۃ باجرۃ معلومۃً لا تقبل استحساناً (فتاویٰ عالمگیری) (۱)

لا یقال ان شھادۃ نبی بخش لیست من باب شھادۃ الا جیر للمستاجر فان المستاجر قد مات وانقطعت الاجارۃ بموتہ والشھادۃ للاولیاء فان نفعھا عائد الیھم لانا نقول مبنی الرد انما ھو التھمۃ وھی موجودۃ ھھنا و ایضا ان القصاص موجبہ موجب الوارثۃ عند ابی یوسف و محمد حتی یثبت الملک فیہ للمورث ابتداء ثم للوارث ولذا لوانقلب مالا یکون لہ فعلی ھذا رجوع نفع شھادۃ الاجیر الی مستاجرہ لازم کانہ یشھد لہ والموضع احتیاط فیجب التحرز عن الشبھۃ واللہ اعلم (کفایۃ اللہ)

وجہ سوم۔ لفظ شہادت کا ذکر کرنا بھی شرط مقبولیت ہے اور یہ کسی گواہ کے بیان میں نہیں ہے اور یہ لفظ ''حلف مذہبی بیان کرتا ہوں'' قائم مقام لفظ شہادت کے نہیں ہو سکتے۔ لما مرمن عبارۃ الھدایۃ وفی الھندیۃ (۲) وھل نشترط لفظۃ الشھادۃ قال مشائخ بلخ و مشائخ بخار انشترط وقال مشائخ العراق لا نشترط کذافی المحیط والقدوری اعتمد علی الاول و علیہ الفتوی کذافی الخلاصۃ وجہ چہارم۔ گواہان ثلثہ میں سے کسی گواہ کے بیان سے یہ ثابت نہیں کہ پیٹ کا زخم جو سبب موت ہوا ہے وہ اس نے جمیل احمد کے چاقو سے لگتے ہوئے دیکھا ہے پیٹ پر چاقو چلانا سب بیان کرتے ہیں اسی طرح کپڑوں اور مقتول کے پاؤں پر خون بہتا ہوا دیکھنا سب بیان کرتے ہیں' لیکن یہ کوئی نہیں کہتا کہ چاقو سے پیٹ میں زخم لگتے میں نے دیکھا ہے۔

پس یہ وجوہ اربعہ اس بات کو مستلزم ہیں کہ حکم قصاص اس شہادت پر نہیں دیا جا سکتا لیکن قصاص کا مندفع ہو جانا اس امر کو بھی مستلزم نہیں کہ جمیل احمد بالکل بری سمجھا جائے قصاص چونکہ شبہ سے بھی ساقط ہو جاتا ہے اس لئے اس کے سقوط سے برأت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس پر دیت مغلظہ و کفارہ لازم ہوگا واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم کتبہ محمد کفایت اللہ 'مدرس مدرسہ امینیہ' سنہری مسجد دہلی ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء

تلوار سے بھی تیز آلہ سے قصاص لینا بنسبت تلوار کے اولیٰ ہے۔

(سوال) تلوار سے استیفائے قصاص میں بسا اوقات بلکہ ہمیشہ یہ صورت پیش آتی ہے کہ دو تین مرتبہ بھی تلوار مارنے سے جب گردن علیحدہ نہیں ہوتی تو اس کو بحالت گر جانے کے تلوار کو بطور چھری کے گردن پر چلایا جاتا ہے گویا ذبح کیا جاتا ہے تو اگر استیفائے قصاص تلوار سے نہ کیا جائے بلکہ بجائے تلوار

---

(۱) الفصل الثالث فیما لا یقبل شھادتہ للتھمۃ ۳ / ۴۷۰ ط ماجدیہ کوئٹہ

(۲) الباب الاول فی تعریفھا و رکنھا و سبب ادائھا ۳/ ۴۵۱ ط ماجدیہ کوئٹہ

کوئی دوسرا آلہ دھاردار ایسا استعمال کیا جائے کہ وہ آلہ قاتل کی گردن کے محاذ میں اوپر سے چھوڑا جائے اور وہ آلہ ایسا تیز ہو اور اس کے ساتھ بوجھ ہو کہ یکایک گردن قاتل پر گرے اور فوراً اپنی تیزی اور ثقل کی وجہ سے گردن کاٹ کر الگ کردے یہ صورت شرعاً جائز ہوگی یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۷۶۴ حضرت مولانا محمد حسن صاحب دفتر دارالقضاء بھوپال ۱۴ رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء۔

(جواب ۱۸۱) حنفیہ نے قصاص کے بارے میں یہ ضرور کہا ہے ولا یقاد الا بالسیف (۱) یعنی استیفائے قصاص صرف تلوار کے ذریعہ سے کیا جائے مگر اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ قتل کی دوسری صورتوں کو مثلاً پتھر سے کچل دینا پانی میں غرق کردینا لاٹھیوں سے مار کر ہلاک کردینا اختیار نہ کیا جائے بلکہ دھاردار آلہ سے ہی قتل کیا جائے تلوار کی شخصی صورت مراد نہیں ہے بلکہ نیزہ و خنجر کی اجازت بصراحت موجود ہے وفی الدرر عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت و به صرح فی المضمرات حیث قال والتخصیص باسم العدد لا یمنع الحاق غیره به الا تری انا الحقنا الرمح والخنجر بالسیف فی قوله علیه السلام لا قود الا بالسیف انتهی (درمختار) (۲) و الحق ان یکون المراد بالسیف فی الحدیث المزبور السلاح مطلقا بطریق الکنایة کما اشار الیه المصنف بقوله والمراد به السلاح (فتح القدیر) (۳) و عن عبدالله بن مسعود واخرجه البیهقی ایضاً من الحدیث ابراهیم عن علقمة عنه ولفظة لا قود الا بالسلاح (عینی شرح بخاری) (۴) پس صورت مسئولہ میں جس آلہ جارحہ کا ذکر ہے وہ سلاح میں داخل ہے اور بوجہ اس کے کہ اس کے ذریعہ سے استیفائے قصاص میں مقتول کو زیادہ تکلیف نہیں بلکہ تلوار کی نسبت اس کے لئے آسانی ہے بجائے تلوار کے اس کو کام میں لانا اولیٰ ہوگا لقوله علیه السلام ان الله تبارك و تعالیٰ کتب الاحسان علی کل شئی فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة (الحدیث رواه مسلم (۵) کذافی المشکوة)(۶) والمراد بها المستحقة قصاصاً او حداً والا حسان فیها اختیاراً سهل الطرق واقلها ایلاماً (مرقاة شرح مشکوة)(۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) تنویر الابصار مع رد المحتار' فصل فیما یوجب القود ومالا یوجبه ۵۳۷/۶' ط سعید
(۲) ایضاً
(۳) باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبه ۲۶۱/۸' ط مصر
(۴) باب سوال القاتل حتی یقر والا قرار فی الحدود ۳۹/۲۴ ط بیروت
(۵) باب الامر باحسان الذبح والقتل و تحدید الشفرة ۱۵۲/۲' ط قدیمی کتب خانه' کراچی
(۶) کتاب الصید والذبائح' الفصل الاول ص ۳۵۷' ط سعید
(۷) حواله بالا' ۱۱۵/۸ ط امدادیه' ملتان

مظلوم مقتول حملہ کرنے والے کو بھی قتل کر دے تو ظالم کا خون رائیگاں ہے' مظلوم کا قصاص یا دیت واجب ہے.

(سوال) شخصے زمین خود بندوبست کرد شخصے دیگر گفت بہ صاحب زمین کہ من ایں بند را بستن نہ دہم۔ شخص صاحب زمین گفت بوے یعنی بہ مدعی باطل بیا روئیم من و تو نزد حکومت یا نزد قاضیش تا کہ فیصل منتظم پذیرد مگر مدعی باطل قبول نہ نمود پس بعد انکارش صاحب زمین بستن زمین خود شروع کرد آں مدعی باطل بر آشفت و آمد بر آں زمین و یک شخص دیگر ہمراہ و لعن طعن کردن۔ و چند طمانچہ زدند و بعدہ صاحب زمین کار خود گذاشت کہ طرف حکومت می رود و روانہ شد پس پسران مدعی' باطل معہ شخصے دیگر رفتند و بزدندش الحاصل این ست کہ صاحب زمین را کشتند و صاحب زمین ہم پسر مدعی باطل را کشت ازاں دو۔

المستفتی نمبر ۱۶۴۷ مولوی عبدالرحمان (کاٹھیاواڑ) ۲۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء۔

(ترجمہ) ایک شخص اپنی زمین کا بندوبست کر رہا تھا ایک دوسرے آدمی نے مالک زمین سے کہا کہ میں بندوبست نہیں کرنے دوں گا۔ مالک زمین نے مدعی باطل سے کہا کہ آؤ ہم تم حاکم کے پاس چلیں اور فیصلہ کرالیں مگر وہ مدعی باطل اس پر راضی نہ ہوا اور مالک زمین نے بھی اپنی زمین کا بندوبست شروع کر دیا۔

اس پر مدعی باطل آمادہ فساد ہو گیا' اور ایک اور آدمی کے ہمراہ مالک زمین سے مار پیٹ شروع کر دی پھر مالک زمین نے اپنا کام چھوڑ کر حاکم کے پاس جانے کا ارادہ کیا اس کے بعد مدعی باطل کے لڑکے اور ایک تیسرا شخص آئے اور مالک زمین کو قتل کر دیا۔

اور مالک زمین نے بھی مدعی باطل کے دو لڑکوں میں سے ایک کو قتل کر دیا۔

اس کا حکم شرعاً کیا ہے؟

(جواب) (از مولانا عبدالرحمٰن صاحب) لا علم لنا الا ما علمتنا الخ خون پسر مدعی باطل ہدر و عاطل است و خون صاحب زمین باقی و ثابت است بر کشندہ معین مدعی باطل چنانچہ منقول است در ہدایہ

(ترجمہ) مدعی باطل کے لڑکے کا خون ہدر اور عاطل (رائیگاں) ہے اور مالک زمین کا خون مدعی باطل کے ان مددگاروں پر باقی و ثابت ہے جو اس قتل میں شریک تھے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

در ہدایہ : ومن شھر علی المسلمین فعلیھم ان یقتلوہ لقولہ علیہ السلام من شھر علی المسلمین سیفاً فقد اطل دمہ ولانہ باغ فتسقط عصمتہ ببغیہ و فی سرۃ (الجامع الصغیر) ومن شھر علی رجل سلاحاً لیلاً او نھاراً او شھر علیہ عصاً لیلاً فی مصر او نھاراً فی طریق فی غیر مصر فقتلہ المشھور علیہ عمداً فلا شئی علیہ لما بینا وھذا لان السلاح لا یلبث فیحتاج الی دفعہ بالقتل و العصا الصغیرۃ وان کان یلبث ولا کن فی اللیل لا یلحقہ الغوث فیضطر الی دفعہ بالقتل وکذافی النھار فی غیر المصر فی الطریق لا یلحقہ الغوث فاذا قتلہ

کان دمه هدراً قالو ا فان کان عصا لا تلبث یحتمل ان یکون مثل السلاح عندهما هدایه(۱) باب القصاص واللہ اعلم

بندہ عبدالرحمن ابن رمضان بلوچ باہوائی تابع ایران۔ سندیافتہ از مولانا برکات احمدؒ ٹونکی۔

(جواب ۱۸۲) (از حضرت مفتی اعظمؒ) ہاں عین حملہ کی حالت میں اگر مظلوم نے حملہ کرنے والے ظالم کو قتل کر دیا تو ظالم مقتول کا خون ہدر ہوتا ہے اور مظلوم کے خون کا قصاص یا دیت (جیسی صورت ہو) واجب ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

استاذ کے جائز ڈرانے دھمکانے سے بچہ جان دیدے تو استاذ پر گناہ نہیں!

(سوال) اگر کوئی نابالغ بچہ کسی مربی استاد یا آقا کے خوف و دہشت یا ڈرانے دھمکانے سے یکا یک خوف زدہ ہو کر جان دیدے یا خودکشی کرے یا فرار ہونے کی نیت سے نکل جائے اور راستہ میں لقمہ اجل بن جائے تو اس کا عذاب کس پر عائد ہوگا جب کہ مربی یا آقا کی نیت اس کی فلاح و بہبودی کی ہو اگر یہ گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیا ادا کرنا ہوگا آیا ڈرانے دھمکانے والے اس سے مستثنیٰ ہوں گے ؟ المستفتی نمبر ۱۶۸۶ محمد مظہر الدین صاحب (امبا) ۵ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۸۳) اگر مربی استاد آقا نے بچہ کو جائز حدود کے اندر تنبیہ کی ڈرایا دھمکایا مارا اور بچہ نے خوفزدہ ہو کر جان دیدی یا بھاگا اور اس میں لقمہ اجل ہو گیا تو اس کا گناہ اس مربی استاد و آقا پر نہ ہوگا(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

پانچواں باب
قتل اور خودکشی

قاتل غیر اسلامی حکومت کے فیصلہ پر دس سال سزا کاٹ کر آزاد ہو جائے تو گناہ سے بری الذمہ سمجھا جائے گا اور ثاء کو خون بہا دینا ہوگا!

(سوال) ایک شخص جو ایک مسلمان کو بے گناہ قتل کرنے کے جرم میں از روئے تعزیرات ہند انگریزی فیصلہ عدالت کے مطابق سات یا دس سال قید بھگت چکا ہو کیا شرعاً بھی اس کے لئے یہی سزا کافی سمجھی جائے گی۔؟

---

(۱) باب ما یوجب القصاص و ما لا یوجبه ٤/٥٦٧ ط مکتبه شرکت علمیه' ملتان

(۲) فضرب التادیب مقید لانه مباح' و ضرب التعلیم لأنه واجب و محله فی الضرب المعتاد (الدر المختار مع رد المحتار' فصل فی الفعلین ٦/٥٦٦' ط سعید)

اور کیا وہ شخص مقتول کے وارثوں کو خون کا معاوضہ دیئے بغیر اس گناہ سے بری الذمہ سمجھا جائے گا اور اگر مذکورہ بالا سزا قاتل کے حق میں شرعی سزا نہ سمجھی جائے اور نہ ہی مقتول کے وارثوں کو خون کا معاوضہ دیا گیا ہو تو ایسی حالت میں وہ شخص (قاتل) امامت کے لائق ہے یا نہیں؟ **المستفتی نمبر ۲۶** سید شاہ محمود۔ کراچی۔ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۷ / اگست ۱۹۳۳ء

(جواب) (از نائب مفتی) اگر در حقیقت یہ شخص قتل کے جرم کا مرتکب ہے تو مقتول کے ورثہ کا حق قصاص کا یا دیت یعنی خون کا معاوضہ مالی ہوگا اور یہ سزا مرقوم کافی نہ ہوگی (۱) لہذا یہ شخص جب تک کہ ورثہ کے لئے حق خون کا ادا نہیں کرے گا یا معافی نہیں مانگے گا اور توبہ نہیں کرے گا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔ (۲) فقط واللہ اعلم۔

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ

الجواب صحیح۔ بندہ محمد یوسف عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

(جواب ۱۸۴) (از حضرت مفتی اعظمؒ) جواب صحیح ہے مگر کسی شخص کو قاتل قرار دینے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اقرار کرے یا کسی باقاعدہ شرعی عدالت میں اس کے اوپر شہادت شرعیہ سے جرم قتل ثابت ہو گیا ہو (۳) اور اگر یہ صورت نہ ہو تو عام مسلمانوں کو اس امر کا یقین کرنا کہ فلاں شخص قاتل ہے اور اس کے ساتھ قتل کی طرح معاملات کرنا درست نہیں۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ مدرسہ امینیہ، دہلی

کیا قومی مفاد کے لئے خودکشی گناہ کبیرہ ہے......؟

(سوال) زید نے قومی مفاد کے لئے اپنی جان کو بندوق چاقو یا زہر سے یا اپنی جان کو بھوک اور پیاس میں رک کر ہلاک کرنے کا ارادہ کیا یہ فعل عمداً ہے کیونکہ لوگ اس کو روکتے ہیں مگر وہ باز نہیں آتا کیا ایسے شخص کو مرنے کے بعد شہید کہا جائے گا؟ **المستفتی نمبر ۵۵۲** مولانا ابوالوفاق (ضلع ہزارہ) ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۸۵) جو فعل براہ راست قتل ہے مثلاً اپنے ہاتھ سے چھری یا چاقو سے اپنا گلا کاٹ لیا یا پیٹ پھاڑ ڈالا یا بندوق یا پستول سے گولی مار لی یا خود کو کنویں میں گرا دیا یا تنور میں کود پڑا یہ تو خودکشی ہے اور

---

(۱) وموجبه القود عيناً فلا يصير مالاً الا بالتراضى (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار : كتاب الجنايات ٦/ ٥٢٩ ط سعيد)

(۲) و تكره امامة عبد واعرابى وفاسق (تنوير الابصار) قال المحقق فى الشامية (قوله :وفاسق) من الفسق وهو الخروج من الاستقامة و لعل المراد به من ير تكب الكبائر، كشارب الخمر والزانى و آكل الربوا و نحو ذلك (باب الامامة ١/ ٥٦٠ ط سعيد)

(۳) والطريق فيما يرجع الى حقوق العباد المحضه عبارة عن الدعوىٰ والحجة، وهى اما بالبينة اوالا قرار (رد المحتار : مطلب الحكم الفعلى، ٥/ ٣٥٤ ط سعيد)

یقیناً گناہ کبیرہ ہے(۱) اور جو فعل کہ براہ راست قتل نہیں ہے بلکہ مفضی الی القتل ہو سکتا ہے مثلاً تنہا ہزاروں دشمنوں پر حملہ کر دیا ان کی صفوں میں گھس گیا یا کھانا ترک کر دیا کہ جب تک فلاں مطالبہ پورا نہ ہو گا کھانا نہ کھاؤں گا ایسے افعال اچھی نیت سے اچھے اور بری نیت سے برے ہو سکتے ہیں یعنی ان کو علی الاطلاق خود کشی قرار دینا اور بہر صورت حرام اور گناہ کہہ دینا درست نہیں(۲) محمد کفایت اللہ

خود کشی کرنے والے کی مغفرت کے لئے ورثا صدقہ و استغفار کریں.

(سوال) ایک شخص نے عمداً اپنے نفس کو بذریعہ بندوق ہلاک کر دیا اور پوسٹ مارٹم ہونے کے بعد دفن ہوا۔ چونکہ آیت کریمہ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق (۳) ہے اور دوسری جگہ فرمایا ومن یقتل مؤمنا متعمداً فجزائه جهنم خالداً فیها و غضب اللہ علیه و لعنه واعدله عذاباً الیماً (۴). اس سے صاف ظاہر ہے کہ عذاب میں مبتلا ہو گا اب اس کی تلافی کے لئے اس کے پسماندگان کیا کریں؟ المستفتی نمبر ۸۹۳ نواب لئیق احمد خاں۔ پانی پت ۶ صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۸۶) دوسری آیت کا مضمون اس شخص پر عائد نہیں ہوتا جس نے خود کشی کر کے اپنی جان کو ضائع کر دیا تاہم خود کشی ایک گناہ اور سخت گناہ ہے (۵) اور اب متوفی کے وارث اس کی مغفرب کے لئے استغفار اور صدقہ ہی کر سکتے ہیں ان کے اختیار میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کریں حق تعالیٰ غفار ورحیم ہے اور جو ممکن ہو صدقہ کر کے ایصال ثواب کریں (۶) لیکن صدقہ ترکہ مشترکہ میں سے نہ کیا جائے اور اس کام کے لئے قرض بھی نہ لیا جائے۔

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ٬ دہلی

---

(۱) ومن قتل نفسه ولو عمداً یغسل ویصلی علیه به یفتی وان کان اعظم وزراً من قاتل غیره (تنویر وشرحه) قال المحقق فی الشامیه (قوله به یفتی) لانه فاسق غیر ساع فی الارض بالفساد وان کان باغیاً علیٰ نفسه کسائر فساق المسلمین (مطلب فی صلوٰة الجنازه ۲/۲۱۱٬ ط سعید)

(۲) بنی اسرائیل : ۳۳

(۳) النساء : ۹۳

(۴) لکن ذکر فی شرح السیر : انه لا باس ان یحمل الرجل وحده وان ظن انه یقتل اذا کان یصنع شیئاً بقتل او بجرح او بهزم فقد فعل ذلک جماعة من الصحابة بین یدی رسول اللہ ﷺ یوم احد و مدحهم (رد المحتار٬ مطلب اذا علم انه یقتل یجوز له ان یقاتل٬ ۴/۱۲۷ ط سعید) قال النبی ﷺ : انما الاعمال بالنیات وانما لامرء ما نوی (الحدیث) (صحیح البخاری٬ باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ ۱/۲ ط قدیمی کتب خانه٬ کراچی)

(۵) ومن قتل نفسه ولو عمداً یغسل و یصلی علیه به یفتی وان کان اعظم وزراً من قاتل غیره (تنویر و شرحه) قال المحقق فی الشامیه (قوله : وبه یفتی) لانه فاسق غیر ساع فی الارض بالفساد وان کان باغیاً علی نفسه کسائر فساق المسلمین (مطلب فی صلوٰة الجنازه ۲/۲۱۱٬ ط سعید)

(۶) صرح علمائنا فی باب الحج عن الغیر : بان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰةً او صوماً او صدقةً او غیرها (رد المحتار٬ مطلب فی القراة للمیت واهداء ثوابها له٬ ۲/۲۴۳٬ ط سعید)

قاتل جرم قتل پر پھانسی دی جانے سے پہلے توبہ کرے تو نجات کا مستحق ہو سکتا ہے!

(سوال) متعلقہ توبہ قاتل

(جواب ۱۸۷) اگر قاتل کو اس کے جرم قتل میں پھانسی دی جائے اور پھانسی پانے والا پھانسی سے پہلے توبہ بھی کرلے تو امید ہے کہ وہ آخرت میں نجات کا مستحق ہو(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

چھٹا باب
سرقہ

چوری کی ہوئی رقم مالک کو واپس کی جائے.

(سوال) ایک سیٹھ جس کا بیوپار پردیس میں ہے اس کے ہاں دو نوکر ہیں زید اور بکر سیٹھ کی دکان سے زید اور بکر نے مل کر پوشیدہ طریقہ پر روپیہ چوری کیا زید اپنی مدت ملازمت پوری ہونے پر روپیہ ساتھ لیکر وطن کی طرف روانہ ہوا راستے میں بمبئی ٹھہرا اور وہاں کسی دوکان پر چورایا ہوا روپیہ اپنے نام پر رکھنا چاہا شبہ ہونے پر اس سے روپیہ کی بابت سوال کئے گئے آخر اس نے قبول کیا کہ ایک تہائی روپیہ خود نے اور باقی روپیہ بکر نے سیٹھ کی دکان سے چرایا ہے بکر اس بات کا قطعی انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سراسر الزام ہے فی الحال وہ روپیہ سیٹھ کے پاس ہے اور وہ ایسا روپیہ کسی کار خیر میں صرف کرنا چاہتا ہے ازروئے شریعت ایسا روپیہ کن کن کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے اگر مسلمان میت خانہ تیار کرنے میں صرف کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۳۵۶ حاجی رحمت اللہ (بانٹوا کاٹھیاواڑ) ۷ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۸۸) جس قدر روپے کا زید نے اقرار کیا ہے کہ اس نے سیٹھ کی دکان سے چورایا ہے اس قدر روپیہ سیٹھ کی ملک ہے اور سیٹھ اس کو جس کام میں چاہے صرف کر سکتا ہے میت خانہ بنانے میں بھی صرف ہو سکتا ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ایضاً

(سوال) جواب فتویٰ ملا۔ شکریہ بکر گو اس بات کا انکار کرتا ہے کہ اس نے سیٹھ کی دکان سے روپیہ چرایا

---

(۱) لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ' لا تصح توبۃ القاتل) ای لا تکفیہ التوبۃ وحدھا قال فی تبیین المحارم' واعلم ان توبۃ القاتل لا تکون بالا ستغفار والندامۃ فقط' بل یتوقف علی رضاء اولیاء المقتول بان کان القتل عمدا لا بدان یمکنھم من القصاص منہ (فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ' ۶/ ۵۴۹ ط سعید)

(۲) واذا قطع السارق و العین قائمۃ فی یدہ ردت علی صاحبھا لبقائھا علی ملکہ کذافی الھدایۃ (عالمگیریہ' الفصل الرابع فی کیفیۃ القطع واثباتہ' ۲/ ۱۸۴' ط ماجدیہ کوئٹہ)

مگر چونکہ زید اس بات کی کہ اس نے چرایا ہے گواہی دیتا ہے اور بکر خود یہ منظوری دیتا ہے کہ دو تہائی چوری شدہ روپیہ (جو زید کہتا ہے کہ بکر نے چرایا ہے) کے لئے سیٹھ کو حق ہے چاہے جس طور پر استعمال کرے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بکر نے چرایا ضرور ہے مگر خود کو الزام سے بری رکھنے کے لئے انکار کرتا ہے فی الحال وہ دو تہائی چوری کردہ روپیہ بھی سیٹھ کے پاس ہے اور ایسی حالت میں جب کہ مشکوک بکر نے سیٹھ کو حق دیا ہے روپیہ کس طور پر استعمال کیا جائے ؟ **المستفتی نمبر ۳۵۷** حاجی رحمت اللہ (بانٹوا۔ کاٹھیاواڑ)

(**جواب ۱۸۹**) جب بکر اس دو تہائی روپیہ کی بابت خود مدعی نہیں یعنی اپنی ملک ہونا بیان نہیں کرتا تو گویا زید اور بکر دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ وہ روپیہ سیٹھ کی ملک ہے گو اس کے حاصل کرنے کی صورت میں باہم اختلاف ہے اس لئے وہ روپیہ بھی سیٹھ کی ملک ہے اور سیٹھ کو اس کے خرچ کرنے کا بھی اختیار ہے خواہ اپنے صرف میں لائے یا کسی کار خیر میں صرف کر دے (۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

مسروقہ مال مالک کو واپس کرنا یا اس سے معاف کرانا تکمیل توبہ کے لئے ضروری ہے!

(**سوال**) زید نے ڈاکہ اور چوریاں کیں جن لوگوں کا مال کھایا اب تک وہ لوگ یا ان کی اولادیں زندہ ہیں ان لوگوں سے مال مسروقہ خوردہ بخشوایا نہیں ایسی ہی سوکھی توبہ کی ہے تو کیا ایسی توبہ شرعاً مقبول ہے ؟ ڈاکہ زن کا زور جب ڈاکہ اور چوری پر نہ ہو سکے بوجہ مجبوری توبہ کرے اور پیری مریدی کرے تو ایسا آدمی قابل بیعت ہے یا نہیں ؟ **المستفتی نمبر ۴۱۴** فقیر محمد (ضلع ہزارہ) ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(**جواب ۱۹۰**) جن لوگوں کا مال ڈاکہ اور چوری سے لیا ہے ان کا مال واپس کرنا یا ان سے معاف کرانا تکمیل توبہ کے لئے ضروری ہے توبہ تو ہر وقت لازم ہے اگر طاقت کے وقت توفیق نہیں ہوتی تو جس وقت ممکن ہو اسی وقت کرے (۲) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

بغیر اجازت سے کاٹی ہوئی سرکاری جنگلات کی لکڑیوں کا خرید نا درست نہیں .

(**سوال**) زید ایک ریاست کا باشندہ ہے اور یہ ریاست مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت کرتی ہے' اور ہر طرح مذہبی آزادی دے رکھی ہے اس حالت میں زید سرکاری جنگلات کی ان لکڑیوں کو جن کا کاٹنا اور فروخت کرنا قانوناً ممنوع ہے چوروں سے کم قیمت پر خرید کر بیوپار کرتا ہے تو کیا اس قسم کی چوری کا مال

---

(۱) حوالہ بالا

(۲) وقسم يحتاج الى الزاد وهو حق الآدمي والزاد مافي الدنيا بالا ستحلال او رد العين او بدله (مرقاة المفاتيح :باب الكبائر و علامات النفاق ۱ / ۱۲۱ ط امداديه' ملتان)

خفیہ طریقہ سے خرید کر تجارت کرنا جائز ہے ؟اور کیاایسی چوری کے مال کے تاجر کی امامت جائز ہے ؟
المستفتی نمبر ۲۰۲۳ منشی رکن الدین صاحب (میسور) ۱۱ رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۳۷ء
(جواب ۱۹۱) قانونی چوری سے بچنا ناموس و حفاظت عزت کے لئے لازم ہے جو لوگ چوری سے لکڑیاں کاٹ لاتے ہیں وہ سرکاری قانونی مجرم ہیں اور اگر وہ جنگل خودرو اور مباح الاصل نہ ہوں تو شرعی جرم بھی ہے(۱) پس ایسی مشتبہ مال کو خریدنا درست نہیں(۲) تاہم کسی شخص خاص پر فرد جرم عائد کرنے کے لئے بہت باتوں کی تحقیقات لازم ہوگی اُس کے بعد کہیں امامت کے جواز یا عدم جواز کا معاملہ سامنے آئے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

شرکاء سے چوری چھپے شرکت کا مال بیچنے والے سے خریدنا جائز نہیں

(سوال) تین بھائی ہندو آپس میں شریک ہیں بڑا بھائی اندر باہر کا مالک ہے چھوٹے بھائی نے اپنے دونوں بھائیوں سے چھپا کر اٹھارہ روپے کی سرسوں بدست حافظ عبدالرحمٰن فروخت کر دی بعد خرید نے کے حافظ صاحب موصوف کو خیال ہوا کہ یہ چوری کا مال ہے ہم پیسے بھی خرچ کریں اور پھر بھی حرام کھائیں اب اس سے واپسی کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ ہمارے دونوں بھائی بھی ہم سے پوشیدہ طور پر فروخت کرتے ہیں ہم نے بھی اپنا مال سمجھ کر فروخت کیا ہے یہ چوری نہیں ہے اب اگر اس سے زیادہ اصرار واپسی پر کیا جاوے تو اس شرط سے واپس ہوگا کہ ہمارے ہی مکان پر کسی دوسرے بنیے کے ہاتھ پوشیدہ طور سے فروخت کرے گا جب ہمارا روپیہ وصول ہوگا۔ المستفتی مولوی عبدالرؤف خان۔ جگن پور

(جواب ۱۹۲) اگر اس بات کا علم ہو کہ یہ شخص شرکت کا مال چوری سے بیچتا ہے اور رقم خود اڑا لیتا ہے تو خریدنا ناجائز ہے اور خریدا ہوا مال واپس کرنا ضروری ہے اگر وہ واپس نہ کرے تو اس سے کہا جائے کہ ہم تیرے شرکاء سے کہہ کر واپس کرائیں گے اس مال کو لینا اور خود اس کی بیع کرنا یا اپنے کام میں لانا جائز نہیں(۳) نیز اس کو موقع دینا کہ وہ خریدار کے مکان میں چوری سے بیع کرے ناجائز ہے(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) اما ان یکون ضررها بذی المال' او به وبعامة المسلمین' فالاول یسمی بالسرقة الصغری' والثانی بالکبری...... ای لان المعتبر فی کل منهما اخذ المال خفیة لکن الخفیة فی الصغری هی الخفیة عن عین المالك و من یقوم مقامه کالمودع المستعیر' وفی الکبری عن عین الامام الملتزم حفظ طرق المسلمین و بلادهم (ردالمحتار : کتاب السرقة ۸۲/٤ ط سعید)
(۲) الحرام ینتقل (الدرالمختار) قال المحقق فی الشامیة : ای تنتقل حرمته وان تداولته الا یدی وتبدل الاملاك (باب المبیع الفاسد' ۹۸/۵ ط سعید)
(۳) مرجع سابق
(٤) قال الله تعالیٰ : "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" (المائدة : ۲)

ساتواں باب
بدکاری وزنا

محرم عورت سے زنا کرنے والا فاسق ہے، ایسے شخص سے تاوقت توبہ قطع تعلق کیا جائے.

(سوال) کوئی شخص اپنی محرمات یعنی بہن اور ماں اور خالہ وغیرہ سے مرتکب زنا ہو رہا ہے ایسے شخص کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے کافر ہو گیا ہے یا مسلمان رہا؟ اس کے ذمہ کس درجہ کا گناہ ہے؟
(۲) ایک شخص ایک فاحشہ عورت سے مرتکب زنا ہے یعنی رنڈی سے۔ اس رنڈی کی ایک لڑکی ہے نہیں معلوم کہ اس شخص کے نطفے سے ہے یا اور کسی شخص کے نطفے سے۔ غرضکہ شخص مذکور رنڈی مذکورہ سے بھی اور اس کی بیٹی سے بھی مرتکب زنا ہے اس زانی کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

(جواب ۱۹۳) گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہوتا فاسق ہوتا ہے ہاں اگر ماں، بہن وغیرہ محرمات کے ساتھ زنا کو حلال بھی سمجھے تو کافر ہو جائے گا(۱) لیکن یہ بات مسلمان کی طرف بلا کسی قوی دلیل کے منسوب نہیں کر سکتے اسی طرح دوسری صورت کا جواب ہے کہ ان دونوں صورتوں میں زانی مذکور فاسق ہے شریعت محمدیہ میں اس پر حد زنا لازم ہے لیکن اقامت حدود کا زمانہ نہیں ہے(۲) اس لئے مسلمانوں کو لازم ہے کہ زجراً و توبیخاً ایسے شخص سے تعلقات اسلامیہ سلام کلام مخالطت وغیرہ ترک کر دیں اور جب تک وہ توبہ نہ کرے اور اس کی توبہ کا خلوص قرائن سے معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے مجانبت قائم رکھیں(۳) واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ۔ مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی

جانور سے بدکاری کرنے والا فاسق ہے، جانور بدکار کے حوالہ کر کے قیمت لی جائے.

(سوال) ایک شخص نے ایک گائے اور ایک بکری سے زنا کیا اب اس گائے اور بکری کو کیا کیا جائے ان سے نفع حاصل کیا جائے یا نہیں اور زانی کے لئے کیا حکم ہے اور اس حیوان کا تاوان کس کو دینا پڑے گا؟

(جواب ۱۹۴) جس گائے بکری سے زنا کیا گیا اس کو ذبح کر ڈالنا چاہئے اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں اور زانی کو صرف زجر و توبیخ کی جائے۔ **ولا یحد بوطی بھیمة بل یعزر و تذبح ثم تحرق**

---

(۱) من استحل حراماً قد علم فی دین النبی ﷺ تحریمه کنکاح المحارم فکافر (ردالمحتار، باب زکاۃ الغنم، مطلب استحلال المعصیة کفر ۲/۲۹۲ ط سعید)

(۲) فیشترط الامام لاستیفاء الحدود (رد المحتار: فصل فیما یوجب القود ومالا یوجبه، ۶/۵۴۹ ط سعید)

(۳) فتبین هذا السبب المسوغ للهجر وهو عن صدرت منه معصیة علیها لیکف عنها وقال المهلب غرض البخاری فی هذا الباب: ان یبین صفة الهجران الجائز، وانه یتنوع بقدر الجرم فمن کان من اهل العصیان یستحق الهجران بترک المکالمه کما فی قصة کعب وصاحبیه (فتح الباری بشرح صحیح البخاری، باب ما یجوز عن البحران لمن غصی، ۱۰/۴۱۵ ط مکتبه مصطفی مصر)

و یکرہ الانتفاع بھا حیۃ و میتۃ (درمختار) قیمت کا تاوان زانی کے ذمہ ہوگا۔ قال فی الخانیۃ کان لصاحبھا ان یدفعھا الیہ بالقیمۃ (رد المحتار) (۱) مگر یہ نہیں کہ مالک اپنے جانور کو خود ذبح کردے اور زانی سے خواہ مخواہ قیمت لے لے اگر خود ذبح کردے گا تو زانی پر اس کی قیمت دینا واجب نہیں بلکہ جانور کو اس کے حوالے کر کے اس سے قیمت لے لے۔

(جواب دیگر) ثبوت وطی بہیمہ کے لئے اقرار وطی کافی ہے اگر وہ اقرار نہ کرے اور مالک مدعی ہو تو شہادت سے اثبات ضروری ہوگا تاکہ واطی سے قیمت دلوائی جاسکے بہیمہ موطوءۃ سے انتفاع مکروہ تحریمی ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دارالحرب میں زانی اور زانیہ پر حد جاری نہیں ہو سکتی' ان سے تاوقت توبہ قطع تعلق کیا جائے.

(سوال) اگر محصن و محصنہ زنا کنند پس ثبوت رجم حق شاں مبنی بر کیست دلیلش چیست نیز صورت ہذا اگر بدارالحرب بوقوع آمد کہ دریں دیار اجرائے حکم شرعی یک قلم سلب است پس بدیں ہنگام مجبوری علماء دین راچہ حکم باید داد؟ المستفتی نمبر ۱۱۱۲ محمد عبدالحکیم صاحب (مالدہ) ۷ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۳۶ء

(ترجمہ) اگر شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں تو رجم کا ان پر نفاذ کس دلیل پر مبنی ہے؟ اور اگر دارالحرب میں ایسی صورت پیش آئے جہاں احکام شرعیہ کا اجرا ممکن نہیں تو علمائے دین کو کیا حکم نافذ کرنا چاہئے؟

(جواب ۱۹۵) تنفیذ حدود شرعیہ در دارالاسلام باشد۔ در دارالحرب بادشاہ اسلام نیز تنفیذ حدود شرعیہ نمی تواند کرد پس در ہندوستان کہ دارالحرب است امکان اقامت حدود معدوم (۳) علماء امت را لازم کہ زانی و زانیہ راایں قدر زجر کنند کہ در استطاعت ایشاں باشد و مصادم قانون حکومت نبود۔ مثلاً حکم مقاطعہ کنند یعنی تاوقتیکہ زانی و زانیہ توبہ نکنند کسے بایشاں تعلقات معاشرت ندارد (۴)

(ترجمہ) حدود شرعیہ کی تنفیذ دارالاسلام میں ہو سکتی ہے دارالحرب میں بادشاہ اسلام بھی حدود شرعیہ کا نفاذ نہیں کر سکتا۔ پس ہندوستان جو دارالحرب ہے اس میں اقامت حدود ممکن نہیں ہے علمائے امت پر

---

(۱) باب الوطء الذی یوجب الحدو الذی لا یوجبہ مطلب فی وطء الدابۃ' ۴/۲۶ ط سعید

(۲) حوالہ بالا

(۳) وزار الکمال فی دارالاسلام لانہ لاحد بالزنا فی دار الحرب (تنویر الابصار و شرحہ مع رد المحتار' مطلب الزنا شرعاً لا یختص بما یوجب الحد ۴/۵ ط سعید)

(۴) قال المھلب غرض البخاری من ھذا الباب: ان یبین صفۃ الھجران الجائز' وانہ یتنوع بقدر الجرم' فمن کان من اھل العصیان یستحق الھجران بترک المکالمہ کما فی قصۃ کعب وصاحبیہ (فتح الباری بشرح صحیح البخاری' باب ما یجوز من الھجر ان لمن عصی ۱۰/۴۱۵ ط مکتبہ مصطفی' مصر)

لازم ہے کہ زانی وزانیہ کو اپنی طاقت بھر زجر کریں جو قانون وقت سے متصادم نہ ہو مثلاً مقاطعہ کا حکم دیں یعنی جب تک زانی وزانیہ توبہ نہ کریں اس وقت تک کوئی ان سے میل جول نہ رکھے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کیا زانی اور زانیہ کو قاضی کے فیصلے کے بغیر قتل کرنا جائز ہے؟

(سوال) زید نے اپنی بیوی کو دوسرے شخص سے زنا کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا تو زید زانی وزانیہ کو بلا فیصلہ قاضی قتل کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر نہیں کر سکتا تو دونوں کو کیا سزا دیجائے اگر بیوی توبہ کرتی ہے تو کیا جائز ہے کہ توبہ کرنے پر اس کو معافی دے دی جائے؟ المستفتی نمبر ۱۲۷۳ عبدالحیط خاں صاحب (سندھ) ۱۴ شوال ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۹۶) زانی کو اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھ لے تو اس کو خود قتل کرنا نہیں چاہئیے کہ یہ قانون کا اپنے ہاتھ میں لینا ہے قاضی کے سامنے پیش کرے لیکن اگر جوش غضب میں خود قتل کر دے تو وہ عند اللہ قتل پر ماخوذ نہ ہوگا ہاں قانوناً مجرم قرار دیا جائے گا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیٹے کی زوجہ سے ناجائز تعلق رکھنے والا شخص فاسق ہے' اس سے تا وقت توبہ قطع تعلق کیا جائے.

(سوال) ایک شخص کا اپنے بیٹے کی زوجہ سے ناجائز تعلق ہے اب اس نے اس الزام سے بچنے کے لئے اس عورت کا نکاح بھی کر دیا ہے مگر شوہر کے پاس نہیں بھیجتا اس کے متعلق مسلمانوں کو کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئیے یعنی اس کے ساتھ تعلقات رکھیں یا منقطع کر دیں اور شوہر بھی گناہ گار ہوگا یا نہیں کہ وہ جانتے ہوئے بھی نہیں لے جاتا۔ المستفتی نمبر ۱۹۳۵ حافظ غلام حسین صاحب (ریاست جنید) ۲۰ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۹۷) یہ شخص بدکار ہے جو بیٹے کی زوجہ سے ناجائز تعلق رکھتا ہے لوگوں کو اس کا بائیکاٹ کر دینا چاہئیے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) اختلف فیمن قتل رجلاً وزعم انه وجد قدزنی با مراته فقال جمهور هم' لا یقبل بل یلزمه القصاص الا ان تقوم بذلك بنية او تعترف به ورثة القتیل والبینة اربعة من عدول الرجال یشهد ون علی نفس الزنا و یکون القتیل محصنا واما فیما بینه و بین الله تعالیٰ فان کان صادقاً فلا شئی علیه (عمدة القاری للعینی : کتاب التفسیر باب قوله عزو جل والذین یرمون ازواجهم الخ ۱۹/۷۵ ' ط ادارة الطباعة المنیریة' بیروت) (۲) قال المهلب غرض البخاری من هذا الباب؟ ان یبین صفة الهجران الجائز' وانه یتنوع بقدر الجرم' فمن کان من اهل العصیان یستحق الهجران بترك المکالمة کما فی قصة کعب و صاحبیه (فتح الباری بشرح صحیح البخاری' باب ما یجوز من الهجران لمن عصی ۱۰/۴۱۵' ط مکتبه مصطفی' مصر)

جانور سے بدکاری کرنے والا فاسق ہے، اس سے تاوقت توبہ قطع تعلق کیا جائے ؟

(سوال) ایک مسلمان بالغ نے ایک شیر دار بھینس کے ساتھ زنا کیا ہے اسلامی حکومت ہو تو اس آدمی کو کیا سزا دی جائے اور اس بھینس کو کیا کیا جائے ؟ المستفتی نمبر ۲۸۰۲ محمد انعام الحق دہلی کینٹ ۸ رمضان ۱۳۵۶ھ

(جواب ۱۹۸) بھینس کے ساتھ حرام کاری کرنے والا گناہ گار ہے جانور تو غیر مکلّف اور بے سمجھ ہے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے ہاں اس خیال سے کہ لوگ اس جانور کو دیکھ کر یہ کہا کریں گے کہ اس کے ساتھ فلاں شخص نے برا کام کیا تھا تو اس برے کام کا ذکر باقی رہے گا اس جانور کو ذبح کر کے دفن کر دینے کا حکم کیا گیا ہے، جانور کا مالک کوئی اور ہے تو اسکو پوری قیمت حرام کار سے دلوائی جائے گی اور یہ نہ ہو سکے تو وہ اپنے جانور کو کام میں لاتا رہے گا (۱) حرام کار کو تعزیر کی جائے گی انگریزی حکومت میں تعزیر یہی ہو سکتی ہے کہ اس سے میل جول اور کھانا پینا بند کر دیا جائے یعنی لوگ اس کو کھانے میں شریک نہ کریں (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ساس سے زنا کے اقرار سے بیوی حرام ہو جاتی ہے .

(سوال) کالو نے مولوی محمد سعید سے کہا کہ مجھے معافی دو۔ مولوی صاحب نے دریافت کیا کاہے کی معافی دوں ؟ کالو نے کہا مجھے جو الزام لگایا ہوا ہے کہ میں نے ساس سے زنا کیا وہ جرم مجھ سے واقعی ہوا ہے اس کی معافی چاہتا ہوں مجھے مسلمان کرو بعد ازاں اس نے تین بار کہا کہ راجو (منکوحہ کالو) میری ماں بہن، مولوی صاحب نے کہا تین طلاق دے پھر کالو نے تین بار طلاق طلاق طلاق کہہ دیا۔ المستفتی نمبر ۱۶۷۰ معرفت مولوی محمد انور پنجابی۔ ۶ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۹۹) اقرار زنا سے ثبوت زنا کے لئے یہ شرط ہے کہ اقرار مجلس قاضی میں ہو اور مقر چار مرتبہ چار مجلسوں میں اقرار کرے مجلس قضا کے باہر اقرار ہو تو وہ معتبر نہیں اور اقرار پر شہادت مقبول نہیں۔ ولا یعتبر اقرارہ عند غیر القاضی ممن لا ولایۃ لہ فی اقامۃ الحدود ولو کان اربع مرات حتی لاتقبل الشھادۃ علیہ بذلک کذلک فی التبیین ولا بدان یکون الاقرار صریحا (عالمگیری) (۳) والاقرار ان یقر البالغ العاقل علی نفسہ بالزنا اربع مرات فی اربعۃ مجالس المقر کذافی الھدایۃ (عالمگیری) (۴) لیکن اقرار زنا کے لئے یہ شرائط ثبوت حد زنا کے لئے ہیں اور حرمت زوجہ یا ثبوت حرمت مصاہرۃ کے لئے یہ شرائط نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مرتبہ کے

---

(۱) ولایحد بوطء بھیمۃ بل یعزر، و تذبح ثم تحرق (تنویر الابصار و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ: (قولہ وتذبح ثم تحرق) ای لقطع امتداد التحدث بہ کلما رؤیت ولیس بواجب ...... فان کانت الدابۃ لغیر الواطی یطالب صاحبھا ان یدفعھا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح، ھکذا قالوا، ولا یعرف ذلک الا سماعاً فیحمل علیہ، (باب الوطء الذی یوجب الحدود الذی لا یوجبہ، مطلب فی وطء الدابۃ، ۴/۲۶ ط سعید)

(۲) فتح الباری لابن الحجر المرجع السابق ۱۰/۴۱۵ ط مصر

(۳) (عالمگیریہ، الباب الثانی فی الزنا ۲/۱۴۳ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۴) الباب الثانی فی الزناء ۲/۱۴۴، ط ماجدیہ، کوئٹہ

اقرار سے بھی ثابت ہو جائے گی اور اس کے لئے مجلس قضا بھی شرط نہیں۔ **قيل لرجل ما فعلت بام امراتك قال جامعتها قال ثبت حرمة المصاهرة قيل ان كان السائل والمسئول هازلين قال لا يتفاوت ولا يصدق انه كذب كذافي المحيط (عالمگيری ص ٩٢٤ ج ١)**(١)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

آٹھواں باب
متفرقات

بے گناہ پر تہمت زنا لگانے والے مجرم ہیں / گناہ گار ہیں.

(سوال) یہاں گو آمیں ایک افسوسناک واقعہ درپیش ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک جنازہ گورستان پہنچنے پر بوقت نماز جنازہ شیخ یعقوب نامی ایک شخص نے جملہ حاضرین کے روبرو یہ اعلان کیا کہ حاضرین میں ہے ایک شخص بنام شیخ حسین زانی ہے اس لئے اگر وہ شخص نماز جنازہ میں شریک ہو تو ہم نماز میں شریک نہ ہوں گے حاضرین میں سے اس کا ثبوت شیخ یعقوب سے طلب کرنے پر اس نے جواب یہ دیا کہ قاضی محمود صاحب (جو اس وقت حاضرین میں شریک نہیں تھے) نے چار اشخاص کے روبرو مذکور شیخ حسین زانی ہے ایسا کہا تھا ان چار اشخاص میں سے جو تین حاضرین میں شریک تھے ان سے دریافت کئے جانے پر انہوں نے اس کی تائید کی اس پر شیخ حسین نے یہ ظاہر کیا کہ یہ لوگ ذاتی اختلافات کی بنا پر مجھ پر یہ جھوٹا الزام عائد کر رہے ہیں آخر الامر جب طرفین میں سخت گفتگو شروع ہوئی تو جھگڑے کا اندیشہ ہونے پر حاضرین نے شیخ حسین کو آئندہ فیصلہ تک صبر اختیار کرنے کے لئے سمجھوتہ کرتے ہوئے اور تسلی دیتے ہوئے نماز جنازہ میں شریک ہونے سے روکا۔

بعد ازاں جب قاضی محمود صاحب سے دریافت کیا گیا کہ آیا انہوں نے مذکور شیخ حسین کو کبھی زانی کہا تھا مگر جناب قاضی صاحب نے صاف طور پر انکار کئے کہ میں مذکور شخص کو کبھی ہرگز زانی نہیں کہتا ہوں اس امر سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ شیخ یعقوب اور مذکورہ بالا گواہوں نے شیخ حسین کو تمام مسلمانوں میں بدنام و رسوا کرنے کے لئے یہ جھوٹا الزام بذات خود اپنی ہی طرف سے اس پر عائد کئے ہیں جس کی کوئی اصل یا تصدیق ثابت نہیں ہے۔

اور مدعی شیخ حسین جماعت المسلمین سے اس انصاف کا خواستگار ہے اس صورت میں اول دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکور شیخ یعقوب اور اس کی تائید کرنے والے تین اشخاص کے اس طرح جھوٹے الزام کے عائد کرنے کے جرم میں ان کے ساتھ شرعی قانون سے کیا کیا جائے ؟

---

(١) القسم الثاني : المحرمات بالصهرية ١/٢٧٦، ط ماجديه، كوئٹه

ثانیاً امر دریافت طلب یہ ہے کہ مذکورہ اعلان پر شیخ حسین کو نماز جنازہ سے روکنا شرعی قانون سے کہاں تک درست ہو سکتا ہے چونکہ یہ فیصلہ آنجناب کے امر مبارک پر منحصر اور ملتوی رکھا گیا ہے اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں ایک عجیب کشمکش پیدا ہوئی ہے تمام مسلمان آنجناب کے امر کے لئے سخت منتظر ہیں؟ **المستفتی** نمبر ۲۳۴۸ شیخ ابراہیم شیخ محمود مجاور، نواگوآ۔ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۸ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۰۰) اگر کوئی شخص زانی بھی ہو جب بھی وہ جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے یہ حکم نہیں ہے کہ زانی نماز میں شریک نہ ہو یا زانی شریک ہو جائے تو اور لوگ شریک نہ ہوں یہ بات جس نے کہی اس نے شریعت کا حکم صحیح نہیں بتایا شیخ حسین کو جماعت کے روبرو زانی بتانے سے شیخ حسین کی بے عزتی ہوئی اور جب کہ قاضی محمود نے انکار کر دیا کہ میں نے نہیں کہا تھا تو الزام بھی بے بنیاد اور بے اصل ثابت ہو گیا اب جماعت کے ان چاروں آدمیوں کو شیخ حسین سے معافی مانگنی چاہئیے ورنہ جماعت کو چاہئیے کہ وہ اعلان کر دے کہ شیخ حسین پر الزام زنا کا ثبوت نہیں ہوا اور یہ چاروں آدمی قوم کے سامنے شیخ حسین کے مجرم ہیں جب تک معافی نہ مانگیں ان کی کوئی بات قبول نہ ہو گی۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) وهو (حد القذف) لغةً الرمی و شرعاً : الرمی بالزناء وهو من الكبائر (الدر المختار مع ردالمحتار ۴۳/۴، ط سعید) وفی المرقاة: قسم' یغفر بالتوبة و بدونها تحت المشیه وهو الكبائر من حق الله تعالیٰ' و قسم یحتاج الی التراد وهو حق الآدمی' والتراد اما فی الدنیا بالاستحلال اورد العین او بدله (مرقاة المفاتیح بشرح مشكوٰة المصابیح' باب الكبائر ۱۲۱/۱ ط امدادیه' ملتان)

كتاب الاكراه والاضطرار

پہلا باب
مجبوری میں ارتکاب کفر

حالت اکراہ میں کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے۔

(سوال) کوئی مسلمان بوقت اکراہ واضطرار بذریعہ شرک وکفر اپنی جان بچا سکتا ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۵ مولوی محمد حسن صاحب لائل پور۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۳۳ء

(جواب) (از مولوی عبدالحلیم شاہ) قانون محمدی کی رو سے بوقت مجبوری شرک وکفر کے مرتکب ہونے کی اجازت ہے بشرطیکہ دل مطمئن ہو۔ ملاحظہ ہو آیت **من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان** (۱) **الایۃ (سورۃ نحل)** شرک وکفر از قسم حرام ہے اور حرام سے بچنا چاہئے مگر حالت اضطرار میں رخصت ہے ملاحظہ ہو آیت **وقد فصل لکم ماحرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ (سورہ انعام)** بخاری شریف (۲) ص ۱۰۲۶ جلد ۲ میں ہے کہ مجبور ضعیف ہوتا ہے جو اپنے ضعف کے باعث امر الہی کو ترک کرتا ہے (یعنی حرام کا مرتکب ہوتا ہے) لہذا ضعیف کو اللہ تعالیٰ نے معذور فرمایا ہے۔ مرقاۃ (۳) شرح مشکوۃ ص ۱۱۱ ج ا میں ہے کہ **اما باعتبار اصل الجواز فیجوز له ان یتلفظ وان یفعل ما یقتضی الکفر کسب الاسلام و سجود الصنم اذاھدد ولو بنحو ضرب شدیدا واخذ مال له وقع کما افاد ذلك قوله تعالیٰ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان الآیۃ** یعنی اگر کسی شخص کو دھمکی دی جائے اگرچہ ضرب شدید یا اخذ مال کی ہو تو اس کے لئے کلمہ کفر کا تلفظ اور ایسے کام کا ارتکاب کہ جس سے کفر لازم آتا ہو جیسے کہ اسلام کو گالی دینا یا بت کو سجدہ کرنا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول **من کفر باللہ من بعد ایمانہ** سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ احقر عبدالحلیم شاہ۔ مقام بدھوانہ ڈاکخانہ قائم بھروانہ ضلع جھنگ

(جواب ۲۰۱) (از حضرت مفتی اعظمؒ) محرمات شرعیہ کئی قسم کے ہیں ان میں سے بعض تو اکراہ و اضطرار میں جائز ہو جاتے ہیں اس طرح کہ اگر ان کو کام میں نہ لائے اور ہلاک ہو جائے تو گناہ گار ہو جیسے خنزیر یا میتہ کو بوقت اضطرار یا اکراہ استعمال کرنا کہ اگر استعمال نہ کرے اور اپنے نفس کو ہلاک ہو جانے

---

(۱) النحل : ۱۰۶
(۲) قال ابو عبداللہ فعذر اللہ المستضعفین الذین لا یمتنعون من ترك ما امر اللہ بہ، والمکرہ لا یکون الا مستضعفا غیر ممتنع من فعل ما امر بہ (صحیح البخاری : باب قول اللہ، الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ۲/ ۱۰۲۶ ط قدیمی کتب خانہ، کراچی)
(۳) باب الکبائر، ۱/ ۱۳۱ ط امدادیہ، ملتان

ے تو گناہ گار ہو۔ دوسری قسم وہ کہ اگر ان کو استعمال کرلے تو مباح ہو یعنی مواخذہ نہ ہو اور استعمال نہ
رے اور جان دے دے تو موجب اجر و ثواب ہو جیسے کلمہ کفر کہنے یابت کو سجدہ کرنے پر مجبور کیا جائے تو
ر طیکہ دل میں ایمان قائم رہے اور سجدہ میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی نیت کرلے کلمہ کفر زبان سے
ہہ دینا اور بت کے سامنے سجدہ کرلینا مباح ہو جاتا ہے لیکن اگر انکار کردے اور قتل کردیا جائے یا کوئی عضو
ٹ دیا جائے تو موجب اجر و ثواب ہے تیسری قسم وہ ہے جو کسی حال میں مباح نہیں ہوتی، جیسے کسی پر
ں کا اکراہ کیا جائے کہ اپنے باپ یا بیٹے یا بیوی کو یا اور کسی محقن الدم انسان کو قتل کردے تو اس کو ہرگز
باح نہیں کہ اس کو قتل کردے بلکہ اکراہ پر صبر کرے خواہ خود قتل کردیا جائے قرآن مجید کی آیت
لامن اکرہ دوسری قسم کے متعلق ہے اور فمن اضطر غیر باغ ولا عاد پہلی قسم کے متعلق ہے ان
ونوں میں ایک جان (مکرہ) بچانے کیلئے شریعت مقدسہ نے امور کی اجازت دے دی ہے مگر تیسری قسم
ں ایک جان بچانے کے لئے دوسری جان کو ہلاک کرنا لازم ہوتا ہے جو کسی طرح جائز نہیں ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حالت اکراہ میں زبان پر کلمہ کفر جاری کرنے کی اجازت ہے.

(سوال) جب کسی تنہا مسلمان کو کفار گھیر لیں اور سر پر تلوار لے کر کھڑے ہو جائیں کہ کلمات کفر و
رک زبان سے کہہ دو ورنہ ہم تجھے جان سے مار ڈالیں گے اگر وہ اپنی جان بچانے کے لئے اپنے دل کو ایمان
قائم رکھ کر انکا کہا کردے تو کیا وہ شرعاً کافر و مشرک ہو جائے گا بدلیل آیت الامن اکرہ و قلبہ
طمئن بالایمان اور بدلیل عبارت در مختار و رد المحتار جلد دوم کتاب الاکراہ ص ۹۲ و ۹۳ اور بحر الرائق
لد پنجم احکام المرتدین۔ و تفاسیر وغیرہ المستفتی نمبر محمد اسحٰق دیوبندی ۵ / رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۷
توبر ۱۹۳۵ء

جواب ۲۰۲) ہاں اضطرار کی حالت میں زبان سے کلمہ کفر و شرک کہہ دینے کی رخصت ہے دل
طمئن بالایمان رہے صرف زبان سے کلمہ کفر و شرک ادا کردیا جائے تو متلفظ کافر نہیں ہوتا اور نہ کہے اور
ا جائے تو یہ عزیمت ہے اور اس میں زیادہ ثواب اور شہادت کا اجر ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) فان اکرہ علی اکل میتۃ او دم او لحم خنزیر او شرب خمر (تنویر الابصار) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ، فان
کرہ علی اکل میتۃ) الاکراہ علی المعاصی انواع، نوع یرخص فعلہ و یثاب علی ترکہ کا جراء کلمۃ الکفر و شتم
لنبی ﷺ و ترک الصلوٰۃ و کل ماثبت بالکتاب، و قسم یحرم فعلہ و یاثم باتیانہ کقتل مسلم او قطع عضوہ و ضربہ
ربا متلفاً او شتمہ او اذیتہ والزنا، و قسم یباح فعلہ ویاثم ترکہ کالخمر و ماذکرمعہ (رد المحتار، کتاب
الاکراہ ۶/۱۳۳ ط سعید)

(۲) وان اکرہ علی الکفر باللہ تعالیٰ و سب النبی ﷺ مجمع وقد وری یقطع او قتل رخص لہ، ان یظہر ماامربہ علی
سانہ ویوری و قلبہ مطمئن بالایمان...... ویؤجر لو صبر (تنویر و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ ای یؤجر اجر
شہداء (کتاب الاکراہ ۶/ ۱۳۴، ۱۳۵، ط سعید)

الجواب صواب۔ عبدالغفور غفرلہ' مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی
الجواب صواب۔ خدابخش عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

حالت اضطرار کے سوا کسی حالت میں زبان پر کلمہ کفر جاری کرنے کی اجازت نہیں

(ازاخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۹ جولائی ۱۹۳۵ء)

(سوال) ایک شخص نے کسی ضرورت کی وجہ سے مذہب اسلام ترک کیا لیکن حقیقت میں اس نے اسلام ترک نہیں کیا ہے صرف اپنی غرض کو حاصل کرنے کے لئے اس نے ایسا کیا اور اسلام کے تمام ارکان پر عمل پیرا ہے؟

(جواب ۲۰۳) ترک اسلام یا اجرائے کلمہ کفر یا کوئی عمل کفر کرنا حالت اضطرار میں جب کہ جان کا خطرہ ہو جائز ہو جاتا ہے اس کے علاوہ کسی حالت میں جائز نہیں پس اگر شخص مذکور نے کسی اضطرار کی حالت میں ایسا کیا ہے اور قلب میں ایمان وایقان بدستور ہے تو وہ خدا کے نزدیک مسلمان ہے(۱) واللہ اعلم
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دوسرا باب
بیچارگی میں ارتکاب حرام

حالت اضطرار میں سودی قرض لینے کا حکم

(سوال) سخت تکلیف پر کوئی مدد دینے والا نہ ہو اس وقت مجبوراً سود سے پیسے مارواڑیوں یا دیگر بنکوں کے ذریعے سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۴۰۰ مولوی محمد عبدالحفیظ (ضلع نیل گیری) ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۰۴) اضطرار کی حالت میں جب کہ تین فاقے ہو چکے ہوں بقدر سدرمق سودی رقم حاصل کرنا مباح ہے اس سے زیادہ رقم لینا یا اس سے کم ضرورت میں لینا جائز نہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) حوالہ بالا
(۲) قال اللہ تعالیٰ' فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ (الآیۃ) قال الحافظ عماد الدین فی تفسیرہ ای فی غیر بغی ولا عدوان وھو مجاوزۃ الحد ولا یا کل الا العلقۃ و یحمل معہ ما یبلغہ الحلال (تفسیر ابن کثیر : البقرۃ ۱۷۳' ۱/۲۰۶ ط سھیل اکیڈمی' لاھور)

مسلمان ماہر معالج بیماری کا علاج شراب میں منحصر بتادے تو شراب سے علاج کی اجازت ہے.

(سوال) اگر انگریزی ڈاکٹر یہ کہے کہ اس بیماری کا علاج سوائے شراب کے اور کوئی نہیں یا کسی بیماری کے متعلق جو کہ خطرناک درجے تک پہنچ گئی ہو انگریزی ڈاکٹر یہ کہے کہ آخری علاج یہ ہے کہ چند قطرے شراب کے دیں تو یہ استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۶۳۹ ابراہیم کادیہ نیلسپر وٹ ایس افریقہ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۲۷ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۵) شئ حرام نجس کے ساتھ علاج بالشرب کرنے کی اجازت اس شرط سے دی گئی ہے کہ کوئی مسلمان طبیب یا ڈاکٹر یہ کہے کہ بیمار کی شفا اسی میں منحصر ہے اور کوئی اور دوا اس کے لئے مفید نہیں غیر مسلم ڈاکٹر کا قول کافی نہیں۔ یجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوی اذا اخبره طبيب مسلم ان شفائه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه وهل يجوز شرب القليل من الخمر للتداوی فيه وجهان انتهى مختصراً (رد المحتار) (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) كتاب الحظر والاباحة' فصل فی البيع' ۳۸۹/۶' ط سعيد

کتاب اللقیط و اللقطه

پہلا باب
پڑی ہوئی چیز پانا

ملی ہوئی کم قیمت چیز کا مالک معلوم ہو تو بھی واپس کرنا ضروری ہے.

(سوال) رہگذر پر اگر کوئی ایک پیسہ پائے تو اس کو خود اپنے مصرف میں لائے یا مالک کو تلاش کر کے دے دے ؟ یہاں ایک مولوی صاحب سے معلوم ہوا کہ ایک پیسہ حلال ہے مالک کو دینے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر اس سے زیادہ رقم ہو تو مالک کو تلاش کرے۔
المستفتی نمبر ۱۲۴ حبیب اللہ صاحب۔ ضلع غازی پور۔ یکم شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۰۶) اگرچہ پائی ہوئی چیز ایک پیسہ ہی ہو اس کے مالک کو تلاش کیا جائے اور اگر مالک مل جائے تو اس کو دے دی جائے ہاں کم قیمت چیز کے مالک کی تلاش زیادہ دنوں تک ضروری نہیں ہے اگر مالک نہ ملے تو پانے والا اگر غریب ہو تو خود خرچ کر سکتا ہے غنی ہو تو کسی فقیر کو دے دے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مالک سے ناامیدی کے بعد ملی ہوئی چیز صدقہ کیا جائے.

(سوال) دوکان پر جو بیوپاری مال خریدنے کے لئے آتے ہیں اور وہ بازار کا خریدا ہوا مال لاتے ہیں ان میں سے وہ اکثر چیزیں بھول جاتے ہیں وہ چیزیں امانت کر کے رکھ لی جاتی ہیں یہ بھولی ہوئی چیزیں کب تک امانت کر کے رکھی جائیں اور ان بھولی ہوئی چیزوں کا کیا کیا جائے ؟ المستفتی نمبر ۲۳۹۷ شیخ محمد اسماعیل۔ دہلی ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۰۷) اگر ان بھولی ہوئی چیزوں کا مالک معلوم ہو تو اسے اطلاع کر دینی ضروری ہے اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو پھر اتنے دنوں تک انہیں محفوظ رکھا جائے جتنے دن مالک کو اس کی تلاش و فکر رہنے کا ظن غالب ہو اور پھر اس کے بعد ان اشیاء کو اس نیت سے صدقہ کر دیا جائے کہ ان کا ثواب مالک کو پہنچے (۲) صدقہ کرنے کے بعد بھی اگر مالک معلوم ہو جائے اور وہ طلب کرے تو اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی (۳)

---

(۱) و یکفیه ان یقول من سمعتموه' ینشد لقطةً فدلوه علی وعرف ای نادیٰ علیه حیث وجدها و فی الجامع الیٰ ان علم ان صاحبها لا یطلبها........ فینتفع الرافع بهالو فقیراً والا تصدق بها (تنویر الابصار و شرحه الدرالمختار ' كتاب اللقطه ٤ /۲۷۸'۲۷۹' ط سعيد)
(۲) حواله بالا
(۳) فان جاء مالكها بعد التصدق خير بين اجازة فعله و بعد هلاكها وله' ثوابها او تضمينه (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' كتاب اللقطة ٤ / ۲۸۰' ط سعيد)

ملی ہوئی چیز کے اعلان کے بعد مالک نہ ملنے پر پانے والا محتاج ہو تو خود استعمال کر دے، ورنہ کسی فقیر کو دیدے

(از اخبار الجمعیۃ سہ روزہ دہلی مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۶ء)

(سوال) میری نابالغ بچی کو ایک کپڑے میں بندھا ہوا کچھ زیور نقرئی شارع عام پر پڑا ہوا ملا، جس کو وہ بجنسہ اٹھا کر لے آئی مالک کی تلاش ہے مگر اب تک کوئی مالک نہیں ملا اب کیا کیا جائے ؟

(جواب ۲۰۸) مالیت کے لحاظ سے اتنی مدت تک مالک کی تلاش جاری رکھی جائے جب تک اس بات کا گمان غالب ہو کہ مالک کو اسکی فکر ہوگی اس کے بعد اگر پانے والا خود حاجت مند ہو تو خود خرچ کرلے اور خود غنی ہو تو فقراپر صدقہ کر دے اور دونوں صورتوں میں اس کی مخصوص علامتیں یاد رکھنا ضروری ہے تاکہ اگر مالک آجائے اور مخصوص علامتیں بتا کر باور کرادے کہ اس کی چیز تھی تو اس کو قیمت ادا کی جائے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) حوالہ بالا (صفحہ گزشتہ/ حاشیہ ۱ -۳)

كتاب اليمين والنذر

پہلا باب
عہد و پیمان اور حلف
فصل اول۔ حلف کی تشریحات

دوسرے کے قسم دینے پر بنیت قسم ”ہاں“ نہ کہے تو قسم نہیں ہوگی

(سوال) کسی دوسرے کے قسم دلانے سے قسم ہوتی ہے یا نہیں ؟ مثلاً زید نے عمرو سے یوں کہا کہ تم اپنے خدا کی قسم اس کام کو انجام دے دو تو اس زید کے قسم دلانے سے عمرو پر قسم آیا یا نہیں ؟بینوا توجروا
(جواب ۲۰۹) اس طرح کسی دوسرے کے قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی لیکن اگر جس کو قسم دلائی گئی ہے اس نے حلف کی نیت سے ہاں یا اچھا کہہ دیا تو قسم ہو جائے گی فان نوی الاستحلاف فلا شئی علی واحد منهما خانیه و فتح ای لان المخاطب لم یحبه بقوله نعم حتی یصیر حا لفاً انتهی
(ردالمحتار ص ۱۵۰ ج ۳) (۱) الخامس ان یرید المبتدی الاستحلاف والمجیب الحلف والمجیب حالف لا غیر (ایضاً) (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

قرآن مجید کی قسم کھا کر پوری نہ کرے تو کفارہ واجب ہوگا.

(سوال) قرآن شریف کی قسم اگر کوئی شخص کھائے اور اس کام کو پورا نہ کرے تو اس کے ذمہ کفارہ واجب ہو گا یا نہیں اور یہ قسم ہے یا نہیں ؟
(جواب ۲۱۰) جو شخص قرآن شریف کی قسم کھائے اور اس کام کو پورا نہ کرے وہ اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا اور اس پر کفارہ قسم واجب ہوگا۔ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمیناً (در مختار) وقال محمد بن مقاتل الرازی انه یمین وبه اخذ جمهور مشائخنا اه (ردالمختار) (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

گھر کا کھانا نہ کھانے کی قسم کے بعد گھر کا کھانا کھانے سے کفارہ واجب ہوگا.

(سوال) کسی شخص نے کہا کہ تیرے گھر کا کھانا اور پانی مجھ پر حرام ہے اور پھر خائف و نادم ہوا اس کہنے کے بعد اگر کھانا وغیرہ کھائے تو حانث ہو گا یا نہیں ؟

---

(۱) کتاب الایمان، مطلب قال لتفعلن کذا فقال نعم، ۳/۸٤۹، ط سعید
(۲) حواله بالا
(۳) کتاب الایمان ، مطلب فی القرآن ۳/۷۱۲ ط سعید

(جواب ۲۱۱) کسی کا یہ کہنا کہ تیرے گھر کا کھانا مجھے حرام ہے یمین ہے اب اگر اس کے بعد کھا پی لیگا تو اپنی اس یمین میں حانث ہو گا اور قسم کا کفارہ ادا کرنا ہو گا۔ **حرم علی نفسہ شیئاً ثم فعلہ باکل او نفقۃ کفر لیمینہ (درمختار ملتقطا)** (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ایک جائز معاہدہ کے بعد دوسرا معاہدہ جس سے پہلے معاہدہ کی خلاف ورزی ہو صحیح نہیں .

(سوال) زید نے عمرو سے کسی معاملے میں یہ عہد کیا کہ تم یہ کام کرو میں اس معاملے میں تمہاری پوری مدد کروں گا عمرو اچانک حادثہ کی وجہ سے مجبوراً کئی روز تک نہ مل سکا زید کے پاس عمرو کے مخالفین آئے اور اس پر زور ڈالا کہ تم ہماری مدد کرو زید نے مجبور ہو کر کہا کہ اگر عمرو نہ آیا تو میں تمہاری مدد کروں گا اور اگر عمرو آیا تو نہ تمہاری مدد کروں گا' نہ عمرو کی مدد کروں گا اب عمرو زید کے پاس آیا اور اس نے اپنی غیر حاضری کی وجہ اچانک حادثہ بیان کی زید کہتا ہے کہ میں نے تمہارے مخالف سے غیر جانبدار رہنے کا عہد کر لیا ہے عمرو کہتا ہے کہ تم نے مجھ سے پہلے عہد کیا ہے' میرا عہد پورا کرو اگر میرے عہد کے بعد دوسرا عہد کیا ہے تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے' لہذا زید علما سے دریافت کرتا ہے کہ مجھ پر کون سے عہد کی پابندی لازم ہے ؟**المستفتی** نمبر ۲۳۵ ۱ امین الدین صاحب دہلی۔ ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۷ مارچ ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۱۲) معاہدہ جب کہ وہ کسی معصیت اور خلاف شرع امر پر نہ ہو واجب الایفا ہے اور ایک جائز معاہدہ کے بعد کوئی ایسا معاہدہ کرنا جس سے پہلے معاہدہ کی خلاف ورزی ہوتی ہو صحیح نہیں اگر کسی شخص نے ایسے دو معاہدہ کئے ہیں جن میں سے ہر ایک دوسرے معاہدہ کی نقیض ہے تو اس کو لازم ہے کہ وہ پہلے معاہدہ کو جب کہ اس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو اور دوسرے معاہدہ کے مضمون سے پہلے معاہدہ کا مضمون خیر اور بہتر ہو پورا کرے اور بغیر عذر معقول شرعی کے اس سے انحراف نہ کرے (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

الجواب صحیح۔ حبیب المرسلین عفی عنہ۔ نائب مفتی

قسم کے بعد بلا عذر شرعی قسم سے پھر جانا سخت گناہ ہے

(سوال) جو مسلمان لوگوں کے روبرو قرآن مجید کے ساتھ حلف اٹھانے کے باوجود اپنے معاہدے سے

---

(۱) کتاب الایمان' مطلب فی تحریم الحلال' ۳/۷۲۹-۷۳۰ ط سعید

(۲) لان المواعید قد تکون لازمۃً لحاجۃ الناس (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ: المواعید قد تکون لازمۃً) قال فی البزازیۃ فی اول کتاب الکفالۃ' اذا کفل معلقا بان قال: ان لم یؤذ فلان فلاناً ادفعہ الیك و نحوہ' یکون کفالۃ لما علم ان المواعید باکتساء صدر التعلیق تکون لازمۃً (باب الصرف' مطلب فی بیع الوفاء ۵/۲۷۷ ط سعید)

پھر جائے اس کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو دینی و دنیاوی تعلقات رکھنے جائز ہیں یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۲۸۹ منظور علی (دہلی) ۷ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۳۴ء

(**جواب ۲۱۳**) حلف کرنے کے بعد اس سے بغیر کسی عذر شرعی کے پھر جانا سخت گناہ ہے جن لوگوں نے حلف بلاوجہ توڑا وہ گناہ گار ہیں(۱) اگر حلف کسی اہم امر کے متعلق تھا اور حلف شکنی سے مذہب یا قوم کو کوئی ضرر پہنچا تو مسلمانوں کو حق ہے کہ حلف توڑنے والوں سے مقاطعہ کرلیں(۲) فقط محمد کفایت اللہ دہلی

"بیوی سے زندگی کروں گا تو اس کے نطفہ سے ہوں گا" کا حکم

(**سوال**) زید کی بیوی اور زید کی والدہ ہر دو میں فساد ہوا زید کی والدہ نے زید سے شکایت کی۔ زید نے سخت غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کی غیر موجودگی میں کہا کہ "اگر میں اس سے زندگی کروں گا تو اس کے نطفے سے پیدا ہوں گا" اس کا شرعاً کیا حکم ہے ؟ **المستفتی** نمبر ۴۲۰ عیسیٰ خان (ضلع امراوتی) ۱۹۔ رجب ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(**جواب ۲۱۴**) اس قسم کا حکم یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کے ساتھ میاں بیوی کے تعلقات اور خانہ داری کے تعلقات رکھ سکتا ہے(۳) اور اس قسم کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ہر مسکین کو پونے دو سیر گیہوں دیدے یا دس مسکینوں کو ایک ایک چادر دے دے اس کی قدرت نہ ہو تو تین روزے متواتر پے درپے رکھ لے۔(۴) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

گوشت نہ کھانے کی قسم کھائی تو مرغ یا بٹیر کھانے سے حانث نہ ہوگا

(**سوال**) زید نے یہ لفظ کہہ کر قسم کھائی کہ اگر میں گوشت کھاؤں تو سؤر کھاؤں اور گوشت میں بکری بھیڑ گائے بھینس اور مرغ وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور اب زید اس قسم کی وجہ سے ہر ایک حلال جانور کا گوشت مطلق نہیں کھاتا ہے تو اس کا (زید کا) یہ فعل کیسا ہے اور شرعاً ایسے شخص کے واسطے کیا حکم

---

(۱) ونوع منها يجب اتمام البر فيها وهو ان يعقد على فعل طاعة امر به او امتناع عن معصية وذلك فرض ' عليه قبل اليمين و باليمين يزداد و كادةً (عالمگیریه' الباب الاول فی تفسير ها شرعاً وركنها و شرطها ۵۲/۲ ط ماجدیه' کوئٹه)

(۲) قال المهلب غرض البخاری فی هذا الباب' ان يبين صفة الهجران الجائز' وانه يسوغ بقدر الجرم من كان من اهل العصيان يستحق الهجران بترك المكالمة كما فی قصة كعب وصاحبيه (فتح البارى بشرح صحيح البخارى' باب ما يجوز من اصح ان لمن عصى ۴۱۵/۱۰ ' ط مكتبه مصطفى مصر)

(۳) ونوع لا يجوز حفظهما وهو ان يحلف على ترك طاعة او فعل معصية (عالمگیریه' الباب الاول فی تفسیر ها شرعاً و ركنها و صفتها ۵۲/۲' ط ماجدیه کوئٹه)

(۴) و كفارته' تحرير رقبة او اطعام عشرة مساكين او كسوتهم بما يستر عامة البدن....... وان عجز عنها وقت الاداء (تنوير الابصار مع رد المحتار' مطلب كفارة اليمين ۷۲۵/۳ ' ۷۲۶ ط سعيد)

ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۹۸۲ قطبی قصبہ لونی (ضلع میرٹھ) ۲۹ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۱۵) اگر زید مرغ بٹیر کھائے تو یہ اس کے لئے جائز ہے یعنی اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اور گائے بھینس بکری دنبہ بھیڑ کا گوشت کھائے تو اس کو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا (۱) قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو پونے دو سیر گیہوں دے دینے سے ادا ہو جائے گا (۲) ایسی قسم کو توڑ کر کفارہ ادا کر دینا بہتر ہے (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

حلف بالقرآن جائز ہے ' حانث ہونے پر کفارہ دینا لازم ہوگا .

(سوال) حلف بالقرآن جائز ہے یا نہیں اور بصورت جواز کیا کفارہ ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۲۳۳ میاں سراج الدین (ضلع گوجرانوالہ) ۲۵ صفر ۱۳۵۷ھ ۲۶ اپریل ۱۹۳۸ء

(جواب) (از نائب مفتی صاحب) (۱) حلف بالقرآن جائز ہے کیونکہ بمعنی کلام اللہ کے اللہ کی صفات میں سے ہے اور اس زمانے میں حلف بالقرآن متعارف بھی ہے۔ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن متعارف فیکون یمیناً (درمختار) اس کے علاوہ اسی کے متعلق علامہ شامی رد المحتار میں یہ لکھتے ہیں (قولہ قال الکمال الخ) مبنی علی ان القرآن بمعنی کلام اللہ فیکون من صفاتہ تعالیٰ کما یفیدہ کلام الہدایة حیث قال ومن حلف بغیر اللہ تعالیٰ لم یکن حلفاً کالنبی والکعبة لقولہ علیہ الصلوة والسلام من کان منکم حالفاً فلیحلف باللہ او لیذرو کذااذا حلف بالقرآن لانہ غیر متعارف اہ فقولہ و کذا یفید انہ لیس من قسم الحلف لغیر اللہ تعالیٰ بل ہومن قسم الصفات ولذا عللہ بانہ غیر متعارف ولو کان من القسم الاول کما ہو المتبادر من کلام المصنف والقدوری لکانت العلة فیہ النہی المذکور اوغیرہ لان التعارف انما یعتبر فی الصفات المشترکة لا فی غیرہا وقال فی الفتح و تعلیل عدم کونہ یمیناً بأنہ غیرہ تعالیٰ لانہ مخلوق لانہ حروف وغیر المخلوق ہو الکلام النفسی منع بان القرآن کلام اللہ منزل غیر مخلوق الخ و فی آخر ہذہ القول" و نقل فی الہندیة

---

(۱) ولا حنث فی حلفہ " لا یاکل لحما" باکل مرقة او سمک الا اذا نواہما .... مع تسمیتہا فی القرآن لحماً ودابةً و اوتاراً للعرف......و لحم الانسان والکبد والکرش والرمة والقلب والطحال والخنز لخم ہذا فی عرف اہل الکوفہ' اما فی عرفنا فلا (تنویر الابصار و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ لحم)...... ولا یخفی انہ لا یسمی لحماً فی عرف مصر ایضاً' فعلم ان مافی المختصر ای الکنز مبنی علی عرف اہل الکوفة وان ذلک یختلف باختلاف العرف (کتاب الایمان' مطلب حلف لا یاکل لحماً ۳/ ۷۷۱' ط سعید)

(۲) و کفارتہ تحریر رقبة او اطعام عشرة مساکین الخ (ردالمحتار ' مطلب فی کفارة الیمین ۳/ ۷۲۵ ' ط سعید)

(۳) نوع یتخیر بین الرد والحنث' والحنث خیر من البرّ فیندب فیہ الحنث (عالمگیریہ' الباب الاول فی تفسیر ہا ورکنہا و صفتہا' ۲/ ۵۲ ط ماجدیہ کوئٹہ)

عن المضمرات وقد قیل هذا فی زمانهم اما فی زماننا فیمین وبه ناخذ ونا مرو نعتقد وقال محمد بن مقاتل الرازی انه یمین و به اخذ جمهور مشائخنا اه فهذا مؤید لکونه تعورف الحلف بها کعزة الله و جلاله (رد المحتار ص ٥٦ ج۳) (۱)

(۲) بر تقدیر حانث ہو جانے کے وہی کفارہ اس پر لازم آئے گا جو حلف توڑنے والے پر لازم آتا ہے کہ غلام آزاد کرے یا دس محتاجوں کو کھانا دو وقتی کھلائے یا دس محتاجوں کو پوشاک دے دیوے بجائے کھانا کھلانے کے اگر دس محتاجوں کو ساڑھے سترہ سیر گیہوں ہر ایک محتاج کو پونے دو سیر گیہوں دے دے گا تو جب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا (۲) فقط واللہ اعلم۔ اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۲۱٦) (از حضرت مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ) اصل مذہب تو یہی تھا کہ حلف بالقرآن معتبر نہیں لیکن فقہائے متاخرین نے اس تاویل کے ساتھ کہ قرآن سے مراد کلام اللہ جو صفت ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کی حلف بالقرآن کو معتبر قرار دے دیا ہے متاخرین کے قول کے موافق حلف بالقرآن پر حنث کی صورت میں کفارہ لازم آئے گا اور کفارہ یہی ہے جو جواب بالا میں تحریر ہے (۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قرآن کی قسم کھانے میں نیت الفاظ منظومہ اور حروف منزلہ کی ہو تو قسم نہیں ہو گی.

(سوال) (۱) میں قرآن شریف کی قسم کھاتا ہوں اور میری مراد وہ حروف منظومہ اور الفاظ ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنے گئے ہیں اور جو کہ حفاظ قرآن نماز تراویح میں ہمیں سناتے ہیں اور جو کلام الله الذی هو صفة ازلیة ہے وہ میری مراد نہیں ہے تو کیا یہ میری قسم ہو جائے گی یا نہیں ؟ علامہ کاشانی نے بدائع ص ۸ ج ۳ میں اس کے متعلق کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے یا کہ نہیں ؟

(۲) زید کہتا ہے کہ یہ حروف منظومہ اور آیات کہ جو رسول اللہ ﷺ سے سنی گئی ہیں اور حفاظ قرآن ہمیں سنایا کرتے ہیں یہ کلام الله الذی هو صفة ازلیة ہیں اور بکر کہتا ہے کہ بے شک یہ کلام اللہ تو ہیں لیکن حادث ہیں خدائے تعالیٰ کی صفت ازلیہ نہیں ہیں اس لئے کہ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد ص ۴۹ میں کلام اللہ کو مشترک لکھا ہے اور ان آیات اور حروف منظومہ کو مخلوق اللہ اور حادث کہا ہے اور صفت ازلیہ نہیں کہا ہے نیز بکر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یسمعون کلام الله ثم یحرفونه (٤) (الایة) اور

---

(۱) کتاب الایمان، مطلب فی القرآن ۳/۷۱۲، ط سعید

(۲) و کفارته تحریر رقبة او اطعام عشرة مساکین او کسوتهم بما یستر عامة البدن..... وان عجز عنها وقت الاداء صام ثلثة ایام ولاء (تنویر الابصار مع رد المحتار، مطلب کفارة الیمین ۳/۷۲۵، ۷۲٦ ط سعید)

(۳) مرجع سابق رقم ۱-۲

(٤) البقرة : ۷۵

جو کلام اللہ کو خدائے تعالیٰ کی صفت ازلیہ ہے اور قائم بذاتہ تعالیٰ ہے اس کی تحریف اور اس پر تصرف ناممکن ہے تو آپ فرمائیں کہ ان میں سے کون حق پر ہے زید یا کہ بکر ؟
(۳) آپ نے جو فتویٰ کے اندر کلام اللہ کا ذکر کیا ہے کہ (قرآن مجید سے مراد حالف نے کلام اللہ لی ہے تو یہ قسم ہو جائے گی) اس کلام اللہ سے آپ کی کیا مراد ہے وہ کلام جو صفت ازلیہ باری تعالیٰ کی ہے قائم بذاتہ یا کہ یہ حروف منظومہ اور آیات جو کہ حفاظ قرآن نماز تراویح میں سنایا کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے سنے گئے ہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۲۲۴۶ مولوی محمد فاروق صاحب (ضلع گوجرانوالہ) ۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۱۷) (۱) اگر کوئی حالف اس تفصیل سے قسم کھائے جو آپ نے فرض کی ہے تو وہ قسم نہیں ہوگی کیونکہ اس میں محلوف بہ ایک ایسی متعین ہوگئی جو اللہ تعالیٰ کی صفت ازلیہ نہیں ہے اور صاحب بدائع کی عبارت کا یہی مطلب ہے اور ان کی یہ تحقیق مذہب متقدمین کے مطابق ہے(۱)
(۲) زید کا یہ قول کہ قرآن جو ہم پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں یہ کلام اللہ ہے اس معنی سے صحیح ہے کہ یہ دال ہے اور اللہ کا کلام جو صفت ازلیہ ہے اس کا مدلول ہے اور عوام چونکہ دال و مدلول کا فرق نہیں سمجھتے اس لئے متاخرین نے قائل کے اس قول کو (میں قرآن کی قسم کھاتا ہوں) قسم قرار دیدیا ہے کیونکہ اس میں لفظ قرآن دال اور مدلول دونوں کا محتمل ہو سکتا ہے لہذا انہوں نے زجراً و تغلیظاً مدلول پر حمل کر کے قسم ہو جانے کا فتویٰ دے دیا ہے(۲) "**وهو الاليق للعوام**" ہاں اگر زید کا مطلب یہ ہو کہ یہ الفاظ اور حروف جو ہماری زبان سے ادا ہوئے اور یہ آواز جو ہمارے منہ سے نکلی یہی بشخصہ اللہ کی صفت ہے تو یہ بات ظاہر البطلان ہے(۳) (**يسمعون كلام الله**) میں کلام اللہ کا اطلاق اس معنی سے کیا گیا ہے جس معنی سے میں کسی کی زبان سے بنام جہاں دار جان آفرین سن کر یہ کہتا ہوں کہ میں نے فلاں شخص کی زبان سے سعدی کا کلام یا سعدی کا شعر سنا۔
(۳) میں نے کلام اللہ کا لفظ اسی لئے لکھا ہے کہ عوام سے جب کہ وہ قرآن کی قسم کھاتے ہیں اگر دریافت کیا جائے کہ قرآن سے تمہارا کیا مطلب ہے اگر وہ جواب میں کہیں کہ ہماری مراد کلام اللہ ہے تو یہ لفظ

---

(۱) ولو قال بالقرآن او بالمصحف او بسورة كذا من القرآن فليس بيمين لانه حلف بغير الله تعالى، واما المصحف فلا شك فيه، واما القرآن سورة كذا فلان المتعارف من اسم القرآن الحروف المنظومة والاصوات المقطوعة تقطيع خاص لا كلام الله الذى هو صفة ازلية قائمة بذاته منافى السكوت والآخر (بدائع الصنائع، فصل واما ركن اليمين ۸/۳ ط سعيد)

(۲) قال الكمال : ولا يخفى ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يمينا (الدر المختار) قال المحقق فى الشامية (قوله قال الكمال) مبنى على ان القرآن بمعنى كلام الله فيكون من صفاته تعالى (رد المحتار مطلب فى القرآن، ۷۱۲/۳ ط سعيد)

(۳) وحاصله ان غير المخلوق هو القرآن بمعنى كلام الله الصفته النفسيه به تعالى لا بمعنى الحروف المنزله (رد المحتار، مطلب فى القرآن ۷۱۲/۳ ط سعيد)

دال اور مدلول دونوں پر محمول ہو سکتا ہے اس لئے تغلیظاً اس کو قسم قرار دیا جائے گا اور اگر وہ جواب میں مصحف کو بتائیں کہ یہ مراد ہے تو اس کو قسم نہیں قرار دیا جائے گا کیونکہ مصحف یقیناً غیر اللہ اور حادث اور مخلوق ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مشروع کام کرنے کی قسم کا حکم

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) کسی اسلامی انجمن کے کام کو نہایت اخلاص سے کرنے کے لئے آپس میں بد ظنی کے خیال کو دور کرنے کے لئے کارکنوں کا حلف اٹھانا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۱۸) کسی مشروع کام کرنے کا معاہدہ یا حلف کرنا ناجائز تو نہیں ہے لیکن بہتر نہیں ہے کیونکہ وہ کام اگر ضروری (فرض یا واجب) ہے تو خود شریعت کا حکم اس کے لئے کافی ہے اور مسنون یا مستحب ہے تو معاہدہ یا حلف سے ایک قسم کی پابندی اور سختی عائد ہو جاتی ہے اور در صورت خلاف عہد شکنی یا حلف شکنی لازم آتی ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

خدا کی قسم کھا کر توڑنے سے کفارہ واجب ہو گا.

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ یکم جون ۱۹۳۵ء)

(سوال) جو شخص جھوٹی قسمیں کھاتا ہو اور خدا اور رسول کی قسم کھا کر خلاف کرتا ہو اس کا کیا حکم ہے ؟

(جواب ۲۱۹) زیادہ قسمیں کھانا اچھا نہیں ہے (۳) اور جو شخص زیادہ قسمیں کھاتا ہے اس سے اکثر خلاف ہو جاتا ہے اگر اس نے خدا کی قسم کھا کر توڑی ہو تو اس کے ذمہ کفارہ دینا واجب ہے اور کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلائے یا کپڑا پہنائے اور ان دونوں کی طاقت نہ ہو تو تین روزے رکھے (۴) قرآن اور رسول کی قسم کھانا شریعت میں جائز ہی نہیں (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) حوالہ بالا رقم ۲ .۳

(۲) الیمین باللہ تعالیٰ لا تکرہ ولکن تقلیلہ اولیٰ من تکفیرہ (عالمگیریہ' الباب الاول فی تفسیر ھاشرعاً ورکنھا و صفتھا ۲/۵۲ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۳) حوالہ بالا

(٤) و کفارتہ تحریر رقبة او اطعام عشرہ مساکین او کسوتھم بما یستر عامة البدن..... وان عجز عنھا وقت الاداء صام ثلثة ایام ولاء (تنویر الابصار مع رد المحتار' مطلب کفارة الیمین ۳/۷۲۵' ۷۲۶' ط سعید)

(۵) لا یقسم بغیر اللہ تعالیٰ کالنبی والقرآن والکعبة (تنویر و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ لا یقسم بغیر اللہ تعالیٰ) بل یحرم کما فی القھستانی (رد المحتار قبیل مطلب فی القرآن ۳/ ۷۱۲ ط سعید)

”فلاں کے گھر کھانا کھاؤں تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو“ قسم کا حکم!

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۳۷ء)

(سوال) زید نے قسم کھائی کہ میں بکر کے یہاں کھانا پینا ہر گز نہیں کروں گا کیونکہ وہ برادری سے باہر ہے اگر کھاؤں تو مجھے حشر میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو (دونوں مسلمان ہیں) ایک ماہ بعد زید نے بکر کے یہاں کھانا کھالیا اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے ؟

(جواب ۲۲۰) ایسی قسم جس کا توڑنا شرعاً مطلوب ہو توڑ دینا جائز ہے اور اس کا کفارہ ادا کر دینا چاہئیے۔ بکر کے یہاں کھانا پینا نہ کرنے کی قسم اگر کسی معقول وجہ پر مبنی نہ تھی تو اسے توڑ دینا بہتر تھا(۱) اور اس کا کفارہ دس مسکینوں کو فی مسکین پونے دو سیر گیہوں دے دینے سے ادا ہو جائے گا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

فصل دوم۔ قسم توڑنے کا کفارہ

قسم کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا ان کی طاقت نہ ہو تو تین دن مسلسل روزہ رکھنا ہے۔

(سوال) ایک آدمی نے قسم کھائی مگر یاد نہیں کہ کس کا نام لیکر قسم کھائی تھی کہ جب تک منکوحہ عورت یعنی اپنی بیوی سے فرمائش نہ کرے وہاں تک اس سے صحبت نہیں کروں گا بعد اس کے بغیر کہے عورت کے صحبت کرلی اور قسم کھاتے وقت طلاق کی نیت بھی نہیں کی تھی تو اس شخص پر کفارہ کیا لازم ہوگا؟ وہ ہمیشہ آج تک صحبت کرتا رہا اور کفارہ بھی نہیں دیا اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۲۱) اگر قسم خدا تعالیٰ کی ذات یا صفات کے ساتھ کھائی ہو تو اس کا خلاف کرنے سے کفارہ لازم ہوگا ورنہ نہیں(۳) اور جب کہ طلاق کو معلق نہیں کیا تو طلاق بھی نہیں ہوگی کفارہ قسم یہ ہے کہ یا ایک غلام آزاد کیا جائے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا ایک ایک جوڑا کپڑا دیا جائے اگر ان تینوں میں سے کچھ نہ ہو سکے تو تین دن کے مسلسل روزے رکھے لیکن اگر کوئی شخص غلام کے آزاد کرنے یا دس مسکینوں کو کھانا کپڑا دینے پر قادر ہو اور پھر بھی روزے رکھ لے تو کفارہ ادا نہ ہوگا(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) نوع یتخیر فیه بین البر والحنث، والحنث خیر من البرفیندب فیه الحنث (عالمگیریه، الباب الاول فی تفسیرها ورکنها و شرطها ۲/۵۲، ط ماجدیه کوئٹه)

(۲) انظر المرجع الرابع صفحه گذشته(۳) والحاصل ان الیمین ما یکون باسم من اسماء الله او بالصفات ماکان متعارفاً (خلاصة الفتاویٰ، الجنس الاول فی الفاظ الیمین ۲/۱۲۵، ط سهیل اکیڈمی، لاهور)

(٤) و کفارته تحریر رقبة او اطعام عشرة مساکین او کسوتهم بما یستر عامة البدن.....وان عجز عنها وقت الاداء صام ثلاثة ایام ولاء (تنویر الابصار مع رد المحتار، مطلب کفارة الیمین ۳/۷۲۵، ۷۲۶، ط سعید)

خدا کی قسم کھا کر توڑی تو کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا یا ان کی طاقت نہ ہو تو مسلسل تین دن روزہ رکھنا واجب ہے۔

(سوال) ایک شخص ایک مجمع میں قسم کلام پاک کی کھا چکا کہ میں آئندہ آپ کے پاس نہیں آؤں گا اور پھر اس جگہ آجاتا ہے پہلے بھی ایسا واقعہ ہو چکا ہے یہ شخص جھوٹی قسمیں کھانے کا عادی ہے۔ المستفتی نمبر ۱۶۷ چھوٹے۔ دہلی ۶ رمضان ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۳۰ء

(جواب ۲۲۲) زیادہ قسمیں کھانا اچھا نہیں ہے اور جو شخص زیادہ قسمیں کھاتا ہے اس سے اکثر خلاف ہو جاتا ہے اگر اس نے خدا کی قسم کھا کر توڑی ہو تو اس کے ذمے کفارہ دینا واجب ہے اور کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلائے یا کپڑا پہنائے اور ان دونوں کی طاقت نہ ہو تو تین روزے رکھے قرآن اور رسول کی قسم کھانا شریعت میں جائز ہی نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد میں نہ آنے کی قسم کے بعد لوگوں کے کہنے پر مسجد جانے سے بھی کفارہ لازم ہو گا۔

(سوال) زید نے مسجد میں آنے سے قسم کھائی کہ میں اس مسجد میں نہیں آؤں گا بعد چند روز کے چند آدمی جا کر اس کو لے آئے تو اس صورت میں قسم کا کفارہ زید پر ہو گا یا لانے والوں پر کفارہ دس مسکینوں کو صبح و شام کھلانے سے ادا ہو گا یا اس طرح بھی گنجائش ہے کہ ایک غریب عاقل بالغ کو دس روز تک دونوں وقت کھلا دے اور بچوں کے کھلانے سے بھی ادا ہو گا کہ نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۳۴۹ محمد یونس صاحب (متھرا) ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲۳) زید نے قسم کھائی تھی کہ میں فلاں مسجد میں نہ جاؤں گا پھر لوگوں کے کہنے سننے سے چلا گیا تو قسم کا کفارہ زید پر لازم ہو گا ان لوگوں پر لازم نہ ہو گا جو زید کو سمجھا بجھا کر مسجد میں لے گئے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

سچ بولنے کی قسم کھانے کے بعد جھوٹ بولنے سے کفارہ لازم ہو گا۔

(سوال) ایک شخص حاکم کی پیشی میں بحیثیت گواہ پیش ہوتا ہے حاکم اس کو قرآن مجید پر ہاتھ رکھوا کر ان الفاظ سے قسم لیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا اس کے بعد وہ جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے پوچھتا ہے اور اسی مجلس میں وہ شخص گواہی بیان کرتا ہے اس صورت میں اگر وہ گواہ خلاف واقعہ کے شہادت دے اور اسکا جھوٹ ثابت ہو جائے یا بعد میں وہ جھوٹ کا اقرار کرے

---

(۱) ومن فعل المحلوف علیه مکرهاً او ناسیاً فهو سواء (هدایة' کتاب الایمان ۴۷۹/۲'ط مکتبه شرکه علمیه ملتان) و فی العالمگیریه' فتصح من المکره وکذا الجدو العمد فتصح من الخاطئی والهازل (الباب الاول فی تفسیرها شرعا ورکنها و شرطها و حکمها ۵۱/۲ ط ماجدیه' کوئٹه)

تو آیا قسم مذکورہ بالا میں وہ حانث ہو جائے گا ؟ یہ قسم منعقدہ کہلائے گی یا غموس ؟ ان الفاظ سے قسم ہو جاتی ہے یا نہیں ؟ اور مذکورہ بالا قسم میں اور اس طرح قسم کھانے میں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم (بخدا) یا کسی زبان میں کہو کہ میں اس کام میں شریک تھا اور فلاں فلاں آدمی بھی موجود تھا اور بات دراصل غلط اور بناوٹی تھی جو شہادت بیان یہ دے رہا ہے سب خلاف ہے کیا فرق ہے یمین اول منعقدہ ہے اور ثانی غموس ہے یا دونوں غموس ہیں توبہ لازم ہے یا دونوں لغو ہیں کیا فرق ہے اور ان کا کیا حکم ہے اور بصورت یمین غموس علاوہ توبہ و نادانستہ کے کوئی تعزیر شرعادی جاسکتی ہے کہ اس نے بے باکانہ حلف کذب پر کی ہے تاکہ آئندہ اسے اور دیگر لوگوں کو عبرت اور تنبیہ ہو کہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے اور اپنی مذہبی قسم کو ہلکا اور معمولی کلام نہ سمجھے جس سے اغیار کی نظر میں حقارت ہو۔ **المستفتی** نمبر ۱۹۸۰ شریف احمد۔ نئی چھاؤنی۔ دہلی ۲۸ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۳ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲۴) ہاں یہ قسم ہو جاتی ہے اور اگر جھوٹ بولے تو کفارہ قسم ادا کرنا ہو گا یہ قسم آئندہ سچ بولنے یا جھوٹ بولنے کے حق میں منعقدہ ہے (۱) اور دوسری قسم جو سوال میں مذکور ہے وہ غموس ہے' یمین غموس پر تعزیر و تنبیہ کی جاسکتی ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ایک کام پر چند قسموں سے ایک ہی کفارہ کافی ہو گا .

(سوال) ایک شخص کسی بارے میں قسم کھاوے تو اس کو قسم مذکور کا کیا کفارہ دینا چاہئیے اور اسی بارے میں چند قسمیں کھاوے تو اسکا کفارہ کیا ہے ؟

(جواب ۲۲۵) ایک امر پر چند قسموں سے ایک ہی کفارہ کافی ہو جاتا ہے۔ **وفی البغیة کفارات الایمان اذا کثرت تداخلت ویخرج بالکفارة الواحدة عن عهدة الجمیع (کذافی الشامی ص ۵۶)** (۳) اور کفارہ غلام کو آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اور اگر ان تینوں چیزوں پر قدرت نہ ہو تو تین متواتر روزے رکھے **کفارة الیمین عتق رقبة یجزئ فیها ما یجزی فی الظهار وان شاء کسا عشرة مساکین کل واحد ثوباً فما زاد وادناه ما یجوز فیه الصلوة وان شاء اطعم عشرة مساکین کالا طعام فی کفارة الظهار فان لم یقدر علی احد الا شیاء الثلثة صام ثلثة ایام متتابعات** (۴) **والله اعلم بالصواب** محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) و منعقدة وهو ان یحلف علی امر فی المستقبل ان یفعله او لایفعله' و حکمها لزوم الکفارة عندالحنث (عالمگیریه' الباب الاول فی تفسیرها شرعا و رکنها و صفتها ۲/ ۵۲ ط ماجدیه' کوئٹه)

(۲) غموس : و هو الحلف علی اثبات شئ او نفیه فی الماضی والحال یتعمدا لکذب فیه فهذه الیمین یاثم فیها صاحبها' و علیه الاستغفار و التوبة دون الکفارة (عالمگیریه' الباب الاول فی تفسیرها شرعاً ورکنها و صفتها ۲/ ۵۲ ط ماجدیه' کوئٹه)

(۳) کتاب الایمان' مطلب تتعددالکفار بتعددالیمین ۳/ ۷۱۴' ط سعید

(۴) هدایه' فصل فی الکفارة' ۲/ ۴۸۱ ' ط مکتبه شرکت علمیه' ملتان

دوسرا باب
منت ماننا

بیماری سے صحت پر مسجد کے نمازیوں کو کھانا کھلانے کی منت کا حکم

(سوال) ایک شخص مسمی زید نے مرض میں گرفتار ہونے کی وجہ سے نذر مانی کہ اگر شافی مطلق نے مجھے کامل صحت مرحمت فرمائی تو میں مقابل کی مسجد یا فلاں مسجد کے نمازیوں کو کھانا کھلاؤں گا اب وہ شئی منذورہ زید نے صحت پاکر یا قبل صحت تمام نمازیوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا ہے سوال یہ ہے کہ امرأو اغنیاء جو نماز میں شامل ہوتے ہیں وہ اس نذر کی شیرینی کھا سکتے ہیں یا نہیں ؟بینوا توجروا

(جواب ۲۲۶) فلاں مسجد کے تمام نمازیوں کو کھانا یا شیرینی کھلانا اگر بطور ہبہ یا اباحت مقصود تھا تو یہ قربت مقصودہ نہیں ہے اور اگر بطور صدقہ مراد تھا تو چونکہ نمازیوں میں غنی اور محتاج دونوں شامل ہوتے ہیں اور تصدق علی الغنی صحیح نہیں ہوتا لہذا یہ نذر صحیح یعنی لازم نہیں ہوتی اب اگر وہ کھانا یا شیرینی کھلائے تو تبرع ہوگا اور اس تبرع میں نیت تصدق نہ ہو تو اغنیاء اور فقراء کو کھانا جائز ہے۔ **نذر التصدق على الاغنياء لم يصح مالم ينوا ابناء السبيل (درمختار) قلت و لعل وجه عدم الصحة فى الاول عدم كونها قربةًالخ (ردالمحتار)** (۱) **ولو قال ان فعلت كذا فلله على ان أضيف جماعة قرابتى فحنث لا يلزمه شئى الخ (هنديه)** (۲) کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ'

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار پر چادر چڑھانے کی نذر کا حکم.

(سوال) ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ میں بغداد میں حضرات پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار پر ایک غلاف چڑھاؤں گا تو اس پر اس نذر کا ادا کرنا واجب ہے یا نہیں اور اگر یہ شخص اس غلاف پر جتنا روپیہ لگتا ہے اتنا روپیہ حضرت پیران پیر کی روح مبارک کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کسی مصرف خیر میں صرف کرے تو درست ہے یا نہیں ؟ اور اگر وہ اسطرح کرے تو اس کی نذر ادا ہو گی یا نہیں ؟

(جواب ۲۲۷) اگر اس نذر سے نذر کرنے والے کا صاحب قبر کی نذر کرنا اور اس کی طرف تقرب مقصود تھا اور ظاہر یہی ہے تو یہ نذر ہی معصیت و حرام ہے اور ایسی صورت میں نذر منعقد و صحیح نہیں ہوتی اس نذر کا معصیت ہونا تو عبارت ذیل سے واضح ہے۔

وقد نص العلامة قاسم بن قطلو بغافى شرح درر البحار ان النذر الذى يقع من اكثر العوام للاموات كان يقول يا سيدى ان رد غائبى او شفى مريضى فلك من الذهب والفضة كذا

---

(۱) كتاب الايمان مطلب فى احكام النذر ۳/۷۳۸' ط سعيد
(۲) كتاب الايمان ومما يتصل بذلك مسائل النذر ۲/۶۶' ط ماجديه كوئٹه

ومن الثیاب کذا او الطعام او الشمع والزیت کذا حرام و باطل لکونه نذر المخلوق و ما یؤخذ من الشمع والزیت والدرهم و نحوها الی الضرائح الاولیاء تقرباً الیهم حرام لا یحل اکله لا لغنی ولا لفقیر ولا یجوز لخادم القبور اخذه انتهی (عمدة الرعایة (۱) و مثله فی الدر المختار) (۲) اور نذر معصیت کا صحیح نہ ہونا بھی اسی عبارت مذکورہ سے واضح ہو گیا نیز عبارات ذیل بھی ملاحظہ ہوں۔

لا یلزمه النذر الااذا کان طاعة و لیس بواجب وکان من جنسه واجب علی التعیین فلا یصح النذربالمعاصی ولا بالواجبات الخ (الاشباه والنظائر) (۳) اعلم انهم صرحوا بان شرط لزوم النذر ثلاثة کون المنذور لیس بمعصیة و کونه من جنسه واجب الخ (بحر الرائق) (۴) ہاں اگر نذر کرنے والے کا مقصود صاحب قبر کی نذر کرنا نہ تھا اور ان کی جانب تقرب منظور نہ تھا بلکہ غلاف کو صدقہ کرنا اور مجاوروں کو اس کی قیمت یا اس کے کپڑے سے نفع پہنچانا مقصود تھا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ جن پر تصدق مقصود ہے وہ غنی ہوں اس صورت میں بھی نذر صحیح نہیں ہوئی کیونکہ تصدق علی الاغنیاء قربت مقصودہ نہیں نیز اس کی جنس سے کوئی دوسرا واجب شرعی بھی نہیں ہے۔نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح مالم ینوا ابناء السبیل (ردالمحتار) (۵) دوسری صورت یہ کہ وہ محتاج ہوں تو اس صورت میں نذر تو صحیح ہو جائے گی لیکن صرف اس طور سے کہ بقدر قیمت غلاف صدقہ کر دیا جائے گا اور اس صورت میں فقیر کی تعیین ضروری نہیں ہے (۶) اور غلاف چڑھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ فعل منذور اگر خود معصیت نہ ہو لیکن کوئی خارجی معصیت اسے عارض ہوتی ہو تو اس معصیت کا ترک لازم ہو جاتا ہے ولو نذر ذبح ولده یلزمه الشاة استحساناً (عالمگیری) (۷) قلت وجه لزوم الشاة ان النذر بالذبح قدصح والذبح قربة مقصودة و من جنسه واجب شرعی وهوالا ضحیة اما اضافة الذبح الی الولد فلغاة لکونها معصیة وانما

---

(۱) باب موجب الافساد ۱/۲۵۵، ط سعید

(۲) کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم ۲/۴۳۹، ط سعید

(۳) الفن الثانی، کتاب الصوم ۲/۷۱ ۷۲، ط ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه، کراتشی

(۴) فصل و من نذر صوم یوم النحر ۲/۳۱۶، ط بیروت لبنان

(۵) کتاب الایمان، مطلب فی احکام النذر ۳/۷۳۸، ط سعید

(۶) رجل قال مالی صدقة علی فقراء مکة ان فعلت کذا فحنث و تصدق علی فقراء بلخ او بلد اخریٰ جاز و یخرج عن النذر (عالمگیریه، ومما یتصل بذلك مسائل النذر ۲/۶۵، ط ماجدیه کوئٹه)

(۷) حواله بالا

لم تو ثر فی ابطال النذر لکونها عارضة عن مفهوم المنذور وهو الذبح ولما بطلت الاضافة الی الولد حکمنا بوجوب الشاة التی هی ادنی الذبائح (کفایت الله) الحاصل اگر صورت مسئولہ میں مقصود نذر میں تقرب الی صاحب القبر ہو تو نذر صحیح نہیں اور اگر مقصود تقرب الی اللہ اور تصدق علی المجاورین ہو تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مجاورین اکثر اغنیا ہوتے ہیں ہاں اگر تقرب الی اللہ مقصود ہو اور فقراء پر تصدق تو نذر صحیح ہوئی اور ناذر کو جائز ہے کہ وہ قیمت غلاف فقراء و مساکین و طلبہ پر تقسیم کر دے۔ واللہ اعلم کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ' مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی

يصح التضحيه بالشاة المشتراة قبل ايام النحر بنية التضحيه الواجبه

(سوال) ما قول العلماء رحمهم الله تعالىٰ فى هذه المسئلة رجل موسر اشترى شاة قبل ايام النحر قال عند شرائها اذبح هذه الشاة فى ايام النحر للاضحية التى اوجبها الله على عباده الموسرين ولم يقل لله على ان اضحى بها اى لا اوجبها على نفسه بل قال اضحى ما اوجب الله تعالى افى هذه الصورة ان ضحى بها فى ايام النحر تؤدى عنه الاضحية ام تصير نذراً فيذبح للاضحية شاةً اخرى ؟ بينوا توجروا

(ترجمہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک مال دار آدمی نے ایام نحر سے قبل ایک بکری خریدی اور خریدتے وقت یہ کہا کہ اس بکری کو میں ایام نحر میں اس قربانی کے طور پر ذبح کروں گا جو اللہ نے اپنے مالدار بندوں پر واجب کی ہے اور یہ نہیں کہا کہ اس کا قربان کرنا مجھ پر واجب ہے یعنی اس کو اپنے اوپر واجب نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ وہ قربانی کروں گا جو اللہ نے واجب کی ہے تو اگر اس نے اس بکری کو ایام نحر میں ذبح کیا اس کی واجب قربانی ادا ہو جائے گی ؟ یا وہ بکری نذر ہو جائے گی ؟ اور قربانی کی ادائیگی کے لئے اس کو دوسری بکری خریدنی پڑے گی ؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۲۸) لو ضحى بهذه الشاة المشتراة بنية التضحية الواجبة عليه تتادى بها فريضة الله و يصير فارغ الذمة ولا يجب عليه التضحية بشاة اخرى وذلك لانه لم ينو ولم يوجب على نفسه شاةً مبتداةً لتصير نذراً وانما عين الشاة المشتراة لاقامة الواجب الشرعى الذى كان عليه قبل الشراء و بمثل هذا الكلام لا ينعقد النذر كرجل قال ان برئت من مرضى هذا ذبحت شاةً فبرئ لا يلزمه شئى الا ان يقول ان برئت فلله على ان اذبح شاة (كذافى الهندية ص ۷۱ ج ۲) (۱)

و علم منه ان النذر لا يصح حتى ياتى الناذر بصيغة الا لتزام و الا يجاب عليه لله و هى غير موجودة فى صورة السوال والله اعلم

---

(۱) المرجع السابق ۲/۶۶

کتبہ محمد کفایۃ اللہ غفرلہ سنہری مسجد مدرسہ امینیہ دھلی ۹ محرم ۱۳۳۵ھجری

(ترجمہ) اگر اس شخص نے اپنی واجب قربانی کی ادائیگی کی نیت سے اس خریدی ہوئی بکری کو قربان کیا تو اللہ تعالیٰ کا فریضہ اس سے ادا ہو جائے گا اور وہ شخص بری الذمہ ہو جائے گا اور دوسری بکری خرید کر قربانی کرنا اس پر واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس نے پہلی بکری خریدتے وقت اپنے اوپر خود واجب کرنے یا بطور خود اپنی طرف سے قربانی کرنے کی نیت نہیں کی تھی اگر ایسا ہوتا تو وہ نذر بن جاتی اور اس خریدی ہوئی بکری کو اس نے واجب شرعی کی ادائیگی کے لئے متعین کیا ہے جو خریدنے سے پہلے اس کے ذمہ تھا اور اس قسم کے کلام سے نذر منعقد نہیں ہوتی جیسے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری سے شفا یاب ہو جاؤں تو ایک بکری ذبح کروں گا پس اگر وہ شفایاب ہو جائے تو اس پر ذبح کرنا ضروری نہیں ہاں اگر یہ کہے کہ اگر میں شفایاب ہو جاؤں گا تو اللہ کے لئے ایک بکری قربان کروں گا تو وہ نذر ہوگی اور اس کی ادائیگی ضروری ہوگی

معلوم ہوا کہ نذر صحیح نہیں ہوتی جب تک کہ اللہ کے لئے اپنے اوپر واجب اور لازم کرنے کے الفاظ نہ بولے جائیں اور اس قسم کے الفاظ صورت مسئولہ میں موجود نہیں ہیں۔

(رد الجواب) (از مولوی عبدالرحمٰن شکارپور۔ سندھ) در صورت مسئولہ بر غنی مذکور دو شاۃ لازم خواہد شد یکے بہ نذر و دیگر بہ ایجاب شرع چرا کہ نذر مختص بہ لفظ للہ علی یا علی نیست بلکہ اگر گوید ایں شاۃ را اضحیٰ خواہم نمود یا ایں را اضحیٰ کردم تاہم نذر خواہد شد قال فی الکفایة (۱) **تحت قول الماتن ان کان اوجب علی نفسه الخ ای شاة بعینها بان فی ملکه شاةً فیقول اضحی بهذه الخ**

وقال فی ردالمحتار (۲) **تحت قول الماتن ناذر لمعینة الخ فالمنذور به بان قال لله علی ان اضحی شاةً او بدنةً او هذه الشاة او البدنة او قال جعلت هذه اضحية انتهی**

باقی ماند اگر در ایام نحر ایں صیغہا بوقت شرا گوید و در قصد ش اخبار عن الواجب الشرعی نیست تاہم دو شاۃ واجب خواہد گردید۔ و اگر در قصد ش اخبار عن الواجب بود پس یک شاۃ لازم خواہد شد و اگر قبل از ایام نحر ایں صیغہا گوید بہر حال بر او دو شاۃ واجب خواہد گردید برابر است کہ در قصد ش اخبار عن الواجب بود یا نہ۔

قال فی رد المحتار (۳) **باب الاضحية و اعلم انه قال فی البدائع ولو نذر ان يضحی شاةً و ذلك فی ايام النحر وهو موسر فعليه ان يضحی شاتين عندنا شاةً بالنذر و شاة بايجاب الشرع ابتداءً الا اذا عنی به الاخبار عن الواجب عليه فلا يلزمه الا واحدة ولو**

---

(۱) کتاب الاضحیة ۸/۴۳۲، ط مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان

(۲) کتاب الاضحیة ۶/۳۲۰ ط سعید

(۳) حوالہ بالا

قبل ايام النحر لزمه شاتان بلا خلاف لان الصيغة لا تحتمل الاخبار عن الواجب قبل الوقت انتهى وقال في موضع آخر و قدمنا ان الغنى اذا قصدبالنذر الاخبار عن الواجب عليه و كان في ايام النحر لزمه واحدة والا فشاتان (۱) انتهى

پس ازیں عبارت واضح گردید کہ صیغہ نذر مختص بہ لله علي یا علي نیست ودر صورت مسئولہ بر غنی مذکور دو شاۃ لازم خواہد شد وانچہ قبل النحر اخبار عن الواجب نمود قطعاً معتبر نیست پس انچہ مولانا مشتاق احمد صاحب و مولوی کفایت اللہ صاحب قلمی نمودہ اند کہ قول مذکور نذر نیست۔ ونہ بر غنی مذکور سوائے یک شاۃ مشتراۃ لازم خواہد گردید در نظر فقیر از روایات فقہا معلوم نمی شود۔ کما عرفت۔ واللہ اعلم

حررہ الفقیر عبدالرحمٰن، شکارپوری

(ترجمہ) صورت مسئولہ میں غنی مذکور پر دو بکریاں لازم ہو جائیں گی ایک نذر کی وجہ سے اور دوسری واجب شرعی کی وجہ سے کیونکہ نذر میں اللہ کے لئے اپنے اوپر واجب و لازم کرنے کے الفاظ ضروری نہیں ہیں بلکہ اگر اس نے کہا کہ اس بکری کی قربانی کروں گا یا اس کی قربانی کروں گا تو نذر منعقد ہو جائے گی کفایہ میں ہے کہ اگر اس نے اپنے اوپر واجب کر لیا یعنی ایک جانور کو بعینہ واجب کر لیا مثلاً ایک جانور پہلے سے اس کی ملک میں تھا اس نے اس کے متعلق کہا کہ میں اس کی قربانی کروں گا (تو وہ نذر ہو جائے گی) اور ردالمحتار میں قول ماتن ناذر لمعينة کی تشریح میں کہا ہے کہ منذور بہ اس طرح ہو گا کہ اس نے کہا کہ اللہ کے لئے مجھ کو ایک بکری یا اونٹ کرنا ہے یا یہ خاص بکری یا اونٹ کہا یا یہ کہا کہ میں نے اس کو قربانی کے لئے قرار دیا۔ انتہی

رہی یہ بات کہ اگر ایام نحر میں بوقت خرید الفاظ مذکورہ کہے اور اس کی نیت اخبار عن الواجب الشرعی کی نہ تھی تو بھی دو بکریاں واجب ہوں گی اور اگر بقصد اخبار عن الواجب کہے تو ایک بکری لازم ہو گی اور اگر ایام نحر سے قبل الفاظ مذکورہ کہے تو اس پر دونوں صورتوں میں دو بکریاں واجب ہوں گی خواہ اس نے اخبار عن الواجب کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

ردالمحتار باب الاضحیہ میں بحوالہ بدائع منقول ہے کہ اگر اس نے ایام نحر میں منت مانی کہ ایک بکری کی قربانی کروں گا تو اگر وہ مالدار ہے تو اس پر دو بکریوں کی قربانی واجب ہو گی ایک منت کی اور ایک ایجاب شرعی کی لیکن اگر اس کی مراد اخبار عن الواجب تھی تو ایک ہی قربانی واجب ہو گی اور اگر ایام نحر سے قبل نذر مانی تو بالاتفاق اس پر دو ہی قربانیاں واجب ہوں گی کیونکہ الفاظ میں قبل از وقت اخبار عن الواجب کا احتمال نہیں ہے انتہی دوسری جگہ لکھا ہے کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اگر نذر سے مراد اخبار عن الواجب ہو اور زمانہ قربانی کا ہو تو اس پر ایک بکری لازم ہو گی ورنہ دو بکریاں۔ انتہی

---

(۱) رد المحتار، كتاب الاضحيه ٦/ ٣٣٢ ط سعيد

پس اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ نذر کا صیغہ لله علی یا علی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور صورت مسئولہ میں غنی مذکور پر دو بکریاں لازم ہوں گی اور ایام نحر سے قبل اخبار عن الواجب قطعاً غیر معتبر ہے۔

پس جو کچھ مولانا مشتاق احمد صاب اور مولانا کفایت اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ قول مذکور نذر نہیں ہے اور غنی مذکور پر ایک ہی جانور کی قربانی واجب ہو گی فقیر کے خیال میں روایات فقہیہ کے مطابق نہیں ہے۔ کما عرفت۔ واللہ اعلم

(نوٹ) اس کا جواب الجواب معلوم نہیں کہ حضرت مفتی اعظمؒ نے لکھا تھا یا نہیں ؟ مجھے دستیاب نہیں ہوا۔ (واصف عفی عنہ)

مسجد بنانے کی منت واجب الاداء نہیں .

(سوال) زید نے حالت بیماری میں یہ منت مانی کہ بعد صحت تین کام انشاء اللہ کروں گا اول یہ کہ لڑکی کا عقد جہاں تک ممکن ہو گا جلد کر دوں گا دوم یہ کہ جائیداد کل وقف علی الاولاد کر دوں گا سوم یہ کہ مسجد کی تعمیر تنہا بذات خود کروں گا اب وہ مسجد تعمیر کرا رہا ہے اور روپیہ بھی کافی ہے لیکن اثنائے تعمیر میں بکر نے کہا کہ ایک سو روپے واسطے تعمیر مسجد ہمارا بھی جمع کیا جائے علاوہ ازیں ایک سو روپیہ اور بھی دیں گے ایسی صورت میں بکر کا روپیہ شامل تعمیر مسجد کرنا جائز ہے یا نہیں جب کہ منت والے کے پاس روپیہ بھی کافی ہے اور تنہا تعمیر کی منت بھی ہے ؟

المستفتی نمبر ۶۷ ا حاجی عبدالرحمٰن، جونابلا سپور۔ ۱۶ رمضان ۱۳۵۲ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۲۹) مسجد بنانے کی منت واجب الادا نہیں ہوتی اس لئے زید کو جائز ہے کہ اپنے خالص مال سے مسجد بنادے یا دوسرے کو بھی شریک کرلے اگر وہ چاہے کہ اپنی منت کو اسی صورت سے پورا کرے جس صورت سے اس نے مانی ہے تو یہ بھی کر سکتا ہے کہ مسجد کی عمارت اپنے روپے سے بنادے اور بکر کے سو یا دو سو روپے لیکر اس کی تکمیل یعنی استر کاری وغیرہ میں صرف کر دے(۱) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ، دہلی

نذر کی قربانی میں عید قربانی کے جانور کی شرائط کا ہونا ضروری ہے .

(سوال) کسی شخص نے منت مانی کہ اگر فلاں کام ہو گیا تو قربانی کروں گا اس قربانی اور عید کی قربانی میں کیا فرق ہے ؟

---

(۱) وفي البدائع، من شروطه ان يكون قربةً مقصودةً، فلا يصح النذر بعيادة المريض وتشييع الجنازة...... وبناء الرباطات والمساجد (رد المحتار، مطلب في احكام النذر ۳/۷۳۵ ط سعيد)

المستفتی نمبر ۱۰۴۱ مولوی عبدالقدوس امام (ترکمان دروازہ دہلی) ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۷ جنوری ۱۹۳۶ء۔

(جواب ۲۳۰) قربانی کے جانور کی صفات اور اس نذر سے واجب ہونے والے جانور کی صفات یکساں ہونی ضروری ہیں اور اگر اس نے عید اضحیٰ کے زمانہ میں ذبح کرنے کی نیت کی ہو تو ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کے اندر ہی ذبح کرنا لازم ہوگا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حج کرانے کی نذر واجب الاداء نہیں.

(سوال) زید نے یہ منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں کسی کو حج کراؤں گا زید کا کام ہو گیا زید اگر اتنا روپیہ جتنا کہ حج میں خرچ ہوتا ہو کسی ایسے شریف نادار کثیر الاولاد کو کام کاج کے لئے دے دے جس کی حالت ناگفتہ بہ ہو فاقوں پر نوبت ہو ایسے شخص کو روپیہ دینے سے زید کی منت ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۰۹۸ محمد نذیر صاحب (دہلی) ۱۴ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۳ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۳۱) یہ منت اس طرح لازم ہو جاتی کہ میں خود حج کروں گا لیکن کسی کو حج کراؤں گا اس طریق پر لازم نہیں ہوئی اور اس لئے جائز ہے کہ زید بجائے حج کرانے کے یہ روپیہ کسی نادار تنگدست شخص کی امداد میں دیدے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حج کرانے کی نذر کی رقم محتاج کو دینا جائز ہے

(سوال) میری والدہ ماجدہ صاحبہ بیمار ہوئی تھیں میں نے خدا تعالیٰ سے یہ منت مانی تھی اگر یہ تندرست ہو جائیں گی تو میں ایک ایسے شخص کو حج کراؤں گا جس نے حج نہ کیا ہو اللہ پاک نے میری دعا قبول فرمائی اور میری والدہ ماجدہ صاحبہ کو تندرستی عطا کی اب میں نے ایک شخص کو تجویز کر کے یہاں سے دہلی لکھا مگر انہوں نے یہ جواب لکھا ہے کہ ایک ایسے شخص کثیر الاولاد ہیں بوجہ افلاس کے فاقوں تک نوبت رہتی ہے لہذا بجائے میرے حج کرانے کے انکو روپیہ دے دیجئے تاکہ اس رقم سے یہ کچھ کام کاج کر لیں اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کر سکیں مگر میری دلی تمنا یہ ہے کہ میں حج کراؤں شرعی حیثیت سے مجھے کیا کرنا چاہئے ؟

المستفتی نمبر ۱۱۲۸ سلطان احمد صاحب (کلکتہ) ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۳۶ء

---

(۱) ولوقال لله علی ان اذبح جزوراً و اتصدق بلحمه فذبح مكانه سبع شياه جاز ووجهه لا يخفى (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه (قوله : وجهه لایخفی) وهو ان السبع تقوم مقامه فی الضحایا والهدایا (کتاب الایمان، مطلب فی احکام النذر، ۳ / ۷٤۰ ط سعید)

(۲) ولم یلزم الناذر ما لیس من جنسه فرض كعيادة مريض و تشييع جنازه ودخول مسجد، (التنویر و شرحه، کتاب الایمان ۳ / ۷۳٦، ط سعید)

(جواب ۲۳۲) اس منت کو آپ اس کی اصلی صورت میں بھی پورا کر سکتے ہیں یعنی کسی کو حج کرا دیں اور دوسری صورت اختیار کرنا یعنی کسی حاجت مند کو اس قدر رقم دیدینا جس قدر حج کرانے میں خرچ ہوتی تو یہ بھی جائز ہے جو صورت آپ پسند کریں اس کی شرعی اجازت ہے اولیٰ اور بہتر دوسری صورت ہے (۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

نذر کی قربانی میں قربانی اور عقیقہ کے جانور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے!

(سوال) قربانی اور عقیقہ کی طرح نذر کے جانوروں میں عمر وغیرہ کی قیود و شروط ہیں یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۱۸۷ پروفیسر محمد طاہر صاحب ایم اے۔ (ضلع میمن سنگھ) ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۳۳) ہاں نذر کے جانور کے لئے بھی وہی شروط ہیں اور وہی عمر معتبر ہے جو قربانی کے جانور کے لئے (۲) الا یہ کہ نذر کسی خاص مشخص جانور کے متعلق ہو تو پھر شرائط کا اعتبار نہ ہوگا (۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

(۱) بکری سے پانچ فیصد مسجد کو دینے کی نذر واجب الادا ہے.
(۲) پانچ سو روپے ہونے پر ہر روز دو پیسے مسجد کو دینے کی نذر واجب الاداء ہے.

(سوال) (۱) اگر کسی دوکاندار نے اپنی بکری پر ۵ / سیکڑا مسجد میں دینا کر لیا اور اس نے کچھ دیکر پھر نہ دیا تو کیا ہوگا ؟ (۲) اگر کسی شخص نے اپنے دل میں سوچ لیا کہ اگر مجھ پر پانچ سو روپے ہو جائیں گے تو مسجد میں دو پیسے روز دیا کروں گا اگر اس پر پانچ سو روپیہ ہو جائیں اور وہ دو پیسے روز مسجد میں نہ دے اور وہ ایک سال میں زکوٰۃ دے تو کیا ہوگا۔ المستفتی نمبر ۱۲۹۸ منشی عظمت اللہ خاں صاحب ضلع بجنور۔ ۴ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۳٤) (۱) اگر مسجد میں دینے کا ارادہ کیا تھا اور پھر نہ دیا تو مضائقہ نہیں لیکن اگر بطور نذر کے اپنے اوپر دینا لازم کر لیا تھا تو ادا کرنا واجب ہے (۴) (۲) یہ تو نذر ہو گئی جب پانچ سو روپے ہو جائیں گے تو ہر

---

(۱) حوالہ بالا (صفحہ گزشتہ)
(۲) ولو قال لله علی ان اذبح جزوراً واتصدق بلحمه فذبح مكانه سبع شياه جاز ووجهه لا يخفى (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه (قوله: ووجهه لايخفى) وهوان السبع تقوم مقامه فی الضحايا والهدايا (كتاب الايمان' مطلب فی احكام النذر ۳/۷٤۰' ط سعيد)
(۳) وكذا لو قال لا هدين هذه الشاه والمسئلة بحالها يلزمه (عالمگيريه' وما يتصل بذلك مسائل النذر ۲/٦٥ ط ماجديه' كوئٹه) (٤) ومن نذر نذراً مطلقاً اومعلقاً بشرط وكان من جنسه واجب اى فرض ووجد الشرط المعلق به لزم الناذر لحديث من نذر و سمى فعليه الوفاء بما سمى كصوم وصلوٰة و صدقة (التنوير و شرحه' كتاب الايمان ۳/۷۳٥' ط سعيد)

روز اس وقت تک دیتا ہوں گے جب تک پانچ سو روپے رہیں اور جب پانچ سو روپے سے کم ہو جائیں تو پھر دینا لازم نہ ہوگا (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کام پورا ہونے پر ہر جمعہ کے روز روزہ کی نذر ماننے والا روزہ اور فدیہ دینے سے عاجز ہو تو کیا حکم ہے ؟

(سوال) ایک شخص نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام پورا ہو جائے گا تو میں اپنی تمام زندگی کے اندر ہر جمعہ کا روزہ رکھا کروں گا مگر بعض مجبوریاں ایسی ہیں جن کی وجہ سے اس کو پورا نہیں کر سکتا اس کی مالی حالت بھی بہت کمزور ہے کوئی معقول کفارہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔ المستفتی نمبر ۱۴۶۹ امتیاز جہاں بیگم منیجر مسلم گرلس اسکول۔ کرلا۔ بمبئی ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۶ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۳۵) اگر نذر کی شرط پوری ہو گئی یعنی وہ کام پورا ہو گیا تھا تو وفائے نذر اس کے ذمہ لازم ہے (۲) روزہ رکھے یا بصورت مجبوری روزے کا فدیہ ادا کرے (۳) ہر جمعہ کا روزہ رکھنا لازم ہوا ہے جس جمعہ کو روزہ نہ رکھ سکتا ہو اس کا فدیہ پونے دو سیر گیہوں صدقہ کر دینا ہے اگر مہینے کے چار جمعے ہوں تو سات سیر گیہوں مہینہ بھر کا فدیہ ہوا اگر نہ روزے پر قادر ہو اور نہ فدیہ دینے کی قدرت ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرے کہ وہ اس کی کوتاہی کو اپنی رحمت سے معاف کر دے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مسجد میں چراغ جلانے اور کھانا رکھنے کی نذر لازم نہیں .

(از الجمعیۃ سہ روزہ دہلی مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) اکثر لوگ یہ منت مانتے ہیں کہ اگر کوئی مراد پوری ہو جائے تو ہم مسجد میں چراغ جلائیں گے اور کچھ پکا کر مسجد کے اندر جابجا رکھ دیں گے اور ایسا کر کے چلے جاتے ہیں صبح کو جو نمازی آتے ہیں وہ اٹھا کر کھا لیتے ہیں آیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۶) یہ نذر کہ ہمارا فلاں کام ہو گیا تو مسجد میں چراغ جلائیں گے یا مسجد میں کھانا رکھ آئیں گے منعقد نہیں ہوتی اور نہ اس کا پورا کرنا لازم ہے اگر کوئی شخص اس کو پورا کرنا چاہے اور مسجد کی معمولی روشنی کے لئے تیل یا روپیہ دیدے اور اسی طرح مسجد میں کھانا دے آئے تو جائز ہے (۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ۔

---

(۱) حوالہ بالا (صفحہ گزشتہ)
(۲) (حوالہ بالا صفحہ گزشتہ)
(۳)ولواخر القضاء حتی صار شیخا فانیاً او کان النذر لصیام الا بد فعجز لذلك او باشتغاله بالمعیشة.....' فله ان یفطر و یطعم لکل یوم مسکیناً علیٰ ما تقدم وان لم یقدر علیٰ ذلك لعسرته یستغفر الله انه هو الغفور الرحیم (عالمگیریه'
الباب السادس فی النذر ۱/ ۲۰۹' ط ماجدیه' کوئٹه)
(٤) ولم یلزم الناذر ما لیس من جنسه واجب ای فرض....... کعیادة مریض و تشیع جنازة و دخول مسجد (التنویر و شرحه' کتاب الایمان ۳ / ۷۳۶ ط سعید)

نذر کا بکرا عقیقہ یا واجب قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۳۷ء)

(سوال) زید نے ایک بکرا اللہ واسطے کا چھوڑ رکھا ہے بعد ازاں زید کے ایک لڑکا پیدا ہوا اب زید اس بکرے کو اپنے لڑکے کے عقیقہ میں کر سکتا ہے یا نہیں ؟ یا قربانی کے دنوں میں اس بکرے کی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۷) یہ بکرا تو مستقل طور پر نذر کا ہو گیا اس کو عقیقہ میں یا اپنی واجب قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اس کو اپنی نیت کے موافق قربان کرنا چاہئیے(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

عزیز کی بسلامتی واپسی پر جانور کی نذر مانی تو نذر پوری کرنا ضروری ہے .

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۳۶ء)

(سوال) کسی عزیز کی بسلامت واپسی پر کسی جانور کو جو پانچ روپے کا ہو دینے کی نیت کر کے عزیز کی واپسی پر بجائے جانور کے ان روپیوں کی دیگر اشیاء مثلاً ایک نمازی عورت کے لئے چادر یا یتیم بچوں کے لئے کپڑے خرید کر دینا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۸) دینے سے اس عزیز کو دینا مراد ہے تو جو چاہے دے سکتے ہیں اور اگر جانور کا قربان کرنا مراد ہے تو یہ نذر ہو گئی اور نذر تو اسی طرح ادا کرنا چاہئیے جس طرح مانی تھی(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

بکرا ذبح کرنے کی نذر کے بعد بھیڑ ذبح کر دے تو نذر پوری ہو جائے گی .

(سوال) ایک شخص نے نذر کی کہ اگر میں تندرست ہو جاؤں تو اللہ کے واسطے ایک بکرا ذبح کر کے خیرات کرنا میرے ذمہ لازم ہے یہ شخص اگر تندرست ہونے کے بعد بجائے بکرے کے بھیڑ قربان کر دے تو نذر پوری ہو جائے گی یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۹) یہ تبدیلی جائز ہے کیونکہ قربانی اور نذر کا حکم ایک ہے۔ ولو قال للہ علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز (درمختار ص ۷۶ ج ۱) (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

---

(۱) ومن نذر ان یضحی شاۃً وذلک فی ایام النحر وھو موسر فعلیہ ان یضحی بشاتین عندنا' شاۃً بالنذر و شاۃً بایجاب الشرع ابتداءً الا اذا عنی بہ الاخبار عن الجواب علیہ فلا یلزمہ الا واحدۃ' ولو قبل ایام النحر لزمہ شاتان بلا خلاف (رد المحتار' کتاب الاضحیۃ ۶/۳۲۰' ط سعید)

(۲) ومن نذر نذراً مطلقاً او معلقاً بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض........ ووجد الشرط المعلق بہ لزم الناذر لحدیث' من نذر وسمی فعلیہ الوفاء بما سمی کصوم وصلوٰۃ و صدقۃ (تنویر الابصار وشرحہ الدر المختار مع رد المحتار'
مطلب فی احکام النذر ۳/۷۳۵ ط سعید)

(۳) کتاب الایمان' مطلب فی احکام النذر ۳/۷۴۰ ط سعید

كتاب القضاء والافتاء

پہلا باب
ثالث بنانا

فریقین کی رضامندی سے بنایا گیا ثالث کا فیصلہ صحیح اور معتبر ہے

(سوال) شہر ساگر عملداری سرکار قیصر ہند (انگریزی) میں ایک پنچایت کے مجمع میں یہ پنچ لوگ برادری کے جھگڑوں زنا وغیرہ کے معاملات میں ڈنڈ یعنی جرمانہ وغیرہ کر دیتے ہیں اور بموجودگی قاضی شہر (قاضی شہر یہ ایک ایسا شخص ہے جس کو کہ شہر کے مسلمانوں نے اپنی رضامندی سے بعد وفات اس کے والد کے معاملات نکاح خوانی و طلاق وغیرہ کے واسطے پگڑی باندھ کر قاضی مقرر کرلیا ہے' اور نماز عیدین بھی اس کے پیچھے جماعت اہل اسلام ادا کرتی ہے) زید نے اپنی عورت مسماۃ ہندہ منکوحہ پر الزام زنا عمرو کے ساتھ لگایا اور چار مرتبہ روبرو حاضرین مجلس قسم کھا کر گواہی دی کہ میں نے اس کو عمرو کے ساتھ زنا کراتے دیکھا اور پانچویں مرتبہ کہا کہ لعنت خدا کی مجھ پر ہو اگر ہندہ سچی ہو اور ہندہ بھی اس پنچایت میں موجود تھی پھر ہندہ نے اسی طرح چار مرتبہ قسم کھا کر یہ کہا کہ خاوند میرا زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور لعنت خدا کی ہو مجھ پر اگر وہ سچا ہو دریافت پر معلوم ہوا کہ اس عورت پر کبھی تہمت زنا کی نہیں لگائی گئی (یہ پنچایت تاریخ وقوعہ کے چار پانچ روز بعد جمع کی گئی تھی اور زید نے ہندہ کو اپنے مکان سے وقت شب نکال دیا تھا اور اس وقت سے اب تک ہندہ اور زید میں علیحدگی ہے) اس واسطے قاضی مذکور الصدر نے بمشورہ پنچان موجودہ باہم زید و ہندہ کے مجمع پنچایت میں تفریق کرادی اب قابل استفسار یہ امر ہے کہ کیا حالت مندرجہ بالا میں جو تفریق کہ قاضی مذکور نے بمشورہ پنچان کرادی ہے وہ عملداری انگریزی میں جہاں کوئی شرعی حاکم نہیں ہے جائز قرار دی جائے گی یا ناجائز؟ اور قاضی مذکور کی یہ تفریق جو مجمع پنچایت میں کی اس قاضی کے حکم کے مطابق جس کا کتب فقہ میں تذکرہ ہے سمجھی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کارروائی سے جو زید و ہندہ کے باہم ہوئی اور زید نے ہندہ کو اپنے مکان سے وقوعہ کے بعد سے نکال دیا ہے کیا باہم زید و ہندہ کے طلاق ہو گئی یا نہیں اور اب ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ کسی طریقے سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جو نکاح کہ ہندہ کا زید کے ساتھ ہوا کیا اس کارروائی سے فسخ ہو گیا؟

معاملات فسخ نکاح کے متعلق جناب مولانا مولوی ابوالکلام آزاد مدظلہ نے اخبار صداقت مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں یہ عبارت درج فرمائی ہے (اولاً تو جو عدالتیں آج موجود ہیں شرعاً ان کو قاضی و حاکم قرار نہیں دیا جاسکتا اور احکام شرعیہ میں جہاں کہیں قاضی یا حاکم کا لفظ آتا ہے اس سے موجودہ عدالتیں مقصود نہیں ہو سکتیں پس بحالت موجودہ ہندوستان میں سوائے اس کے چارہ نہیں ہے کہ مسلمان اپنے شرعی مقدمات کے لئے یا علما کی طرف رجوع کریں یا پنچایتی طریقے سے کام لیں) اور جناب مولانا مولوی عبدالرؤف صاحب نے اخبار مذکور الصدر تاریخ ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں مولانا ممدوح کی اس

طریقے پر تائید فرمائی ہے (لیکن اگر مسلمان ایک اجتماعی کوشش اس امر کی کریں کہ ایک قاضی اپنا یہاں مقرر کرلیں تو باتفاق فقہا یہ صورت جائز ہوگی اور دوسرے ایسے ممالک میں جہاں مسلمان عیسائی سلطنتوں کے ماتحت آباد ہیں یہی صورت کی گئی ہے) تو کیا ان عبارات کا فائدہ دیگر ایسے ہی امورات شرعی میں قاضی مذکور الصدر اور پنچان سے لیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ اور اگر ان طریقوں سے مسلمان تفریق کرالیں تو کیا وہ تفریق جائز متصور ہوگی یا نہیں ؟ جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں خادم محمد عبدالسلام بر مکان قاضی محمد عبدالعزیز قاضی شہر ساگر۔ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۷ء

(جواب ۲۴۰) یہ قاضی جو ہندوستان کے اکثر شہروں میں نکاح یا عیدین کی نماز پڑھاتے ہیں شرعاً وہ قاضی نہیں ہیں جو احکام اور قضا کے اختیارات رکھتے ہیں اس لئے ان کا کوئی فیصلہ قضا نہیں ہوگا۔ اور جن مسائل میں قضا کی ضرورت ہے ان میں ان کا حکم کافی نہ ہوگا جمعہ اور عیدین اور اسی قسم کے مسائل دینیہ میں تو مسلمان جسے قاضی بنالیں وہ قاضی ہوسکتا ہے اور اس کا فیصلہ معتبر ہے کیونکہ حکومت موجودہ نے مذہبی معاملات میں آزادی دے رکھی ہے۔(۱) اور خود کچھ دست اندازی نہیں کرتی لیکن فصل خصومات کی عدالتیں خود اپنے قبضہ واختیار میں رکھی ہیں اس لئے رعایا کا فصل خصومات کے لئے کسی کو قاضی بنانا اس وقت تک معتبر نہ ہوگا جب تک حکومت سے انہیں یہ اختیار حاصل نہ ہو جائے۔

مگر صورت مسئولہ میں جب کہ زید وہندہ نے اپنا فیصلہ کسی شخص کے سپرد کردیا اور اس شخص کی تفریق پر فریقین راضی ہوگئے تو وہ شخص حکم ہوگیا اور اس کی تفریق صحیح اور معتبر ہوگی(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

ثالث بنانے کے اقرار نامہ پر دستخط کے بعد ثالث کا فیصلہ معتبر ہے

(سوال) زید وعابدہ زن وشوہر ہیں دونوں میں ناچاقی ہوئی اپنے نزاع کو رجوع ثالثی کیا گیا مگر ثالث نے گواہان طلاق کے بیان قلم بند کرکے واقعہ طلاق کو ثابت قرار دیا اور افتراق کا فیصلہ کردیا بالآخر فیصلہ ثالثی منجانب عابدہ عدالت میں بدیں مضمون پیش ہوا کہ ”زید نے طلاق مغلظہ دیا تھا۔ فریقین نے بادخال اقرار نامہ جات اپنے نزاعات طلاق کو رجوع ثالثی کیا ثالث نے افتراق کا فیصلہ کردیا لہذا فیصلہ ثالثی عدالتی قرار دیا جائے“ زید نے عابدہ کو طلاق دینے نیز ثالث کو طلاق کے تصفیہ کا اختیار تفویض کرنے سے انکار کیا فیصلہ ثالثی پر زید کے دستخط نہیں ہیں صرف اقرار نامہ پر دستخط ہیں اور اقرار نامہ پر بھی اقربائے عابدہ

---

(۱) ولو فقد وال لغلبة كفار وجب على المسلمين تعيين وال وامام للجمعة (الدر المختار' كتاب القضاء' مطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار ۵/۳٦۹' ط سعيد)

(۲) فحكم بينهما ببينة او اقرار او نكول و رضيا بحكمه صح لو في غير حدوقود ودية على عاقلة (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' باب التحكيم ۵/۴۲۸' ۴۲۹' ط سعيد)

نے بالجبر دستخط کروالینے کی نسبت ایک فوجداری کارروائی بھی کی خیر چونکہ یہ ایک شرعی معاملہ ہے جو ضابطہ کے تحت آگیا ہے عدالت نے مقدمہ ہذا میں بعد سماعت بحث یہ تنقیح برائے تصفیہ قائم کی ہے آیا قرار نامجات بنائے ثالث مورخہ .... اگزبٹ نمبر ۲'۳ مابین فریقین شرعاً جائز و قابل نفاذ ہے ؟ اور کیا ثالثی امر شرعی طلاق کے تصفیہ کی مجاز ہو سکتی ہے ؟ بینوا توجروا **المستفتی** نمبر ۳۱۴ محمد امیر (حیدر آباد دکن) ۴ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۷ اجون ۱۹۳۴ء۔

(**جواب ۲۴۱**) اگر اقرار نامہ میں اس امر کی تصریح ہو کہ ثالث کو طلاق کا فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے تو ثالث کا فیصلہ درباره طلاق صحیح نہ ہو گا اور اگر یہ تصریح نہیں اور جھگڑا یہی تھا کہ طلاق دینے نہ دینے میں اختلاف تھا اور یہ مقدمہ ثالث کے سپرد کیا گیا تھا تو اس کا فیصلہ باقاعدہ ہے (۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

ثالث بنانے کے اقرار نامہ پر دستخط کے بعد ثالث کا فیصلہ معتبر ہے

(**سوال**) دو اقرار نامہ جات منسلکہ استفتائے ہذا کی بنا پر ثالث نے گواہان طلاق کے بیانات قلم بند کر کے طلاق ثابت قرار دیا اور افتراق کا فیصلہ کر دیا یہ فیصلہ ثالثی عدالت میں بدین مضمون منجانب النسا پیش ہوا کہ فریقین نے باد خال اقرار نامہ جات اپنے تنازعات طلاق کو رجوع ثالثی کیا ثالث نے افتراق کا فیصلہ کر دیا لہذا فیصلہ ثالثی عدالتی قرار دیا جائے عدالت نے حسب ذیل تنقیح برائے مقدمہ بعد سماعت قائم کی۔

آیا اقرار نامہ جات بنائے ثالث مورخہ ۲۶ مرداد ۱۳۴۱ف اگزبٹ نمبر ۲'۳ مابین فریقین شرعاً جائز و قابل نفاذ ہے ؟ اور ثالثی امر فیصلہ طلاق کی مجاز ہو سکتی ہے واضح ہو کہ ہر دو اقرار نامہ جات پر فریقین کے دستخط ہیں اور فیصلہ ثالثی پر مدعا علیہ محمد امیر کے دستخط نہیں ہیں۔ **المستفتی** نمبر ۳۴۸ محمد امیر (حیدر آباد دکن) ۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۳۴ء۔

(**جواب ۲۴۲**) اقرار نامہ جات منسلکہ کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس میں بالتصریح ثالثوں کو طلاق مہر جہیز اور اخراجات زچگی کے متعلق تصفیہ کرنے کا فریقین نے اختیار دیا ہے اس لئے ثالثوں کو حق تھا کہ وہ طلاق کے متعلق فیصلہ کریں اور ان کا فیصلہ متعلق طلاق ان کے حدود اختیارات کے اندر ہے (۲) اور فیصلہ ثالثی پر فریقین یا ان میں سے ایک فریق کے دستخط نہ ہوں تو کچھ حرج نہیں اقرار ناموں پر دونوں

---

(۱) وصح اخباره باقرار احد الخصمين و بعد الة الشاهد حال ولايته اى بقاء تحكيمه (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار) قال المحقق فى الشاميه (قوله و صح الاخبار الخ) اى اذا قال لاحد هما اقررت عندى اوقامت عندى بينة عليك لهذا فعدلوه عندى والزمت بذلك و حكمت لهذا فانكر المقضى عليه لايلتفت الى انكاره (باب التحكيم ۵/ ۴۳۰' ط سعيد)

(۲) فان حكم لزمها .... ثم استثناء الثلاثه يفيد صحة التحكيم فى كل المجتهدات (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار مع ردا لمحتار' باب التحكيم ۵/۴۲۹' ۴۳۰ ط سعيد)

فریقوں نے دستخط کئے ہیں جو ثالثی صحیح ہونے کے لئے کافی ہیں (۱) اقرار ناموں کی نقلوں پر میں نے سرخ روشنائی سے دستخط کر دیئے ہیں) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) عورت تین طلاق کی مدعیہ ہے شوہر دو کا تو کیا حکم ہے ؟
(۲) دی ہوئی طلاقوں کی تعداد میں شوہر شک ظاہر کرے تو کیا حکم ہے ؟
(۳) عورت تین طلاق کی مدعیہ ہے اور شوہر منکر تو کیا حکم ہے ؟
(۴) ثالث مقدمہ کا فیصلہ کر سکتا ہے
(۵) ثالث شرعی مسئلہ سے ناواقف ہو تو عالم سے مسئلہ معلوم کر کے اس کے موافق فیصلہ کرنا ضروری ہے .

(سوال) (۱) عورت دعویٰ کرتی ہے کہ میرے شوہر نے میرے سامنے تین طلاق دی ہیں اور شوہر کہتا ہے کہ میں نے ہر گز نہیں دیا بلکہ صرف دو طلاق گواہ کسی کے پاس نہیں تو اس صورت میں کس کا قول معتبر ہو گا نیز شوہر رجعت کر سکتا ہے یا نہیں ؟
(۲) اگر کوئی دوسری صورت ایسی ہی پیش آئے جس میں شوہر شک وتردد ظاہر کرتا ہو تو کیا حکم ہو گا ؟
(۳) اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو تین طلاق دیتے ہوئے سنے اور شوہر منکر ہو تو اس عورت کو شوہر کے پاس رہنا جائز ہے یا نہیں ؟
(۴) فی زمانہ ہندوستان میں شرعی قاضی کہیں بھی موجود نہیں تو رفع نزاع کے لئے شرعی فیصلہ کی کیا صورت ہو گی ؟ فریقین کسی کو حکم مقرر کر کے یا پنچایت سے اگر فیصلہ حاصل کریں تو معتبر ہو گا یا نہیں ؟
(۵) اگر پنچ یا حکم مسئلہ شرعی سے ناواقف ہوں تو وہاں کا مفتی یا اور کوئی شخص قضا کا حکم بتا سکتا ہے یا نہیں ؟
بینوا توجروا۔ المستفتی نمبر ۳۸۳ عبداللطیف قاسمی (ضلع اعظم گڑھ) ۲ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ م ۱۴ اگست ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۳) اگر زوجہ تین طلاق کی مدعی اور شوہر تین کا منکر اور دو کا مقر ہے تو اس صورت میں حکم دیانت (عند اللہ) یہ ہے کہ واقع میں تین طلاق دی ہیں تو طلاق مغلظہ ہوئی اور دو دی ہیں تو حق رجعت ہے لیکن اگر فریقین حکم دیانت پر قانع اور عامل نہ ہوں تو حکم قضا یہ ہے کہ یا تو عورت تین طلاقوں کا ثبوت (بینہ عادلہ) پیش کرے ورنہ شوہر سے حلف لیکر اسکے موافق دو طلاق کا حکم دیا جائے گا اور اس کو اس صورت میں ظاہر کے لحاظ سے رجعت کا اختیار ہو گا۔

---

(۱) ورکنہ لفظہ الدال علیہ مع قبول الآخر (تنویر الابصار و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ ورکنہ لفظہ) ای رکن التحکیم لفظہ الدال علیہ ای اللفظ الدال علی التحکیم کا حکم بیننا او جعلناک حکماً او حکمناک فی کذا (باب التحکیم ۴۲۸/۵، ط سعید)

(اگرچہ فی الحقیقت قسم جھوٹی ہونے کی صورت میں اسے رجعت کا کوئی حق نہیں رہا ہے) سوال دوم کا حکم بھی یہی ہے(۱)

(۳) اگر عورت نے خود شوہر کی زبان سے تین طلاقیں سنی ہیں تو اس کو شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں یعنی دیانۃً وہ اس کے لئے حلال نہیں رہی استخلاص نفس کی سعی کرے(۲)

(۴) حکم اور ثالث اس مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہے اور عدالت کا مسلمان جج بھی قاضی کے حکم میں ہو سکتا ہے(۳) اور جج یا سوال نمبر ۵ میں ذکر کئے ہوئے ثالث یا پنچایت جب خود مسئلہ سے ناواقف ہوں تو ان کا فرض ہے کہ کسی عالم سے دریافت کر کے اس کے موافق فیصلہ کریں اور عالم ان کو قضا کی صورت شرعیہ بتادے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پنچایت کو قوم کی دینی و دنیوی فلاح پر نظر رکھ کر موافق شرع فیصلہ کرنا چاہئیے

(سوال) زیدوبکر کے برادری ہے اور سب کام شادی غمی وغیرہ کے برادرانہ طریق پر انجام ہوتے ہیں قومی پنچایت بھی بنی ہوئی ہے اور شادی غمی زیر تحت رسومات مروجہ قبیحہ انجام پاتے ہیں مثلاً برادری میں کسی بچہ کی ختنہ ہیں تو اس میں علاوہ اور رسومات وغیرہ کے پاؤ پاؤ بھر گڑ فی گھر تقسیم ہوتا ہے اور اس کی یہاں تک پابندی ہے کہ اگر وہ تقسیم نہ کرے تو اس جرم میں برادری سے باہر کر دیا جاتا ہے اور اگر اہل برادری میں سے کوئی شخص حصہ نہ لے تو اس کو بھی برادری سے باہر کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ اپنے اس قصور یعنی گڑ تقسیم نہ کرنے یا حصہ نہ لینے کی معافی چاہے تو برادری اس پر جرمانہ کرتی ہے اور زر جرمانہ وصول کر کے پھر ان کو برادری میں شامل کیا جاتا ہے زید کہتا ہے کہ رسومات مروجہ کو ترک کر دو' بری ہیں بکر کہتا ہے کہ اگر ان رسومات کو ترک کرتے ہیں تو برادری کا نظام بگڑتا ہے زید کہتا ہے کہ اگر نظام بگڑتا ہے تو بگڑنے دو بدعات سے تو بچیں گے بکر کہتا ہے کہ یہ حرام تو نہیں ہیں زید کہتا ہے کہ اس میں بوجہ

---

(۱) فان اختلفا فی وجود الشرط ای ثبوته لیعم العد می فالقول له مع الیمین لانکاره الطلاق (تنویر الابصار و شرحه) قال المحقق فی الشامیه ' و فی البزازیه' ادعی الاستثناء او الشرط فالقول له' ثم قال وذکر النفی' ادعی الزوج لاستثناء وانکرت فالقول لها ولا یصدق بلا بینة ' وان ادعی تعلیق الطلاق بالشرط وادعت الارسال فالقول له (کتاب الطلاق' باب التعلیق ' مطلب اختلاف الزوجین فی وجود الشرط ۳/۳٥٦ ط سعید)

(۲) والمراة کالقاضی اذا سمعته او اخبر ها عدل لا یحل لها تمکینه (رد المحتار ' کتاب الطلاق' مطلب فی قول لبحر الصریح یحتاج فی وقوعه الی النیة ۳/۲٥۲' ط سعید)

(۳) ثم استثناء الثلاثه یفید التحکیم فی کل المجتهدات (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه (قوله فی کل . لمجتهدات) ای لمسائل التی یسوغ فیها الاجتهاد من حقوق العباد کا لطلاق والعتاق (باب التحکیم ٥/٤۳۰' ط سعید)

(٤) ویحرم علی غیر الاهل الدخول فیه قطعا من غیر تردد مرّ فی الحرمة (تنویر الابصار و شرحه) قال المحقق فی لشامیه (قوله و یحرم علی غیر الاهل) بل المراد به مامر فی قوله' و ینبغی ان یکون موثوقاً آ فی عفافه و عقله و حتمل ان یراد به الجاهل (مطلب ابو حنیفه دعی الی القضاء ثلاث مرات فأبی ٥/۳٦۸ ط سعید)

بدعات قوم کی تباہی ہے بکر کہتا ہے کہ ان کو ہم دین میں تھوڑا ہی داخل کر رہے ہیں۔ **المستفتی نمبر ۴۲۴** منشی محمد اختر خاں (دہلی) ۲۸ رجب ۱۳۵۳ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۴) زید کا خیال صحیح ہے اور جس قوم کی پنچایت بنی ہوئی اور قائم ہے وہ بڑی خوش نصیب ہے یہ اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے کہ کسی جماعت کا شیرازہ بندھا ہوا ہو مگر یہ خوش نصیبی اور رحمت اسی صورت میں ہے کہ پنچایت قوم کی دینی و دنیوی فلاح و بہبود پر نظر رکھے اور فیصلے شریعت کے موافق کرے بے شک فضول اور تباہ کن رسمیں اگرچہ فی حد ذاتہ مباح بھی ہوں مگر ان کے التزام کی وجہ سے قوم اور بالخصوص قوم کے بے مایہ افراد تباہ اور زیربار ہوتے ہوں واجب الترک ہیں قومی بہبود کے نقطہ نظر سے ان کو ترک کرانا ضروری ہے اور نظام کیوں بگڑنے لگا؟ جب پنچایت کا فیصلہ ہو کہ فلاں رسم نہ کی جائے اور قوم اس کے فیصلے کے ماتحت اس رسم کو ترک کردے تو یہ تو نظام کی درستگی اور خوبی ہو گی اس کو نظام کا بگڑنا کون کہہ سکتا ہے؟(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

رضامندی سے بنایا گیا ثالث نکاح فسخ کر سکتا ہے.

(سوال) ایک لڑکی کا نکاح حالت نابالغی میں ایک لڑکے کے ساتھ لڑکی کے باپ نے کر دیا عقد نکاح کے بعد لڑکا مجنون ہو گیا اور ڈھائی سال سے مجنون ہے لڑکے کا باپ کہتا ہے کہ اب وہ تزوج کے قابل نہیں لڑکی فسخ نکاح چاہتی ہے فریقین نے فسخ نکاح کے لئے ایک حکم مقرر کیا ہے کیا حکم بغیر تاجیل کے فسخ نکاح کر سکتا ہے؟ **المستفتی نمبر ۲۰۳** مولوی محمد عظیم (ضلع میانوالی) ۲۷ شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۵) حکم کو جب فریقین نے رضامندی سے حکم بنایا ہے اور اسکو فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے اور زوج مجنون ہے تو حکم دونوں کا نکاح فسخ کر سکتا ہے اور تاجیل کی حاجت نہیں کیونکہ جنون جب کہ ڈھائی سال سے ہے تو جنون مطبق ہے اس میں تاجیل کی ضرورت نہیں ہے(۲) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔**

---

(۱) استثناء الثلثة یفید صحة التحکیم فی کل المجتهدات (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه' (قوله فی کل المجتهدات) ای المسائل التی یسوغ فیها الاجتهاد من حقوق العباد کالطلاق والعتاق والکتابة والشفعة' بخلاف ماخالف کتاباً او سنةً او اجماعاً (باب التحکیم ۵/ ۴۳۰' ط سعید)

(۲) فحکم بینهما ببینةٍ او اقرار او نکول و رضیا بحکمه صحّ (الدر المختار' باب التحکیم' ۵/ ۴۲۸' ۴۲۹' ط سعید)

دوسرا باب

عہدہ قضاء اور قاضی کے فرائض

(۱) مسلمانان ہند کے ذمہ قاضی مقرر کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟ حکومت سے قاضی مقرر کرنے کا مطالبہ کیسا ہے ؟
(۲) غیر مسلم حاکم کا فیصلہ اگر موافق شرع ہو تو مقبول ہے.
(۳) چند ایسے مسائل جن میں مسلمان قاضی ہی کا فیصلہ معتبر ہے.

(سوال) (۱) مسلمانان ہندوستان پر مسلمان قاضی مقرر کرنا ضروری ہے یا نہیں اور ہندوستان کے مسلمان اگر بطور خود قاضی مقرر کرلیں تو وہ قاضی شرعی ہوگا یا نہیں موجودہ صورت حالات میں کہ ہندوستان پر حکومت غیر مسلمہ متسلط ہے حکومت غیر مسلمہ سے مسلمان قاضی مقرر کرنے کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں اور حکومت غیر مسلمہ کے مقرر کئے ہوئے قاضی شرعی ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟
(۲) جن مسائل میں شرعی قاضی کا فیصلہ ضروری ہے ان میں غیر مسلم حاکم کا فیصلہ اگر قانون شریعت کے موافق بھی ہو کافی ہو سکتا ہے یا نہیں ؟
(۳) مثال کے طور پر چند مسائل جن میں مسلمان قاضی کا فیصلہ ضروری ہو بتادیئے جائیں ؟

(جواب ٢٤٦) (۱) مسلمانوں پر پہلا اہم اور مقدم فرض یہ ہے کہ وہ مسلمان والی مقرر کریں کیونکہ بغیر والی مسلم کے بہت سی اسلامی ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔

ثم الاجماع على ان نصب الامام واجب والمذهب انه يجب على الخلق (شرح عقائد ص ١١٠) (١)

والمسلمون لا بدلهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واقامة حدودهم و سد ثغورهم و تجهيز جيو شهم واخذ صدقاتهم و قهر المتغلبة والمتلصصة و قطاع الطريق واقامة الجمع والاعياد و قطع المنازعات الواقعة بين العباد و قبول الشهادات القائمة على الحقوق و تزويج الصغار والصغائر الذين لا اولياء لهم و قسمة الغنائم و نحو ذلك من الامور التى لا يتولا ها احاد الامة (العقائد النسفية ص ١١٠) (٢)

و نصه اهم الواجبات فلذا قدموه على دفن صاحب المعجزات (در مختار) قوله اهم الواجبات اى من اهمها التوقف كثير من الواجبات الشرعية عليه (رد المحتار ص

---

(١) ص : ١٥٣ ط مكتبه خير كثير كراچى
(٢) مع شرحها للتفتاز انى ص : ١٥٢، ١٥٣ ط مكتبه خير كثير، كراچى

٤٠٤ ج ١)(١)

ولو فقد وال لغلبة كفار وجب على المسلمين تعيين وال و امام للجمعة فتح (درمختار)(٢)

(ترجمہ) اس بات پر اجماع ہے کہ امام مقرر کرنا فرض ہے' اور مذہب اہل سنت کا یہ ہے کہ امام مقرر کرنا مخلوق (مسلمانوں) پر فرض ہے۔

مسلمانوں کے لئے ایک ایسا امام ضروری ہے جو احکام جاری کر سکے اور حدود قائم کر سکے اور سرحدوں کا انتظام اور جیوش مسلمین کی تیاری کر سکتا ہو اور صدقات وصول کرے اور متغلب لوگوں کو دبا سکے چوروں اور ٹھگوں کو مقہور کر سکے جمعہ اور عیدین قائم کرے اور مقدمات کا فیصلہ کرے شہادتیں قبول کرے نابالغوں کا جن کے ولی نہیں ہیں نکاح کر دیا کرے غنائم تقسیم کرے اور اسی قسم کی بہت سی ضرورتیں ہیں جو افراد امت سے پوری نہیں ہو سکتیں۔

امام مقرر کرنا فرائض میں سے اہم فرض ہے اسی وجہ سے صاحب رسالت کے دفن سے پہلے صحابہ کرام نے امام مقرر کر لیا کیونکہ بہت سے واجبات شرعیہ امام پر موقوف ہیں۔

اگر غلبہ کفار کی وجہ سے والی مسلم نہ ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایک والی مسلم اور امام جمعہ مقرر کریں۔

قاضی مقرر کرنے کا اختیار بادشاہ اور امام کو ہے لوگ اگر خود قاضی مقرر کر لیں تو وہ قاضی نہ ہو گا کیونکہ ان کے مقرر کئے ہوئے قاضی کو تنفیذ احکام کا اختیار اور قدرت نہ ہو گی۔

واذا اجتمع اهل بلدة على رجل و جعلوه قاضياً يقضى فيما بينهم لا يصير قاضياً (عالمگیری)(٣)

اذا قلد السلطان رجلاً قضاء بلدة كذا لا يصير قاضياً فى سواد تلك البلدة مالم يقلد قضاء البلدة ونواحيها (عالمگیری)(٤)

الا اذا كان لم يصلح له الا رجل واحد تعين هو لا قامة هذه العبادة فصار فرض عين عليه الا انه لا بد من التقليد فاذا قلد افترض عليه القبول (بدائع باختصار)(٥)

واذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو فى بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الآن يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم

---

(١) مطلب شروط الامامة الكبرى ١/٥٤٨' ط سعيد
(٢) كتاب القضاء مطلب فى حكم تولية القضاء فى بلاد تغلب عليها الكفار ٥/٣٢٩' ط سعيد
(٣) الباب الخامس فى التقليد والعزل ٣/٣١٥ ط ماجدیه' کوئٹہ
(٤) مرجع سابق
(٥) فصل واما بيان من يفترض عليه قبول تقليد القضاء ٧/٤ ط سعيد

يجعلونه والياً فيولى قاضياً ويكون هو الذى يقضى بينهم الخ (شامى [1] نقلاً عن النهر ناقلاً عن الفتح)

(ترجمہ) جبکہ کسی شہر کے لوگ متفق ہوکر کسی کو قاضی بنالیں جو فیصلے کیا کرے تووہ واقعی قاضی نہیں بن جائے گا۔

جب کہ بادشاہ کسی شخص کو کسی شہر کا قاضی مقرر کرے تووہ شخص مضافات شہر کا قاضی نہ ہوگا جب تک کہ بادشاہ شہر اور مضافات کی قضا سپرد نہ کرے۔

جب کہ شہر میں قضا کے لائق ایک ہی شخص ہو تو فریضہ قضاء ادا کرنے کے لئے وہ متعین ہے اور قضااس پر فرض عین ہے مگر بادشاہ کی طرف سے قاضی بنایا جانا ضروری ہے تو جب کہ اسے قاضی بنایا جائے تو قبول کرنا اس پر فرض ہے۔

اور جب کہ بادشاہ اسلام اور ایسا مسلم حاکم جو قاضی مقرر کر سکتا ہے نہ ہو جیسے کہ مسلمانوں کے بعض شہروں میں جن پر کفار غالب ہوگئے ہیں مثل قرطبہ کے آج کل ہے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ متفق ہوکر کسی مسلمان کو والی مقرر کریں اور وہ والی قاضی کا تقرر کرے اور قاضی مسلمانوں کے فیصلے کیا کرے۔

☆ اگر بادشاہ مسلمان نہ ہو اور مسلمان بھی کوئی والی مسلم مقرر نہ کر سکیں تو بحالت مجبوری مسلمانوں کو حق ہے کہ غیر مسلم بادشاہ سے مسلمان قاضی مقرر کرنے کا مطالبہ کریں ایسی حالت میں غیر مسلم بادشاہ کے مقرر کئے ہوئے مسلمان قاضی قاضی شرعی ہو سکتے ہیں بشرطیکہ قاضی کو تنفیذ احکام کا اختیار ہو اور مسائل شرعیہ کے موافق فیصلہ کرنے سے روکا نہ جائے۔

و يجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائز ولو كافراً (درمختار) فى التتارخانية الاسلام ليس بشرط فيه اى فى السلطان الذى يقلد (ردالمحتار) [2] الا اذا كان يمنعه عن القضاء بالحق فيحرم (درمختار) [3] ولكن انما يجوز تقلد القضاء من السلطان الجائر اذا كان يمكنه من القضاء بحق ولا يخوض فى قضاياه بشر ولا ينهاه عن تنفيذ بعض الاحكام كما ينبغى اما اذا كان لا يمكنه من القضاء بحق و يخوض فى قضاياه بشر ولا يمكنه من تنفيذ بعض الاحكام كماينبغى لا يتقلد منه (الفتاوى العالمگيريه ص ۳۷۷ ج ۳) [4]

لكن اذا ولى الكافر عليهم قاضياً ورضيه المسلمون صحت توليته بلاشبهة

---

(۱) مطلب فى تولية حكم القضاء فى بلاد تغلب عليها الكفار ۵/۳٦۹ ط سعيد

(۲) مطلب ابو حنيفه دعى الى القضاء ثلاث مرات فابى ۵/۳٦۸ ط سعيد

(۳) ايضاً

(٤) كتاب ادب القاضى الباب الاول ۳/۳۰۷ ط ماجديه كوئته

(ردالمحتار)(۱)

(ترجمہ) منصب قضا قبول کرنا سلطان عادل اور ظالم کی طرف سے جائز ہے اگرچہ بادشاہ کافر ہو (درمختار) تاتار خانیہ میں ہے کہ قاضی مقرر کرنے والے بادشاہ کا مسلمان ہونا (صحت قضاء کے لئے لازمی) شرط نہیں ہے مگر جب کہ بادشاہ (خواہ غیر مسلم ہو یا ظالم) قاضی کو فیصلہ حق سے روکے تو حرام ہے لیکن بادشاہ ظالم (خواہ غیر مسلم ہو یا مسلم) سے منصب قضا ایسی حالت میں قبول کرنا جائز ہے کہ بادشاہ قاضی کو حق کے موافق فیصلے صادر کرنے کی قدرت دے دے اور اس کے فیصلوں میں ناحق دخل نہ دے اور اس کو بعض احکام کی تنفیذ مناسب سے نہ روکے اگر بادشاہ قاضی کو حق فیصلہ نہ کرنے دے یا اس کے فیصلوں میں ناحق دخل دے یا بعض احکام کی تنفید مناسب نہ کرنے دے تو قضا قبول نہ کرنا چاہئیے لیکن جب کافر بادشاہ کوئی قاضی مقرر کردے اور مسلمان اس پر رضامندی ظاہر کردیں تو یہ تقرر بلاشبہہ درست ہے۔

☆(۲) غیر مسلم کو قاضی بنانا درست نہیں تھا کیونکہ قضا کے شرائط میں سے یہ شرط بھی ہے کہ قاضی مسلمان ہو پس غیر مسلم حکام قاضی شرعی کے قائم مقام نہیں ہو سکتے اور ان کا فیصلہ ضرورت شرعیہ کو پورا نہیں کر سکتا۔

ولا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع فى المولى شرائط الشهادة كذافى الهداية من الاسلام والتكليف والحرية الخ (عالمگیری)(۲) الصلاحية للقضاء لها شرائط منها العقل و منها البلوغ و منها الاسلام و منها الحرية الخ (بدائع)(۳)

قاضی کو قاضی بنانا صحیح نہیں جب تک اس میں شہادت کے شرائط نہ پائے جائیں یعنی مسلمان ہونا مکلّف ہونا آزاد ہونا وغیرہ۔

صلاحیت منصب قضا کے لئے چند شرطیں ہیں ان میں سے عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا الخ ہے۔(بدائع)

یوں تو مسلمانوں کے تمام نزاعات کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان حاکم ان کو فیصل کرے لانه لا ولاية لكافر على مسلم (۴) لیکن نزاعات کی ایک قسم تو ایسی ہے کہ ان کے لئے قاضی مسلم بااختیار کا ہونا اشد ضروری ہے جس کے نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی اسلامی ضرورتیں معطل ہی نہیں بلکہ مسلمان سخت مواخذات شرعیہ میں مبتلا ہوتے ہیں صرف مثال کے طور پر اس قسم کے

---

(۱) مطلب فی تولیة القضاء فی بلاد تغلب علیها الکفار ۵/ ۳۶۹ ط سعید
(۲) کتاب ادب القاضی' الباب الاول ۳/ ۳۰۷' ط ماجدیه کوئٹه
(۳) فصل واما بیان من یصلح للقضاء ۷/ ۳' ط سعید
(۴) رد المحتار' مطلب شروط الامامة الکبری' ۱/ ۵۴۸ ط سعید

چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں :-

(۱) آج کل بسا اوقات کسی عورت کا خاوند مفقود ہو جاتا ہے اور عورت بھی نو عمر اور محتاج ہوتی ہے متاخرین حنفیہ کے فتویٰ کے موجب اس کے لئے گنجائش ہے کہ وہ اپنی طبعی اور مالی مشکلات سے گلو خلاصی کی سبیل بہم پہنچائے لیکن اس کی تکمیل بغیر قاضی مسلم کے فیصلے اور حکم کے نہیں ہو سکتی ہزاروں عورتیں اس مصیبت میں مبتلا ہیں اور موجودہ حکومت کا قانون ان کی مصیبت رفع کرنے کے لئے ناکافی اور قاضی مسلم کا نہ ہونا ان تمام مصائب کا ذمہ دار ہے(۱)

(۲) بہت سی نابالغہ لڑکیوں کا نکاح ان کے ولی کر دیتے ہیں نکاح شرعاً درست ہو جاتا ہے مگر لڑکی کو بلوغ کے وقت اختیار ہوتا ہے کہ وہ نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کرا دے مگر فسخ کے لئے قاضی کا حکم ضروری ہے اور بغیر قاضی شرعی کے حکم کے نکاح منفسخ نہیں ہوتا موجودہ عدالتوں کے غیر مسلم حاکم اگر فسخ بھی کر دیں تو شرعاً ایسے فسخ کا اعتبار نہیں(۲)

(۳) بہت سے جاہل مسلمان اپنی بیوی پر بیجا زنا کی تہمت لگا کر اسے کس مپرسی کے عالم میں چھوڑ دیتے ہیں شریعت مقدسہ اسلامیہ نے ایسی صورت میں اس کا علاج لعان مقرر کیا ہے لیکن لعان کے لئے قاضی مسلمان ہونا ضروری ہے بغیر قاضی مسلمان کے لعان کرائے ہوئے اس مشکل کا کوئی حل نہیں(۳)

(۴) اسی طرح کوئی شریف اپنی بیوی کو بد چلنی میں مبتلا پائے اس کی سبیل بھی لعان ہے جس کے لئے قاضی مسلم ضروری ہے(۴)

(۵) اگر کوئی جاہل اپنی ساس کے ساتھ ناجائز حرکت کرے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے لیکن ان دونوں میں تفریق قاضی شرعی کر سکتا ہے اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات عورتیں سخت گناہ میں مبتلا رہتی ہیں اور کوئی چارہ کار نہیں پاتیں(۵)

(۶) بہت سی عورتوں کو ان کے خاوند معلقہ کر کے چھوڑ دیتے ہیں نان نفقہ نہیں دیتے اور

---

(۱) انما یحکم بموته بقضاء لانه امر محتمل فما لم ینظم الیه القضاء لا یکون حجة (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه (قوله 'بقضاء) ان هذا ای ماروی عن ابی حنیفة من تفویض موته الی رأی القاضی نص علی انه یحکم بموته بقضاء (مطلب فی الافتاء بمذهب مالك فی زوجة المفقود' ٤/٢٩٧' ط سعید)

(۲) و حاصله انه اذا کان الزوج للصغیر والصغیرة غیر الاب والجد فلهما الخیار بالبلوغ اوالعلم به فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط' القضاء (رد المحتار' باب الولی ٤/٧٠ ط سعید)

(۳) و صفة اللعان ان یبتدائی القاضی بالزوج فیشهد اربع مرات...... واذا التعنا لا تقع الفرقة حتی یفرق القاضی بینهما (هدایة' باب اللعان ٢/٤١٨' ط مکتبه شرکت علمیه' ملتان)

(٤) ایضا

(٥) و تحرمه المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل بها التزوج الا بعد المتارکة (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه' و عبارة الحاوی الا بعد تفریق القاضی' او بعد المتارکة وقد علمت ان النکاح لا یرتفع بل یفسد (باب المحرمات' ٣/٣٧ ط سعید)

کسی طرح راہ راست پر نہیں آتے ایسے وقت شرعاً بعض ائمہ کے مذہب کے موافق قاضی تفریق کر سکتا ہے لیکن قاضی شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہزاروں عورتیں مبتلائے عذاب ہیں اگر غیر مسلم تفریق کا حکم بھی کردے تاہم نکاح منفسخ نہیں ہوگا(۱)

(۷) اگر عورت کو مرد نے طلاق نہیں دی ہے مگر عورت نے طلاق دے دینے کا دعویٰ کردیا اور گواہ پیش کردیئے اور موجودہ عدالت نے طلاق تسلیم کرکے تفریق کا حکم کردیا تو یہ حکم شرعی عدالت نہ ہونے کی وجہ سے کالعدم ہے البتہ شرعی عدالت ہوتی اور قاضی مسلم یہ حکم کرتا تو درست ہوجاتا اور عورت بعد عدت دوسرا نکاح کرلیتی تو زنا کے گناہ میں گرفتار نہ ہوتی(۲)

(۸) عنین کے معاملے میں اور مجنون کے معاملے میں قاضی شرعی کا فیصلہ ضروری ہے غیر مسلم حاکم اگر نکاح کو فسخ بھی کردیں جب بھی شرعاً وہ منفسخ نہیں ہوتا اور زوجین یا دونوں میں سے ایک گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں(۳)

(۹) رمضان شریف کے چاند دیکھنے عید کے چاند دیکھنے کی شہادت قبول کرنا اور صوم یا فطر کا حکم دینا قاضی مسلم کا کام ہے جس کے نہ ہونے سے بہت سے جھگڑے پیدا ہوجاتے ہیں(۴)

اسی طرح اور بہت سے مسائل ہیں جن کا شرعی فیصلہ مسلمان قاضی پر موقوف ہے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ'

(۱۔۲) عہدہ قضا کے استحقاق کے لئے صلاحیت واستعداد شرط ہے
(۳) قاضی مقرر کرنے کا حق مسلمان حاکم کو ہے وہ نہ ہو تو مسلمان جماعت کو ہے
(۴) قاضی کن اوصاف کے آدمی کو بنانا چاہیئے ؟
(۵) قاضی کی خدمات اجازت کے بغیر انجام نہیں دینی چاہئیں.

(سوال) قضاءت ازروئے شرع شریف خاندانی حق یا ورثہ (ترکہ) ہے یا نہیں؟ (۲) اگر ورثہ ترکہ

---

(۱) والحاصل ان التفریق بالعجز عن النفقه جائز عند الشافعی حال حضرة الزوج و کذا حال غیبته مطلقا........ والحالة الاولی جعلها مشایخنا حکما مجتهداً فیه فینفذ فیه القضاء (رد المحتار' مطلب فی فسخ النکاح بالعجز عن النفقه و بالغیبة ۳/ ۵۹۰ ط سعید)

(۲) و ینفذ القضاء شهادة الزور ظاهراً و باطناً........ فی العقود و الفسوخ کإقالة و طلاق (تنویر الابصار و شرحه) قال المحقق فی الشامیه (قوله الفسوخ)........ ادعت انه طلقها ثلاثا وهو ینکر و اقامت بینة زور فقضی بالفرقة فروجت بآخر بعد العدة حل له وطؤها عند الله وان علم بحقیقة الحال و حل لاحد الشاهدین ان یتزوجها ولا یحل للاول وطؤها ولا یحل لها تمکینه (رد المحتار' مطلب فی القضاء شهادة الزور' ۵/ ۴۰۵ ط سعید)

(۳) والا بانت بالتفریق من القاضی ان أبی بطلاقها بطلبها (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' باب العنین وغیره ۵/ ۴۹۸' ط سعید).

(۴) و قبل بلا دعوی و بلا لفظ اشهد و بلا حکم و مجلس قضاء لانه خبر لا شهادة للصوم مع علة غیم........ و شرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة و لفظ اشهد (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار کتاب الصوم ۲/ ۳۸۵' ۳۸۶' ط سعید)

نہیں ہے تو شرعی قانون کے مطابق قاضی بنانے کا حق ہندوستان جیسے مقام میں کس کو ہے ؟(۳) کیا غیر مسلم حاکم بغیر رضامندی جماعت مسلمین قاضی کسی کو مقرر کر سکتا ہے ؟(۴) قاضی کیسے آدمی کو بنانا افضل ہے ؟اس کی افضلیت کے کیا کیا اوصاف ہیں (۵) شرعی قاضی کی موجودگی میں منصب امامت صلوۃ جمعہ وغیرہ و اقامت جمعہ و اعیاد وغیرہ دوسرے کو شرعاً حاصل ہے یا نہیں ؟ **المستفتی نمبر** ۱۳۴۲ عبدالمجید صاحب (مدراس) ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۴۷) (۱) عہدہ قضا کا استحقاق صرف وراثت کے طور پر نہیں ہو تا بلکہ صلاحیت و استعداد لازم ہے ہاں صلاحیت اور استعداد رکھنے والے متعدد شخصوں میں سے اس کو ترجیح دی جائے جو قاضی سابق کا فرزند یا قریب ہو لیکن قاضی سابق کے فرزند یا قریب میں صلاحیت اور اہلیت نہ ہو تو اجنبی کو جو صلاحیت اور اہلیت رکھتا ہو مقدم رکھا جائے گا(۱)

(۲) قاضی بنانے کا حق مسلمان حاکم کو ہے اور مسلمان حاکم نہ ہو تو مسلمان کی جماعت کو(۲)
اگر غیر مسلم حاکم کسی کو بشرط رضامندی جماعت مسلمین قاضی بنادے تو یہ بھی درست ہے(۳)

(۳) جماعت مسلمین کی رضامندی کے بغیر اگر غیر مسلم حاکم کسی کو قاضی بنادے تو وہ قاضی صحیح قاضی نہ ہو گا اگرچہ قانوناً قاضی قرار دے دیا جائے۔

(۴) ہندوستان میں قاضی اپنے اصلی مفہوم کے لحاظ سے قاضی نہیں بنائے جاتے بلکہ صرف نکاح پڑھانے اور عیدین کی امامت وغیرہ جیسے کام ان کے سپرد ہوتے ہیں اس لحاظ سے ہر نیک اور صالح پڑھا لکھا آدمی قاضی بنایا جا سکتا ہے(۴)

(۵) آج کل تو شرعی قاضی کی خدمات یہی ہیں اور جب ایسا شخص موجود ہو جو شرعی طور پر ان خدمات کی اہلیت رکھتا ہے اور یہ خدمات اس کو تفویض کی گئی ہیں تو دوسرے کسی شخص کو اس کی اجازت کے بغیر یہ کام نہ کرنے چاہئیں(۵) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی
الجواب صحیح۔ فقیر محمد یوسف دہلوی

---

(۱) الصلاحية للقضاء لها شرائط، منها العقل و منها البلوغ و منها الاسلام و منها الحرية و منها البصر الخ (بدائع الصنائع، كتاب آداب القاضى ۷/۳ ط سعيد)

(۲) واما بلاد عليها ولاة كفار فيجوز للمسلمين امامة الجمع والا عياد و يصير القاضى قاضياً بتراضى المسلمين (رد المحتار، قبيل مطلب فى حكم تولية القضاء فى بلاد تغلب عليها الكفار ۳٦۹/۵، ط سعيد)

(۳) اذا ولى الكافر عليهم قاضياً و رضيه المسلمون صحت توليته بلاشبهة (رد المحتار، مطلب فى حكم تولية القضاء فى بلاد ثغلب عليها الكفار ۳٦۹/۵، ط سعيد)

(٤) حواله بالا

(۵) واعلم ان صاحب البيت و مثله امام المسجد الراتب اولىٰ بالامامة من غيره مطلقاً (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار، باب الامامه ۵۵۹/۱، ط سعيد)

زوجین کے درمیان انگریز عدالت کے مسلم جج تفریق کر سکتے ہیں!

(سوال) اگر زوجین میں تفریق کی ضرورت ہو تو اس ملک میں کون تفریق کر سکتا ہے ؟ کیونکہ حاکم وقت نصاریٰ کی طرف سے کوئی قاضی مقرر نہیں ہے اور مسلمانوں کی تراضی و اتفاق سے بھی کسی کو منصب قضا نہیں ملا ہے بعض علما حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ کی عبارت **واذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور موکلة الی العلماء و یجب علی الامة الرجوع الیهم و یصرون ولاة فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم** سے ہر عالم کو قاضی تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ذی علم اس وقت اس ملک میں تفریق کر سکتا ہے حاکم وقت نصاریٰ کی طرف سے جو جج یا مجسٹریٹ یا اکسٹرا اسسٹنٹ ہیں اگر یہ علوم شریعۃ سے واقف ہوں اور مسلمان ہوں تو قاضی کے قائم مقام ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب **۲۴۸**) ہاں ضرورۃ انگریزی عدالتوں کے مسلم جج یا منصف قائم مقام قاضی شرعی کے ہو سکتے ہیں کیونکہ انکو حکومت کی طرف سے معاملات مخصوصہ اہل اسلام مثل طلاق' نکاح میراث وغیرہ میں احکام شرعیہ کے موافق فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے(۱) حدیقہ ندیہ کی جو عبارت سوال میں مذکور ہے وہ یا تو دیانات پر محمول ہے کہ دیانات میں آج کل علماء بضرورت قائم مقام قاضی کے سمجھے جا سکتے ہیں لیکن فصل خصومات میں چونکہ گورنمنٹ کی طرف سے علما کو کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے اس لئے خصومات میں ان کا کوئی فیصلہ معتبر نہیں یا اس عبارت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جہاں مسلمان حکام نہ ہوں وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے علماء کو اپنے فصل خصومات کے لئے والی بنالیں اور اگر مسلمان ایسا کرلیں تو بیشک ان علما کا فیصلہ معتبر ہوگا لیکن جب تک مسلمان ایسا نہ کریں اس وقت تک علما قائم مقام ولاۃ احکام نہیں ہو سکتے(۲) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) کبائر کا مرتکب شخص قاضی بننے کے لائق نہیں
(۲-۳) فاسق کے مکان کو محکمہ شرعیہ سمجھ کر اس میں شرعی امور کے تصفیہ کے لئے جانا جائز نہیں

---

(۱) یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' مطلب ابو حنیفه دعی الی القضاء ثلاث مرات فأبی ۳۶۸/۵ ط سعید)

(۲) ولو فقد وال لغلبة کفار وجب علی المسلمین تعیین وال و امام للجمعة (الدرالمختار) قال المحقق فی الشامیه : و فی الفتح واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منه کما هو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیهم الکفار کقرطبة الآن یجب علی المسلمین ان یتفقوا علیٰ واحد منهم' یجعلونه والیاً فیولی قاضیاً و یکون هو الذی [illegible] بینهم و کذا ینصبوا اماماً یصلی بهم الجمعة (مطلب فی تولیة القضاء فی بلاد تغلب علیها الکفار ۳۶۹/۵ ط

(۴) کبائر کا مرتکب مردود الشہادۃ ہے
(۵) حرام مجلس کے انعقاد کے لئے چندہ دینا موجب فسق ہے
(۶) حق چھپانے والا مولوی بھی فاسق ہے
(۷) متبع شرع عالم دین کی توہین سخت گناہ ہے.

(سوال) (۱) جوان پڑھ خاندانی قاضی کہ عیدین کی نماز کے لئے مع باجے کے گھوڑے پر سوار ہو کر عید گاہ جاتا ہو اور داڑھی منڈاتا ہو اور احکام شرعی پر آبائی رواج کو مقدم رکھتا ہو اور مسائل دینیہ سے بالکل نابلد ہو اور تارک صوم و صلوۃ ہو اور بدعت کے کاموں کو رواج دیتا ہو اور تعزیہ کے سامنے لوبان وغیرہ جلاتا ہو اور تعزیہ داروں کا حامی ہو ایسے شخص کو قاضی سمجھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس سے نکاح پڑھوانا اور اس کی حمایت کرنا کیسا ہے ؟ (۲) ایسے قاضی کے مکان پر علماء کو امور شرعیہ کے تصفیہ کے لئے جانا درست ہے یا نہیں (۳) اور اس کے مکان کو محکمہ شرعیہ سمجھنا کیسا ہے ؟ (۴) جو شخص کہ باوجود ذیعلم ہونے کے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتا ہو اور محرم میں لونڈے نچانے والوں اور مرثیہ سنانے والوں کا معاون و مددگار ہو بلکہ خود اس مجلس میں شریک ہوتا ہو اور رنڈیوں کا ناچ دیکھتا ہو اور محرم الحرام میں عناصر الشہادتین جیسی غیر معتبر کتاب کا واعظ ہو اور اسے خوب منہ بنابنا کر پڑھتا ہو کہ سننے والے خوب روئیں اور یہ سمجھتا ہو کہ سامعین جتنا روئیں گے زیادہ ثواب ملے گا اور ہتک حرمت اہل بیت کا مرتکب ہو اور باوجود حکم شرعی دیکھ لینے کے بھی باز نہ آتا ہو اور علمائے محققین کے فتویٰ کو جو ادلہ شرعیہ کے موافق ہو محض اپنی ضد اور نفسانیت سے نہ مانتا ہو ایسے شخص کی گواہی شرعاً مقبول ہے یا نہیں (۵) جو مولوی کہ بزرگوں کے عرس مروجہ فی العوام میں جہاں رنڈیوں کا ناچ وغیرہ لہو و لعب ہوتا ہو چندہ دے اور لوگوں سے چندہ وصول کرائے اور ترغیب دے وہ کیسا ہے ؟ (۶) جو مولوی بایں خیال کہ عوام مجھ سے بدظن ہو جائیں گے میری بے قدری ہو گی اور روزی میں نقصان پہنچے گا حق بات کو چھپائے اور معلوم ہو کر فتوی نہ دے، وہ کیسا ہے اور ایسے شخص سے فتویٰ پوچھنا کیسا ہے ؟ (۷) ممنوعات شرعیہ سے روکنے والے علما کو سخت سست کہنا اور ان کی ہتک عزت کے درپئے ہونا کیسا ہے ؟ المستفتی فقیر بلدار خاں المقلب بہ نبی بخش چشتی عفی عنہ (مالی گاؤں)

(جواب ۲۴۹) جس شخص میں یہ باتیں ہوں کہ ڈاڑھی منڈاتا ہو اور ناجائز باجے کے ساتھ عید گاہ کو نماز کے لئے جاتا ہو احکام شرعیہ پر رواج کو مقدم رکھتا ہو تارک صوم و صلوۃ ہو تعزیہ پر لوبان جلاتا ہو تعزیہ داروں کی اس بدعت میں حمایت کرتا ہو وہ فاسق ہے اور ہرگز قاضی بننے کے لائق نہیں (۱) ہے (۲،۳) ایسے شخص کو قاضی بنانا اور اس کے پاس فیصلے کے لئے جانا جائز نہیں اور اس کے مکان کو محکمہ

---

(۱) لکن لا ینبغی ان یقلد الفاسق لان القضاء امانة عظیمة وھی امانة الاموال والا بضاع والنفوس فلا یقوم بوفائھا الا من کمل ورعه ثم تقواہ (بدائع الصنائع، فصل واما بیان من یصلح القضاء ۳/۷ ط سعید)

شرعیہ سمجھنا خطا ہے(۱) (۴) یہ شخص بھی فاسق اور مردود الشہادۃ ہے(۲) (۵) ایسے عرسوں میں جہاں رنڈیوں کا ناچ ہو اور محرمات و منکرات کا مجمع ہو جیسا آج کل اکثر عرسوں میں ہوتا ہے جائے اور چندہ دے دلائے وہ بھی فاسق اور دین کو تباہ کرنے والا ہے(۳) (۶) ایسا مولوی بھی فاسق ہے (۷) عالم باعمل متبع شریعت کو برا کہنا اور اس کی توہین کرنا سخت گناہ ہے اور بسا اوقات یہ بات کفر تک پہنچا دیتی ہے(۴)

واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ امینیہ، سنہری مسجد دہلی

الجواب صحیح۔ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند۔ ۲۷ شعبان ۱۳۳۳ھ

تیسرا باب
دعویٰ اور گواہی

ٹیلی فون پر عادل گواہوں کی شہادت بھی مقبول نہیں

(سوال) رمضان المبارک کی انتیس تاریخ کو ٹیلی فون پر چار معتبر عادل گواہوں نے شہادت دی کہ ہم نے ہلال فطر دیکھا ہے ان چار آدمیوں کو اور ان کی آوازوں کو میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور پہچانتا ہوں جب کہ تمام کاروباری اور خانگی اموز میں ٹیلی فون پر ان لوگوں کا اعتبار کیا جاتا ہے تو چاند کی گواہی کیوں نہ معتبر سمجھی جائے اور اب تو یہ معلوم ہوا ہے کہ آئندہ ٹیلی فون پر گفتگو کرنے والے کا فوٹو بھی سامنے آجایا کرے گا اگرچہ اب تک رائج نہیں ہے موجودہ شکل میں اور جو آئندہ آنے والی ہے کچھ فرق ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۲۸۸ مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب راندیر ضلع سورت ۶ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۵۰) ٹیلی فون کی حیثیت اگرچہ ٹیلی گراف سے مختلف ہے لیکن شہادت کے موقع پر دونوں کا حکم شرعی ایک ہے جس طرح کہ تار کے ذریعے سے شہادت ادا نہیں کی جاسکتی اسی طرح ٹیلی فون بھی ادائے شہادت کے لئے مفید و مقبول نہیں قانونی عدالتیں بھی تار یا ٹیلی فون پر شہادت قبول نہیں کرتیں اگر آئندہ فون پر بات کرنے والے کا فوٹو بھی سننے والے کے سامنے آجائے جب بھی باب شہادت

---

(۱) والفاسق اهلها فيكون اهله لكن لا يقلد وجوباً و يا ثم مقلده كقابل شهادته به يفتى (تنوير الابصار و شرحه الدرالمختار مع رد المحتار، مطلب فى حكم القاضى الدرزى، والنصرانى، ۵/۳۵۵، ۳۵۶ ط سعيد)

(۲) اتفقوا علىٰ ان الا علان بكبيرة يمنع الشهادة...... لا تقبل شهادة من يجلس مجلس الفجور والمجانه والشراب وان لم يشرب (عالمگيريه، الفصل الثانى فيمن لا يقبل شهادته لفسقه ۳/۴۶۶، ط ماجديه كوئٹه)

(۳) قال السماع والقول والرقص الذى يفعله المتصوفه فى زماننا حرام (عالمگيريه الباب السابع عشر فى الغناء وللهو و سائر المعاصى ۵/۳۵۲ ط ماجديه كوئٹه) قال الله تعالىٰ : ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (الآية) (المائدة: ۲)

(۴) و يخاف عليه الكفر اذا شتم عالماً اوفقيهاً من غير سبب (البحر الرائق، باب احكام المرتدين ۵/۱۳۲ ط بيروت)

میں وہ نا قابل اعتبار رہے گا تمام کاروبار کا اس پر مدار ہونا اور روزانہ لوگوں کا تجارتی اور نجی کاموں میں اسکو معتبر سمجھنا اس کے لئے کافی نہیں کہ شہادت میں بھی اس پر اعتبار کیا جائے جیسے کہ حکومت ہند کے اہم سے اہم کام تار کے ذریعے انجام پاتے ہیں لیکن ایگزیکیوٹو (انتظامی) صیغہ میں تار پر بھروسہ کرنے کے باوجود جوڈیشنل (عدالتی) صیغہ اس کو معتبر نہیں سمجھتا۔

ہاں جب کہ کثرت تار یا ٹیلی فون کی وجہ سے کسی کو خبر کا یقین ہو جائے تو وہ شخصی طور پر عمل کے لئے کافی ہو سکتا ہے لیکن حکم کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس پر رویت ہلال یا افطار یا عید کا عام حکم نہیں دیا جا سکتا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جس گواہی سے حقوق العباد ضائع ہوں اس کا چھپانا حرام ہے.

(سوال) ایک قوم قلیل التعداد تمام واقعات صحیحہ کے معلومات ہونے کے باوجود شہادت حقہ کا کتمان کرتی ہے اقرار صحیحہ سے سبکدوش نہیں ہوتی اور ایک مظلوم جو کہ عالمانہ حیثیت میں ہے فریب و دغابازی سے مبرا اور پاک ہے اس کی مظلومیت محفوظ نہیں رکھتی ایسی قوم کے لئے عند اللہ کیا سزا ہے اور باشندگان شہر کو ازروئے شریعت ایسی قوم کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھنا چاہئیے ؟ المستفتی نمبر ۲۰۸۸ مولانا عبدالرحیم صاحب (چھاؤنی نیمچہ) ۲۹ رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۱) ایسی شہادت کا کتمان کرنا جس سے حقوق العباد ضائع ہوں حرام ہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) شرعی شہادت پر حکومت سے طلبانہ وخوراک نہیں لینا چاہئیے
(۲) شہادت شرعی ہو تو آمد و رفت کا کرایہ لینا جائز ہے
(۳) عدالت میں موجود شخص چال چلن کی تصدیق کرنے پر اجرت نہیں لے سکتا
(۴) رشوت کی تعریف
(۵) زبانی کوشش سے ہو سکنے والے کام کی اجرت لینا کیسا ہے ؟

(سوال) (۱) گورنمنٹ کسی شخص کو کسی کام کے لئے بلاتی ہے تو اس کو طلبانہ یعنی خوراک و کرایہ دیتی

---

(۱) ولو سمعه من وراء الحجاب لا يسعه ان يشهد لاحتمال ان يكون غيره اذالنغمة تشبه النغمة الا اذا كان فى الداخل وحده و دخل و علم الشاهدانه ليس فيه غيره ثم جلس على المسلك و ليس له مسلك غيره فسمع اقرار الداخل ولا يراه لانه يحصل به العلم' و ينبغى للقاضى اذا فسرله لا يقبله (عالمگيريه' الباب الثانى فى بيان تحمل الشهادة۳/۴۵۲ ط ماجديه كوئٹه)

(۲) و سبب وجوبها طلب ذى الحق اوخوف فوت حقه بان لم يعلم بهاذو الحق و خاف فوته لزمه ان يشهد بلا طلب (الدر المختار مع رد المحتار : كتاب الشهادات ۵/۴۶۱'۴۶۲ ط سعيد)

ہے اس کا لینا عند الشرع جائز ہے یا نہیں اسی طرح اگر کوئی بھائی شہادت کے لئے لے جائے تو وہ بھی طلبانہ دیتا ہے اس کا کیا حکم ہے ؟ (۲) اگر کوئی شخص کسی شخص کو شہادت کے لئے یا کسی اور کام کے لئے دوسری جگہ ضلع یا تحصیل میں لے جائے تو اس شخص کو اپنے کام کے چھوٹنے کا حرجانہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر لے سکتا ہے تو کس مقدار تک لے سکتا ہے ؟ (۳) اگر کوئی نمبر دار وہیں عدالت میں موجود ہو اور کوئی شخص اس سے چال چلن یا حیثیت کی تصدیق کرائے تو اس سے حیثیت یا چال چلن کی تصدیق کرانے کے عوض کرایہ خوراک لینا جائز ہے یا نہیں ؟ (۴) رشوت کی مفصل تعریف کیا ہے کہ جس سے رشوت و غیر رشوت میں امتیاز ہو سکے (۵) اگر کسی شخص کی صرف زبانی کوشش سے کسی کا کام ہو سکتا ہے تو اس کے عوض کچھ لینا جائز ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۲۱۰۰ عبدالمجید خاں نمبر دار روہتک ۷ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۲) (۱) گورنمنٹ سے طلبانہ و خوراک لینا جائز ہے شہادت اگر شرعی شہادت ہو تو اس پر اجرت و خوراک نہیں لینا چاہئیے (۱) (۲) صرف کرایہ آمدورفت لے سکتا ہے بشرطیکہ شرعی شہادت ہو (۲) (۳) نہیں چاہئیے (۳) (۴) جو کام کہ خود اس پر کرنا لازم ہے اس کے کرنے پر اجرت لینا یا حق کو رشوت لے کر ناحق کر دینا یہ رشوت ہے (۴) (۵) اس میں تفصیل ہے خاص صورت ظاہر کرکے اس کا حکم دریافت کرو۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ہندو کی گواہی ہندو کے لئے معتبر ہے مسلمان کے خلاف نہیں

(سوال) ہندو کی شہادت شریعت میں معتبر ہے یا نہیں ؟ از روئے شریعت ہندو کی گواہی ماننا چاہئیے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۲۳۰۸ عبدالشکور صاحب (الہ آباد) ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۵۳) ہندو کی گواہی ہندو کے لئے معتبر ہوگی (۵) مسلمان کے خلاف ہندو کی گواہی مقبول نہیں ہوگی (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) وكذا الكاتب اذا تعين' لكن له اخذ الاجرة لا للشاهد حتى لو اركبه بلا عذر لم تقبل' و به تقبل لحديث "اكرموا الشهود" وجوز الثاني الاكل مطلقا وبه يفتي (الدر المختار مع رد المحتار' كتاب الشهادات ٥/٤٦٣ ط سعيد)

(۲) حواله بالا

(۳) حواله بالا

(٤) قال في الشاميه' وفي المصباح' الرشوة ما يعطه الشخص الحاكم' وغيره ليحكم له او يحمله على ما يريد (مطلب في الكلام على الرشوة والهديه' ٥/٣٦٢ ط سعيد)

(٥) تقبل من اهل الاهواء والذمي على مثله وان اختلفا ملته كاليهود والنصارى (تنوير الابصار مع رد المحتار' باب القبول و عدمه ٥/٤٧٢ ط سعيد)

(٦) وفي الاشباه' لا تقبل شهادة كافر على مسلم الاتبعا (الدر المختار مع رد المحتار' باب القبول و عدمه ٥/٤٧٥ ط سعيد)

طلاق یا بیوی کو بیچنے کی گواہی دینا جائز بعض صورتوں میں واجب ہے !
(سوال) اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو طلاق دے یا خرید و فروخت کرے تو اس کی طلاق کی یا بیع کی شہادت دینا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۶۳۹ محمد خاں صاحب (آگرہ) ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۴۰ء
(جواب ۲۵۴) طلاق یا بیوی کو بیچنے کی شہادت دینا نہ صرف جائز بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

شرعی شہادت دینے کے لئے اجرت لینا جائز نہیں .
(سوال) گواہ کو اپنی گواہی دینے کی اجرت لینی جائز ہے یا نہیں یعنی طلبانہ جو دیا جاتا ہے یا اور کسی قسم کی چیز بطور مزدوری وغیرہ۔ المستفتی نمبر ۲۶۶۶ مولانا محمد یوسف صاحب فقیر ' دہلوی ۵ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۸ اپریل ۱۹۴۱ء
(جواب ۲۵۵) قانون شہادت انگریزی کے ماتحت جن گواہوں کے نام سمن نکلوائے جاتے ہیں اور عدالت میں طلب کر لیا جاتا ہے وہ سب شرعی طور پر شاہد نہیں ہوتے تو جو گواہ شرعی طور پر شہادت کے لئے طلب کیا جائے اس کو شہادت کی اجرت لینا ناجائز ہے لیکن وہ گواہ جس کو شرعی شہادت کے لئے طلب نہیں کیا گیا بلکہ خواہ مخواہ انگریزی قانون شہادت کے بل پر طلب کر لیا گیا ہے وہ شرعاً شاہد نہیں اور وہ اپنے وقت کی اجرت لے سکتا ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

داڑھی منڈے کی شہادت یا وکالت سے نکاح منعقد ہو تا ہے .
(سوال) داڑھی منڈانے والے کی شہادت یا وکالت شادی کے موقعہ پر جائز ہے یا نہیں ؟ اسی طرح ایسے شخص کی رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کی گواہی لینا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۴۷۲ شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ ضلع مغربی خاندیس) ۸ صفر ۱۳۵۸ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء
(جواب ۲۵۶) داڑھی منڈانے والے کی شہادت یا وکالت سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے مگر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کو شاہد یا وکیل نہ بنایا جائے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

---

(۱) و یجب الاداء بلا طلب لو الشهادة في حقوق الله تعالىٰ وهي كثيرة ' كطلاق امرأة (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار' مع رد المحتار: كتاب الشهادات ٥/٤٦٣ ط سعيد) (۲) وكذا لكاتب اذا تعين' لكن له اخذ الاجرة لا للشاهد حتى لو اركبه بلا عذر لم تقبل' و به تقبل لحديث "اكرموا الشهود" (الدر المختار مع ردالمحتار : كتاب الشهادات ٥/٤٦٣ ط سعيد) (۳) وشرط حضور شاهدين حرين اوحر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً على الاصح فاهمين انه نكاح على المذهب يجز مسلمين لنكاح مسلمة ولو فاسقين (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار) قال المحقق في الشاميه (قوله ولوفاسقين) اعلم ان النكاح له حكمان' حكم الانعقاد' و حكم الاظهار' فالاول ماذكره والثاني انما يكون عند التجاحد فلا يقبل في الاظهار الاشهادة من تقبل شهادته في سائر الاحكام (قبيل مطلب في عطف الخاص على العام ٣/٢١'٢٢'٢٣ ط سعيد)

مدعی ایک اور مدعی علیہ دو ہوں تو مدعی کے ذمہ دونوں کے سامنے ثبوت پیش کرنا ضروری ہے .

(سوال) مشکور علی خاں بالغ بولایت اپنے باپ اسد علی خاں کے اپنا نکاح مسماۃ سلطان زمن بیگم نابالغہ کے ساتھ بولایت اس کے باپ محمد ظہیر الدین خاں کے ظاہر کرتا ہے اور محمد عبدالغنی خاں بولایت اپنے باپ حاجی عبدالوہاب کے اپنا نکاح مسماۃ سلطان زمن بیگم کے ساتھ بولایت اس کے باپ محمد ظہیر الدین خاں کے ظاہر کرتا ہے اور مسماۃ سلطان زمن بیگم کا باپ محمد ظہیر الدین خاں اپنے حلفیہ بیان میں روبروئے عدالت بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی دختر مسماۃ سلطان زمن بیگم کا نکاح محمد عبدالغنی خاں ولد حاجی عبدالوہاب کے ساتھ کیا ہے مشکور علی خان کے ساتھ نہیں کیا۔

اب عبدالغنی خاں اثبات نکاح کا عدالت دہلی مین دعویدار ہے جس میں مشکور علی خاں مدعاعلیہ ہے اور مشکور علی خاں اثبات نکاح کا عدالت ریاست رام پور میں دعویدار ہے جس میں محمد عبدالغنی خاں مدعاعلیہ نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ عبدالغنی خاں کو ازروئے شرع شریف مدعاعلیہ بنانا چاہئے یا نہیں ؟ کیونکہ خوف یہ ہے کہ عدم موجودگی عبدالغنی خاں میں اگر مشکور علی خاں کامیاب ہو جائے تو اس نکاح کا کیا حال ہوگا جس میں عبدالغنی خاں کو مدعاعلیہ ریاست رامپور نے نہیں بنایا۔

(جواب ۲۵۷) مشکور علی خاں کے دعویٰ کا تعلق صرف سلطان زمن کے ساتھ نہیں بلکہ نکاح کے دوسرے دعویدار عبدالغنی خاں سے بھی ہے کیونکہ وہ بھی سلطان زمن کے نکاح کا مدعی ہے اس لئے مشکور علی خاں کو اپنے اثبات دعویٰ کے لئے ضروری ہے کہ وہ عبدالغنی خاں کو بھی مدعاعلیہ قرار دے اور اس کے ولی کے روبرو اپنی شہادت و ثبوت وغیرہ پیش کرے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی۔

ثالث کے سامنے ایک شخص مدعی طلاق ہو' میاں بیوی منکر ہوں تو کیا حکم ہے .

(سوال) زید نے خالد کو یہ الزام دیا کہ اے خالد تو نے اپنی منکوحہ ہندہ کو میرے سامنے تین طلاقیں دیں اور خالد و ہندہ سراسر انکار کرتے ہیں زید اور خالد نے فیصلے کے لئے ایک قاضی صاحب پر اتفاق کیا مگر ہندہ نے سراسر انکار کیا اور کہا کہ یہ قاضی صاحب ضرور میرے خلاف فیصلہ کریں گے زید و خالد فیصلے

---

(۱) ولا یقضی علی غائب' ولا له ای لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی به بحر' الا بحضور نائبه او من یقوم مقام الغائب (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه' (قوله ولا یقضیٰ علی غائب) ای بالبینة سواء کان غائبا وقت الشهادة او بعضها و بعد التزکیة وسواء کان غائبا عن المجلس او البلد (کتاب القضاء مطلب فی ابر الامیر و قضائه ٥/٤٠٩ ط سعید)

کے لئے قاضی صاحب کے پاس حاضر ہوئے زید نے بحیثیت مدعی ہونے کے دعویٰ کیا کہ خالد نے میرے روبرو اپنی منکوحہ ہندہ کو تین طلاق دیں اور خالد نے اس دعویٰ سے انکار کیا قاضی صاحب نے مدعی سے شہادۃ کا مطالبہ کیا مدعی نے دو گواہ پیش کئے قاضی صاحب نے خالد سے سوال کیا کہ ان دو گواہوں کی شہادت پر جو فیصلہ مرتب ہو گا وہ تجھے منظور ہے یا نہیں ؟ خالد نے کہا کہ اگر فلاں گواہ مسمی بکر حلف اللہ کہہ کر شہادت دے تو مجھے منظور ہے قاضی صاحب نے گواہ مسمی بکر کو کہا کہ زید نے جو دعویٰ کیا ہے اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے قسم اٹھا کر تو شہادت دینے کے لئے تیار ہے یا نہیں ؟ بکر گواہ نے کہا کہ پہلے خالد قسم اٹھائے کہ میں نے ہندہ کو تین طلاق نہیں دیں تب میں قسم اٹھاؤں گا لیکن قاضی نے بکر کو کہا کہ مدعا علیہ کا حق قسم کھانے کا نہیں ہے لہذا قسم تمہیں ہی اٹھانی پڑے گی بیان بکر ہے کہ واللہ باللہ تعالیٰ خالد نے میرے سامنے ہندہ منکوحہ کو تین طلاق دیں بیان گواہ مسمی عمرو کہ خالد نے میرے سامنے منکوحہ کو تین طلاق دیں اگر میری شہادت کاذبہ ہو تو میری منکوحہ پر طلاق ہے قاضی صاحب نے فیصلہ سنادیا کہ خالد کی منکوحہ ہندہ کو تین طلاق خالد پر حرام ہے۔

اب علمائے اسلام کا آپس میں اختلاف ہو گیا اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ قاضی صاحب کا فیصلہ نافذ نہیں ہوا۔ **المستفتی** نمبر ۷۵۰ امر زا خاں ۷ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

(**جواب ۲۵۸**) کسی شخص کا یہ کہنا کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے' جب کہ زوج اور زوجہ دونوں طلاق کے منکر ہوں' یہ دعویٰ نہیں ہے کیونکہ دعویٰ اپنا حق طلب کرنے کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اجنبی اس اخبار میں اپنا کوئی حق طلب نہیں کر رہا بلکہ ایک حق اللہ یعنی حرمت زوجہ علی زوجہا کی خبر دے رہا ہے جو حقیقۃً شہادت ہے پس اس کا یہ قول دعویٰ قرار نہیں دیا جا سکتا اور اس بنا پر اس کا یہ قول غیر مجلس قضا میں لغو ہے اور اس لغو قول کی وجہ سے یہ خصم نہیں بن سکتا اور جب یہ خصم نہیں ہوا تو اس کی اور زوج کی جانب سے تحکیم صحیح نہیں ہوئی کیونکہ تحکیم خصمین کی طرف سے ہوتی ہے اور صورت مسئولہ میں خصمین کا وجود ہی نہیں ہوا پس حکم کے سامنے جو شہادتیں ہوئیں وہ بھی غیر معتبر اور حکم کا فیصلہ بھی غیر معتبر۔(۱)

ہاں اس معاملے میں یہ اجنبی بھی ایک شاہد ہے اور طلاق کی شہادت دینے کے لئے دعویٰ بھی شرط نہیں مگر شہادت ادا کرنے کے لئے مجلس قضا شرط ہے اگر یہ اجنبی قاضی شرعی کے سامنے مجلس قضا میں جا کر شہادت دیتا کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور قاضی اس شہادت پر کارروائی کرتا تو وہ درست ہوتی(۲) بشر طیکہ شاہد کی طرف سے ادائے شہادت میں تاریخ طلاق سے غیر ضروری

---

(۱) التحکیم : ھو لغۃً جعل الحکم فیما لك لغیرك و عرفاً تولیۃ التحصمین حاکماً یحکم بینھما (تنویر الابصار و شرحہ الدر المختار مع رد المحتار باب التحکیم ۵/۴۲۸ ' ط سعید)

(۲) ھی اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشھادۃ فی مجلس القاضی (تنویرالابصار' مع رد المحتار : کتاب الشھادات ۵/۴۶۱ ط سعید)

تاخیر نہ ہوئی ہوتی(۱) کیونکہ قاضی شرعی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حقوق اللہ کی حفاظت کے لئے کارروائی کرے(۲) اور حکم اسی وقت قاضی کے قائم مقام ہو سکتا ہے جب کہ خصمین اس کو اپنی طرف سے فیصلے کا حق دیں اور جب تک خصومت متحقق نہ ہو تحکیم متحقق نہیں ہو سکتی(۳) پس صورت مسئولہ میں لفظ قاضی صاحب سے مراد اگر حکم ہے' جیسا کہ ظاہر ہے تو میرے نزدیک یہ تمام کارروائی عبث ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم۔ دوسرے علمائے متبحرین سے بھی تحقیق کی جائے۔ **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

(نوٹ) مکمل استفتائے مذکورہ بالا کتاب الطلاق باب متفرقات میں بھی درج کیا گیا ہے وہاں اس کے ساتھ حضرت مولانا تھانوی کی رائے بھی تحریر ہے (واصف عفی عنہ)

عورت کے غلط دعویٰ پر قاضی کا فسخ نکاح قضاءً صحیح ہوگا

(سوال) ہندہ نے خلاف واقعہ باغوائے چند اشخاص جو بدنیتی سے اپنے کسی عزیز کے ساتھ عقد کرنا چاہتے ہیں اپنے شوہر پر مظالم و عدم ادائے حقوق زوجیت کا دعویٰ عدالت منصفی میں کر کے فسخ نکاح کی درخواست کی ہے جب کہ عورت اس دعویٰ میں بالکل خلاف واقع اور جھوٹ کہتی ہو تو ایسی صورت میں کیا حکم حاکم فسخ نکاح ہو سکتا ہے؟ **المستفتی نمبر ۲۶۶۳** چودھری عبدالعزیز امروہہ۔ ۲۴ صفر ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۴۱ء۔

(**جواب ۲۵۹**) اگر عورت کا دعویٰ غلط اور خلاف واقع ہے تو شوہر کو لازم ہے کہ وہ حاکم پر یہ بات واضح کر دے اور عورت کے بیان کا غلط ہونا ثابت کر دے تاکہ حاکم عورت کو ڈگری نہ دے لیکن اگر حاکم پر عورت کے بیان کی غلطی واضح نہیں ہوئی اور اس نے عورت کو سچا سمجھتے ہوئے نکاح کو فسخ کر دیا تو قضاءً یہ فسخ صحیح ہوگا مگر خدا کے نزدیک عورت اور جھوٹی گواہی دینے والے شخص سے نکاح کرے گی تو نکاح بشرط کفاءۃ و مہر مثل صحیح ہوگا۔ (۴) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی۔**

---

(۱) و متی اخر شاهد الحسبة شهادته بلا عذر فسق فترد كطلاق امراة (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار' كتاب الشهادات ۵/۴۶۳' ط سعید)

(۲) وادب القاضی التزامه لماندب الیه الشرع من بسط العدل و رفع الظلم و ترك المیل والمحافظة علی حدود الشرع و الجری علی سنن السنة (عالمگیریه' الباب الاول فی تفسیر معنی الادب والقضاء ۳/۳۰۶' ط ماجدیه کوئٹه) (۳) تفسیره تصییر غیره حاکماً فیکون الحکم فیما بین الخصمین کالقاضی (عالمگیریه' الباب الرابع والعشرون فی الحکم ۳/۳۹۷' ط ماجدیه کوئٹه)

(۴) و ینفذ القضاء بشهادة الزور ظاهراً و باطناً فی العقود والفسوخ......... كا قالة وطلاق (تنویر الابصار و شرحه الدرالمختار) قال المحقق فی الشامیه (قوله ' والفسوخ) .... ادعت انه طلقها ثلاثاً وهو ینکر و اقامت بینة زور فقضی القاضی بالفرقة فتزوجت بآخر بعد العدة حل له و طؤها عندالله وان علم بحقیقة الحال (رد المحتار' مطلب فی القضاء شهادة الزور ' ۵/۴۰۵ ط سعید) عن عبدالرحمن بن ابی بکره قال ' کنا عند رسول الله ﷺ فقال الا انبئکم باکبر الکبائر ثلاثا.........و شهادة الزور (صحیح الامام مسلم ' باب الکبائر' واکبرها ۱/۶۴' ط قدیمی کتب خانه' کراچی)

حسبت پر مبنی شہادت بلاوجہ تاخیر سے غیر مقبول ہو جاتی ہے

(سوال) جناب کے حافظے اور مجموعہ فتاویٰ میں یہ سوال و جواب ہوگا کہ زید نے کہا "میں نے زمین و آسمان پیدا کئے وغیر ذلک" پھر آٹھ ماہ کے بعد شہادت ہوتی ہے اور زید کے دعویٰ خدائی کا تذکرہ جس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا سوال پیدا ہوا جس کی پوری تفصیل آپ کے پاس جا چکی ہے اور جناب نے یہ جواب مرحمت فرمایا تھا کہ "زید کا قول معتبر ہوگا ان لوگوں کا قول جو آٹھ دس ماہ کے بعد اس کا اظہار کرتے ہیں نا قابل التفات ہے"۔

لہذا گزارش ہے کہ جناب تھوڑی سی وقت کی قربانی دیکر شاہدین کی شہادت کا نا قابل التفات ہونے کی جو بنیاد ہے اور دلیل شرعی مع عبارات کتب مرحمت فرمائیں۔ المستفتی نمبر ۲۷۳۱ محمد سجاد (بنارس) ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۴۲ء

(جواب ۲۶۰) زید کا قول معتبر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا قول مع حلف کے معتبر ہوگا اور شہود کی شہادت معتبر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شہادت دیانت اور حسبت یعنی للّٰہیت پر مبنی ہے اور ایسی شہادت بلاوجہ معقول تاخیر کرنے سے نا مقبول ہو جاتی ہے **ومتی اخر شاهد الحسبة شهادته بلاعذر فسق فترد** (درمختار)(۱) اس کے علاوہ یہ شہادت ردۃ پر ہے اور اس میں جب مشہود علیہ انکار کردے اور شہادتین کا اقرار کرلے تو شہادت شاہدین بے اثر ہو جاتی ہے۔ **شهد واعلى مسلم بالردة وهو منكر لا يتعرض له** (درمختار)(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) مرض الموت میں مملوکہ زمین ایک بیٹے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے۔
(۲) خرید و فروخت پر گواہوں کی گواہی معتبر ہے
(۳) شہادت کے لئے لفظ اشہد کافی ہے
(۴) عادل گواہ کی گواہی میں کذب کا عقلی احتمال شرعاً و عرفاً معتبر نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

(سوال) ایک شخص نے اپنا ایک قطعہ اراضی (جو اس کی ملکیت میں صرف وہی قطعہ تھا) اپنے مرض الموت میں اپنے چار بیٹوں میں سے ایک بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا اور بیٹے نے بطور سند و حجت باپ سے ایک خط لکھوا کر اپنے پاس رکھ لیا اب اس بائع کی وفات کے بعد بقیہ تین فرزندوں نے اپنے چوتھے بھائی کیساتھ اس متروکہ قطعہ اراضی پر شرکت کا دعویٰ کیا ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے یہ قطعہ زمین قیمتاً خرید اہے جس کی شہادت میں وہی خط پیش کرتا ہے جو بطور سند باپ سے لکھوایا تھا مگر

---

(۱) کتاب الشهادات ۵/۴۶۳ ط سعید

(۲) باب المرتد' مطلب جمله من لا يقتل اذا ارتد' ۴/۲۴۶ ط سعید

قاضی اس خط کو بحکم الخط یشبہ الخط رد کرتا ہے پھر وہی مشتری اپنی طرف سے دو گواہ پیش کرتا ہے ایک کاتب یعنی جس نے وہ خط لکھا تھا دوسرا گواہ جس کا نام بھی اسی خط پر مرقوم ہے اب مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں :-

(۱) مرض الموت میں ایک قطعہ اراضی کو اپنے دیگر وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے فروخت کر دینا جائز تھا یا نہیں جب کہ وہی ایک قطعہ اراضی کل ملکیت تھی (۲) جب کہ بحکم الخط یشبہ الخط مرقوم شدہ بیع نامہ شرعاً رد کیا جاسکتا ہے تو پھر اس کا کاتب اور اس پر مرقوم شدہ گواہ کس طرح اور کس دلیل کی بناء پر شرعاً مقبول ہو سکتے ہیں (۳) اگر بفرض محال ان گواہوں کو شرعاً تسلیم کیا جائے تو پھر ان کی شہادت بغیر حلف کے معتبر ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اگرچہ قاضی ان کی شہادت بغیر حلف کے قبول کرتا ہو (۴) جب الخط یشبہ الخط کے اصول کے مطابق مدعا علیہ کے خط کو بوجہ احتمال مشابہۃ الخط کے مسترد کیا جاتا ہے تو پھر اگر کاتب اور مرقوم شدہ گواہ کو تسلیم کیا جائے گا تو اس حالت میں ان ہر دو گواہوں کی زبانی شہادت میں احتمال کذب کا موجود ہے یا نہیں ؟ اگر واقعی احتمال کذب موجود ہے تو پھر بروئے قانون اصولی اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال مذکورہ صورت میں بطل الشواھد کا حکم دیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۶۱) (۱) بیع جائز ہے کیونکہ یہ تبرع نہیں ہے عقد معاوضہ ہے(۱) (۲) ان لوگوں کی گواہی مقبول ہو سکتی ہے کیونکہ خط کا رد کر دینا اس وجہ سے تھا کہ اس کا ثبوت نہ تھا تو اس کا ثبوت پیش کرنے اور ثابت کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں(۲) (۳) شہادت میں لفظ اشہد کافی ہے پس یہ لفظ ہی قائم مقام حلف کے ہے اس کے علاوہ مزید حلف ضروری نہیں ہے(۳) (۴) شاہد عادل کی زبانی شہادت میں کذب کا عقلی احتمال شرعاً عرفاً قابل اعتبار نہیں ورنہ باب شہادت ہی مسدود ہو جائے گا(۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

عورت یا مرد کے دعویٰ کے بغیر ان کے نکاح پر کسی کی شہادت مقبول نہیں.

(سوال) مسمی امان خان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسماۃ صاحبزادی نے حکیم محمد شریف سے نکاح کیا اور یہ ہر

---

(۱) اما تعریفها فمبادلة المال بالمال بالتراضی و اما رکنه فنوعان' احدهما الایجاب والقبول والثانی........ واما حکمه فثبوت الملك فی البیع للمشتری و فی الثمن للبائع اذا کان البیع تاماً (عالمگیریه' الباب الاول فی تعریف البیع ورکنه وشرطه و حکمه ۳/۲' ط ماجدیه کوئٹه)

(۲) ونصابها لغیرها من الحقوق سواء کان لحق مالا اوغیره کنکاح و طلاق ووکالة واسهلال صبی ولو للارث رجلان......... او رجل وامراتان (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار' کتاب الشهادات ۵/۴۶۵' ط سعید)

(۳) ورکنها لفظ اشهد لاغیر لتضمنه معنی مشاهدة و قسم واخبار للحال (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع ردالمحتار' کتاب الشهادات ۵/۴۶۲' ط سعید)

(۴) والعدالة' و هی شرط وجوب القبول علی القاضی لا جوازه کذافی البحر الرائق (عالمگیریه' الباب الاول فی تعریفها ورکنها و سبب ادائها ۳/۴۵۰' ط ماجدیه کوئٹه)

دو یعنی مسماۃ صاحبزادی اور حکیم محمد شریف اس نکاح سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے درمیان انعقاد نکاح ہوا ہی نہیں امان خاں انعقاد نکاح کے دو گواہ پیش کرتا ہے بیان یہ ہے کہ مسماۃ صاحبزادی کا جس روز نکاح ہوا اس روز صرف جان محمد و نور محمد دو اشخاص موجود تھے اور مسماۃ صاحبزادی و حکیم محمد شریف تھے اور کوئی نہیں تھا حکیم نے کہا کہ میں اس سے نکاح کرتا ہوں اور مسماۃ صاحبزادی نے تین دفعہ کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا تن بخشا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ امان خاں جو ایک ثالث شخص ہے جس نے دعویٰ نکاح کیا باوجودیکہ مسماۃ صاحبزادی و حکیم محمد شریف انکار کر رہے ہیں اس ثالث شخص کے پیش کئے ہوئے گواہوں کی شہادت سے نکاح ثابت ہو گیا نہیں ؟

(جواب ۲۶۲) نکاح پر بغیر دعویٰ احد الزوجین شہادت مقبول نہیں پس جب تک زوجین میں سے کوئی نکاح کا مقر نہ ہو کسی تیسرے شخص کا شہادت پیش کرنا غیر معتبر ہے جن چیزوں میں شہادت بغیر دعویٰ مسموع ہو جاتی ہے وہ خالص حقوق اللہ ہیں نکاح ان میں داخل نہیں (۱) واللہ اعلم۔

چوتھا باب
منصب افتا اور مفتی کے فرائض

مطلقہ مغلظہ جھوٹی گواہی کی بناء پر مفتی کے فتویٰ سے حلال نہیں ہوتی .

(سوال) ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو طلاق مغلظہ دی اور طلاق نامہ لکھ دیا چند روز کے بعد اس نے کہا کہ میں نے شرطی طلاق دی ہے اور جھوٹے گواہ لے جا کر مفتی سے فتویٰ لا کر اس کو حلال سمجھ کر اپنے تصرف میں لاتا ہے ؟ المستفتی نمبر ۳۰۷ ینگ مسلم نورانی کلب ڈیگون۔ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۶۳) اگر شخص مذکور بلا شرط طلاق دے چکا ہے اور تین طلاقیں دی ہیں تو اس کی زوجہ اس کے لئے حرام ہو چکی ہے (۲) جن لوگوں نے جھوٹی گواہی دی وہ سخت گناہ گار اور فاسق ہوئے (۳) اور ان کی جھوٹی گواہی کی بنا پر اور مفتی کے فتوے سے وہ عورت اس شخص کے لئے حلال نہیں

---

(۱) و یجب ادائها بالطلب ولو حکماً کما مر لکن و جوبه بشروط سبعه مبسوطة فی البحر وغیره منها عدالة قاض و قرب مکانه........ و طلب المدعی لو فی حق العبد (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار' کتاب الشهادة ۵/۳٦۳' ط سعید)

(۲) وان کان الطلاق ثلثاً فی الحرة..... لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره (هدایه' فصل فیما تحل به المطلقة' ۲/۳۹۹' ط مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(۳) عن عبدالرحمن بن ابی بکرة قال : کنا عند رسول الله ﷺ فقال : الا انبئکم باکبر الکبائر ثلثاً الاشراك بالله' و حقوق الوالدین و شهادة الزور (صحیح الامام مسلم' باب الکبائر واکبرها ۱/٦٤ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)

ہو جائے گی کیونکہ مفتی کا فتویٰ تو بیان سائل پر ہوتا ہے اگر بیان جھوٹا ہو تو مفتی اس کا ذمہ دار نہیں اور نہ اس کے فتوے سے حرام چیز حلال ہو سکتی ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بغیر علم کے فتویٰ دینا حرام ہے

(سوال) زید نہ فقہ حدیث صرف و نحو کی عبارت پڑھ سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں نہ قرآن صحیح پڑھ سکتے ہیں ناحق فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرتے ہیں گویا پیشہ ہی یہ ہے کسی سے قرض لیتے ہیں تو دینا نہیں جانتے جھوٹ بول کر دغا و مکر سے لوگوں کا مال غصب کرتے ہیں آیا ایسے لوگوں سے خلط ملط رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۵۳۲ عبدالرحمٰن (ضلع ناسک) ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۶۴) بغیر علم کے فتویٰ دینا حرام ہے(۲)اور لوگوں کے حقوق غصب کرنا' جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(جواب ۲۶۵) (۵۵۳) واقعہ مذکورہ فی السوال کے متعلق دو فتوے میں پہلے لکھ چکا ہوں یہ تیسرا ہے اور افسوس کہ پہلے فتووں کی نقل بھی میرے پاس موجود نہیں رکھی گئی اگر جوابوں میں کچھ اختلاف نظر آئے تو وہ بیان سائل کے اختلاف پر مبنی ہوگا کیونکہ مفتی کے پاس اس بات کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ کون سا بیان سچا اور واقعہ کے مطابق ہے اور کون سا جھوٹا اور واقعہ کے خلاف ہے۔ محمد کفایت اللہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۳۵ء

یہ فیصلہ کرنا اہل شوریٰ کا کام ہے کہ فلاں کام دارالعلوم کے لئے مضر ہے یا نہیں ؟

(سوال) مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم جن کے رسالے (مساوات اسلامی) کی وجہ سے ہندوستان کی بہت بڑی مسلم آبادی کے قلوب مجروح ہوئے ہیں اور دارالعلوم کو ہزار ہا روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے' دارالعلوم میں رکھنے کے لائق ہیں یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۶۴ ناظم جمعیۃ الطلبہ دارالعلوم دیوبند ۲ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۶۶) دارالعلوم کو ایسی باتوں سے محفوظ رکھنا جو اس کی حالت مالیہ وانتظامیہ اور وقار کے لئے

---

(۱) فالحاکم مخبر منفذ والمفتی مخبر غیر منفذ' والمفتی فخبر غیر منفذ (اعلام الموقعین' لا یفتی ولا یحکم الا بما یکون عالماً بالحق فیہ' ۴/ ۱۳۳ ط دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(۲) من افتی الناس ولیس باھل للفتوی فھو آثم وعاص (اعلام الموقعین ۴/ ۱۶۶ ط دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(۳) عن سلیمان بن عمرو بن الاحوص عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول...... فان دماءکم واموالکم واعراضکم بینکم حرام (جامع الترمذی' باب ماجاء فی تحریم الدماء والاحوال ۲/ ۳۹ ط سعید)

مضر ہوں اہل شوریٰ کا فرض ہے اور یہ فیصلہ کرنا کہ فلاں امر دارالعلوم کے لئے مضر ہے یا نہیں ' یہ بھی اہل شوریٰ کا منصب ہے میں اشخاص کے متعلق اظہار رائے بھی مفتی کے منصب سے خارج سمجھتا ہوں چہ جائیکہ حکم شرعی لگانا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

مسئلہ پوچھنے پر عالم کا یہ کہنا' جاؤ میں نہیں جانتا...... کیسا ہے ؟

(سوال) امام صاحب سے اگر کوئی مقتدی شرعی مسئلہ دریافت کرے تو کیا امام صاحب کو از روئے شریعت اسلام مقتدی کو یہ جواب دینا جائز ہوگا کہ جاؤ میں نہیں جانتا اگر مقتدی اس پر اصرار کرے تو امام صاحب کا یہ کہنا کہ مجھے تمہاری پرواہ نہیں خواہ میرے پیچھے نماز پڑھو یا نہ پڑھو' جائز ہے یا ناجائز ؟
المستفتی نمبر ۸۴۲ عبدالمجید خاں (شملہ) ۱۶ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۹ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۷) امام صاحب کو اگر وہ مسئلہ معلوم نہ ہو تو ان کا یہ کہنا کہ "میں نہیں جانتا" بجا ہے مقتدی کو اصرار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جو مسئلہ معلوم نہ ہو اس کے متعلق یہی جواب صحیح ہے کہ "میں نہیں جانتا" (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مفتی پر زبانی جواب واجب ہے تحریری نہیں .

(سوال) کسی مفتی صاحب سے شرعی فتویٰ دریافت کیا جائے اور وہ یہ کہہ دے کہ مجھ کو کتاب دیکھنے کی فرصت نہیں ہے اور نہ قوت کسی اور جگہ تحقیق کر لیا جائے نیز مستفتی اپنا پتہ لفافے پر لکھنا بھول گیا مفتی صاحب کو پتہ لکھنا پڑا اس پر ان کا یہ لکھنا کہ لفافے پر پتہ لکھنا ضروری تھا حق مجھ کو تکلیف دی ایسے مفتی کے لئے شرعاً کیا حکم ہے مفتی کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں ؟ کیونکہ مسلمان تو علمائے اسلام سے ہی فتویٰ حاصل کریں گے ؟ المستفتی نمبر ۸۴۲ عبدالمجید خاں (کوہ شملہ)

(جواب ۲۶۸) بھائی صاحب! عالم اور مفتی کے ذمہ اتنی بات ہے کہ جو مسئلہ اس کے علم میں مستحضر ہو اور کوئی دریافت کرے تو بتادے اور مستحضر نہ ہو مگر کتاب دیکھ کر بتانے پر قدرت ہو اور اس میں اسے کوئی کلفت نہ ہو تو دیکھ کر بتادے لیکن کسی حال میں تحریری جواب دینا اس پر لازم نہیں اور پھر مکتوب الیہ یعنی مستفتی کے نام کا خط اور لفافہ اور پتہ لکھنا کسی حال میں لازم نہیں جو علما کہ یہ سب کام کرتے ہیں یعنی تحریری جواب دیتے ہیں (حالانکہ مستفتی مقامی علما سے زبانی دریافت کر لینے پر قادر ہیں) وہ محض تبرعاً اور بہ نیت ثواب یہ کام کرتے ہیں 'لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان پر یہ بات فرض ہے حالانکہ خدا

---

(۱) و عن عبدالله قال : يا ايها الناس من علم شيئاً فليقل به و من لم يعلم فليقل الله اعلم (مشكوة المصابيح) و في المرقاة : وذكر الزمخشري في ربيع الاسرار' ان علياً كرم الله وجهه سئل عن شئي وهو على المنبر فقال : لا ادري فقيل: كيف تقول لا ادري وانت طلعت فوق المنبر فقال" انما طلعت بقدر علمي و طلعت بقدر جهلي لبانت السماء (كتاب العلم' الفصل الثالث ۱ / ۳۱٤' ط امداديه' ملتان)

نے یہ فرض نہیں کیا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) مفتی کے لئے صاحب علم' ماہر احوال زمانہ سے واقف ہونا ضروری ہے.
(۲) غیر عالم فتویٰ دینے کا اہل نہیں بلا تحقیق و تصدیق اس کی باتوں پر عمل نہیں کرنا چاہئیے
(۳) مفتی کا قصداً کسی مسلمان کے خلاف نام کی تصریح کے ساتھ غلط فتویٰ دینا سخت گناہ ہے
(۴) تکبر اور نام و نمود کی نیت سے اپنی تعریف شائع کر کے لوگوں کو دھوکہ دینا گناہ ہے.

(سوال) (۱) زید نے کسی دارالعلوم دینی میں تعلیم دینیات باقاعدہ حاصل نہیں کی نہ درسی کتابیں پڑھنے کے بعد سند حاصل کی ہے نہ دستار فضیلت باندھی گئی ہے مگر دینی امور میں بحیثیت مفتی فتوے صادر کرتا ہے کیا ایسی ناقابل اطمینان صورت میں زید فتویٰ شرعی صادر کرنے کا مجاز ہے اور کیا زید کا فتویٰ قابل اعتماد ہے؟
(۲) کیا بصورت مذکور الصدر زید کے فتوؤں پر مسلمانوں کو صحیح سمجھ کر عمل کرنا چاہئیے؟
(۳) اگر کوئی مفتی غلطی سے عمداً کسی جلیل القدر مستند عالم متقی بزرگ امام کے خلاف غلط فتویٰ صادر کردے جس سے عالم موصوف کی عزت و حرمت خطرہ میں پڑ جائے اور مسلمانوں میں فتنہ و فساد جنگ و جدل کی آگ بھڑک جائے' ایسے مقتضی مفتی کے لئے کیا حکم ہے؟
(۴) اگر کوئی نماز پڑھانے والا اجیر امام جاہل مسلمانوں کو اپنے ہاتھوں کی بوسہ بازی کرانے سے منع نہ کرے اور کبر و رعونت سے دیگر بزرگان دین کی عظمت و علوم مرتبت کا لحاظ و ادب نہ کرے اور اپنی شہرت و نمود کے لئے پوسٹروں اور اخبارات میں جاہل سازشی اشخاص کی طرف سے بڑے بڑے القاب اور خطاب جو انبیاء کرام و اولیاء اللہ کی شان کے لائق ہوں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہوں طبع کرا کر عوام الناس کو اپنے دام تزویر میں لائے اور ایسی دھوکہ بازی و فریب کاری کے جال میں نادان مسلمانوں کو پھانسے گمراہ کرے' ایسے امام کے واسطے کیا حکم ہے؟ **المستفتی** نمبر ۱۴۹۵ مولوی موسیٰ خان صاحب' مدرس مدرسہ حسینیہ دہلی ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۹) فتویٰ دینے والے کے لئے لازم ہے کہ وہ عالم' صاحب بصیرت' کثیر المطالعہ وسیع النظر' احوال زمانہ سے واقف ہو جس شخص میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ افتا کا اہل نہیں اور اس کے فتوے پر بدون تحقیق و تصدیق کے عمل جائز نہیں اور خود اس کو فتویٰ دینا جائز نہیں(۲)

....

(۱) لان الواجب علیه الجواب باللسان دون الکتابة' بالبنان (الدر المختار مع رد المحتار' مطلب فی اجرة صك القاضی و المفتی ۶/۹۲ ط سعید) (۲) لا ینبغی لاحد ان یفتی الا من کان هکذا ویرید ان یکون المفتی عدلا عالما بالکتاب والسنة واجتهاد الرای الا ان یفتی بشئ قدسمعه (عالمگیریه: الباب الاول فی تفسیر الادب والقضاء' ۳/۳۰۸ ط ماجدیه کوئٹه) وفی الشامیه : ان المفتی فی الوقائع لا بدله' من ضرب اجتهاد و معرفة باحوال الناس (باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده' مطلب منهم ۲/۳۹۸' ط سعید)

اگر کوئی مفتی قصداً اور عمداً کسی مسلمان کے خلاف اس کے نام کی تصریح کے ساتھ غلط فتویٰ صادر کردے اور مقصود اس کو رسوا اور بدنام کرنا ہو تو ایسا مفتی سخت گناہ گار اور مفتری ہوگا(۱) اور اگر فتوے میں کسی نام کی تصریح نہ ہو بلکہ فرضی نام کے ساتھ مثلاً زید و عمر کے نام سے سوال کیا گیا ہو اور مفتی واقعات مندرجہ فی السوال پر حکم شرعی بتائے اور حکم شرعی صحیح ہو تو مفتی پر کوئی الزام نہیں اس میں مجرم وہ لوگ ہوں گے جو اس فتویٰ کو کسی خاص شخص پر چپکائیں گے حالانکہ اس شخص میں وہ باتیں موجود نہ ہوں جو سوال میں مذکور ہیں اور جن پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ اگر ریاو نمود کی نیت سے کوئی شخص اپنی تعریف خود شائع کرے یا کرائے تو وہ گناہ گار ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دینی مسئلہ بغیر علم کے بتانا سخت گناہ ہے۔

(سوال) متعلقہ ذمہ داری، مفتی

(جواب ۲۷۰) مذہبی مسئلہ بغیر علم کے من گھڑت بتانا بڑا گناہ ہے اس سے لوگوں کو مسئلہ نہیں پوچھنا چاہئے اور اس کے بتائے ہوئے مسئلہ پر جب تک کوئی عالم تصدیق نہ کردے عمل نہیں کرنا چاہئے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فتویٰ کو بلاوجہ نہ ماننا موجب فسق اور بعض صورتوں میں موجب کفر ہے

(سوال) جو شخص فتویٰ کو نہ مانے اس کا کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۵۹۱ جلال الدین صاحب (حصار) ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۱) جو شخص بلاوجہ فتویٰ کو نہ مانے وہ فاسق ہے اور اگر وہ کوئی معقول وجہ بیان کرے تو پھر اس وجہ پر غور کیا جاسکتا ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ایضاً.........

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) جو شخص علمائے اہل سنت والجماعۃ کے فتوے سے انکار کرے اس کے لئے کیا حکم ہے ؟

---

(۱) عن ابی ہریرۃ قال : قال رسول اللہ ﷺ : من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ (سنن ابی داؤد، باب التوقی فی الفتیا ۲/۱۵۹ ط امدادیہ، ملتان)

(۲) قال النبی ﷺ من سمع سمع اللہ بہ ومن یرائ یرا اللہ بہ (صحیح البخاری، باب الریاء والسمعہ ۲/۹۶۲ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

(۳) من افتی الناس ولیس باھل للفتوی فھو آثم وعاص (اعلام الموقعین ۴/۱۶۶، ط دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۴) اذا جاء احدالخصمین الی صاحبہ بفتوی الائمۃ، فقال صاحبہ : لیس کما افتوا لو قال لا نعمل بھذا کان علیہ التعزیر (عالمگیریہ، منھا ما یتعلق بالعلم والعلماء ۲/۲۷۲، ط ماجدیہ، کوئٹہ)

(جواب ۲۷۲) فتویٰ سے بغیر وجہ انکار کرنا فسق اور بسا اوقات موجب کفر ہو جاتا ہے(۱) ہاں اگر انکار کی کوئی وجہ ہو' مثلاً فتویٰ غلط ہو تو غلط فتویٰ کا انکار ہی کرنا چاہئیے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بغیر علم کے مسئلہ بتانا گناہ ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

(سوال) جو شخص بغیر علم کے مسئلہ بتائے اس کا حکم ماننا چاہئیے یا نہیں ؟

(جواب ۲۷۳) بغیر علم کے مسئلہ بیان کرنا گناہ ہے(۲) اور لوگوں پر بھی ایسے شخص کی بات ماننا ضروری نہیں اگر صحیح مسئلہ بتائے تو مان لینا چاہئے لیکن صحت میں شک ہو تو کسی عالم سے تصدیق کر لینی چاہئیے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جواب کے آخر میں ''واللہ اعلم'' لکھنا علماء کا طریقہ مسلوکہ ہے' اس سے جواب مشکوک نہیں ہوتا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) اگر کوئی عالم صاحب کسی ایسے مسئلہ کا جواب جس کو اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول ﷺ نے بخوبی واضح کر دیا ہو' لکھیں اور آخر میں واللہ اعلم بالصواب لکھ دیں یا زبانی جواب بتا کر آخر میں یہ کلمہ کہہ دیں تو کیا یہ سمجھا جائے کہ عالم صاحب کو اس مسئلے میں شک ہے۔

(جواب ۲۷۴) واللہ اعلم بالصواب لکھنا یا کہنا علمائے ربانین کا طریقہ مسلوکہ ہے اور اس سے ان کے لکھے ہوئے یا بتائے ہوئے مسئلے میں کوئی شک وشبہہ پیدا نہیں ہوتا نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود عالم صاحب کو اس میں شک ہے بہر حال یہ فقرہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز اور ہر صواب بات پر محیط ہے اور اس کا اقرار مؤمن کا وظیفہ ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

غیر قاضی کا فیصلہ قضاء نہیں

(سوال) زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور اس کے بعد اس کی زوجہ نے ایک مولوی صاحب کے پاس گواہ قائم کئے کہ مجھے زوج نے پہلے ہی سے طلاق دی ہوئی ہے لیکن ان کی گواہی سے پہلی طلاق ثابت نہ

---

(۱) رجل عرض علیه خصمه فتوی الائمة فردها...... قیل یکفر لانه رد حکم الشرع (عالمگیریه' منها ما یتعلق بالعلم والعلماء ۲/ ۲۷۲ ط ماجدیه کوئٹه)

(۲) من افتی الناس و لیس باهل للفتوی فهو آثم عاص (اعلام الموقعین ٤/ ١٦٦ ط دار الکتب العلمیة' بیروت)

(۳) واذا اجاب المفتی ینبغی ان یکتب عقیب جوابه والله اعلم او نحوذلك (عالمگیریه' الباب الاول فی تفسیر معنی الادب والقضاء ۳/ ۳۰۹ ط ماجدیه کوئٹه)

ہو سکی اس لئے مولوی صاحب نے فیصلہ کیا کہ پہلی طلاق ثابت نہیں اس لئے جب تک عدت نہ گزرے نکاح جائز نہیں اس فیصلے کے بعد اسی عورت نے اور گواہ اسی مولوی صاحب کے پاس پیش کئے کہ زید نے پہلے طلاق دی ہوئی ہے اس کے بعد اسی مولوی صاحب نے دوبارہ یہ فیصلہ کیا کہ پہلی طلاق ثابت ہے اور مدت جدا رہنے کی بھی درمیان میں موجود ہے لہذا اب جدید عدت کی ضرورت نہیں وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے اس پر دوسرے مولوی صاحب نے کہا کہ یہ ثانی فیصلہ غلط ہے کیونکہ پہلے ایک دفعہ قضاء ہو چکی اب ثانی فیصلہ سے قضاء اول کا ابطال لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں اور درمختار (۱) کی اس عبارت کو پیش کیا :-قضی القاضی ببینة فی حادثة ثم قال رجعت عن قضائی او بداغیر ذلك او وقعت فی تلبیس الشهود او ابطلت کما لا یقع تو کیا اب مولوی صاحب کا فیصلہ صحیح ہے یا ثانی کا اعتراض صحیح ہے اور اس عورت کا نکاح بغیر عدت جدید کے ہو سکتا ہے یا نہیں اور کیا موجودہ زمانہ کے علماء کے فیصلوں کو فقہ میں بیان کردہ احکام قضاۃ پر قیاس کر سکتے ہیں ؟ اور اگر زوج خود بھی اس صورت میں بعد الطلاق جدید اقرار کرے کہ میں نے پہلے طلاق دی ہوئی ہے اور اس کی عدت گزر چکی تو کیا اس کے قول کا بھی اعتبار ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۵۰۴ حافظ محمد خلیل صاحب مدرس مدرسہ ہاشمیہ سجاول (ضلع کراچی)

(جواب ۲۷۵) اول تو مولوی صاحب قاضی نہیں کہ ان کے فیصلے کو قضا قرار دیا جائے دوسرے یہ کہ محض عورت کے گواہوں کو ناقابل اعتماد قرار دیکر یہ فیصلہ کر دینا کہ پہلی طلاق ثابت نہیں یہ فیصلہ ہی صحیح نہیں کیونکہ گواہوں کے نہ ہونے یا قابل اعتماد نہ ہونے کی صورت میں مدعا علیہ یعنی زوج کی یمین پر فیصلہ کرنا تھا (۲) اس کا سوال میں ذکر نہیں پس مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ پہلی طلاق ثابت نہیں قضا نہیں ہے اور دوسری بار یہ کہنا کہ پہلی طلاق ثابت ہے یہ بھی قضا نہیں کیونکہ مولوی صاحب قاضی نہیں ہیں پس یہ دونوں فیصلے محض ان کے خیال اور مشورے ہیں عورت دیانۃً جس امر کو حق سمجھے اس پر عمل کر سکتی ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

ایک شخص مدعی نکاح ہو، عورت اور اس کے والد منکر ہوں تو کیا حکم ہے ؟

(سوال) ایک استفتا اور اس کا جواب غلام مصطفی شاہ ساکن راولپنڈی نے شائع کیا ہے اس میں مسماۃ شاہ جہاں بیگم دختر منشی عبدالرحمن نے اپنے نکاح کا جو ذکر مستفتی غلام مصطفی شاہ نے کیا ہے اس کی صحت

---

(۱) مطلب لا یصح رجوع القاضی عن قضائه الا فی ثلاث ۵/۲۳ ٤' ط سعید

(۲) فان اختلفا فی وجود الشرط ای ثبوته' لیعم العدمی' فالقول له مع الیمین' لانکاره الطلاق (التنویر و شرحه' باب التعلیق' مطلب اختلاف الزوجین فی وجود الشرط ۳/۳۵٦ ط سعید)

(۳) واذا جتمع اهل بلده علی رجل و جعلوه قاضیاً یقضی فیما بینهم لا یصیر قاضیاً (عالمیگیریه' الباب الخامس فی التقلید والعزل ۳/۳۱۵' ط ماجدیه کوئٹه)

سے شاہ جہاں بیگم اور اس کا والد منشی عبدالرحمٰن دونوں انکار کرتے ہیں چنانچہ ان کے تحریری بیانات شائع ہو کر عوام الناس میں تقسیم ہو چکے ہیں کیا شاہ جہاں بیگم کا کسی دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا؟

(جواب ۲۷۶) اس استفتا کی حیثیت بھی وہی ہے جو اس استفتا و فتویٰ کی تھی جو غلام مصطفیٰ شاہ کی طرف سے شائع کیا گیا تھا اور باہر کے علما کے لئے اس کی بھی صحت معلوم کرنے کا وسیلہ مسدود ہے اور شخصی ناموں سے استفتا کرنا اور شخصیات کے متعلق جواب دینا آداب استفتا و افتا کے خلاف ہے لہذا ہم غلام مصطفیٰ شاہ اور شاہ جہاں بیگم کے معاملے کے متعلق کوئی جواب نہیں دے سکتے صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ اگر غلام مصطفےٰ شاہ کا بیان صحیح ہے تو نکاح ہو گیا ہے اور اگر منشی عبدالرحمٰن اور شاہ جہاں بیگم کا بیان صحیح ہے تو غلام مصطفیٰ شاہ کی طرف سے بہتان ہے اور عزت و ناموس کی توہین کی گئی ہے اس کا فیصلہ کسی ثالث مسلم فریقین کے سامنے ہو سکتا ہے کہ کس کا بیان صحیح اور کس کا غلط ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی۔

كتاب الطهارة

پہلا باب
حوض اور کنویں کے احکام

بکری کنویں میں گر کر مر جائے تو تمام پانی نکالنا ضروری ہے .

(سوال) ایک بکری کنویں میں گرتے ہی مر گئی اور اس کی ناک سے خون وغیرہ بھی نکلا آدھ گھنٹے کے بعد نکالی گئی اب کنویں میں سے کس قدر پانی نکالنا چاہیئے۔ بینوا بالدلیل

(جواب ۲۷۷) یہ کنواں ناپاک ہو گیا اس کا تمام پانی نکالنا چاہیئے بکری کا مر جانا ہی کنویں کی ناپاکی کے لئے کافی تھا پھر خون کا نکلنا اور پانی میں مخلوط ہو جانا اور دوسرا سبب بھی ناپاکی کا جمع ہو گیا(۱) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' سنہری مسجد دہلی۔

کنویں میں بکری یا اونٹ کی کتنی مینگنیاں گر جائیں تو ناپاک ہو گا .

(سوال) کنویں میں بکری یا اونٹ کی مینگنیاں گر جائیں اور ٹوٹ نہ جائیں تو کتنے عدد تک پانی پاک رہے گا اور کب ناپاکی کا حکم دیا جائے گا ؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۷۸) کنویں میں اونٹ کی مینگنی گری ہو یا بکری کی۔ ٹوٹی ہو یا نہیں' سارا پانی نکالنا چاہیئے۔ **واکثرهم علی انه و فیه ضرورة و بلوی لا یتنجس والا نجس (ردالمحتار)** (۲) البتہ اگر کسی جگہ ضرورت اور ابتلائے عام ہو جس سے حفاظت مشکل ہو تو وہاں دو چار مینگنیاں ثابت نکلنے سے ناپاکی کا حکم نہ دیا جائے گا (۳) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

چشمہ دار کنواں ناپاک ہو تو بھی موجود تمام پانی نکالنا ضروری ہے .

(سوال) مولانا الوری نے اپنی کتاب ''رکن دین'' میں لکھا ہے کہ جو کنواں سوت دار ہو کہ جس کا پانی کبھی ٹوٹتا نہ ہو اس کا تمام پانی نکالا جائے جو عالم اس کا یہ فتویٰ دے کہ اس کا پانی دو سو سے تین سو ڈول تک نکالا جائے وہ بڑی غلطی پر ہے کیونکہ یہ فتویٰ امام محمدؒ نے خاص کر بغداد کے کنوؤں کے بارے میں لکھا تھا بغداد کے کنوؤں میں عموماً دو سو سے تین سو ڈول تک پانی تھا آیا مولانا الوری صاحب کا یہ حکم صحیح ہے یا نہیں ؟

---

(۱) وان مات فیها شاة........ نزح جمیع ما فیهامن الماء (هدایة: فصل فی البئر ۱/۴۳ مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(۲) فصل فی البئر' مطلب فی تعریف الاستحسان ۱/۲۲۱ ط سعید

(۳) وان کان صلبا نحو بعر الابل والغنم ذکر فی الاصل ان القیاس ان ینجس الماء قل الواقع فیه او کثر' و فی الاستحسان ان کان قلیلا لا ینجس وان کان کثیرا ینجس ولم یفصل بین الرطب والیابس والصحیح والمنکسر (بدائع الصنائع' واما بیان المقدار الذی یصیر به المحل نجسا ۱/۷۶ ط سعید)

(جواب ۲۷۹) صحیح یہی ہے کہ تمام پانی نکالا جائے دو تین سو ڈول نکالنا کافی نہیں ہے(۱) واللہ اعلم

کنویں میں پیشاب کا ڈھیلا گر جائے تو تمام پانی نکالنا ضروری ہے.

(سوال) پیشاب کا ڈھیلہ مسجد کے کنویں میں گر گیا اور کنویں مذکورہ میں پانی ۲۵ گز نمبری ہے اور عرصہ ۴ ماہ سے بند پڑا ہے نمازیوں کو سخت تکلیف ہے۔

(جواب ۲۸۰) صورت مسئولہ میں کنویں کا تمام پانی نکالنا ضروری ہے(۲) اور پانی توڑ دینا ضروری نہیں بلکہ موجودہ پانی نکل جانا چاہئیے جس کی صورت یہ ہے کہ ایک خاص کیفیت سے ایک گھنٹہ اس کا پانی نکال کر دیکھا جائے کہ کتنا کم ہوا پھر اسی کیفیت سے اتنے گھنٹوں تک پانی نکالیں کہ ۲۵ گز پانی اس حساب سے نکل جائے(۳) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کنویں میں جوتا گر جائے تو کیا حکم ہے؟

(سوال) کنویں میں جوتا گر جائے تو کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۵۶۵ مولوی رضی الحسن (ضلع بلیا) ۵ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۸۱) کنویں میں پاک جوتا گر جائے تو کنواں پاک ہے اور یقینی طور پر یا بظن غالب ناپاک ہو تو کنواں ناپاک ہو گیا جوتا نکلے یا نہ نکلے کنواں حسب قاعدہ پاک ہو سکتا ہے(۴) تمام موجودہ پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) وان تعذر نزح کلها لکونهامعیناً فقدر ما فیها وقت ابتداء النزح قاله االحلبی(تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع ردالمحتار ' فصل فی البئر ۱/ ۲۱٤ ط سعید)

(۲) ولو وقع فی البئرخرقة او خشبة نجسة نزح کل الماء (الفتاوی الخانیه علی هامش الفتاوی الهندیه' واما ما یفسد ماء البئر ۱/۹' ط ماجدیه کوئٹه)

(۳) وان کانت البئر معینة بحیث لا یمکن نزحها اخر جوا مقدارماکان فیها من الماء' و طریق معرفته ان تحفر حفر مثل موضع الماء من البئر و یصب فیها ما ینزح منها الیٰ ان تمتلی' او ترسل فیها قصبة و تجعل المبلغ الماء علامة ثم ینزح منها مثلاً عشر دلواً تعادا القصبة فتنظر کم انقص ینزح لکل قدر منها عشر دلوا (هدایه' فصل فی البئر ۱/ ٤۳ ط مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(٤) ولو وقعت فی البئر خشبة نجسة او قطعة ثوب نجس و تعذر اخر اجها و تغیبت فیها طهرت الخشبة والثوب تبعاً لطهارة البئر (عالمگیریه' الباب الثالث فی المیاه ۱/ ۲۰' ط ماجدیه' کوئٹه)

(٥) اذا وقعت فی البئر نجاسة نزحت وکان نزح ما فیها مامن الماء طهارة لها (هدایه : فصل فی البئر ۱/ ٤۱ ط مکتبه شرکت علمیه' ملتان)

کنویں کے قریب نجس پانی ہو تو جب تک کنویں کے پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ تبدیل نہ ہو کنواں پاک ہے.

(سوال) ایک مسجد کے قریب ایک کنواں ہے اس کے قریب سٹا ہوا ایک گڑھا ہے، جس میں سب جائے ضرورت بھی کرتے ہیں اور اسی کے متا ہو ابر سات کے زمانے میں بہہ کر اسی گڑھا میں جمع ہوتا ہے جب زیادہ بارش ہوتی ہے تو گڑھے سے جب زیادہ پانی ہوتا ہے تو تھوڑا بہت بہہ جاتا ہے ورنہ سب اسی گڑھے میں جمع رہا کرتا ہے بلکہ سیاہ پانی ہو جاتا ہے اور گندگی پھیلتی ہے اور کنواں پٹا ہوا ہے جو اس کے اندر بھی اس کا سوت جاتا ہے اس حالت میں اس کنویں کا پانی پاک ہے یا ناپاک ؟ اس سے وضوء اور غسل کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ بعض آدمی کہتے ہیں کہ مزہ میں بھی فرق معلوم ہوتا ہے ؟ **المستفتی نمبر ۶۰۲** عبد الغنی خاں (ضلع مونگھیر) ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۳۵ء

(**جواب ۲۸۲**) اگر اس گڑھے کا نجس پانی کنویں میں جاتا ہے یا نجاست کا رنگ 'بو' مزہ پانی میں ظاہر ہوتا ہے تو کنواں ناپاک ہے اور اگر پانی کنویں میں نہیں جاتا یا نجاست کا رنگ 'بو' مزہ پانی میں ظاہر نہیں ہوتا تو کنواں پاک ہے(۱) گڑھے کا کنویں کے قریب ہونا یا پانی کے مزے میں کچھ فرق معلوم ہو مگر وہ فرق ایسا نہ ہو کہ اس کو نجاست کا مزہ قرار دیا جا سکے تو اس سے کنویں کی ناپاکی کا حکم نہیں دیا جائے گا۔(۲)
فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جب تک ناپاکی کا یقین نہ ہو محض ہندو کھٹیک کے پانی بھرنے سے کنواں ناپاک نہ ہوگا.

(سوال) جہاں ایک ہی کنواں ہو اور اس سے ہندو کھٹیک وغیرہ پانی بھرتے ہوں جو نجاست کا کوئی خیال نہیں رکھتے ایسے کنویں سے مسلمان پانی بھریں یا نہیں ؟ **المستفتی نمبر ۱۵۹۱** جلال الدین صاحب (ضلع حصار) ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ

(**جواب ۲۸۳**) جہاں ایک ہی کنواں ہو اور اس سے ہندو کھٹیک وغیرہ بھی پانی بھرتے ہوں تو وہاں بوجہ ضرورت اور عموم بلوی کے مسلمان بھی پانی بھر سکتے ہیں اور جب تک نجاست کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک پانی استعمال کر سکتے ہیں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) بئر الماء اذا كانت بقرب البئر النجسة فهي طاهرة مالم يتغير طعمه اولونه او ريحه كذافي الظهريه (الباب الثالث في المياه ۱ / ۲۰ ط ماجديه ' كوئٹه)

(۲) ولا يقدر هذا بالذرعان' حتى اذا كان بينهما عشرة اذرع وكان يوجد في البئر اثر البالوعة فماء البئر نجس' وان كان بينهما ذراع واحد ولا يوجد اثر البالوعة فماء البئر طاهر (عالمگيرية' الباب الثالث في المياء ۱ / ۲۰ ط ماجديه' كوئٹه)

(۳) ولو ادخل الكفار او الصبيان ايديهم لا يتنجس اذا لم يكن تملي ايديهم نجاسة حقيقةً (حلبي كبير' فصل في احكام الحياض ص۱۰۳ ط سهيل اكيڈمي' لاهور)

دہ دردہ کنواں جوتا گرنے سے ناپاک نہ ہوگا.

(سوال) ریاست دوجانہ میں ایک باؤلی ہے جس کا طول ساڑھے گیارہ ہاتھ اور عرض ساڑھے گیارہ ہاتھ ہے (ہاتھ انگریزی گز کا نصف ۱۸ انچ کا مانا گیا ہے یعنی کہنی کی ہڈی سے وسطی کے ناخن تک) گہرائی پانی کی بہت ہے یعنی ۱۵ ہاتھ کے قریب۔ تو یہ پانی مسلمان یا کسی غیر قوم کی جوتی گر جانے سے ناپاک ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس پیمائش کے باؤلی حوض کبیر کی حد سے بھی زیادہ ہے یا نہیں مکرر عرض ہے کہ باؤلی چوکور ہے گول نہیں۔ المستفتی نمبر ۱۷۱۶ مرزا محمد حمید الدین صاحب (رہتک) ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب) (از نائب مفتی مولوی حبیب المرسلین) اس باؤلی مذکور کی مقدار دہ دردہ حوض سے بھی زیادہ ہے لہذا باؤلی بوجہ گر جانے ناپاک جوتی وغیرہ کے ناپاک نہیں ہوگی بلکہ بدستور سابق پاک ہی رہے گی (۱) فقط واللہ اعلم۔ اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ، دہلی

بحضور اقدس عالی جناب مولانا مولوی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند دام فیوضہم

السلام علیکم۔ اس خطاکار سے گزارش کرنے میں بوجہ بیان ایک شخص کے صرف یہ غلطی ہوئی ہے کہ اس باؤلی کو چوکور لکھ دیا ہے، حالانکہ یہ باؤلی گول ہے جسکا قطر ساڑھے گیارہ ہاتھ ہے حوض کبیر کا رقبہ ۱۰ در ۱۰ کے حساب سے ۱۰۰ ہاتھ ہوتا ہے اور گول ½۱۱ ہاتھ قطر کے حساب سے ⅞۱۰۳ ہاتھ رقبہ ہوتا ہے یعنی سطح پانی کی تو اس صورت میں بھی باؤلی مذکورہ بالا حوض کبیر کی حد سے زیادہ ہوگی اور پاک ہی رہے گی یا نہیں؟

(جواب ۲۸۴) (از حضرت مفتی اعظمؒ) جب پانی کی سطح کا رقبہ سو ذراع (ایک ذراع ۱۹ انچ کا) سے کم نہ ہو تو وہ باؤلی دہ دردہ یعنی حوض کبیر کے حکم میں ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ہشت پہلو حوض کا رقبہ دہ دردہ کے رقبہ کے برابر ہو تو حوض کبیر کے حکم میں ہے!

(سوال) ایک حوض وضو کرنے کے لئے ہشت پہلو بنایا گیا ہے جس کا اندرونی رقبہ بھی پانی کا حصہ ساٹھ فٹ ہے اور دہ دردہ حوض کا بھی پیمائش کی رو سے پانی کا حصہ ساٹھ فٹ ہی ہوا کرتا ہے غرض پانی کا حصہ اس ہشت پہل حوض کا مربع حوض کے بالکل برابر بلکہ کچھ زائد ہے، ہشت پہل حوض کا ہر پہل ساڑھے سات فٹ طولاً اور مربع دہ دردہ حوض کا ہر ضلع پندرہ پندرہ فٹ ہوتا ہے تو ایسی صورت میں اس ہشت

---

(۱) واذا كان الحوض عشراً فى عشر فهو كبير لا يتنجس بوقوع النجاسة.......اذا لم يرلها اثر (حلبى كبير : فصل فى احكام الحياض ص ۹۸ ط سهيل اكيڈمى، لاهور

(۲) الحوض اذا كان عشراً فى عشر اى طوله عشرة اذرع وعرضه كذالك فيكون وجه الماء مائة ذراع (حلبى كبير : فصل فى احكام الحياض ص ۹۷ ط سهيل اكيڈمى، لاهور)

پہل حوض سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۷۸۰ حافظ محمد یعقوب پل بنگش۔ دہلی ۱۵ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۳۷ء۔

(جواب) (از نائب مفتی مولوی حبیب المرسلین) حوض مربع دہ دردہ کے سوا اور اشکال کے حوض اگر مقدار میں حوض مربع دہ دردہ کے برابر ہوں تو ان کا حکم بھی مربع دہ دردہ کا ہی ہوتا ہے لہذا ہشت پہلو حوض مرقوم سے وضؤ کرنا جائز ہوگا اور وقوع نجاست سے یہ حوض ناپاک نہ ہوگا ولو له طول لا عرض لکنه یبلغ عشراً فی عشر جاز تیسیرا (درمختار) فتاویٰ شامی میں اس کے متعلق یہ ہے (قوله جاز تیسیراً) ای جاز الوضؤ منه بناءً علی نجاسة الماء المستعمل او المراد جاز وان وقعت فیه نجاسة الخ (ردالمحتار (۱) ج ۱ ص ۱۴۱) اجابه و کتبه حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ ' دہلی

(جواب ۲۸۵) (از حضرت مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ) جب کہ حوض کا رقبہ دہ دردہ حوض کے رقبہ کے برابر ہو تو اس کا حکم دہ دردہ کے موافق ہوگا خواہ شکل کچھ بھی ہو مربع حوض جب کہ اس کی ہر جہت ۱۵ فٹ ہو تو اس کا رقبہ ۲۲۵ مربع فٹ ہوتا ہے اتنا ہی رقبہ جس شکل میں پورا ہو جائے اس کا حکم اس مربع حوض کے حکم کے موافق ہوگا (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

(۱) کنویں میں عورت گر کر زندہ نکال لی جائے تو کنواں پاک ہے .
(۲) کنویں میں پیشاب کیا گیا ہو تو تمام پانی نکالنا ضروری ہے .

(سوال) (۱) ایک عورت حاملہ ہے اور حمل قریب آٹھ ماہ کا ہوا کہ اسی عرصہ میں بچہ پیٹ میں مر گیا جس کے صدمہ سے وہ زیادہ بیمار ہو گئی یہاں تک کہ اس کے ہوش و حواس نادرست ہو گئے رات کے وقت اسے دردزہ شروع ہوا وہ جا کر ایک کنویں میں برہنہ گر پڑی معلوم ہونے پر وہ زندہ کنویں سے نکال لی گئی کنویں سے نکالنے کے بعد ۲۴ گھنٹے کے درمیان میں مرا ہوا بچہ پیدا ہوا اور عورت مذکورہ تقریباً ۳۶ گھنٹے کے بعد انتقال کر گئی ایسی حالت میں کنویں کا پانی کس طریق پر پاک ہوگا ؟
(۲) اسی کنویں میں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے 'ایک دوسرا شخص جو دیوانہ اور پاگل ہے پاگل پنے کی حالت میں اس نے کنویں میں پیشاب کر دیا اور آج قریباً آٹھ نو ماہ کے بعد جب وہ کچھ اچھا ہو گیا تو بتلاتا ہے کہ میں نے کنویں میں پیشاب کر دیا ہے تو ایسی حالت میں کنواں کس طریق پر پاک ہوگا ؟ المستفتی نمبر ۱۹۸۹ بہادر خاں صاحب۔ یکم رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۳۷ء۔

---

(۱) باب المیاہ' ۱/۱۹۳ ط سعید
(۲) حوالہ بالا

(جواب ۲۸٦) (۱) عورت کے گرنے اور زندہ نکال لینے سے تو کنواں ناپاک ہی نہیں ہوا(۱)
(۲) ہاں پیشاب کرنے کی وجہ سے (اگر پیشاب کرنا ثابت ہو) کنواں ناپاک ہوا اور سارا پانی نکال دینے سے پاک ہو جائے گا یعنی موجودہ تمام پانی نکل جانا کافی ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کنواں چھپکلی کے گر کر مرنے یا پھولنے پھٹنے سے ناپاک نہیں ہوتا.

(سوال) جس چاہ میں چھپکلی مر جائے تو کتنے ڈول نکالنے چاہئیں اور اگر پھٹ جائے یا پھول جائے تو کل پانی نکالا جائے گا یا نہیں کیونکہ صاحب قدوری (۳) یوں فرماتے ہیں فان ماتت فیھا فارة او عصفورة او صعوة او سودانیة او سام ابرص (جس کے معنی سراج اللغات میں چلپاسہ وبہندی ٹکٹکی و چھپکلی کے لکھے ہیں) نزح منھا ما بین عشرین دلواً الی ثلثین یہ صرف اس کے لئے ہے جو مر جائے اور اگر پھٹ جائے یا پھول جائے اس کے لئے صاحب مذکور یوں فرماتے ہیں وان انتفح الحیوان او تفسخ نزح جمیع ما فیھا من الماء صغر الحیوان او کبر (٤) اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ بعض لوگ چھپکلی میں دم سائل نہیں بتاتے جب دم سائل نہیں تو چھپکلی کو چوہا اور چڑیا کے حکم میں کیوں رکھا نیز چھپکلی میں اگر دم سائلہ نہیں تو نجس ہونے میں تو کوئی کلام نہیں کیونکہ سابق علما کیا محقق نہ تھے نیز جو سلف کے اقوال کو (جن کی بدولت ہم تک یہ علم پہنچا ان کے قول کو) یوں کہیں کہ ان کا قول اتمام حجت نہیں یہ الفاظ ان کی شان میں بحنا گستاخی و توہین ہے یا نہیں نیز توہین و گستاخی کرنے والے کا کیا حکم ہے کیونکہ وہ یوں کہتے ہیں کہ حدیث ہیں دکھاؤ امید ہے کہ مدلل و مفصل جواب سے مستفیض فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے کہ اس صورت میں چاہ کا کیا حکم ہوگا۔ المستفتی نمبر ۲٦۰۵ محمد احمد ولد نیاز احمد (دہلی) ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۴۰ء

(جواب ۲۸۷) چھپکلی میں دم سائل نہیں ہے اس لئے اس کے پانی میں مرنے یا پھولنے پھٹنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا اس کی دلیل بھی فقہ کی کتابوں میں صاف طور پر لکھی ہے۔ و موت ما لیس له نفس سائلة لا ینجس الماء (۵) یعنی ایسے جانور کا پانی میں مر جانا جس میں دم سائل نہیں پانی کو ناپاک نہیں کرتا پس اس قاعدے کے ماتحت سام ابرص سے کوئی ایسا جانور مراد ہو سکتا ہے جس میں دم سائل ہو مثلاً

---

(۱) وکل حیوان سوی الخنزیر والکلب علی ماذکره اذا اخرج حیاً من البئر بعد الوقوع والحال انه قد اصاب الماء فمه فانه ینظران کان سوره طاهراً ولم یعلم ان علیه نجاسةً لا ینجس الماء (حلبی کبیر فصل فی البئر ص ۱۵۹' ط سهیل اکیڈمی لاهور)
(۲) وان بالت شاة او بقرة او غیر هما مما یؤکل لحمه فی البئر تنجس (حلبی کبیر' فصل فی البئر ص ۱٦۲ ط سهیل اکیڈمی لاهور)
(۳) ص ۱۱ ط سعید
(٤) حواله بالا
(۵) هدایة' باب الماء الذی یجوز به الوضؤ وما لا یجوز به ۱/۳۷ ط مکتبه شرکت علمیه ملتان)

گرگٹ جس میں دم سائل ہوتا ہے سام ابرص میں گرگٹ چھپکلی دونوں شامل ہیں جوہرہ نیرہ شرح قدوری میں سام ابرص کی تفسیر میں الوزغ الکبیر اسی لئے لکھا ہے یعنی بڑا گرگٹ جس میں دم سائل ہوتا ہے(۱)

جن جانوروں میں دم سائل نہیں وہ اگرچہ حرام ہوں مگر ناپاک نہیں جیسے مکھی جھینگر کہ اگر یہ پانی میں، شوربے میں گر جائیں، مر جائیں تو پانی یا شوربا ناپاک نہیں ہوگا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حوض دہ دردہ ہونے کے لئے ۲۲۵ مربع فٹ ہونا کافی ہے خواہ جس شکل میں ہوں!

(سوال) بمبئی جیل روڈ کھدا باری میں ایک چھوٹی مسجد بہت پرانی ہے جسکے بعض حصے بوسیدگی کی وجہ سے گر گئے تھے، اب دوبارہ تعمیر ہو رہی ہے اس کے حوض کی حالت یہ ہے کہ چوڑائی میں بارہ فٹ اور لمبائی میں ۲۵ فٹ اور گہرائی میں ساڑھے چار فٹ ہے اس پر بعض لوگوں نے اس وقت اعتراض کیا کہ یہ حوض دہ دردہ کے خلاف ہے ۱۵ فٹ عرض میں اور ۱۵ فٹ طول میں ہونا چاہئیے بعض کہتے ہیں کہ ساڑھے سترہ فٹ عرض میں اور ساڑھے سترہ فٹ طول میں ہونا چاہئیے پس از روئے شرع شریف حوض مذکورہ بالا کی نسبت کیا حکم ہے آیا اس میں وضو جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۶۲۸ فتح محمد صاحب بمبئی نمبر ۸ ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۲۸۸) ۱۵ فٹ طویل ۱۵ فٹ عریض حوض دہ دردہ ہوتا ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ حوض کا رقبہ ۲۲۵ مربع فٹ ہونا کافی ہے یہ لازم نہیں کہ پندرہ فٹ سے ۱۵ فٹ ضرور ہو یعنی اگر ایک جانب ۱۵ کے بجائے ۲۵ فٹ اور دوسری طرف صرف ۹ فٹ ہو تو یہ دہ دردہ ہوگا کیونکہ رقبہ ۲۲۵ ہو گیا(۳)

پس صورت مسئولہ میں جو حوض کہ بارہ فٹ سے پچیس فٹ ہے اس کا رقبہ ۳۰۰ فٹ ہوتا ہے جو دہ دردہ کے مطلوب رقبے ۲۲۵ سے ۷۵ فٹ زیادہ ہے تو اس کے جائز حوض ہونے میں کوئی شبہ نہیں موجودہ مقدار تو ساڑھے سترہ سے بھی تقریباً ۲ فٹ زیادہ ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

غیر مسلم کو نہلا دھلا کر کنویں میں داخل کیا جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا.

(سوال) کوئی غیر مسلم نہلا دھلا کر اور پاک کپڑا پہنا کر اگر کسی کنویں میں کسی ضرورت سے داخل کیا

---

(۱) (قوله او سام ابرص) و فی الجوهرة، بتشديد الميم الوزغ الكبير (الجوهر النيرة: ۱/۱۸، ط امداديه ملتان)
(۲) و موت ما ليس له دم سائل لا ينجس الماء ولا غيره اذا وقع فيه فمات اومات ثم وقع فيه و ذلك كا لبق اى البعوض والذباب والزنابير بجميع انواعها (حلبى كبير، فصل فى البئر ص ۱۶۴، ط سهيل اكيڈمى، لاهور)
(۳) ولوله طول لا عرض لكنه يبلغ عشراً فى عشرٍ جاز تيسيراً (الدر المختار) قال المحقق فى الشاميه (قوله، لكنه يبلغ) كان يكون طوله خمسين وغرضه ذراعين مثلاً فانه لوربع صار عشراً فى عشرٍ (رد المحتار، باب المياه ۱/۱۹۳ ط سعيد)

جائے تو اس سے کنواں نجس تو نہ ہوگا؟ **المستفتی نمبر ۲۶۷۶** نجم الحسن رضوی سیتاپور۔ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۴۱ء

(جواب ۲۸۹) غیر مسلم کا بدن ناپاک نہیں اور صورت مسئولہ میں کنواں ناپاک نہیں ہوگا(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شرعی گز نمبری گز سے ساڑھے آٹھ گرہ کا ہوتا ہے.

(سوال) شرعی گز کتنا ہوتا ہے؟

(جواب ۲۹۰) شرعی گز نمبری گز سے ساڑھے آٹھ گرہ کا ہوتا ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ہندوؤں کے پانی بھرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا!

(سوال) ایک مسجد کے صحن میں ایک کنواں ہے چونکہ اس کا پانی نہایت خوشگوار اور صاف ہے اس لئے چھ سات برس سے تقریباً دو سو ہندو مسلم اس کا پانی استعمال کرتے ہیں زید کہتا ہے کہ اس کنویں کے پانی سے مسلمانوں کا وضو نہیں ہوتا ہندوؤں کے لئے اس کا استعمال ممنوع کرنا چاہئے۔ **المستفتی نمبر ۲۰۳۴** منشی سید الطاف حسین (ضلع گنٹور) ۱۲ رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۹۱) مسلمانوں کا وضو نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہندوؤں کو پانی سے بند کر دینا ٹھیک نہیں ہاں ان کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ احتیاط سے پانی بھرا کریں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دہ در دہ رقبہ یا اس سے زیادہ رقبہ کے تالاب میں نجاست کا کوئی اثر نہ ہو تو اس سے غسل اور وضو جائز ہے.

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

(سوال) موضع پالی میں ایک ناڈی بنام پانچو لائی شہر سے ڈھائی سو قدم اور حلال خوروں کے مکانات اور پاخانے کی ٹٹیوں سے ڈیڑھ سو قدم کے فاصلے پر واقع ہے جس میں برسات کا پانی شہر کی گلیوں سے بہہ کر آتا ہے اور جنگل سے زیادہ مقدار میں پاک پانی اس میں نہیں آتا البتہ کسی قدر راستوں اور قبروں کا

---

(۱) حتی لو اغتسل (ای الکافر) فوقع فیھا من ساعتہ لا ینزح منھا شئ (رد المحتار، فصل فی البئر ۱/ ۲۱۴، ط سعید)

(۲) المعتبر فی الذراع ذراع الکرباس وھو سبع قبضات (حلبی کبیر، فصل فی احکام الحیاض ص ۹۸، ط سھیل اکیڈمی، لاھور)

(۳) ولو ادخل الکفار او الصبیان ایدیھم لا یتنجس اذا لم یکن علی ایدیھم نجاسۃ حقیقۃ (حلبی کبیر، فصل فی احکام الحیاض، ص ۱۰۳ ط سھیل اکیڈمی، لاھور)

پانی اس ناڈی میں ضرور آتا ہے اور حلال خوروں کے مکانات کے پاس کوڑا اور غلاظت وغیرہ کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور اس ڈھیر میں مردار جانور مثلاً کتے سور وغیرہ کی ہڈیاں پڑی رہتی ہیں اس کا پانی بھی اسی ناڈی میں جاتا ہے اور رقبہ ناڈی کا دہ دردہ سے بہت زیادہ ہے ایسے پانی سے وضو غسل وغیرہ جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۹۲) اگر اس تالاب کا رقبہ دہ دردہ سے زیادہ ہے اور اس کے پانی میں نجاست کا کوئی اثر نہیں ہے صاف شفاف پانی ہے تو اس سے وضو اور غسل جائز ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

چشمہ دار کنواں ناپاک ہو تو اس میں موجود تمام پانی نکالنا ضروری ہے.

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۵ جون ۱۹۳۴ء)

(سوال) ایک کنواں جس کا اسکوائر یعنی ایریا سولہ فٹ دو انچ ہے اس میں ایک ڈھیلا جسکو کھڑ و کہتے ہیں وہ بجائے اینٹ کے خشک تھا گر گیا جس کی وجہ سے کنواں ناپاک ہو گیا کنویں میں پانی کی آمد بہت ہے ٹوٹ نہیں سکتا' اس میں اٹھارہ فٹ پانی ہے جگہ نہیں ہے مگر پھر بھی دو کوس جو تیں تو بھی چار فٹ پانی رہتا ہے ہم نے تین سو ڈول نکال کر پانی کو استعمال کر لیا ہے۔

(جواب ۲۹۳) جب کہ پانی ٹوٹ نہ سکے تو موجودہ پانی نکال دینا کافی ہے یعنی جتنا پانی موجود ہے وہ نکل جائے اور نیا پانی آتے رہنے کی وجہ سے نہ ٹوٹے تو مضائقہ نہیں صرف تین سو ڈول نکالنا کافی نہیں ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اوپر سے تنگ اندر سے کشادہ حوض میں نجاست گر جائے تو اس سے وضو کا حکم.

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) حوض اوپر سے تنگ ہے اور اندر سے کشادہ ہے ڈاٹ کھلی نہیں نظر آتی بلکہ ڈھلی ہوئی ہے پانی اوپر ہے تو اس حوض میں وضو ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۹٤) اگر کھلا ہوا پانی مقدار شرعی سے کم ہے تو اس سے وضو اس وقت تک کیا جا سکتا ہے جب تک کوئی نجاست اس میں نہ پڑے نجاست پڑنے سے وہ حوض ناپاک ہو جائے گا(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) واذا كان الحوض عشراً فى عشر فهو كبير لا يتنجس بوقوع النجاسه........اذا لم يرلها اثر (حلبى كبير' فصل فى احكام الحياض ص ۹۸ ط سهيل' اكيڈمى' لاهور)

(۲) وان تعذر نزح كلها لكونها معينا فبقدر ما فيها وقت ابتداء والنزح' قاله الحلبى (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' فصل فى البئر ۱ / ۲۱٤ ط سعيد)

(۳) وان كان اعلى الحوض اقل من عشرة فى عشرة واسفله عشر فى عشر او اكثر' فوقعت فيه نجاسته فى اعلى الحوض حكم بنجاسة الاعلى ثم انتقص الماء و انتهى الى موضع هو عشر فى عشر' فالا صح انه يجوز التوضؤ به والا غتسال فيه (عالمگيريه' الباب الثالث فى المياه ۱ / ۱۹ ط ماجديه' كوئٹه)

کنویں میں مرا ہوا کتا گر جائے تو تمام پانی نکالنا ضروری ہے .

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ یکم اگست ۱۹۲۹ء)

(سوال) ایک کتا زہر کی گولی ڈالنے سے مر گیا اس کو کسی لڑکے نے مسجد کے کنویں میں ڈال دیا تین روز کامل وہ کنویں میں پڑا رہا اور پھول گیا کسی کو خبر نہ ہوئی تین روز بعد وہ کتا کنویں سے نکالا گیا مسجد کے پیش امام صاحب نے صرف پچاس ڈول جس میں چھ سیر پانی آتا ہے نکلوا دیئے پانی مسجد کے حمام وغیرہ میں اور محلے میں استعمال ہوتا رہا پانچ روز بعد جب مولوی صاحب سے استفسار کیا گیا کہ صرف پچاس ڈول نکلوانے سے کنواں کیونکر پاک ہو گیا ؟ تو انہوں نے اسی ڈول اور نکلوا دیئے اس کنویں کا پانی برابر استعمال ہو رہا ہے ؟

(جواب ۲۹۵) صورت مسئولہ میں کنویں کا تمام موجودہ پانی نکالنا ضروری تھا پچاس ڈول اور اس کے بعد اسی ڈول نکالنا کافی نہیں ہوا (۱) ہاں اگر کنویں میں مثلاً دو سو ڈول پانی ہو تو ایک سو تیس ڈول جو نکالے جا چکے ہیں محسوب کر لئے جائیں گے (۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

مینڈک کے مرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا .

(سوال) کنویں میں اگر مینڈک گر جائے تو کنواں ناپاک ہو گا یا نہیں ؟ اگر ناپاک ہو جاوے تو کتنا پانی نکالا جاوے ؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں ۔ جگن پور ضلع فیض آباد .

(جواب ۲۹۶) مینڈک کے مرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ اس میں دم سائل نہیں ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) کنویں سے زندہ یا مردہ سانپ بر آمد ہو تو کتنا پانی نکالا جائے ؟
(۲) بچوں کے گرائے ہوئے پتھروں کے ناپاکی کا جب تک یقین نہ ہو کنواں پاک ہے .

(سوال) (۱) کنویں میں اگر سانپ زندہ یا مردہ نکلے تو کتنا پانی نکالا جاوے ؟ (۲) بچے کھیلتے کھیلتے کنویں میں ڈھیلے یا ٹھیکری پھینک دیتے ہیں اور اس ڈھیلے یا ٹھیکری کے پاک یا ناپاک ہونے کا علم نہیں ہوتا ایسی صورت میں کتنا پانی نکالا جاوے ؟

(جواب ۲۹۷) (۱) سانپ اگر زندہ نکلے تو کنواں پاک ہے اور مردہ نکلے اور سانپ آبی نہ ہو تو

---

(۱) وان ماتت فيها شاة او آدمي او كلب نزح جميع ما فيهامن الماء (هدايه' فصل فى البئر' ۱ /۴۳ ط مكتبه شركت علميه' ملتان)

(۲) ولو نزح بعضه ثم زاد فى الغد نزح قدر الباقى فى الصحيح (الدر المختار' فصل فى البئر' ۱ /۲۱۳ ط سعيد)

(۳) و موت مالا دم له كالسمك و نحوه كما لايفسد الماء لا يفسد غيره كالعصر و نحوه' و فى رواية عن ابى يوسف وكذا الضفدع (فتاوى القاضى خان على هامش الهنديه' فصل فيما يقع فى البئر ۱ /۱۰ ط ماجديه' كوئٹه)

کنواں ناپاک ہے (۱) اور اس کا حکم مرغی مردہ نکلنے کا ہے (۲) (۲) ڈھیلے یا ٹھیکری کے ناپاک ہونے کا علم ہو تو کنواں ناپاک ہو گا اور نجاست غلیظہ (پیشاب اور پاخانے) کی ناپاکی ہو تو سارا پانی نکالنا ہو گا (۳) اور اگر گرنے والی چیز کا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو تو کنواں پاک رہے گا (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دہ دردہ کی گہرائی کتنی ہونی چاہئیے.

(سوال) دہ دردہ حوض کی گہرائی کم از کم کتنی ہونی چاہئیے ؟

(جواب ۲۹۸) گہرائی صرف اسی قدر کافی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پانی اٹھایا جائے تو زمین یعنی پانی کے نیچے کی تہ نہ کھلے (۵) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دوسرا باب
انسان اور اس کے عوارض
فصل اول۔ بول وبراز کے احکام

شیر خوار لڑکا اور لڑکی دونوں کا پیشاب ناپاک ہے.

(سوال) اگر چھ ماہ کی بچی کپڑے پر پیشاب کردے تو وہ پاک ہے یا ناپاک' اور اگر شیر خوار لڑکا چھ یا سات ماہ کا پاک کپڑے پر پیشاب کردے تو پاک سمجھا جائے یا ناپاک بعض کہتے ہیں کہ اگر شیر خوار لڑکا پیشاب کردے تو اس کپڑے پر پاک پانی کا چھینٹا دینے سے وہ کپڑا پاک ہو جاتا ہے کیا یہ صحیح ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۰۹۳ حافظ محمد رفیق صاحب ضلع کھیڑا (بمبئی) ۳ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۹۹) حنفیہ کے نزدیک شیر خوار لڑکے اور شیر خوار لڑکی دونوں کا پیشاب ناپاک ہے ہاں

---

(۱) اما الحية البرية التى لاتعيش فى الماء اذا ماتت فى الماء فانها تفسده (حلبى كبير : فصل فى البئر' ص ۱٦٦ ط سهيل اكيڈمى' لاهور)

(۲) ماتت فيها حمامة او دجاجة......او ماقار بها فى الجثه نزح منها اربعون دلواً او خمسون (حلبى كبير' فصل فى البئر ص ۱٥٧ ط سهيل اكيڈمى' لاهور)

(۳) ولو وقع فى البئر خرقة او خشبة بنجسة ينزح كل الماء (فتاوىٰ القاضى خان على هامش الهنديه' واما ما يفسد ماء البئر ۱/ ۹ ط ماجديه' كوئٹه)

(٤) اليقين لا يزول بالشك' الاصل بقاء ما كان على ما كان (الاشباه والنظائر' القاعدة الثالثه ص ٥٧ ط بيروت)

(٥) والمعتبر فى عمقه ان يكون بحال لا ينجس بالاغتراف هو الصحيح (عالمگيريه' الباب الثالث فى المياه ۱/ ۱۸ ط ماجديه كوئٹه)

لڑکے کے پیشاب کو زیادہ مبالغہ کے ساتھ دھونا ضروری نہیں پانی بہادینا اور نچوڑ دینا کافی ہے(۱) فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

وضوء میں مستعمل پانی کے چھینٹوں کا حکم .

(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۲۹ء)

(سوال) آبدست کے پانی کی چھینٹ اڑ کر دو ایک قطرے اگر جسم پر یا کپڑے پر پڑ جائے تو اس سے نماز پڑھنا جائز ہوگا ؟

(جواب ۳۰۰) آبدست کرتے وقت پانی کے قطرے کپڑوں پر گرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک وہ پانی جو نجاست دھلنے اور نجس ہونے کے بعد گرتا ہے وہ تو ناپاک ہے دوسرا وہ پانی جو لوٹے یا ہاتھ پر سے گر جاتا ہے قبل اس کے کہ نجاست سے مخلوط ہو وہ پاک ہے پہلی صورت میں ایک درہم کی مقدار تک عفو اور اس سے زیادہ واجب الغسل ہے(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

پیشاب کی پاکی کے لئے ڈھیلا اور پانی دونوں کا استعمال افضل ہے .

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۳۰ء)

(سوال) پیشاب کی پاکی کے لئے کلوخ کا لینا سنت ہے یا پانی کا لینا ؟

(جواب ۳۰۱) کلوخ (پتھر / ڈھیلا) لینا اس کے بعد پانی سے دھونا افضل ہے اور اگر صرف پانی سے استنجا کرلے تو یہ بھی جائز ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل دوم۔ حیض و نفاس

ایام حیض میں قرآن مجید یا کتاب کے جس ورق پر آیات ہوں ان پر ہاتھ لگانا جائز نہیں .

(سوال) اگر ایسے ایام ہوں جس میں حرام ہے کہ عورتیں ہاتھ لگائیں کلام پاک کو کیا ایسی حالت میں

---

(۱) وهذا هو قولنا معشر الحنفيه انه يجب غسل بول الغلام كمايجب غسل بول الجارية الاانه لا يبالغ فى الاول كما يبالغ فى الثانى الخ (اعلاء السنن' باب وجوب غسل الثوب من بول الصبى الرضيع ۱/۲۹۱' ط ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه' كراچى)

(۲) وقال محمدؒ : هو طاهر فان اصاب ذلك الماء ثوباً ان كان ماء الاستنجاء واصابه اكثر من قدر الدرهم لا تجوز فيه الصلوٰة (فتاوىٰ القاضى خان على هامش الهنديه' فصل فى الماء المستعمل ۱/۱۵ ط ماجديه' كوئٹه)

(۳) ثم اعلم ان الجمع بين الماء و الحجر افضل و يليه فى الفضل الاقتصار على الماء (رد المحتار' فصل فى الاستنجاء' ۱/۳۳۸ ط سعيد)

ایسی کتاب کو بھی ہاتھ لگانا پڑھنا جائز ہے جس میں دس بارہ یا ایک دو آیات قرآن پاک کی ہوں ؟
المستفتی نمبر ۱۰۸ میر عبدالغفور صاحب سابق جج شملہ ۔ ۲۲ رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء
(جواب ۳۰۲) حیض کی حالت میں قرآن مجید کو چھونا اور ایسی کتاب جس میں قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہوں ان آیات کے ورق پر ہاتھ لگانا ناجائز ہے(۱) کتاب کو چھونا اٹھانا جائز ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ایام حیض میں عورت قرآن شریف کے علاوہ تمام اذکار کو پڑھ سکتی ہے .

(سوال) جس عورت کو حیض آتا ہو وہ درود شریف دلائل الخیرات پڑھ سکتی ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۸۰ سید جلال الدین (ضلع آرہ شاہ آباد) ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۳۶ء
(جواب ۳۰۳) ہاں سوائے قرآن مجید کے تمام اذکار پڑھنا مباح ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

شوہر نے بے خبری میں ایام حیض میں جماع کیا تو گناہ نہیں .

(سوال) ایک عورت کو ہمیشہ مہینہ کے آخری ہفتہ میں حیض ہوا کرتا تھا اس کی شادی مہینے کے دوسرے ہفتے میں ہوئی اول شب کو ہم بستر ہونے سے اسے حیض شروع ہو گیا لیکن بے خبری کی وجہ سے خاوند دوبارہ ہمبستر ہوا ایسی حالت میں دونوں میں سے کسی پر گناہ ہوا یا نہیں ؟ اگر گناہ ہوا تو اس کا کفارہ وغیرہ کتنا دینا چاہئیے شادی کے بعد سے حیض مہینہ کے دوسرے ہفتہ میں ہونے لگا ہے ؟ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب تاجر چٹلا و کمر بند ۔ بازار بلیماران ۔ دہلی
(جواب ۳۰۴) بے خبری سے ایسا ہو گیا تو دونوں میں سے کسی پر گناہ نہیں ہوا(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نفاس والی عورت کے چھوئے ہوئے برتنوں کو ناپاک سمجھنے والا اور دیگر حرام افعال کا مرتکب شخص سرداری کے لائق نہیں .

(سوال) نفاس والی عورت جب کہ تلویث کا ڈر نہ ہو اس کے چھوئے ہوئے مٹی کے ظروف کو عقیدۃً ناپاک سمجھنا ۔ رسومات کافرہ کی پابندی کرنا مثلاً لڑکے کے کان کسی بزرگ کے نام پر چھدوانا ۔ حقوق العباد

---

(۱) و یمنع .... قراءۃ قرآن بقصدہ و مسہ ولو مکتوباً بالفارسیہ فی الاصح الا بغلافہ المنفصل کما تر' وکذا یمنع حملہ کلوح وورق فیہ آیۃ (تنویر الابصار و شرحہ الدر المختار مع ردالمحتار : باب الحیض ۲۹۳/۱ ط سعید)
(۲) قال فی البحر' و فی شرح الدر ر والغرر رخص المس بالید فی الکتب الشرعیہ (البحر الرائق' باب الحیض ۲۱۲/۱ ط بیروت)
(۳) ولا باس لحائض و جنب بقراۃ ادعیۃ و مسہا وحملہا و ذکر اللہ تعالیٰ و تسبیح الخ (تنویر الابصار و شرحہ الدر المختار مع رد المحتار' باب الحیض ۲۹۳/۱' ط سعید)
(٤) ثم ھو کبیرۃ لو عامداً مختاراً عالماً بالحرمۃ لا جاھلا او مکرھاً او ناسیاً (الدر المختار مع رد المحتار' باب الحیض ۲۹۷/۱' ط سعید)

کو تلف کرنا اور کھا جانا۔ بطلب حقوق شدت اور سختی سے پیش آکر محلف انکار کرنا یہ فاسد عادتیں ایک سردار قوم کے اندر پائی جائیں تو ایسے شخص کو سردار از روئے شریعت تصور کرنا چاہیئے یا نہیں۔ اور ایسے شخص سے مسلمانوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے؟ المستفتی نمبر ۲۰۸۸ مولانا عبدالرحیم صاحب (چھاؤنی نیمچ) ۲۹ رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۵) حیض و نفاس والی عورت کے ہاتھ جب کہ ان پر کوئی ظاہری نجاست نہ ہو پاک ہیں اور ان کے لگنے چھونے سے مٹی تانبے وغیرہ کے برتن ناپاک نہیں ہوتے (۱)

کسی بزرگ کے نام پر بچوں کے کان چھیدنا حرام ہے کسی کا حق مارنا اور کھا جانا بھی حرام ہے ایسا شخص سرداری کے لائق نہیں جو لوگوں پر ظلم کرے اور ان کے مال مارے۔ (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عورت کو نفاس کا خون وقفہ وقفہ سے چالیس دن سے زیادہ آئے تو چالیس دن نفاس کے ہوں گے۔

(سوال) ایک عورت کو ۳۶ دن نفاس کا خون آیا اور بعد کی حالت یہ ہے کہ تین دن طہر پھر ایک دن خون پھر تین دن طہر پھر دس دن خون پھر ایک دن طہر پھر ایک دن خون پھر نو دن طہر نو دن خون اور اس کے بعد سے اب تک طہر ہے اس عورت کو پہلے ایک نفاس ہو چکا ہے جو ۳۵ یوم کا تھا پہلے عموماً اس کو آٹھ یوم کا حیض آتا تھا مگر تاریخیں یاد نہیں تو اب صورت مسئولہ میں اس کے نفاس کے یوم کتنے اور طہارت کے یوم کتنے اور حیض کے یوم کتنے شمار ہوں گے اگر خدانخواستہ آئندہ ایسی ہی گڑبڑی کی حالت رہی تو طہارت و حیض کے دن کس طرح شمار کئے جائیں گے اس کے لئے قاعدہ بتادیں نفاس اور حیض کے درمیان طہارت کم از کم دن کتنے ہوتے ہیں؟ المستفتی نمبر ۲۸۱۴ سلیمان موسیٰ حافظ جی یارڈولی ضلع سورت۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ

(جواب ۳۰۶) نفاس کے چالیس دن ہوں گے اس کے بعد طہارت کا حکم ہوگا (۳) اور کیا اس کو ایام رضاعت میں پہلے بھی خون حیض کا آتا رہا ہے یا رضاعت کے ایام میں حیض نہیں آتا تھا اس کا جواب دیا جائے تو آئندہ کا حکم بتایا جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ولا یکرہ طبخها ولا استعمال ما مسته من عجين او ماء او نحوهما (رد المحتار، باب الحيض ۲۹۲/۱ ط سعيد)
(۲) لا يجوز لاحد من المسلمين اخذ مال احد بغير سبب شرعي (عالمگيريه، فصل في التعزير ۱۶۷/۲ ط ماجديه، كوئٹه)
(۳) اقل النفاس لاحد له، واكثره اربعون يوماً والزائد عليه استحاضه (هدايه، فصل في النفاس ۷۰/۱ ط مكتبه شركة علميه، ملتان)

تتمہ سوال ۔ جواب میں جو بات دریافت فرمائی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں پہلے بھی ایام رضاعت میں اس کو حیض کا خون آتا رہا ہے اور یہ وہی ہے جو سوال میں لکھا گیا ہے کہ اس کو پہلے عموماً آٹھ یوم کا حیض آتا تھا مگر اس کی تاریخیں یاد نہیں ہیں تو اب باقی ایام میں طہارت کے دن کتنے اور حیض کے دن کتنے ؟

حضرت والا ! یہی مسئلہ میں نے جامعہ ڈابھیل کے مفتی اسمٰعیل بسم اللہ صاحب مدظلہ العالی پر بھی لکھا تھا مگر سوال میں فرق صرف اتنا ہے کہ اس آپ کے سوال میں آخری طہر ۱۹ دن کا ہے اور ان کے سوال میں پانچ دن کا ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان پر سوال لکھا اور اس کا جواب آیا اور پھر آپ پر سوال لکھا تو یہ جو ایام طہر کے گزرے وہ زیادہ کر دیئے گئے ۔

انہوں نے جواب دیا ہے کہ حد فاصل دوم کے درمیان میں طہارت کے جو پندرہ دن ہونے چاہئیں وہ کہیں نہیں ہیں لہذا اس کی نفاس کی عادت کے ۳۵ یوم نفاس شمار کر کے باقی ایام استحاضہ میں شمار ہوں گے جس میں نماز روزے ادا کرنے ہوں گے لہذا اس کو جن تاریخوں میں پہلے آٹھ یوم حیض آتا تھا عادت کا وہ اب ان تاریخوں میں آٹھ یوم حیض شمار ہو گا اور باقی کا استحاضہ ۔

حضرت والا ! میرے ناقص مطالعہ کے لحاظ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ عرض کرتا ہوں اگر چالیس دن نفاس کے شمار کئے جائیں تب بھی دو خون کے درمیان کی اقل مدت طہر پندرہ یوم وہ نہیں آتی لہذا آخری طہر جو ۱۹ یوم کا ہے اور اس وقت ۲۸ یوم کا ہوا ہے اس کے علاوہ سب ایام استحاضہ کے ہیں لہذا اس کی نفاس کی سابقہ عادت جو ۳۵ یوم کی ہے وہ عود کر آئے گی تو اس کا یہ نفاس بھی ۳۵ یوم کا ہو گا اس کے بعد احتیاطاً ۱۵ دن کا طہر ہو گا اس کے بعد اس کی سابقہ عادت کے مطابق آٹھ دن حیض کے ہوں گے اور اس کے بعد اب تک کے ایام طہر کے ہوں گے اگر خدانخواستہ ان کو پندرہ دن کا طہر نہ آتا تو پھر ان کو بائیس دن طہر کے ہوتے پھر آٹھ دن حیض کے پھر بائیس دن طہر کے پھر آٹھ دن حیض کے اور ایسے ہی حکم چلتا رہتا اس لئے کہ عورتوں کو عموماً مہینے میں ایک بار دم حیض آتا ہے ایام رضاعت میں حیض نہ آنے کو اس مسئلہ سے کیا نسبت ہے وہ بھی ارشاد فرمائیں ؟

(جواب) (از مولانا مفتی عبدالغنی صاحب ۔ صدر مفتی دارالافتا مدرسہ امینیہ ۔ بعد وفات حضرت مفتی اعظمؒ) جب کہ نفاس کی ۳۵ دن کی پہلی عادت تھی لیکن اس دفعہ خلاف عادت ۳۶ دن خون آیا لیکن تین دن بند رہ کر پھر چالیسویں دن بھی خون آگیا اس کے بعد کچھ دن بند رہا اس صورت میں نفاس کے چالیس دن شمار ہوں گے البتہ اگر خون مستمر رہتا یہاں تک کہ چالیس یوم سے متجاوز ہو جاتا تو بے شک عادت سے زائد کو استحاضہ میں شمار کیا جاتا در مختار میں ہے **اما المعتادہ فترد لعادتھا و کذا الحیض** شامی (۱) میں ہے **اذا کان عادتھا فی النفاس ثلاثین یوماً فانقطع دمھا علی راس عشرین یوماً و طھرت**

---

(۱) باب الحیض ۱ / ۳۰۰ ط سعید

عشرة ايام تمام عادتها فصلت و صامت ثم عاودها الدم فاستمر بها حتی جاوز الا ربعين ذكر انها مستحاضة فيما زاد على الثلاثين دوسری جگہ ہے صورته فی النفاس كانت عادتها فی كل نفاس ثلاثين ثم رات مرة احدی و ثلثين ثم طهرت اربعة عشر ثم رات الحيض فانها ترد الی عادتها وهی الثلاثون و يحسب اليوم الزائد من الخمسة عشر التی هی طهر (۱) کیونکہ دم نفاس اور دم حیض میں کم از کم پورے پندرہ یوم کا فاصلہ ضروری ہے۔ اقل الطهر بين الحيضتين او النفاس والحيض خمسة عشر يوماً ولياليها اجماعا (۲) اگر عادت بھول گئی یعنی ایام حیض کے عدد یاد ہیں لیکن یہ بھول گئی کہ مہینے کے پہلے عشرہ میں حیض آیا ہے یا دوسرے عشرہ میں یا تیسرے عشرہ میں تو تحری کر کے ظن غالب پر عمل کرے گی۔ و من نسيت عادتها اما بعدد او بمكان او بهما انها تتحری (۳) الخ فقط محمد عبد الغنی غفر لہ (ذیقعدہ ۱۳۷۳ھ)

فصل سوم۔ آدمی کا جسم اور جھوٹا

بھنگی یا چمار نہلا دھلا کر پاک کر لیا جائے تو اس کے ہاتھ کی چیزیں پاک ہیں

(سوال) بعض مسلمان عیسائیوں چماروں بھنگیوں وغیرہ کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا یا ان کے ہاتھ کا پانی استعمال نہیں کرتے خواہ اپنا جسم و لباس پاک صاف رکھیں بر خلاف اس کے بعض ہندو اقوام مثلاً برہمن، راجپوت مہاجن مالی بڑھئی کہار وغیرہ کے ہاتھ کا کایا ہوا کھانا یا ان کے ہاتھ کا پانی استعمال کرتے ہیں ان مسلمانوں کا یہ فعل ازروئے قرآن و حدیث جائز ہے یا ناجائز ؟ المستفتی نمبر ۲۸۵ اللہ دیا صاحب ماسٹر (ضلع سہارنپور) ۲ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۰۷) شریعت مطہرہ نے غیر مسلم کے بدن کو پاک قرار دیا ہے، خواہ وہ بھنگی ہو یا چمار یا اور کوئی کام کرنے والا ہو اس میں کسی ذات یا پیشہ کی تخصیص نہیں ہے (۴) ہاں بھنگی یا چمار یا ایسے لوگ جو نجاست کے کاموں میں رہتے ہیں ان کا بدن یا لباس ظاہر کے لحاظ سے اکثر ناپاک رہتا ہے اس لئے اس ناپاکی کے غلبۂ ظن کی بنا پر ان کا حکم ایسے لوگوں سے مختلف ہے جو نجاست سے ایسا تعلق نہیں رکھتے مگر جب کہ کسی بھنگی یا چمار کو نہلا دھلا کر پاک صاف کر لیا جائے تو اس کے ہاتھ کی چیز اور کسی برہمن کے

---

(۱) المرجع السابق ۱/ ۳۰۰
(۲) المرجع السابق ۱/ ۲۸۵
(۳) المرجع السابق ۱/ ۲۸۶
(٤) فسؤر آدمی مطلقاً ولو جنباً او كافراً ..... طاهر (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار مطلب فی السؤر ۱/ ۲۲۲ ط سعيد)

ہاتھ کی چیز میں کوئی فرق نہیں رہے گا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) بھنگی کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے ساتھ کھانا محض اس وجہ سے کہ بھنگی ہے ناجائز نہیں
(۲) بھنگی سے مسجد میں جھاڑو دلوانا کیسا ہے ؟

(سوال) (۱) ایک غیر مذہب بھنگی کے ساتھ مسلمان کو کھانا کھانا ایک پلیٹ میں کیسا ہے ؟
(۲) ایک غیر مذہب بھنگی کو بلا کر مسجد میں جھاڑو دلوانا کیسا ہے ؟المستفتی نمبر ۱۳۳۶ شیخ عبدالغفور صاحب۔ دہلی ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۸) (۱) اسلام کا اصول یہ ہے کہ انسان کا بدن پاک ہے' خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اس میں بھنگی اور چمار کا بھی سوال نہیں ہے(۲) سوال میں غیر مذہب بھنگی کی تصریح کی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر غیر مسلم بھنگی کو نہلا دھلا کر اس کا بدن اور ہاتھ پاک صاف کر لئے جائیں تو اس کے ساتھ ایک برتن میں کھانے والا محض اس بنا پر کہ غیر مذہب کے ساتھ کھایا ہے ناپاک کھانے یا حرام کھانے کا مرتکب قرار نہ دیا جائے گا کیونکہ اس مفروضہ صورت میں اس کے ہاتھ پاک کرا لئے گئے ہیں رہی یہ بات کہ اس نے غیر مذہب اور بھنگی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیوں کیا تو یہ بات مختلف حالات اور مختلف مصالح کے لحاظ سے بدل سکتی ہے اگر کوئی معقول وجہ اپنے ساتھ کھلانے کی ہو تو پھر کوئی الزام اور اعتراض نہیں(۳) اور کوئی معقول وجہ نہ ہو تو بلاوجہ غیر مسلموں کے ساتھ کھانے پینے کے تعلقات قائم کر لینے کا الزام ہو گا مگر ناپاک یا حرام کھانے کا الزام نہ ہو گا(۴)(۲) احاطہ مسجد میں نماز کی جگہ کے علاوہ باقی جگہ میں بھنگی سے جھاڑو دلوائی جائے تو کوئی حرج نہیں اور اگر بھنگی کے پاؤں اور بدن پاک ہونے کا یقین ہو تو نماز کی جگہ میں بھی اس سے جھاڑو دلوائی جا سکتی ہے کیونکہ انسان کا بدن فی حد ذاتہ اسلامی اصول کے لحاظ سے پاک ہے(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) حتی لو اغتسل (ای الکافر) فوقع فیها من ساعته لا ینزح منها شئ (رد المحتار' فصل فی البئر' ۱/۲۱۴ ط سعید)
(۲) فسؤر آدمی مطلقاً ولو جنباًاو کافراً طاهر (تنویر الابصار' و شرحه الدر المختار مع ردالمحتار ۱/۲۲۲ ط سعید)
(۳) وفی التفاریق لا باس بان یضیف کافراً لقرابة او لحاجة (عالمگیریه' الباب الرابع عشر فی اهل الذمه والا حکام التی تعود الیهم ۵/۳۴۷' ط ماجدیه کوئٹه)
(۴) ان ابتلی به المسلم مرة او مرتین فلا باس به واما الدوام علیه فیکره کذافی المحیط (عالمگریه : الباب الرابع عشر فی اهل الذمه والا حکام التی تعود الیهم ۵/۳۴۷ ط ماجدیه کوئٹه)
(۵) لا باس بدخول اهل الذمة المسجد الحرام و سائرالمساجد وهوالصحیح (عالمگیریه : الباب الرابع عشر فی اهل الذمته والا حکام التی تعود الیهم ۵/۳۴۶' ط ماجدیه' کوئٹه)

بھنگی کے ہاتھ پاک ہوں تو اسکے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے، تبلیغی مقصد کے پیش نظر یہ عمل قابل تحسین ہے.

(سوال) اگر کوئی شخص خاکروب (بھنگی غیر مسلم) کے ہاتھ دھلوا کر اور خوب صاف کر کے اس کے ساتھ کھانا کھائے تو جائز ہے؟ سوال مذکور کی صورت اس وجہ سے پیش آئی کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے مجلس احرار سنبھل کے ایک بیان میں اسلام کی رواداری غیر مذاہب کے لوگوں پر واضح کرتے ہوئے اپنا یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک جگہ میں نے خود بھنگی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اس کے منہ کا آدھا کٹا ہوا آلو بھی میں نے کھالیا اب ایک صاحب نے شاہ صاحب موصوف کی تقلید میں ایک بھنگی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالیا ہے کچھ لوگ اس خیال پر چراغ پا ہو رہے ہیں براہ مہربانی اگر ممکن ہو تو دو چار دلیل بھی جواب کے ساتھ ارقام فرماکر ممنون فرمائیں؟ المستفتی نمبر ۱۴۲۷ مولانا طاہر الانصاری صاحب فاضل دیوبند (سنبھل مراد آباد) ۲۷ صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۹) اسلام کا مسلّمہ اصول ہے کہ انسان کا بدن پاک ہے اور انسان کا جھوٹا پاک ہے، خواہ مسلم ہو یا کافر (۱) اس اصول پر جب کہ کسی انسان کے ہاتھ پاک ہوں (۲) اور کھانا بھی حلال ہو (۳) برتن بھی پاک ہوں (۴) اور مسلمان اس کے ساتھ کھانا کھالے، تو اس میں کوئی اصولی غلطی نہیں ہے اور اگر کسی موقعہ پر اسلامی اصول کی حقیقت واضح کرنے کے لئے کوئی شخص یہ کام کرے تو وہ قابل تحسین ہے نہ کہ محل الزام (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

غیر مسلم کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے تبلیغی مقصد کے پیش نظر یہ عمل مستحسن ہے.

(سوال) انجمن خدام اسلام جگراؤں کے زیر اہتمام ایک تبلیغی ہفتہ اوائل ستمبر میں منایا گیا جس میں علمائے کرام میں سے ایک نے اسلامی مساوات پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اسلام سب بنی نوع انسان

---

(۱) فسؤر الآدمی مطلقاً ولو جنباً او کافرا .... طاهر (تنویر الابصار و شرحه مع رد المحتار، مطلب فی السؤر ۱/۲۲۲ ط سعید)

(۲) ولو ادخل الکفار والصبیان ایدیهم لا یتنجس اذا لم یکن علی ایدیهم نجاسة حقیقة (حلبی کبیر، فی احکام الحیاض ص ۱۰۳ ط سهیل اکیڈمی لاهور)

(۳) لا باس بطعام المجوس کله الا الذبیحة فان ذبیحتهم حرام (عالمگیریه، الباب الرابع عشر فی اهل الذمه الخ ۵/۳۴۷ ط ماجدیه، کوئٹه)

(٤) و یکره الاکل و الشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل (ایضاً)

(٥) وفی التفاریق: لا باس بان یضیف کافراً لقرابة او لحاجة کذا فی التمر تاشی ولا باس بالذهاب الی ضیافة اهل الذمة (عالمگیریه، نفس المکان) ان فعل ذلك لیمیل قلبه الی الاسلام فلا باس به (عالمگیریه، الباب الرابع عشر فی اهل الذمه ۵/ ۳۴۸ ط ماجدیه، کوئٹه)

کو یکساں سمجھتا ہے حتی کہ ایک مسلمان ایک کافر کا جھوٹا کھاپی سکتا ہے بلکہ اپنے دین کو ضرر پہنچائے بغیر ان کے گھر کا بھی کھاپی سکتا ہے اچھوتوں میں سے ایک نے جو سب اجلاسوں میں حاضر رہا اور جو مائل بہ اسلام تھا اور اب بھی اس دعوے کی صداقت کو آزمانے کے لئے علماء و دیگر معززین کی دعوت کر دی جو قبول کر لی گئی کھانا تیار کرنے میں یہ اہتمام مد نظر تھا کہ مسلمان سے گوشت خریدنے کے بعد مسلمان ہی پکائے چنانچہ بریانی مسلمان نائی نے پکائی اور حلوا اچھوتوں نے تیار کیا البتہ کھانا مہمانوں کے آگے رکھنے والے اچھوت تھے علماء و اکابر کے اس فعل پر جو محض بنظر تالیف قلوب و بمقصد تبلیغ اس طور سے عمل میں لایا گیا کہ کھانا کھانے سے قبل محاسن اسلام پر ایک مبسوط تقریر اسی اچھوت کے گھر کی گئی اور اس میں دعوت اسلام دی گئی۔ بعض معاندین نے بفحوائے **انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا** (۱) بطور استدلال پیش کیا اور مشہور اہل سنت کا متفقہ مذہب کہ ان کے بدن نجس نہیں اعتقادات نجس ہیں' نظر انداز کر دیا گیا اس شور و غل کی وجہ سے بہت سے اچھوت جو دائرہ اسلام کے بہت قریب آگئے تھے اب خاموش ہو گئے ہیں آپ از روئے شریعت ظاہر فرمادیں کہ طرفین میں سے کون حق پر ہے۔ المستفتی نمبر ۱۸۹۴ جناب صفی عبداللہ ایم اے صدر انجمن خدام اسلام جگراؤں ۸ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۱۰) اسلامی اصول کے بموجب کافر و مشرک کا بدن نجس نہیں بلکہ جب بدن پر کوئی نجاست نہ ہو تو بدن پاک ہے (۲) اور ان کے ہاتھ کا کھانا بھی جائز ہے (۳) اور تبلیغی مقصد کے پیش نظر جن مسلمانوں نے اچھوتوں کے ہاتھ کا کھانا کھایا وہ مستحق اجر ہیں۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کافر کا بدن پاک ہو تو اس کا جھوٹا اور پکایا ہوا کھانا کھانا جائز ہے'
تبلیغی مقصد سے یہ عمل موجب اجر ہے.

(سوال) ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب کچھ عرصہ سے فقہ شریف کا مسئلہ اپنی وعظوں میں اس طرح بیان فرماتے رہے ہیں کہ کافر کا جھوٹا پاک ہے چوہڑے بھی ہندوؤں کی مانند ہیں لہذا چوہڑوں کا کھانا بھی جائز ہے چنانچہ اب کی وعظ پر یعنی کل ۶/۹/۳۷ کو ایک چوہڑے نے جو کہ اپنے آپ کو مذہبی سکھ کہلا رہا ہے اس نے مولوی صاحب کی معہ چند احباب دعوت کر دی مولوی صاحب نے نہایت خوشی

---

(۱) التوبة : ۲۸

(۲) ولو ادخل الکفار او الصبیان ایدیهم لا یتنجس اذا لم یکن علی ایدیهم نجاسة حقیقة (حلبی کبیر فصل احکام الحیاض ص ۱۰۳ ط سهیل اکیڈمی' لاهور)

(۳) ولا باس بالذهاب الی ضیافة اهل الذمة (عالمگیریه : الباب الرابع عشر فی اهل الذمة والا حکام التی تعود الیهم ۳۴۷/۵ ط ماجدیه کوئٹه)

(٤) ینظر ان فعل ذلك لیمیل قلبه الی الاسلام فلاباس به (عالمگیریه' نفس المکان ۳٤۸/٥)

سے بے چون وچرا منظور فرمالی اور بوقت روانگی یعنی جب دعوت کھانے کیلئے جانے پر تیار ہوئے اس وقت نعرہ اللہ اکبر بلند آواز سے لگایا بعدہ مولوی صاحب معہ ایک جماعت کثیر کے نعتیں پڑھتے ہوئے اس چوہڑے کے گھر پہنچے اور چوہڑوں نے بدست خود ان کو کھانا اتارا اور اپنے گھر کا پانی وغیرہ بھی پینے کو دیا اور مولوی صاحب نے نہایت فراخدلی سے مع اپنے رفقاء کے دعوت کو نوش فرمالیا۔

دعوت کے اہتمام کی کیفیت حسب ذیل ہے :-

حلوے کو تو خود ان چوہڑوں نے اپنے گھر کے پانی وغیرہ سے تیار کیا اور پلاؤ کو ایک حجام نے تیار کیا حجام کہتا ہے کہ بجز پکانے کے باقی سب کام پانی وغیرہ کا ڈالنا غرض کہ سب اہتمام ان چوہڑوں ہی کا رہا ہے ہاں گوشت جو پلاؤ میں ڈالا گیا ہے ان کے ہمراہ میں نے قصاب کی دکان سے خرید کیا تھا جب کہ انہوں نے اپنے قبضے میں کرلیا میں بازار چلا گیا دو گھنٹے کے بعد میں بازار سے سودا سلف خرید کر کے جب ان چوہڑوں کے گھر پہنچا تو میں نے ان کے گھر سے منگوا کر دیگ میں پکادیا عالیجاہا ہم نہایت ہی ادب سے التماس کرتے ہیں کہ مولوی صاحب کے اس مسئلہ نے ہمارے یہاں ہر ایک مسلمان کے دل میں بے چینی پیدا کردی ہے لہذا معروض ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات سے آگاہی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) کیا فقہیہ کتب میں مذکور ہے کہ کافر کا جھوٹا پاک ہے اور اس کے یہی معنی ہیں جس پر مولوی صاحب نے عمل کیا ہے ؟

(۲) کیا فقہا عظام کے مسائل مستنبط من القرآن والاحادیث نہیں ہیں ؟ اگر ہیں تو کیا فقہا عظام کے مسائل کی مطابقت قرآن مجید واحادیث شریف سے ضروری نہیں ؟

(۳) اللہ جل جلالہ ایک جگہ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ مشرک تو نرے گندے ہیں اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ مسلمانوں تمہارے لئے اہل کتاب کا کھانا حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے کیا قرآن شریف کی ان آیات کی رو سے یہ نہیں پایا جاتا کہ فقہائے کرام نے جو کافر کا لفظ بیان فرمایا ہے اس سے اہل کتاب مراد ہیں جو کہ عیسائی یہودی وغیرہ ہیں۔

(۴) کیا کفار کی دعوت کو قبول کرنا خلاف امر جناب رسول اللہ ﷺ نہیں ہے آنحضور ﷺ تو مشکوۃ شریف میں فاسقین کی دعوت سے بھی منع فرماتے ہیں۔

(۵) ذبیحہ کا گوشت جو تقریباً دو گھنٹے چوہڑوں کے گھر انکے قبضے میں رہا کیا شرع شریف ایسے گوشت کے کھانے کی اجازت دیتی ہے ؟

(۶) اگر مولوی صاحب کی شرعاً اس میں کچھ گرفت ہو تو ان کے متعلق حکم شرع تحریر فرمایا جائے۔ **المستفتی** نمبر ۲۱۱۲ مستری نذیر احمد (ضلع لودھیانہ) ۱۰ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۱۱) مسئلہ شرعیہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک یہی ہے کہ کافر کا بدن پاک ہے جب کہ اس

پر کوئی ظاہری نجاست نہ ہو(۱) کافر کا جھوٹا بھی پاک ہے پس اگر اس کا اطمینان کرنے کے بعد کہ کھانے میں کوئی ناجائز و ناپاک چیز نہ تھی(۲) اور پکانے والے اور کھلانے والوں کے ہاتھ بھی کسی نجاست سے ملوث نہیں تھے تو ان کے ہاتھ کے کھانے میں کوئی شرعی جرم نہیں ہے(۳) اور اگر تبلیغی ضرورت یا اسلامی مساوات کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے ایسا کیا جائے تو موجب اجر و ثواب ہے(۴) آیت "انما المشرکون نجس" میں نجاست سے اعتقادی نجاست مراد ہے نہ کہ جسمانی(۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نجاست کا یقین یا ظن غالب نہ ہو تو کافر کا جھوٹا کھانا پینا جائز ہے

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید نے جان بوجھ کر کافر کا حقہ اپنا ہاتھ لگا کر پی لیا یہ فعل کیسا ہے؟ کافر و مشرک کا جھوٹا کھانا پینا کیسا ہے؟

(جواب ۳۱۲) جب کہ ناپاک ہونے کا ظن غالب نہ ہو تو اس صورت میں کوئی مواخذہ نہیں فی حد ذاتہ جائز ہے جب کہ نجاست کا ظن غالب نہ ہو (۶) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

(جواب دیگر ۳۱۳) کافر کے ہاتھ سے تر اور سیال چیز لینا فی حد ذاتہ جائز ہے لیکن اگر کافر کی بے احتیاطی کی وجہ سے ملوث بالنجاستہ ہونے کا گمان ہو تو بچنا بہتر ہے اور غالب گمان ہو تو لینا ناجائز ہے اور پاک ہونے کا یقین ہو تو بلا کراہت جائز ہے(۷) کیونکہ انسان کا بدن فی نفسہ اسلامی اصول کے لحاظ سے پاک قرار دیا گیا ہے(۸) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' (از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۴ء)

---

(۱) ولو ادخل الکفار او الصبیان ایدیھم لا یتنجس اذا لم یکن علی ایدیھم نجاسۃ حقیقۃ (حلبی کبیر ص ۱۰۳ سھیل اکیڈمی' لاھور)

(۲) فسور الآدمی مطلقاً ولو جنبا او کافراً ...... طاھر (رد المحتار' مطلب فی السؤر' ۱/۲۲۲ ط سعید)

(۳) لا باس بطعام المجوس کلہ الا الذ بیحہ فان ذبیحتھم حرام........ ولا باس بالذھاب الی ضیافۃ اھل الذمۃ (عالمگیریہ' الباب الرابع العشر فی اھل الذمۃ والا حکام التی تعود الیھم ۵/۳۴۷' ط ماجدیہ کوئٹہ)

(٤) ینظر ان فعل ذلک لیمیل قلبہ الی الاسلام فلا باس بہ (عالمگریہ' الباب الرابع عشر فی اھل الذمۃ والا حکام التی تعود الیھم ۵/۳٤۸' ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۵) فالمراد بقولہ تعالیٰ : انما المشرکون نجس' النجاسۃ فی اعتقادھم (رد المحتار' مطلب فی السؤر ۱/۲۲۲' ط سعید)

(٦) فسور الآدمی مطلقاً ولو جنبا او کافراً ...... طاھر (رد المحتار' مطلب فی السؤر' ۱/۲۲۲ ط سعید)

(۷) ولو ادخل الکفار او الصبیان ایدیھم لا یتنجس اذا لم یکن علی ایدیھم نجاسۃ حقیقۃ (حلبی کبیر فصل فی احکام الحیاض ص:۱۰۳ ط سھیل اکیڈمی' لاھور)

(۸) فسور الآدمی مطلقاً ولو جنبا او کافراً ...... طاھر (رد المحتار' مطلب فی السؤر' ۱/۲۲۲ ط سعید)

فصل چہارم۔وضو غسل اور تیمّم

اعضاء تیمّم پر غبار آلود ہاتھ پھیرنا فرض ہے، کوئی عضو رہ جائے تو تیسری ضرب کی ضرورت نہیں

(سوال) تیمّم میں اعضا کو گرد لگانا فرض ہے ؟یا صرف ہاتھ پھیرنا فرض ہے، نیز یہ کہ تیمّم دو ضرب سے ہوتا ہے اب اگر کوئی عضو چھوٹ جائے تو اس کے لئے تیسری ضرب لگائی جائے یا نہیں ؟بینوا توجروا

(جواب ۳۱۴) تیمّم میں اعضائے تیمّم پر غبار آلود ہاتھ پھیرنا فرض ہے، یہ ضروری نہیں کہ اعضا پر بھی غبار نظر آنے لگے(۱) تیمّم میں اگر کوئی عضو چھوٹ جائے تو اس کے لئے تیسری ضرب کی ضرورت نہیں ویسے ہی اس جگہ ہاتھ پھیر دینا کافی ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ رکھنا سخت گناہ ہے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا.

(سوال) پاجامہ اگر ٹخنوں سے نیچا ہو تو وضوٗ ٹوٹتا ہے یا نہیں ؟بعض آدمی کہتے ہیں کہ مسلم شریف اور مشکوۃ شریف میں یہ حدیث شریف موجود ہے کہ پاجامہ ٹخنوں سے نیچے پہنے سے وضوٗ باطل ہو جاتا ہے لہذا ایہ حدیث شریف ہو تو اس سے مطلع فرمائیں ؟

(جواب ۳۱۵) اس امر کی کوئی معتبر دلیل نہیں کہ ٹخنے سے نیچا پاجامہ پہنے سے وضوٗ ٹوٹ جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ ٹخنے سے نیچا پاجامہ رکھنا سخت گناہ ہے(۳) لیکن ایسا کرنے سے وضوٗ نہیں ٹوٹتا اور جو حدیث کہ ابو داؤد شریف(۴) میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو جو ٹخنے سے نیچے کپڑا پہنے ہوئے تھا وضوٗ کرنے کا حکم دیا اول تو اس میں ایک راوی ابو جعفر ہے جو مجہول ہے(۵) دوسرے اس سے یہ بھی ثابت نہیں کہ وضوٗ ٹوٹ جانے کی وجہ سے حکم دیا تھا ممکن ہے کہ اس کے گناہ کے کفارہ کے لحاظ سے یہ حکم دیا ہو کیونکہ وضوٗ سے اعضاء کے گناہ جھڑ جاتے ہیں(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱)ثم عندهما ای عند ابی حنیفه و محمد الشرط فی صحة التیمم مجرد المس...... ولا یشترطان علوق شئ منهما (حلبی کبیر، باب التیمم ص ۷٦ ط سهیل اکیڈمی، لاهور)

(۲) امار کنه فضر بتان الخ (حلبی کبیر، باب التیمم ص ٦۲ ط سهیل اکیڈمی، لاهور)

(۳) عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال، ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار (صحیح البخاری، باب ما اسفل من الکعبین ففی النار ۲/۸٦۱ ط قدیمی کتب خانه، کراچی)

(٤) باب ماجاء فی ارسال الازار ۲/٥٦٥ ط امدادیه ملتان

(٥) و فی اسناده ابو جعفر رجل من اهل المدینة لا یعرف اسمه (معالم السنن لا بی سلیمان الخطابی، باب ما اسفل من الکعبین ففی النار ٦/٥۱، ط انصار السنة المحمدیه)

(٦) یحتمل والله اعلم انه امره باعادة الوضوٗ ء دون الصلوة لان الوضوٗ مکفر للذنوب کما ورد فی الاحادیث الکثیره (بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی اسبال الازار، ٥/٥٤ ط معهد الخلیل الاسلامی، کراچی)

غسل جنابت میں سونے کے دانت کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں .

(سوال) اگر سونے کا دانت لگوالیا ہو تو کیونکر اس کے اندرونی حصہ یعنی جڑ اور برابروں میں غسل جنابت کے وقت پانی پہنچایا جاسکتا ہے اور نہ پہنچے تو غسل ہو جاتا ہے یا نہیں ؟ **المستفتی نمبر ۲۹۶،** ۱۵ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۳۴ء

(**جواب ۳۱۶**) اندرونی حصہ میں پانی پہنچانا اس لئے ضروری نہیں کہ اب وہ دانت بوجہ لازم اور ثابت ہونے کے اصلی دانت کے حکم میں ہو جاتا ہے(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**'

(**جواب دیگر**) (ازنائب مفتی صاحب) جب اصلی و خلقی دانت پر سونے کا پترہ چڑھا دیا جائے تو یہ سونے کا خول بوجہ شدت اتصال کے کالجزء ہی ہو جائے گا اور اس کے نیچے اصلی دانت کا غسل واجب نہ ہو گا تنویر الابصار و در مختار میں ہے (**غسل ما فیه حرج کعین**) **وان اکتحل بکحل نجس (و ثقب انضم و) لا (داخل قلفة) الخ علی هامش ردالمحتار** (۲) **جلد اول ص ۱۱۳** سونے کا دانت ضرورۃً لگوایا ہو یا زینۃً دونوں صورتوں میں حکم مختلف نہ ہو گا۔ فقط حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ' دہلی الجواب صحیح۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

غسل کرنے سے وضو ہو جاتا ہے' وضو کے لئے چار اعضاء کو خاص کرنے کی وجہ .

(سوال) ہر نماز کے لئے پنج وقتہ وضو کیا جاتا ہے اگر ایک ہی دفعہ وضو کر لیا جائے اور چار وقت نہ کیا جائے تو عقل سلیم طہارت کا حکم نہیں لگا سکتی اور طہارت ظاہری کا اثر طہارت باطنی پر پڑتا ہے یا نہیں ؟ اور طہارت کے لئے ان اعضا کو کیوں خاص کیا گیا ؟ اگر ان اعضا کے دھونے کے بجائے غسل کر لیا جائے تو کیا وضو ہو جائے گا ؟ **المستفتی نمبر ۶۷۴** ابو محمد عبدالجبار (رنگون) ۱۰ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۳۵ء

(**جواب ۳۱۷**) نماز کے لئے طہارت کی ضرورت ہے طہارت کے لئے ان اعضا کو اس لئے خاص کیا گیا کہ یہ اعضا اکثر حالات میں خارجی موثرات سے متاثر ہوتے رہتے ہیں اور تلویث کا اثر ان اعضا پر بہ نسبت باقی اعضا کے زیادہ ہو سکتا ہے اس لئے انہیں اعضا کو دھونے کے لئے مخصوص کیا گیا وضو کی جگہ غسل کر لینا بدرجہ اتم کافی ہے اور غسل کے اندر وضو خود بخود ہو جاتا ہے(۳) لیکن اگر ہر نماز کے لئے غسل کا حکم عام دیا جاتا تو مسلمانوں پر اس کی تعمیل دشوار اور قریب قریب ناممکن ہو جاتی' اس لئے حکم تطہیر میں لوگوں کی آسانی کا لحاظ بھی خدائے علیم و حکیم و خبیر کے احکام میں موجود ہے طہارت ظاہر کا اثر

---

(۱) الاصل وجوب الغسل الا انه سقط للحرج (رد المحتار' مطلب فی ابحاث الغسل ۱/۱۵۳ ط سعید)
(۲) مبحث ابحاث الغسل ۱/۱۵۲ ط سعید)
(۳) عن عائشه قالت ' قال النبی ﷺ : لا یتوضؤ بعد الغسل (جامع الترمذی' باب الوضوء بعد الغسل ۱/۳۰ ط سعید)

طہارت باطن پر پیشک پڑتا ہے اس لئے نماز جو طہارت باطن کا ذریعہ ہے' اس کے لئے طہارت ظاہری شرط کردی گئی(۱) اور طہارت ظاہری میں مکلفین کی آسانی کا بھی پورا لحاظ رکھا گیا ہے کیونکہ بفحوائے الدین یسر اعمال دینیہ کا مبنہ آسانی پر رکھا گیا ہے واللہ اعلم　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دانتوں پر سونے کا چڑھایا ہوا خول مانع غسل اور وضو نہیں

(سوال) اگر کوئی شخص بصحت و سلامتی اپنے دانتوں پر بغرض زینت سونے کا پترہ اس طرح چڑھائے کہ دو یا چار دانتوں پر یا ساری بتیسی پر سونے کا خول منڈھا دے کہ جس سے دانت اور مسوڑھے سب بند ہو جائیں تو وضو اور غسل ہو جائے گا یا نہیں فقہائے کرام نے باب الغسل میں لکھا ہے کہ بدن کے جس حصے میں آٹا چپک کر سوکھ جائے یا چکنا میل ناخن کے اندر ہو جس کی وجہ سے پانی اس کے اندر نہ پہنچ سکے تو غسل نہیں ہوگا۔ المستفتی نمبر ۵۳۹ مولوی ظہور احمد (کاٹھیاواڑ) ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۸) دانتوں کی کسی خرابی کی وجہ سے سونے کا خول چڑھوانا ناجائز نہیں اور محض زینت کے لئے چڑھانا مکروہ ہے اور ضرورۃً چڑھایا ہوا یا بلا ضرورت بہر صورت غسل و وضو کے لئے وہ مانع نہیں کیونکہ وہ ایک جزء لازم کی حیثیت رکھتا ہے(۲) بخلاف آٹے اور چکنے میل کے کہ وہ جزء لازم نہیں(۳) ہے فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ولا یشد سنه المتحرك بذهب بل بفضة وجوزهما محمدؒ تنویر الابصار و درمختار (۴) جلد/ ۵ الجواب صحیح حبیب المرسلین عفی عنه نائب مفتی -

حالت جنابت میں کھانا پینا جائز ہے' بہتر یہ ہے کہ وضو یا ہاتھ منہ دھو کر کھا پی لیا جائے.

(سوال) حالت جنابت میں کھانا پینا درست ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۶۱۱ حکیم محمد قاسم (ضلع میانوالی) ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۹) جنابت میں کھانا پینا درست ہے بہتر یہ ہے کہ وضو کر کے کھائے پئے اور بغیر وضو کئے صرف ہاتھ منہ دھو کر کھا پی لے تو یہ بھی ناجائز نہیں خلاف اولیٰ ہے(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) و قیل سببها الحدث فی الحکمیه وهو وصف شرعی یحل فی الاعضاء یزیل بالطهارة (رد المحتار ' کتاب الطهارة ۱/۸۵ ط سعید) (۲) الاصل وجوب الغسل الا انه سقط للحرج (رد المحتار ' مطلب فی ابحاث الغسل ۱/۱۵۲ ط سعید) (۳) والعجین فی الظفر یمنع تمام الاغتسال (عالمگیریه' الباب الثانی فی الغسل ۱/۱۳ ط ماجدیه کوئٹه) (٤) کتاب الحظر والاباحة' فصل فی اللبس ۶/۳۶۱-۳۶۲ ط سعید (۵) و فی الشامیه : قال فی الخلاصة اذا اراد الجنب ان یاکل فالمستحب له ان یغسل یدیه و یتمضمض اه تامل وذکر فی الحلیه عن ابی داؤد وغیره' انه علیه الصلوة والسلام اذا اراد ان یاکل وهو جنب غسل کفیه وفی روایة مسلم یتوضا وضوئه للصلوة (باب الحیض ۱/۲۹۳-۲۹٤ ط سعید)

دانت صاف کرنے کے برش میں اگر خنزیر کے بال ہوں تو اس کا استعمال ناجائز ہے!

(سوال) انگریزی برش جو دانتوں پر استعمال ہوتا ہے' اس میں اگر سور کے بال ہوں تو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ٦١١ حکیم محمد قاسم (ضلع میانوالی)

(جواب ۳۲۰) اگر خنزیر کے بالوں کا برش ہو تو اس کا استعمال قطعاً ناجائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

وضوء میں انگلیوں کا خلال کس وقت کرنا چاہیئے.

(سوال) (۱) وضوء میں ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال گٹوں تک ہاتھ دھونے میں کرے یعنی شروع وضو میں یا کہنیوں کے دھوتے وقت کرے ؟ سیدھی طرف سے یا الٹی طرف سے ؟
(۲) چوتھائی سر کا مسح یا تمام سر کا مسح کرتے ہیں ؟ اس کی کیا دلیل ہے ؟ المستفتی نمبر ٦۵۸ مجیدی دواخانہ بمبئی ۷ ۲رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۶ ۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۲۱) وضوء میں انگلیوں کا خلال ابتدائے وضوء میں ہاتھ دھوتے وقت کرنا چاہیئے(۲)
(۲) حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے(۳) اور پورے سر کا مسح سنت ہے پورے سر کا مسح کرنا چاہیئے تاکہ فرض اور سنت دونوں ادا ہو جائیں(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

وضوء میں مسواک سنت مؤکدہ ہے.

(سوال) وضوء میں مسواک سنت مؤکدہ ہے یا محض سنت ؟ المستفتی نمبر ٦۵۸ مجیدی دواخانہ بمبئی

(جواب ۳۲۲) وضوء میں مسواک سنت مؤکدہ ہے(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دانت صاف کرنے کے برش میں خنزیر کے بال ہونے کا شبہ ہو تو اس کا استعمال نہیں کرنا چاہیئے.

(سوال) دانت صاف کرنے کا برش خنزیر کے بالوں کا ہو تو جائز ہے یا نہیں ؟

---

(۱) خلا جلد خنزیر فلا یطهر (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه (قوله فلا یطهر) ای لانه نجس العین بمعنی انه ذاته بجمیع اجزائه نجسة حیاً و میتاً (الطهارة مطلب فی احکام الدباغة ۱/ ۲۰۴ ط سعید)
(۲) ان التخلیل انما یکون بعد التثلیث لانه سنة التثلیث (رد المحتار' ۱/ ۱۱۷ ط سعید)
(۳) و مسح ربع الراٴس مرة (تنویر الابصار مع رد المحتار' و کان الوضو اربعة ۱/ ۹۹ ط سعید)
(٤) ومسح کل راسه مرة مستوعبة (تنویر الابصار و شرحه) قال المحقق فی الشامیه (قوله' مستوعبة) هذا سنة ایضاً کما جزم به فی الفتح (ارکان الوضو اربعه ۱/ ۱۲۱ ط سعید)
(۵) والمسواك سنة مؤکدة (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار' کتاب الطهارة ۱/ ۱۱۳ ط سعید)

المستفتی نمبر ۱۳۱ ۸ محمد انور (ضلع جالندھر) ۱۳ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۶ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۲۳) ولایتی برش جس میں خنزیر کے بال ہونے کا شبہ ہو استعمال نہیں کرنا چاہئیے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ناک اور آنکھ سے آنے والے پانی کا حکم

(سوال) زکام کے وقت میں جو پانی ناک سے جاری ہوتا ہے ابتداءً سفید ہوتا ہے بعد میں زرد اور بدبودار ہو جاتا ہے یا آنکھوں میں درد ہونے کی صورت میں آنسو آتے ہیں یہ ناقض وضوٗ ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۳۲۴) ناک سے آنے والا پانی جب تک متغیر اللون والریح نہ ہو اسی طرح آنکھ سے آنے والے آنسو جب تک پانی کی طرح صاف ہوں نواقض وضوٗ میں نہیں ہیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سونے کا لگا یا ہوا دانت مانع غسل نہیں .

(سوال) سونے کا دانت جیسا کہ آج کل لوگ بنواتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ دوسرے دونوں طرف کے دانتوں پر بھی خول چڑھ جاتا ہے غسل کی حالت میں خولوں کے اندر پانی نہیں پہنچ سکتا اور نہ یہ خول اتر سکتے ہیں ایسے دانت لگوانے شرعاً جائز ہیں یا نہیں ؟ غسل ہو جائے گا یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۹۳۵ شیخ محمد ابراہیم (مانڈلے برما) ۷ صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۲۵) ضرورت کی بناء پر یہ دانت لگوانا جائز ہے محض زینت کے لئے لگوانا مکروہ ہے (۳) غسل دونوں حالتوں میں درست ہو جائے گا کیونکہ یہ دانت لگنے کے بعد جسم کا حکم لے لیتے ہیں (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سبیلین سے خارج ہونے والا مطلقاً ناقض وضو ہے .

(سوال) عاجز بہت ضعیف ہونے کے علاوہ اور مختلف امراض میں بھی مبتلا رہتا ہے بواسیر کا بھی خون اور کبھی کچھ اور مادہ کبھی کم کبھی زیادہ نکلتا ہے اور کپڑا ملوث ہو جاتا ہے فتاویٰ شامی جلد ا ص ۱۲ میں ایسے عذر

---

(۱) خلا جلد خنزیر فلا یطھر (تنویر الابصار و شرحہ الدر المختار) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ فلا یطھر) ای لا نجس العین بمعنی ان ذاتہ بجمیع اجزائہ نجسۃ حیا و میتاً (مطلب فی احکام الدباغۃ ۱ / ۲۰۴ ط سعید)

(۲) کما لا ینقض لو خرج من اذنہ و نحو ھا کعینہ و ثدیہ قیح و نحوہ کصدید (تنویر و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ' قال فی البحر' و فیہ نظر' بل الظاھر اذا کان الخارج قیحا او صدیداً النقض' سواء کان مع و جع او بدونہ لا نھما لا یخرجان الا عن علۃ (مطلب فی نواقض الوضؤ ۱ /۱۴۹ ط سعید)

(۳) لو تحرکت سن رجل وخاف سقوطھا فشدھا بالذھب او بالفضہ لم یکن بہ باس (عالمگیریہ' الباب العاشر فی استعمال الذھب والفضہ ۵ /۳۳۶' ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۴) الاصل وجوب الغسل الا انہ سقط للحرج (ردالمحتار' مطلب ابحاث الغسل ۱ /۱۵۲ ط سعید)

کی حالت میں کپڑے کے ناپاک نہ ہونے کو مفتی بہ بتایا گیا ہے مگر سبیلین سے خارج ہونے کو شرح منیۃ المصلی کے ص ۱۱۸ میں اس قاعدے سے مستثنیٰ کیا ہے کہ سبیلین کے خارج ہونے میں جو سیلان خون و پیپ ہو یا سیلان نہ ہو مجرد ظہور سے ناقض وضوٗ قرار دیا ہے غالباً نجس ہی ہوگا میری نظر بہت ضعیف ہو گئی فتاویٰ پڑھا نہیں جاتا میرا خیال یہ ہوتا ہے کہ سبیلین سے بول و براز کا اگر ظہور ہو تو یقیناً ناقض وضوٗ اور نجس ہے اور اگر علاوہ بول و براز کے خون یا پیپ نکلی تو موافق پہلے قاعدہ مرقومہ کے شاید نجس اور ناقض وضوٗ نہ ہو جواب تحریر فرمائیں آپ کی تحریر مجھے اطمینان دہ ہے۔ المستفتی نمبر ۱۳۲۴ (مولوی) محمد مشتاق احمد صاحب (ضلع کرنال) ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۶) مخدوم مکرم حضرت مولانا دامت برکاتہم۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ مکرمت نامہ نے ممنون و مشکور فرمایا حق تعالیٰ آپ کے سایہ مکرمت و فیوض کو تا دیر مبسوط رکھے آمین آپ کا وجود باعث برکات و خیرات ہے سبیلین سے ہر خارج نجس و ناقض وضوٗ ہے، کم ہو یا زیادہ سائل ہو یا نہ ہو اور رطوبت دبر بہر صورت نجس ہے وكذا الدود والحصاة اذا خرج من احد هذين الموضعين لاستتباع الرطوبة وهى حدث فى السبيلين وان قلت (غنية المستملى) (۱) اور کسی زخم سے خون یا پیپ کا تھوڑا تھوڑا نکلتا رہنا اور کپڑے کو لگتا رہنا بے شک بقول مفتی بہ نہ ناقض وضوٗ ہے اور نہ اس سے کپڑا ناپاک ہوتا ہے مگر یہ حکم سبیلین کا نہیں ہے ہاں بواسیر میں مخرج سے باہر مسے اور مسوں کی جڑ میں قروح ہو جاتے ہیں ان میں سے جو خون یا رطوبت نکلتی اور کپڑے پر لگتی رہتی ہے اس کا حکم دوسرے زخموں کا ہے کیونکہ اس سے نکلنے والی رطوبت خارج من السبیلین میں داخل نہیں ہے خارج من السبیلین میں وہی رطوبت داخل ہے جو مقعد کے اندر سے باہر آئے اور جو حوالی مقعد کے بیرونی مسوں یا زخموں سے نکلے، اس کا حکم مثل دیگر اجزاء جسم سے نکلنے والی رطوبت یا خون و ریم کے ہوگا (۲) امید کہ دعائے خیر میں خادم کو یاد فرماتے رہیں گے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ

وضو یا غسل میں کوئی جگہ خشک رہ جائے تو صرف اسی جگہ کو دھو لینا کافی ہے، خواہ باقی اعضا خشک ہوں یا نہ ہوں.

(سوال) وضوٗ یا غسل میں کوئی عضو یا جگہ بھولے سے خشک رہ جائے تو اسی عضو یا جگہ کو دھوئے یا دوبارہ وضوٗ کرے اگر اسی جگہ کا دھونا کافی ہے تو آیا یہ حکم جب تک ہے جب تک اعضا تر ہیں یا اعضاء کے خشک ہونے کے بعد بھی ہے؟ المستفتی نمبر ۱۳۴۹ محمد یونس صاحب (متھرا) ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء

---

(۱) فصل فى نواقض الوضوء ۱۲۵، ط سهيل اكيڈمى، لاهور پاكستان

(۲) ثم المراد : بالخروج من السبيلين مجرد الظهور و فى غير هما عين السيلان (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب فى نواقض الوضوء ۱/ ۱۳۵ ط سعيد)

(جواب ۳۲۷) صرف خشک رہ جانے والے عضو کو دھولینا کافی ہے خواہ باقی اعضا کے خشک ہونے سے پہلے دھوئے یا خشک ہونے کے بعد (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دخول حشفہ سے بیوی پر بھی غسل واجب ہوگا .

(سوال) زوجہ پر جو کہ (بوجہ خامی کے) حظ مجامعت سے مبرا ہے . غسل جنابت لازم ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۵۷۹ محمد خاں صاحب (ملک مالوہ) ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۸ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۸) بقدر دخول حشفہ موقع ہو اور دخول حشفہ ہو جائے تو عورت پر بھی غسل واجب ہوگا ورنہ نہیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جنازے کے لئے کئے ہوئے وضوء سے فرائض و نوافل پڑھنا جائز ہے

(سوال) جنازہ کے لئے جو وضوء کیا ہو کیا اس سے دوسرے فرض اور نفل نمازیں پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۰۳۹ ولی محمد صاحب (کاٹھیاواڑ) ۱۲ رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۹) جنازہ کے لئے جو وضوء کیا ہو اس سے فرض اور نفل ہر نماز پڑھی جا سکتی ہے (۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) ضرورت کی وجہ سے دانتوں پر سونے کا خول چڑھانا جائز ہے' زینت کے لئے مکروہ
(۲) دانتوں پر سونے کا چڑھا ہوا سونے کا خول مانع غسل و وضوء نہیں .

(سوال) (۱) آج کل عام طور پر دانتوں پر سونے اور چاندی کے خول پہنائے جاتے ہیں جو پورے دانت کو ڈھانک لیتے ہیں اور پورا دانت خول میں پوشیدہ ہو جاتا ہے اس طرح مرد کے لئے دانتوں پر چاندی اور سونے کا استعمال درست ہے یا نہیں ؟

---

(۱) ولوترکھا ای ترك المضمضته اوالا ستنشاق اواللمعة من ای موضع کان من البدن ناسیاً فصلی ثم تذکر ذلك یتمضمض او یستنشق او یغسل اللمعة و یعید ماصلی الخ (حلبی کبیر' فرائض الغسل ص ۵۰ ط سهیل اکیڈمی' لاهور)

(۲) الا یلاج فی احد السبیلین اذا تواترت الحشفة یوجب الغسل علی الفاعل والمفعول به انزل اولم ینزل وهذا هو المذهب لعلمائنا (عالمگیریه' الفصل الثالث فی المعانی الموجبه للغسل ۱/۱۵ ط ماجدیه' کوئٹه)

(۳) تیمم لصلوٰة الجنازه او السجدة التلاوة اجزاه ان یصلی به المکتوبة بلا خلاف (عالمگیریه: الفصل الاول فی امور لا بد منها فی التیمم ۱/ ۲٦ ط ماجدیه' کوئٹه)

(۲) یہ چاندی اور سونے کا خول غسل کے تومانع نہیں ہوتا غسل میں کلی کرنا فرض ہے خول شدہ دانت کی حالت میں غسل کا یہ فرض (کلی کرنا) ادا ہو جاتا ہے کہ نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۳۱۵ سکریٹری صاحب محمڈن ایجوکیشنل سوسائٹی (کولہاپور اسٹیٹ) ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۳۰) دانتوں پر چاندی یا سونے کے خول بلا ضرورت چڑھانا مکروہ ہے لیکن اگر ضرورت کی وجہ سے چڑھائے جائیں تو مکروہ نہیں (۱) اور بہر صورت چڑھانے کے بعد یہ خول وضؤ اور غسل کے جواز پر اثر انداز نہیں ہوتے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

گردن کے مسح کے بعد انگلیوں کے خلال کا کوئی ثبوت نہیں.

(سوال) وضؤ میں سر اور گردن کے مسح کے بعد ہاتھ کی انگلیوں کا خلال کرنا چاہئیے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۸۱۲ محمد عبدالشکور فیض آباد ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ
(جواب ۳۳۱) سر اور گردن کے مسح کے بعد انگلیوں کے خلال کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اسے ترک کر دیا جائے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

جنبی کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کا پکایا ہوا کھانا یا روٹی کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں:

(سوال) متعلقہ احکام جنابت
(جواب ۳۳۲) جس کو جنابت یعنی غسل کی حاجت ہو اس کو ناپاک کہہ سکتے ہیں مگر یہ ناپاکی ایسی نہیں ہے کہ اس کے بدن پر ناپاکی کے احکام جاری ہوں۔ یہ ناپاکی حکماً ہے یعنی نماز پڑھنے مسجد میں داخل ہونے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں تو وہ ناپاک ہے (۴) مگر کھانے پینے میں اس کے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹی کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) لو تحرکت سن رجل وخاف سقوطها فشدها بالذهب او بالفضة لم یکن به باس (عالمگیریه : الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضه ۵/۳۳۶ ط ماجدیه، کوئٹه)
(۲) الاصل وجوب الغسل الا انه سقط لحرج (رد المحتار، مطلب فی ابحاث الغسل ۱/۱۵۲ ط سعید)
(۳) ان التحلیل انما یکون بعد التثلیث لانه سنة التثلیث (رد المحتار، کتاب الطهارة ۱/۱۱۷ ط سعید)
(٤) و یمنع دخول مسجد – وقراء ة قرآن و مسه الا بغلافه وکذا حمله، ولاباس بقراء ة ادعیة و مسها و حملها وذکر الله تعالیٰ و تسبیح واکل وشرب بعد مضمضه و غسل یده (تنویرالابصار وشرحه مع رد المحتار، باب الحیض ۱/۱۹۳، ۱۹٤ ط سعید)
(۵) ولا یکره طبخها ولا استعمال ما مسته من عجین او ماء و نحوهما (رد المحتار، باب الحیض ۱/۲۹۲ ط سعید)

کمزور بوڑھے کو پانی کے استعمال سے سخت بیماری کا اندیشہ ہو تو غسل کے لئے تیمّم کر سکتا ہے

(سوال) متعلقہ تیمّم بوجہ ضعف و مرض

(جواب ۳۳۳) بوڑھا کمزور آدمی جسے خوف ہو کہ اگر غسل کرے گا تو سخت بیمار ہو جائے گا اسے جائز ہے کہ غسل کے بجائے غسل کا تیمّم کر کے اور وضو کر کے نماز پڑھ لے پھر دھوپ کے وقت غسل کر لے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حنفیہ کے نزدیک بھی تیمّم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا فرض ہے

(سوال) بسم الله الرحمن الرحیم عن ابن عباس انه سئل عن التیمم فقال ان الله تعالیٰ قال فی کتابه حین ذکر الوضؤ فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق وقال فی التیمم فامسحوا وجوهکم و ایدیکم منه وقال والسارق و السارقة فاقطعوا ایدیهما فکان السنة فی القطع الکفین انما هو الوجه والکفین (۲)

مذہب حنفیہ این است کہ مرفقان داخل است در غسل وعند الشافعی داخل نیست هذا القیاس فی التیمم ودر قطع یدین مذہب حنفیہ این است کہ قطع تار سغین باشد۔

از ابن عباس کسے سوال کرد کہ در تیمّم کدام حکم مقرر است آیا قیاس بر وضو است یا بر قطع ایدی یعنی اگر قیاس بر وضو شود تا مرفقین مسح لازم می آید واگر بر قطع قیاس شود تا رسغین لازم می آید۔

الحال اگر قیاس بر وضو شود بالکل موافق باشد بامذہب حنفیہ واگر قیاس بر قطع شود چنانچہ از فکان السنة فی القطع الکفین الخ معلوم میشود بظاہر از مذہب حنفیہ مخالف باشد تاہم مضر نیست زیرا کہ ایں اجتہاد حضرت ابن عباس باشد دیگر ایں است کہ مخالف از حدیث صریح است کہ درباب تیمّم ذکر شدہ ضربتین فرمودہ یک للوجہ ودیگر للذراعین دیگر این کہ تیمّم خلف وضو است۔ چنانچہ در وضو مرفقین داخل است در تیمّم نیز داخل شود۔

امام الدین ۱۹۲۸ء

(ترجمہ) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ان سے تیمّم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وضو کے متعلق فرمایا ہے کہ پس تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور تیمّم کے متعلق فرمایا پس تم اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو اور فرمایا چوری کرنے والے مرد اور

---

(۱) و یجوز التیمم اذا خاف الجنب اذا اغتسل بالماء ان یقتله البرد او یمرضه (عالمگیریه' الفصل الاول فی امور لا بدمنها فی التیمم' ۱/۲۸ ط ماجدیه' کوئٹه)

(۲) جامع الترمذی' باب ماجاء فی التیمم ۱/۳۸ ط سعید

عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو تو قطع میں مسنون طریقہ کفین کا قطع ہے تو تیمّم میں بھی چہرہ اور کفین کا مسح ہے۔

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ دونوں کہنیاں دھونے کے حکم میں داخل ہیں اور امام شافعی کے نزدیک داخل نہیں ہیں یہی قیاس تیمّم میں بھی ہے اور قطع یدین کے باب میں حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قطع کلائی تک ہے۔

ابن عباس سے کسی شخص نے پوچھا کہ تیمّم میں کون سا حکم مقرر ہے ؟ آیا وضوء پر قیاس کیا جائے گا یا قطع ایدی پر ؟ یعنی اگر وضوء پر قیاس ہو تو کہنیوں تک مسح ضروری ہوتا ہے اور قطع قیاس ہو تو صرف کلائیوں تک ہوتا ہے۔

اب اگر وضوء پر قیاس کیا جائے تو مذہب حنفیہ کے موافق ہوگا اور قطع پر قیاس کیا جائے جیسا کہ **فکان السنة فی القطع الکفین الخ** سے معلوم ہوتا ہے تو اگرچہ بظاہر حنفیہ کے مخالف ہے مگر مضر نہیں کیونکہ یہ حضرت ابن عباس کا اجتہاد ہے دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث صریح کے مخالف ہے جو تیمّم کے بارے میں آئی ہے کہ دو ضربیں ہیں ایک چہرے کے لئے دوسری ذراعین کے لئے۔

پھر یہ کہ تیمّم وضوء کا قائم مقام ہے تو جیسے وضوء میں کہنیاں داخل ہیں تیمّم میں بھی داخل ہوں گی۔

(نوٹ) یہ امتحان کے پرچہ کا جواب ہے حاصل کردہ نمبر ۵۰ / ۴۰ واصف

(جواب **۳۳٤**) مطلب جواب ابن عباس نہ این است کہ مجیب فہمید بلکہ ابن عباس تیمّم را تار سغین ثابت می کنند و گویند کہ اگر تا مرفقین بودے حق تعالیٰ الی المرافق ذکر نمودے چناں کہ در آیہ وضوء ذکر فرمود و چناں کہ در آیہ قطع ذکر غایت نیست و ازیں وجہ دراں قصر بر رسغین سنت شد ہمچنیں عدم ذکر غایت در تیمّم مستلزم قصر بر رسغین است۔

اما جواب حنفیہ پس قدرے ازاں ذکر کردید و قدرے ترک نمودید۔ محمد کفایت اللہ ۷ صفر ۱۳۲۸ھ

(ترجمہ) **ریمارك ممتحن** ۔ حضرت ابن عباسؓ کے جواب کا مطلب یہ نہیں ہے جو مجیب نے سمجھا ہے بلکہ ابن عباس تیمّم کو کلائیوں تک ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تیمّم مرفقین تک ہوتا تو حق تعالیٰ الی المرافق بھی فرماتا جیسا کہ آیہ وضوء میں ذکر فرمایا ہے اور جس طرح آیہ قطع میں غایت کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے کلائیوں پر قصر کرنا مسنون ہوا اسی طرح تیمّم میں عدم ذکر غایت قصر بر رسغین کو مستلزم ہے۔

لیکن حنفیہ کا جواب تم نے کچھ لکھا اور کچھ چھوڑ دیا۔ محمد کفایت اللہ ۷ صفر ۱۳۲۸ھ

دانت صاف کرنے کے لئے ایسے برش کا استعمال جس میں خنزیر کے بال ہوں حرام ہے۔ (از الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) دانتوں میں انگریزی دوائی لگانے کے لئے ان برشوں کا استعمال ہوتا ہے جن کے ڈبوں پر " برسلز" لکھا ہوتا ہے جس کے معنی " موئے خنزیر" ہیں اور تجربہ کار واقف حضرات کہتے ہیں کہ اگر یہ برش بالوں کے ہیں تو ضرور خنزیر کے بال ہیں کیونکہ وہی سخت ہوتے ہیں ان کو جلایا جائے تو بال کی طرح سکڑ جاتا ہے اور بدبو دیتا ہے۔

(جواب ۳۳۵) اگر برش کے متعلق یقین یا گمان غالب ہو کہ وہ خنزیر کے بالوں سے بنائے جاتے ہیں تو ان کا استعمال مسلمانوں کے لئے حرام ہے اور جب کہ ان پر ایسے الفاظ لکھے ہیں جنکا ترجمہ " موئے خنزیر" ہوتا ہے تو بہر صورت ان کا استعمال اسلامی غیرت وحمیت کے بھی منافی ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے برشوں کو جن پر لفظ " موئے خنزیر) کے ہم معنی الفاظ لکھے ہوئے ہوں اور ایسے برش جن میں خنزیر کے بالوں کا ہونا متیقن یا مظنون ہو ہرگز استعمال نہ کریں(۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

سخت اونی یا سوتی موزے جن پر سے پانی نہ چھنے اور چمڑے کے موزوں پر مسح جائز ہے۔
(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۸ء)

(سوال) موزہ اگر پہنے ہورات کو یا صبح کو نماز کے وضوٗ کی ضرورت ہو تو بوجہ سردی کے موزہ اتار نہ سکے اس پر تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ موزہ سوت یاریشم یا اون کا ہے ؟

(جواب ۳۳۶) چمڑے کے موزوں پر مسح جائز ہے(۲) اگر اونی یا سوتی موزے بھی اس قدر دبیز اور موٹے ہوں کہ ان پر سے پانی نہ چھنے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے(۳) محمد کفایت اللہ غفرلہ' دہلی

حالت جنابت میں تیل لگا کر غسل کرنے سے غسل درست ہوگا۔
(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

(سوال) جنابت کی حالت میں پاک تیل لگا کر غسل کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۳۷) ہاں غسل درست ہو جائے گا(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) خلا جلد خنزیر فانہ لا یطھر (تنویر الابصار و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ ' فلا یطھر) ای لانہ نجس العین بمعنی ان ذاتہ بجمیع اجزائہ نجسۃً حیاً و میتاً (مطلب فی احکام الدباغۃ ۱/ ۲۰۴ ط سعید)

(۲) المسح علی الخفین جائز والا خبار فیھامستفیضۃ (ھدایہ' باب المسح علی الخفین ۱/ ۵۶ ط مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

(۳) او جوربیہ ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخاً و یثبت علی الساق بنفسہ ولا یریٰ ما تحتہ' ولا یشف الا ان ینفذ إلی خف قدر الفرض (تنویر الابصار و شرحہ مع رد المحتار' باب المسح علی الخفین ۱/ ۲۶۹' ط سعید)

(۴) واذا ادھن فأمر الماء فلم یصل یجزئ (عالمگیریہ: الفصل الاول فی فرائضہ ۱/ ۱۴ ط ماجدیہ' کوئٹہ)

مسواک سے دانتوں کو صاف کرنا مسنون ہے، برش اگر پاک ہو تو اس کا استعمال مباح ہے.
(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) دانت صاف کرنے کے لئے کئی قسم کے برش ملتے ہیں کیا ان سے دانتوں کا صاف کرنا جائز ہے ؟

(جواب ۳۳۸) دانتوں کو مسواک سے صاف کرنا مسنون ہے(۱) برش اگر پاک ہو تو اس کا استعمال اگرچہ طریقہ مسنونہ کے موافق نہیں تاہم مباح ہوگا(۲) مگر سنا ہے کہ دانت مانجھنے کے برش خنزیر کے بالوں سے بنائے جاتے ہیں اگر یہ صحیح ہو یا اس کا شبہ بھی ہو تو ایسے برش کا استعمال قطعاً ناجائز ہے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تمباکو نوشی اور نسوار رکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا.
(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۳۵ء)

(سوال) تمباکو نوشی اور نسوار کشی سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۳۹) تمباکو نوشی اور نسوار کشی سے وضو نہیں ٹوٹتا(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بواسیر میں مبتلا شخص جس کے کپڑے ہمیشہ ناپاک رہتے ہوں کیسے نماز پڑھے ؟

(سوال) ایک شخص مرض بواسیر میں مبتلا ہے ہر وقت مسے باہر نکلے رہتے ہیں گھڑی گھڑی انگلی سے دبا کر اندر کرتا رہتا ہے اور نیز فوطہ پر پھوڑا نکلا تھا جو ٹوٹ گیا ہے ایک سوراخ نیچے ہوا ہے اور دوسرا اوپر ہے دونوں ہر وقت جاری رہتے ہیں اور جب ہوا کھلتی ہے تو نیچے والے سوراخ سے بھی نکلتی ہے لونگی بدل کر نماز پڑھتا ہے جب بھی نجاست سے کچھ نہ کچھ کپڑے آلودہ ہو جاتے ہیں اور مریض کے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں جو ہر وقت کپڑے دھو سکے ایسی صورت میں مریض نماز کس طرح ادا کرے ؟

المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور ضلع فیض آباد

(جواب ۳۴۰) مریض کے پاس اگر کوئی آدمی نہیں ہے تو وہ جہاں تک خود صفائی اور پاکی پر قادر ہو وہاں تک کرے اس کے بعد خدا تعالیٰ کے عفو و کرم پر نظر رکھے(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) والسواك سنة مؤكدة (تنوير الابصار و شرحه ۱/۱۱۳ ط سعيد)

(۲) و عند فقده او فقد اسنانه تقوم الخرقة او الخشبة او الا صبع مقامه (الدر المختار مع رد المحتار' مطلب فى منافع السواك ۱/۱۱۵ ط سعيد)

(۳) خلا جلد خنزير فانه لا يطهر (تنوير الابصار و شرحه) قال المحقق فى الشاميه (قوله فلا يطهر) اى لانه نجس العين بمعنى ان ذاته بجميع اجزائه نجسة حيا و ميتا (مطلب فى احكام الدباغة ۱/۲۰٤ ط سعيد)

(٤) والمعانى الناقضة للوضؤ كل ماخرج من السبلين والدم والقيح والصديد ...... والقئ اذا كان مل ء الفم والنوم الخ (مختصر القدورى' كتاب الطهارة ص ٦ ط سعيد)(٥) فاذا فاتت القدرة سقط التكليف فهذا جملة ما يتعلق من المسائل بآية الوضؤ (التفسير الكبير' المائدة : ٦' ١١/١٦٤' ط دار الكتب العلمية تهران)

بدن سے نجاست زائل کئے بغیر نماز نہ ہوگی.

(سوال) ایک شخص وجع مفاصل کی بیماری میں مبتلا ہے اور اس کو پانی نقصان کرتا ہے اگر اس کو احتلام ہو جائے تو وہ بلا دھوئے نجاست حقیقیہ کے تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور

(جواب ۳۴۱) نجاست لگی رہے تو نماز نہیں ہوگی نجاست زائل کرنا ضروری ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل پنجم ۔ حد بلوغ

لڑکی حیض آنے یا پندرہ سال کی ہونے سے بالغہ ہو جاتی ہے

(سوال) لڑکی کس عمر میں بالغ ہوتی ہے ؟

(جواب ۳۴۲) جب لڑکی کو حیض آنے لگے یا پندرہ سال کی پوری ہو جائے بالغہ ہو جاتی ہے (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱۔۴۔۷) لڑکی حیض آنے یا احتلام یا پندرہ سال کی ہونے سے بالغہ ہو جاتی ہے.
(۲) موئے زیر ناف کا ظاہر ہونا علامت بلوغ نہیں
(۳) حیض آنے کے بعد بھی لڑکی باکرہ کہلائے گی
(۵) لڑکے کی علامات بلوغ
(۶) مراہق و مراہقہ کی پہچان

(سوال) (۱) لڑکی کے شرعی بالغہ ہونے کا قطعی معیار اور یقینی پہچان کیا ہے ؟ (۲) کیا صرف موئے زیر ناف کا ظاہر ہونا لڑکی کے شرعی بالغہ ہونے کا کافی ثبوت ہے ؟ (۳) اگر حیض کا آنا بالغہ ہونے کی دلیل ہو تو شبہ یہ ہے کہ بعض لڑکیوں کو محض آٹھ نو برس کے سن میں جب کہ نہ موئے زیر ناف کا پتہ ہوتا ہے نہ کسی اور علامت کا مگر حیض کا آنا شروع ہو جاتا ہے پھر کیا ایسی لڑکیوں کو ہم بالغہ کہیں گے ؟ (۴) یہ ظاہر ہے کہ بالغہ لڑکیوں کو اپنے نکاح میں اختیار ہے اور ان کی رضامندی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا تو معاملہ نکاح میں لڑکی کے بالغہ یا نابالغہ ہونے کی پہچان کیا ہے ؟ (۵) خون حیض آنے کے بعد لڑکی باکرہ

---

(۱) تطهير النجاسة واجب من بدن المصلي....... و يجوز تطهير ها بالماء وبكل مائع طاهر (هدايه' باب انجاس و تطهير ها ۱/۷۱ ط مكتبه شركت علميه' ملتان)

(۲) بلوغ الجارية بالا حتلام والحيض والحبل فان لم يوجد منهما فحتى يتم بكل منهما خمس عشرة سنةً به يفتي (تنوير الابصار مع رد المحتار' فصل بلوغ الغلام بالا حتلام ۶/۱۵۳' ط سعيد)

کہلائے گی یا نہیں ؟ (۶) مراہق اور مراہقہ کی پہچان کیا ہے ؟ (۷) معاملات میں شہادت بالغ ہونا شرط ہے تو اس وقت علامت بلوغ کون سی چیز قرار پائے گی ؟ (۸) لڑکوں کے بالغ ہونے کی کیا کیا علامتیں ہیں ؟ المستفتی نمبر ۹۳۰ محمد حسین ضلع پٹنہ ۲۶ صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۴۳) (۱) حیض احتلام حمل علامات بلوغ ہیں یا پندرہ سال کی عمر پوری ہو جانا (۱) (۲) نہیں (۲) (۳) اگر نو سال کی عمر والی لڑکی کو باقاعدہ حیض آنے لگے تو وہ بالغہ قرار دی جائے گی (۳) (۴) باقاعدہ حیض یا پندرہ سال کی عمر پوری ہونا (۴) (احتلام یا حمل حیض کے بعد ہی واقع ہوتے ہیں) (۵) ہاں باکرہ کہلائے گی یعنی حیض آنے سے بکارت زائل نہیں ہوتی (۵) (۶) قریب البلوغ کو مراہق کہتے ہیں لڑکیوں میں اس کی پہچان چھاتیوں کا ابھار وغیرہ ہے (۶) (۷) وہی علامتیں جو اوپر مذکور ہوئیں (۸) احتلام یا انزال یا پندرہ سال کی عمر پوری ہو جانا (۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تیسرا باب
برتنوں اور کپڑوں کی پاکی

معذورین کے کپڑے کب تک پاک شمار ہوں گے

(سوال) درمختار صفحہ ۲۱۳ پر ایک مسئلہ معذورین کے بیان میں آیا ہے جس کی عبارت یہ ہے (و حکمہ الوضؤ) لا غسل ثوبہ و نحوہ الخ اس میں شبہ یہ باقی رہا کہ غسل ثوب کا بالتفصیل کوئی عرصہ نہیں بتایا کہ کب تک نہ دھویا جائے اور ثوب معذورین کب تک پاک ہی کے حکم میں رہے گا۔ المستفتی نمبر ۳۳۴ وصی الحسن (کنجپورہ ضلع کرنال) ۱۶ رمضان ۱۳۵۳ھ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۴۴) آپ نے درمختار کی عبارت وحکمہ الوضؤ لا غسل ثوبہ کے متعلق دریافت

---

(۱) حوالہ بالا (صفحہ گزشتہ)

(۲) مفادہ : انہ لا اعتبار لنبات العانۃ (رد المحتار' فصل فی بلوغ الغلام' ۶/۱۵۳' ۱۵۴ ط سعید)

(۳) بلوغ الجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل....... وادنی مدتہ...... لھا تسع سنین (تنویر الابصار مع رد المحتار' فصل فی بلوغ الغلام ۶/۱۵۳' ۱۵۴ ط سعید)

(۴) حوالہ بالا

(۵) واذا زالت بکارتھا بوثبۃ او حیضۃ...... فھی فی حکم الابکار (ھدایہ' باب الاولیاء والاکفاء ۲/۳۱۵' ط مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

(۶) واما نھود الثدی فلا یحکم بہ البلوغ فی ظاھر الروایۃ (رد المحتار' فصل فی بلوغ الغلام ۶/۱۵۳' ط سعید)

(۷) بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل' فان لم یوجد منھما فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ (تنویر الابصار' مع رد المحتار' فصل بلوغ الغلام بالاحتلام ۶/۱۵۳' ۱۵۴' ط سعید)

فرمایا ہے کہ کپڑا کب تک نہ دھویا جائے اس میں تین قول ہیں اول یہ کہ اگر دھونے کے بعد دوبارہ نجس ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو دھونا واجب ہے اور اگر دوبارہ نجس ہونے کا اندیشہ ہو تو دھونا واجب نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ اگر دھو کر ادائے نماز کا موقعہ مل سکتا ہے یعنی دوبارہ ناپاک ہونے سے پہلے نماز ادا کر سکتا ہے تو دھونا واجب ہے ورنہ نہیں تیسرا قول یہ ہے کہ دھونے کے بعد نماز کے وقت کے اندر ناپاک ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو تو دھونا واجب ہے اور نماز کے وقت کے اندر دوبارہ ناپاک ہو جائے تو دھونا واجب نہیں درمختار نے قول ثانی کو مختار للفتویٰ کہا ہے اس کی تصریح وحکمه الوضوء کے پانچ سطر کے بعد وان سال علی ثوبه میں موجود ہے(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

خریدا ہوا کوٹ یا واسکٹ کا پلید ہونا یقینی نہ ہو تو دھونا واجب نہیں .

(سوال) جو کوٹ یا واسکٹ مستعمل شدہ نیلام میں خریدے جاتے ہیں جن کے اصلی استعمال کرنے والے کا کچھ پتہ نہیں' اس کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۴۵) ان کو دھو کر پہننا بہتر ہے اگر چہ جب تک نجاست کا یقین نہ ہو جائے دھونا واجب نہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مٹی کے برتن میں کتا منہ ڈالے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا.

(سوال) پانی سے بھرے ہوئے مٹی کے مٹکے میں کتے نے منہ ڈال دیا تو پانی کے ساتھ اگر برتن بھی ناپاک ہو گیا تو اس کی پاکی کی کیا شکل ہو گی ؟ المستفتی نمبر ۱۵۹۱ جلال الدین صاحب (ضلع حصار) ۳ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۴۶) مٹی کے پانی سے بھرے ہوئے مٹکے میں کتا منہ ڈال دے تو اس کا پانی بھی ناپاک ہو جائے گا اور مٹکا بھی ناپاک ہو جائے گا پانی پھینک دیا جائے اور مٹکا تین مرتبہ دھو لیا جائے ہر مرتبہ دھو کر

---

(۱) وان سال علی ثوبه فوق الدرهم جاز له ان لا یغسله ان کان لوغسله تنجس قبل الفراغ منها ای الصلوٰة والا یتنجس قبل فراغه فلا یجوز ترك غسله هو المختار للفتویٰ وکذا مریض لا یبسط ثوباً الا تنجس فوراً له ترکه (تنویر الابصار و شرحه) قال المحقق فی الشامیه (قوله وهو المختار للفتویٰ) و قیل لا یجب غسله اصلاً و قیل ان کان مقیدا بان لا یصیبه مرة اخریٰ یجب' وان کان یصیبه المرة بعد الاخریٰ فلا ....لکن فیها من الزاهدی ایضاً عن قاضی صدر : انه لو یبقیٰ طاهراً الیٰ ان تفرغ من الصلوٰة' ولایبقیٰ الیٰ ان یخرج الوقت مقتدیاً یصلی بدون غسله خلافاً للشافعی لان الرخصة مقدرة عنه بخروج الوقت (مطلب فی احکام المعذور ۱/۳۰۶' ۳۰۷' ط سعید)

(۲) وفی التتارخانیه' من شك فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته النجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن...... وکذا ما تتخذه اهل الشرك او الجهلة من المسلمین کالسمن والخبز والا طعمة والثیاب (رد المحتار' قبیل مطلب فی ابحاث الغسل ۱/۱۵۱' ط سعید)

اتنی دیر چھوڑ دیا جائے کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے(۱)

کفار کو حرام گوشت پکانے کے لئے مسلمان اپنی دیگیں دے سکتے ہیں، جھٹکے کے واسطے بکری ان کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے

(ازاخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) جھٹکہ اور خنزیر کھانے والے مشرکوں کو جھٹکہ پکانے کے لئے مسلمان اپنی دیگیں برتن وغیرہ دے دیں تو جائز ہے یا نہیں ؟ اور ان کے ہاتھ جھٹکے کے واسطے بکرا فروخت کرنا کیسا ہے ؟ جس برتن میں جھٹکہ پکایا جائے وہ پاک کس طرح کیا جائے ؟

(جواب ۳۴۷) کفار کو مسلمان اپنے تانبے پیتل لوہے کے برتن عاریۃً یا کرایہ پر دے سکتے ہیں اور اگر مشرکین و کفار ان برتنوں میں جھٹکہ یا میتہ یا خنزیر کا گوشت پکائیں تو یہ برتن دھونے سے پاک ہو جائیں گے(۲) البتہ مٹی کے برتن نہیں دینے چاہئیں کہ ان میں یہ چیزیں پکنے کے بعد (اگرچہ شرعاً وہ بھی پاک کئے جا سکتے ہیں) مسلمان کی طبعیت میں نفرت پیدا ہو جائے گی اور ان کا استعمال کرنے پر قلب مطمئن نہ ہو سکے گا اسی طرح مسلمان کسی مشرک و کافر کے ہاتھ جانور فروخت کر سکتا ہے بیع میں کوئی گناہ نہیں جھٹکہ کرنا اس کا فعل ہے اس فعل کا گناہ اس مسلمان بائع کے ذمہ نہیں ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کافر کے دھلے ہوئے کپڑوں کے ناپاک نہ ہونے کا غالب گمان ہو تو ان میں نماز جائز ہے

(ازاخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۹ء)

(سوال) کمبل پر اور کفار کے ہاتھ کے دھلے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۴۸) کفار کے دھوئے ہوئے کپڑے جب تک کہ ان کے ناپاک ہونے کا ظن غالب نہ ہو پاک قرار دیئے جائیں گے اور ان میں نماز جائز ہو گی(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) وقدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ ای غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ (تنویرالابصار و شرحہ الدرالمختار مع رد المحتار : باب الانجاس ۱/۳۳۲ ط سعید)

(۲) فاما اذا علم فانہ لا یجوز ان یشرب ویاکل منہا قبل الغسل (عالمگیریہ: الباب الرابع' عشر فی اھل الذمہ و الاحکام التی تعود الیھم ۵/۳۴۷' ط ماجدیہ' کوئٹہ)

(۳) و جاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ خمراً لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ (تنویر الابصار و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ لا تقوم المعصیہ بعینہ) یؤ خذ منہ ان المراد بما تقوم المعصیۃ بعینہ ما یحدث لہ بعد البیع وصف آخر یکون فیہ قیام المعصیۃ (رد المحتار 'کتاب الحظر والاباحۃ' فصل فی البیع' ۶/۳۹۱' ط سعید)

(۴) وفی التتارخانیہ من شک فی انائہ او ثوبہ او بدنہ اصابتہ النجاسۃ او لا فھو طاھر مالم یستیقن ...... کذا مایتخذہ اھل الشرک والجھلۃ من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمۃ والثیاب (ردالمحتار' قبیل مطلب ابحاث الغسل ۱/۱۵۱ ط سعید)

تانبے، پیتل اور لوہے کے برتن جائز تقاریب کے لئے غیر مسلموں کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔

(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) یہاں سنی مسلمانوں کی ایک جماعت ہے جس میں کھانا پکانے کا دیگچہ وغیرہ برتن اور کئی قسم کا دیگر اسباب ہے وہ مسلمانوں کو کرایہ پر دیا جاتا ہے یہ سامان ہندوؤں اور احمدی یا قادیانی جیسے لوگوں کو کرایہ پر دینا اور اس کی اجرت لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۴۹) تانبے، پیتل لوہے وغیرہ ایسی دھات کے برتن جس میں جذب کی صلاحیت نہیں ہے، مسلموں غیر مسلموں کو کرایہ پر دینے سے ان برتنوں کے ناپاک ہو جانے کا شبہ نہیں ہو سکتا اگر جائز تقاریب میں کرایہ پر برتن دے دیئے جائیں تو مضائقہ نہیں ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

جنبی کا دھویا ہوا کپڑا پاک ہے

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء)

(سوال) حالت جنابت میں کپڑا جو ناپاک ہو گیا اس کو غسل جنابت کے بعد پاک کرنا چاہئیے یا غسل جنابت سے پہلے ؟ اور حالت جنابت میں کپڑا دھونے سے پاک ہو جائے گا یا نہیں ؟

(جواب ۳۵۰) حالت جنابت میں ناپاک کپڑے کو دھو کر پاک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جنابت کی حالت میں ناپاک کپڑا دھونے اور پاک کرنے سے کپڑا پاک نہیں ہوتا غلط ہے(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) کیا دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے سے نماز جائز ہے ؟

(جواب ۳۵۱) دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑوں سے نماز جائز ہے(۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

---

(۱) وجاز اجارة بیت - لیتخذ بیت نار اوکنیسة او بیعة (تنویر الابصار و شرحه مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحة ، فصل فی البیع ۱/۳۹۲ ط سعید)
(۲) ولا یکره طبخها واستعمال ما مسته من عجین او ماء او نحو هما (رد المحتار، باب الحیض ۱/۲۹۲ ط سعید)
(۳) وکذا (ای طاهر مالم یستیقن نجاسة) ما یتخذه اهل الشرك و الجهله من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمة والثیاب (ردالمحتار، قبیل مطلب ابحاث الغسل ۱/۱۵۱ ط سعید)

چوتھا باب
صابون

ولایتی صابون جس میں خنزیر کی چربی پڑتی ہے' کے استعمال کا حکم

(سوال) آج کل ولایتی صابون عموماً استعمال کیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں خنزیر کی چربی پڑتی ہے اس وجہ سے اس کے استعمال میں تردد پیدا ہو گیا ہے شرعی حکم سے مطلع فرما کر ممنون فرمایا جائے واجر کم علی اللہ

(جواب ۳۵۲) اول تو یہ امر محقق نہیں کہ صابون میں خنزیر کی چربی پڑتی ہے اگرچہ نصاریٰ کے نزدیک خنزیر کا استعمال جائز ہے اور انہیں اس سے کوئی پرہیز واجتناب نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ ضروری نہیں کہ صابون میں اس کی چربی ضرور ڈالی جاتی ہو ظاہر ہے کہ یورپین کارخانے تجارت کی غرض سے صابون بناتے ہیں اور ایسے ذرائع مہیا کرتے ہیں جن سے ان کی مصنوعہ اشیاء کی تجارت میں ترقی ہو۔

آپ نے اکثر یورپین چیزوں کے اشتہاروں میں یہ الفاظ ملاحظہ فرمائے ہوں گے کہ ''اس چیز میں بنانے کے وقت ہاتھ نہیں لگایا گیا اس چیز میں کسی مذہب کے خلاف کوئی چیز نہیں ڈالی گئی اس چیز کو ہر مذہب کے لوگ استعمال کر سکتے ہیں'' وغیرہ وغیرہ ان باتوں سے ان کا مقصود کیا ہوتا ہے ؟ صرف یہی کہ اہل عالم کی رغبتیں اس چیز کی طرف مائل ہوں اور ان کے مذہبی جذبات اور قومی خیالات ان اشیاء کے استعمال میں مزاحم نہ ہوں اور ان کی تجارت ہر قوم میں عام ہو جائے اور یہی ہر تجارت کرنے والے کے لئے پہلا مہتم بالشان اصول ہے کہ وہ اپنی تجارت کو پھیلانے کے لئے ان لوگوں کے مذہبی جذبات اور قومی خیالات کا لحاظ کرے جن میں اس کی تجارت فروغ پذیر ہو سکتی ہے اور اس کے مال کی کھپت ہے اہل یورپ جو ہندوستان اور اکثر اطراف عالم میں اپنا مال پھیلانا چاہتے ہیں اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ مسلمان ہر حصہ عالم میں بکثرت موجود ہیں اور یہ کہ مسلمان خنزیر اور اس کے اجزا کے استعمال کو حرام مطلق سمجھتے ہیں پس موافق اصول تجارت ان کا اولین فرض یہ ہے کہ اشیاء تجارتی میں جن کی اشاعت و ترویج ان کا مطمح نظر ہے ایسی چیزیں نہ ڈالیں جن کی خبر ہو جانے پر مسلمان ان چیزوں کے استعمال کو حرام سمجھیں اور ان کی تجارت کو ایک بڑا صدمہ پہنچے میرا یہ مطلب نہیں کہ یورپین اشیاء میں ایسی چیزوں کا استعمال جو مسلمانوں کے نزدیک حرام ہیں غیر ممکن ہے بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ یقینی طور پر معلوم نہ ہونے کی صورت میں گمان غالب یہ ہے کہ اصول تجارت کے موافق وہ ایسی چیزیں نہ ڈالتے ہوں گے پس صرف اس بنا پر کہ یہ چیزیں یورپ سے آتی ہیں اور اہل یورپ کے نزدیک خنزیر حلال ہے یہ خیال قائم کر لینا کہ ان میں ضروری طور پر خنزیر کی چربی پڑتی ہو گی یا پڑنے کا گمان غالب ہے' صحیح نہیں ہندو جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی اکثری تجارت کی باگ ہے بہت سی ناپاک چیزوں کو پاک اور پوتر

سمجھتے ہیں گائے کا گوبر اور پیشاب ان کے نزدیک نہ صرف پاک بلکہ متبرک بھی ہے باوجود اس کے ان کے ہاتھ کی بنی مٹھائیاں اور بہت سی خوردنی چیزیں عام طور پر مسلمان استعمال کرتے ہیں اور استعمال کرنا شرعاً جائز بھی ہے یہ کیوں، صرف اس لئے کہ چونکہ ہندو دوکاندار جانتے ہیں کہ ہمارے خرید ہندو و مسلمان اور دیگر اقوام کے لوگ ہیں اور ہندوؤں کے علاوہ دوسرے لوگ گائے کے گوبر اور پیشاب کو ناپاک سمجھتے ہیں اس لئے وہ تجارتی اشیاء کو ایسی چیزوں سے علیحدہ اور صاف رکھتے ہیں تاکہ خریداروں کو ان سے خریدنے میں تامل نہ ہو اور خریداروں کے مذہبی جذبات ان کی تجارتی اغراض کی مزاحمت نہ کریں۔

یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے جس پر بہت سے جزئیات کا حکم متفرع ہوتا ہے اور نہ صرف صابون بلکہ یورپ کی تمام مصنوعات کی طہارت و نجاست اسی قاعدے کے نیچے داخل ہے ولایتی کپڑے اور بالخصوص رنگین کپڑے جو مسلمان عموماً استعمال کرتے ہیں، کسے خبر ہے کہ ان رنگوں میں کیا کیا چیزیں ملائی جاتی ہیں اور کن پاک یا ناپاک اشیاء کی آمیزش ہوتی ہے لیکن قاعدہ مذکورہ کی بنا پر ان چیزوں کا حکم بھی یہی ہے کہ جب تک یقینی طور پر یا گمان غالب یہ ثابت نہ ہو کہ کوئی ناپاک چیز ملائی جاتی ہے ناپاکی کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

طہارت و نجاست کے باب میں کتب فقہیہ میں بہت سی ایسی نظیریں موجود ہیں جن میں محض گمان اور شک کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا ماہرین کتب فقہ پر یہ امر واضح ہے (۱)

ثانیاً۔ اگر اس امر کا ثبوت اور کوئی دلیل بھی موجود ہو کہ صابون میں خنزیر کی چربی پڑتی ہے تاہم صابون کا استعمال جائز ہے کیونکہ صابن میں جو ناپاک تیل یا چربی پڑتی ہے وہ صابون بن جانے کے بعد پاک ہو جاتی ہے روایات ملاحظہ ہوں۔

ویطهر زیت تنجس بجعله صابوناً به یفتی للبلوی کتنور رش بماء نجس لا باس بالخبز فیه (درمختار) (۲) یعنی روغن زیتون ناپاک ہو جائے تو صابون بنا لینے سے پاک ہو جاتا ہے اسی پر عموم بلوی کی وجہ سے فتویٰ دیا جاتا ہے جیسے تنور میں ناپاک پانی چھڑک دیا جائے تو اس میں روٹی پکانے کا مضائقہ نہیں۔ **جعل الدهن النجس فی صابون یفتی بطهارته لانه تغیر والتغیر یطهر عند محمد و یفتی به للبلوی اه (مجتبی کذافی رد المحتار)** (۳) یعنی ناپاک تیل صابون میں ڈال دیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت پلٹ جاتی ہے اور حقیقت کا پلٹ جانا امام محمدؒ کے نزدیک پاک کر دیتا ہے اور عموم بلوی کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے۔

---

(۱) وفی التتارخانیه، من شك، فی انائه و ثوبه او بدنه اصابته النجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن و کذا ما یتخذه اهل الشرك والجهلة من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمة والثیاب (ردالمحتار، قبیل مطلب ابحاث الغسل ۱/۱۵۱ ط سعید) وفی الاشباه : الیقین لا یزول بالشك (الفصل الاول القاعده الثالثه ص ۵۷ ط بیروت)
(۲) باب الانجاس ۱/۳۱۵، ط سعید
(۳) باب الانجاس ۱/۳۱۶ ط سعید

قدذکر هذه المسئلة العلامة قاسم فی فتاواه وکذا ما سیاتی متنا و شرحا من مسائل التطهیر بانقلاب العین وذکر الادلة علی ذلك بما لامزید علیه و حقق و دقق کما هو دابه رحمه الله فلیر اجع ثم هذه المسئلة قدفرعوها علی قول محمد بالطهارة بانقلاب العین الذی علیه الفتوی واختاره اکثر المشائخ خلافاً لا بی یوسف کما فی شرح المنیة والفتح وغیر هما (رد المحتار) (۱) یعنی اس مسئلہ کو علامہ قاسمؒ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح وہ مسائل جو متن و شرح میں آگے آتے ہیں جن میں انقلاب عین پر پاکی کا حکم دیا گیا ہے اور علامہ قاسمؒ نے اس کے دلائل نہایت تحقیق وتدقیق سے بیان فرمائے جیسا کہ ان کا طریقہ ہے خدا تعالیٰ ان پر باران رحمت نازل فرمائے پھر سمجھنا چاہئے کہ یہ مسئلہ فقہا نے امام محمدؒ کے قول پر متفرع کیا ہے کہ ان کے نزدیک انقلاب عین سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسی کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے امام ابو یوسفؒ کا اس میں خلاف ہے جیسا کہ شرح منیہ اور فتح القدیر (۲) میں مذکور ہے المرتب علیها اه (رد المحتار) یعنی فتح القدیر میں ہے کہ بہت سے مشائخ نے اس کو اختیار کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے کیونکہ شریعت نے وصف نجاست اس حقیقت پر مرتب کیا تھا اور حقیقت بعض اجزاء کے منتفی ہو جانے سے منتفی ہو جاتی ہے تو بالکل پلٹ جانے سے کیوں منتفی نہ ہو کیونکہ نمک گوشت اور ہڈی سے مغائر ہے پس ہڈی اور گوشت جب کہ نمک بن جائیں تو ان کو نمک ہی قرار دیا جائے گا اور اس کی نظیر شریعت میں یہ ہے کہ نطفہ ناپاک ہے پھر وہ علقہ یعنی خون بستہ بن جاتا ہے وہ بھی ناپاک ہے پھر مضغہ یعنی گوشت بن کر پاک ہو جاتا ہے اور شیرہ انگور پاک ہے پھر شراب بن کر ناپاک ہو جاتا ہے پھر سرکہ بن کر پاک ہو جاتا ہے اس سے ہم نے جان لیا کہ حقیقت کا پلٹ جانا اس وصف کے زوال کو مستلزم ہے جو اس حقیقت پر مرتب تھا یجوز اکل ذلك الملح (ردالمحتار) (۳) الحمار والخنزیر اذا وقع فی المملحة فصار ملحاً او بئر البالوعة اذا صار طیناً یطهر عندهما خلافاً لا بی یوسفؒ کذافی محیط السرخسیؒ (فتاوی عالمگیری) (۴) اس نمک کا کھانا جائز ہے۔اھ۔ گدھا یا خنزیر کان نمک میں گر کر نمک بن جائیں یا نجاست کا کنواں بالکل کیچڑ ہو جائے تو پاک ہو جاتا ہے یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کا مذہب ہے اور امام ابو یوسف کا خلاف ہے اھ۔ ولو احرقت العذرة اوالروث فصار کل منهما رماداً او مات الحمار فی المملحة وکذا ان وقع فیها بعد موته وکذا الکلب والخنزیر لو وقع فیها فصار ملحاً طهر عند محمدؒ واکثر المشائخ اختار واقول محمدؒ و علیه الفتوی لان الشرع رتب و صف النجاسة علی تلك الحقیقة و قد زالت بالکلیة فان الملح غیر

---

(۱) حوالا بال (صفحه گزشته)
(۲) باب الانجاس و تطهیر ها ۱ / ۲۰۱ ط مصر
(۳) باب الانجاس ۱ / ۳۱۷ ط سعید
(٤) الباب السابع الفصل الاول فی تطهیر الانجاس ۱ / ٤٥ ط ماجدیه کوئته

العظم واللحم فاذا صارت الحقیقة ملحاً ترتب حکم الملح حتی لواکل الملح جاز و نظیرہ النطفة نجسة و تصیر علقةً وھی نجسة و تصیر مضغةً فتطھر وکذا الخمر تصیر خلا و علی قول محمد فرعو اطھارة صابون صنع من دھن نجس و علیه یتفرع ما لو وقع انسان او کلب فی قدر الصابون فصار صابوناً یکون طاھراً لتبدل الحقیقة انتھیٰ مختصراً (غنیة (۱) المستملی شرح منیة المصلی) (ترجمہ) اگر پاخانہ یا گوبر جلا کر راکھ کر دیا جائے یا گدھا کان نمک میں گر کر مر جائے یا مر کر گر جائے اسی طرح کتا یا خنزیر گر جائے اور نمک بن جائے تو امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہو جاتا ہے اور اکثر مشائخ نے امام محمدؒ کے قول کو اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ شریعت نے نجاست کا حکم اس حقیقت پر لگایا تھا جو بالکلیہ زائل ہو گئی کیونکہ نمک اور چیز ہے ہڈی گوشت اور چیز ہے پس جب کہ حقیقت نمک بن گئی تو نمک کا حکم اس پر لگ گیا یہاں تک کہ اس کا کھانا بھی جائز ہو گیا اور اس کی نظیر نطفہ ہے کہ وہ ناپاک ہے پھر خون بستہ بن جاتا ہے وہ بھی ناپاک ہے پھر گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے اور پاک ہو جاتا ہے اسی طرح شراب کہ نجس ہے سرکہ بن کر پاک ہو جاتی ہے اور امام محمدؒ کے اس قول پر اس صابون کی طہارت بھی متفرع ہے جو ناپاک تیل سے بنایا جائے اور اسی قول پر یہ مسئلہ بھی متفرع ہوتا ہے کہ انسان یا کتا صابون کی دیگ میں گر کر صابون بن جائے تو پاک ہو جائے گا کیونکہ حقیقت بدل گئی ان روایات منقولہ سے امور ذیل بصراحت ثابت ہو گئے۔

(۱) انقلاب حقیقت سے طہارت و نجاست کا حکم بدل جاتا ہے۔

(۲) یہ حکم طہارت بانقلاب حقیقت امام محمدؒ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اکثر مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۳) صابون میں روغن نجس یا چربی کی حقیقت بدل جاتی ہے اور انقلاب عین حاصل ہو جاتا ہے (در مختار اور مجتبیٰ کی مذکورہ بالا عبارتیں دیکھو)

پس اب سوال کا جواب واضح ہو گیا کہ صابون خواہ کسی چیز کی چربی یا روغن نجس سے بنایا جائے صابون بن جانے کے بعد وہ پاک ہو جاتا ہے اور اس کا استعمال جائز ہے کیونکہ انقلاب حقیقت کی وجہ سے وہ چربی چربی اور روغن روغن نہ رہا بلکہ صابون ہو کر پاک ہو گیا جیسے مشک اصل میں خون ناپاک ہوتا ہے لیکن مشک بن جانے کے بعد وہ پاک اور جائز الاستعمال ہو جاتا ہے پس ولایتی صابون کے استعمال کے لئے اس تحقیقات کی کچھ ضرورت نہیں کہ اس کے اجزاء کیا ہیں ؟ وہ پاک ہیں یا ناپاک ؟ کیونکہ حقیقت صابونیہ اس کی طہارت کی کفیل ہے جیسے کہ حقیقت مسکیہ اس کی طہارت کی ضامن ہے۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ روایات مذکورہ سابقہ سے روغن نجس کے صابون کا پاک ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ یہ حکم روغن کے ساتھ خاص کیونکہ اصل اس کی پاک ہے ناپاکی باہر سے اسے

---

(۱) فصل فی الاساری ص ۱۸۸ - ۱۸۹ ط سھیل اکیڈمی لاھور پاکستان

عارض ہوئی ہے پس اس سے خنزیر کی چربی کے صابون کا حکم نکالنا صحیح نہیں ہے کیونکہ خنزیر اور اس کے اجزاء نجس العین ہیں تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ انقلاب عین سے پاک ہو جانا نجس العین اور غیر نجس العین دونوں میں یکساں طور پر جاری ہوتا ہے خون بھی نجس العین ہے مشک بن جانے سے پاک ہو جاتا ہے خود خنزیر کا انقلاب حقیقت کے بعد پاک ہو جانا بھی روایات ذیل سے ثابت ہے :-

ولاملح كان حماراً او خنزيراً ولا قذر وقع فى بئر فصار حماة لانقلاب العين به يفتى (درمختار)(۱) یعنی وہ نمک پاک نہیں جو دراصل گدھا یا خنزیر تھا اور وہ پلیدی بھی جو کنویں میں گر کر کیچڑ بن جائے ناپاک نہیں کیونکہ انقلاب حقیقت ہو گیا اسی پر فتویٰ ہے قوله لا نقلاب العين علة للكل وهذا قول محمدؒ و ذكر معه فیؒ الذخيرة والمحيط ابا حنيفةؒ (حليه)(۲) یعنی مصنف کا قول کہ انقلاب عین موجب طہارت ہے' یہ گدھے اور خنزیر کے نمک اور پلیدی کے کیچڑ بن جانے کے بعد پاک ہو جانے کی دلیل ہے اور یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور ذخیرہ اور محیط میں امام ابو حنیفہؒ کو بھی امام محمدؒ کے ساتھ ذکر کیا ہے قال فى الفتح (۳) وكثيرمن المشائخ اختاروه وهو المختار لان الشرع رتب وصف النجاسة علىٰ تلك الحقيقة و تنتفى الحقيقة بانتفاء بعض اجزاء مفهومها فكيف بالكل فان الملح غير العظم واللحم فاذا صار ملحا ترتب حكم الملح و نظيره فى الشرع النطفة نجسة و تصير علقةً وهى نجسة و تصير مضغةً فتطهر والعصير طاهر فيصير خمراً فينجس و يصير خلاً فيطهر فعرفنا ان استحالة العين تستتبع زوال الوصف -

ان نصوص فقہیہ سے امور ذیل ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) گدھا' خنزیر' کتا' انسان انقلاب حقیقت کے حکم میں سب برابر ہیں کچھ تفاوت نہیں۔

(۲) یہ کان نمک میں گر کر مریں یا مرے ہوئے گریں' دونوں حالتوں میں یکساں حکم ہے یعنی میتہ جو بنص قرآنی حرام اور نجس ہے وہ بھی اسی حکم میں شامل ہے۔

(۳) انسان جس کے اجزاء سے بوجہ کرامت انتفاع حرام ہے اور خنزیر و میتہ جن سے بوجہ نجاست انتفاع حرام ہے انقلاب حقیقت کے بعد ان پر انسان اور خنزیر و میتہ کا حکم باقی نہیں رہتا بلکہ بعد انقلاب حقیقت پاک اور جائز الانتفاع ہو جاتے ہیں جب کہ انقلاب' حقیقت طاہرہ کی طرف ہو۔

(۴) کان نمک میں گرنے اور صابون کی دیگ میں گرنے کا حکم یکساں ہے کہ یہ دونوں صورتیں موجب انقلاب حقیقت ہیں جیسا کہ کبیری شرح منیہ کی عبارت میں صراحۃً مذکور ہے۔

ان امور کے ثبوت کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ خنزیر یا میتہ یا کتے کی چربی سے بنے ہوئے صابون

---

(۱) باب الانجاس ۱/ ۳۲۶ ط سعید

(۲) رد المحتار' باب الانجاس ۱/ ۳۲۷ ط سعید

(۳) باب الأنجاس و تطهيرها ۱/ ۲۰۰، ۲۰۱ ط مصر

کے جواز استعمال میں تردد کیا جائے۔

اور یہ شبہ کچھ وقعت نہیں رکھتا کہ خنزیر بنص قرآنی حرام اور نجس ہے پس صابون بن جانے کے بعد اس کی طہارت کا حکم کرنا نص قرآنی کا معارضہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ معارضہ نہیں نص قرانی نے خنزیر یامیتہ کو نجس بتایا ہے لیکن نمک یا صابون بن جانے کے بعد وہ خنزیر یامیتہ ہی کہاں رہے دیکھو شراب بنص قرآنی حرام اور نجس ہے اور سرکہ بن جانے کے بعد باتفاق وہ پاک اور حلال ہو جاتی ہے پس جس طرح کہ شراب منصوص النجاستہ پر سرکہ بن جانے کے بعد طہارت و حلت کا حکم کرنا نص قرآنی کا معارضہ نہیں اسی طرح خنزیر کے صابون بن جانے کے بعد اس کی طہارت کا حکم نص قرآنی کا معارضہ نہیں۔

اصل یہ ہے کہ شریعت نے جس حقیقت پر نجاست کا حکم لگایا تھا' وہ حقیقت ہی نہیں رہی اور بعد انقلاب جو حقیقت متحقق ہوئی وہ شریعت کے نزدیک پاک ہے' پس یہ حکم طہارت بھی حکم شرعی ہے نہ غیر۔

تنبیہ اول۔ یہ بات ضروری طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگرچہ خنزیر ومیتہ وغیرہ کی چربی سے بنے ہوئے صابون کا استعمال جائز ہے لیکن کسی مسلمان کو یہ حلال نہیں کہ وہ خنزیر وغیرہ کی چربی سے صابون بنائے کیونکہ قصداً ان چیزوں کو صابون بنانے کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں اور یہ بات ہے کہ غیر مسلموں کے بنانے اور صابون بن جانے کے بعد استعمال جائز ہو جائے۔

تنبیہ دوم۔ انقلاب حقیقت سے حکم بدل جانے کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں اتنی بات تو یقیناً ثابت ہے اور فقہا کی تصریحات بھی اس کے متعلق آپ ملاحظہ فرما چکے کہ جب انقلاب حقیقت ہو جائے تو حکم بدل جاتا ہے لیکن یہ بات ابھی تک قابل تحقیق ہے کہ انقلاب حقیقت سے مراد کیا ہے تو واضح ہو کہ انقلاب حقیقت سے مراد یہ ہے کہ وہ شے فی نفسہ اپنی حقیقت چھوڑ کر کسی دوسری حقیقت میں متبدل ہو جائے جیسے شراب سرکہ ہو جائے یا خون مشک بن جائے یا نطفہ گوشت کا لوتھڑا وغیرہ وغیرہ کہ ان صورتوں میں شراب نے فی نفسہ اپنی حقیقت خمریہ اور خون نے اپنی حقیقت دمویہ اور نطفہ نے اپنی حقیقت منویہ چھوڑ دی اور دوسری حقیقتوں میں متبدل ہو گئے حقیقت بدل جانے کا حکم اسی وقت دیا جاسکتا ہے کہ حقیقت اولیٰ مقلبہ کے آثار مختصہ اس میں باقی نہ رہیں جیسا کہ امثلہ مذکورہ میں پایا جاتا ہے کہ سرکہ بن جانے کے بعد شراب کے آثار مختصہ بالکل زائل ہو جاتے ہیں۔

بعض آثار کا زائل ہو جانا یا بوجہ قلت آثار کا محسوس نہ ہونا موجب انقلاب نہیں جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر آٹے میں کچھ شراب ملا کر گوندھ لیا جائے اور روٹی پکالی جائے تو وہ روٹی ناپاک

ہے(۱) یا گھڑے دو گھڑے پانی میں تولہ دو تولہ شراب یا پیشاب ملا دیا جائے تو وہ پانی ناپاک ہے(۲) حالانکہ روٹی یا پانی میں اس قلیل المقدار شراب کا کوئی اثر محسوس نہ ہوگا لیکن چونکہ شراب نے ان صورتوں میں فی نفسہ اپنی حقیقت نہیں چھوڑی ہے اس لئے ناپاکی کا حکم باقی ہے اور محسوس نہ ہونا بوجہ قلت اجزا کے ہے چونکہ شراب کے اجزا کم تھے اور آٹے کے اجزا زیادہ اس لئے وہ روٹی میں محسوس نہیں پس یہ اختلاط ہے نہ کہ انقلاب۔

اسی طرح حقیقت منقلبہ کی بعض کیفیات غیر مختصہ کا باقی رہنا مانع انقلاب نہیں جیسے شراب کے سرکہ بن جانے کے بعد بھی اس کی رقت باقی رہتی ہے یا صابون میں قدرے دسومت روغن نجس کی باقی رہتی ہے کیونکہ رقت حقیقت خمریہ کے ساتھ اور دسومت حقیقت دہنیہ کے ساتھ مختص نہیں ہے' پس انقلاب عین کی وجہ سے تبدل احکام کا حکم کرتے وقت بہت غور و احتیاط سے کام لینا ضروری ہے کیونکہ بسا اوقات انقلاب و اختلاط میں اشتباہ پیش آجاتا ہے اور انقلاب کو اختلاط یا اختلاط کو انقلاب سمجھ لیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق

تنبیہ سوم۔ اس انقلاب و اختلاط کے اشتباہ کا ہمارے اس مسئلہ صابون پر کوئی اثر نہیں ہے کیونکہ ہم نے تصریحات فقہاء سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ کسی چیز کا صابون بن جانا انقلاب حقیقت ہے نہ کہ اختلاط۔ اس لئے اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں واللہ اعلم و علمہ اتم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ محمد کفایۃ اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ الامینیۃ الواقعۃ بدھلی ۲۵ شعبان ۱۳۳۴ھ

ھذا التحقیق صحیح عزیزالرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ الجواب صواب محمد انور عفا اللہ عنہ' دار العلوم دیوبند

پانچواں باب
متفرقات

مستعمل جاری پانی سے وضو کا حکم

(سوال) (۱) ٹین کی سوفٹ کی نالی ہے جس پر بیٹھے ہوئے بہت سے لوگ اپنے اپنے لوٹوں سے وضو

---

(۱) قلت: لکن قد یقال : ان اندبس لیس فیہ انقلاب حقیقۃ لا نہ عصیر جمد بطبخ و کذا بسمسم اذا درس واختلط دھنہ باجزاءہ ففیہ تغیر وصف فقط کلبن صار جبنا و بر صار صحینا و طحین صار خبزا بخلاف نحو خمر صار خلا (رد المحتار باب الانجاس ۳۱۶/۱ ط سعید)

(۲) اذا وردت النجاسۃ علی الماء تنجس الماء اجماعاً (الدر المختار مع ردالمحتار ' باب الانجاس ۳۲۶/۱ ط سعید)

کر رہے ہیں اب اسکا پانی بہتا ہوا نالی کے باہر جاتا ہے اگر کوئی شخص نالی کے اخیر میں بیٹھ کر وضو کرنے لگے اس خیال سے کہ یہ ماء جاری ہے تو کیا اس شخص کے لئے یہ فعل جائز ہوگا کہ نہیں ؟
(۲) اگر اس پانی کے علاوہ دوسرا پانی بھی نہ ہو تو دوسرے لوگ کیا کریں ؟ آیا وضو اور تیمّم دونوں کریں یا صرف وضو اور تیمّم ؟ **المستفتی** نمبر ۱۲۱۴ کریم اللہ خاں صاحب (ضلع بلاس پور) ۷ ارجب ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(**جواب ۳۵۳**) اگر اس نالی میں صرف وہی پانی بہہ کر جاتا ہے جو لوگوں کے استعمال سے گرتا ہے تو وہ سارا پانی غیر مطہر ہے اس سے وضو جائز نہیں لیکن اگر پانی میں وضو کے استعمالی پانی کے علاوہ اور پانی بھی آتا ہو اور وہ غیر مستعمل پانی مقدار میں مستعمل سے زیادہ ہو تو وہ پاک اور پاک کرنے والا ہے اس سے وضو جائز ہوگا(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

بیلوں کے پیشاب سے غلہ کو پاک کرنے کے لئے غلہ کی کوئی مقدار نکال دینا.

(**سوال**) زمیندار جو دانہ وغلہ نکالنے کے وقت تھوڑے سے دانے دانوں کے انبار میں سے اللہ واسطے نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیل جو پیشاب پاخانہ غلہ کو روندتے وقت کرتے ہیں ان کو یہ نکالے ہوئے کم و بیش دانے پاک کر دیتے ہیں جیسے کہ زکوۃ' تحریر فرمائیں کہ نکالنے چاہئیں یا نہیں ؟ اگر نکالنے چاہئیں تو نکالنے کا کیا اندازہ ہو ؟

(**جواب ۳۵٤**) جو غلہ زمیندار اس نیت سے نکالتے ہیں کہ روندتے وقت بیلوں نے جو پیشاب پاخانہ کر دیا تھا اس کی طہارت ہو جائے تو زمینداروں کا یہ فعل درست اور ٹھیک ہے اس ترکیب سے سارا غلہ پاک ہو جاتا ہے جو سائل کو دیا ہے اور جو باقی بچا ہے اور غلہ کی اتنی مقدار نکالنا چاہئیے جتنا کہ اندازاً بیلوں کے پیشاب پاخانے سے خراب ہوا تھا **ولو بالت الحمر علی الحنطة حال الدوس فذھب بعض الحنطة فالباقی طاھر و کذا الذاھب ایضاً (کبیری(۲) مجتبائی ص ۲۰۳) کما لو بال حمر علی نحو حنطة تدوسھا فقسم او غسل بعضه او ذھب بھبة اواکل او بیع حیث یطھر و کذا الذاھب لا حتمال وقوع النجس فی کل طرف (درمختار مختصراً)(۳)**

---

(۱) او مماثلاً کمستعمل فبالا جزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطھر بالکل والا لا وھذا یعم الملقی الملاقی ففی الفساقی یجوز التوضؤ مالم یعلم تساوی المستعملین علی ما حققه فی البحر والنھر (الدر المختار مع رد المحتار' باب المیاہ ۱/۱۸۲ ط سعید)
(۲) فروع مشتی' ص ۲۰۵ ط سھیل اکیڈمی لاھور
(۳) باب الانجاس ۱/۳۲۸ ط سعید

راستوں کی کیچڑ اور پانی میں آثار نجاست نہ ہو تو پاک ہیں

(سوال) راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۵۵) راستوں کی کیچڑ پر مواضع ضرورت میں پاکی کا حکم کیا جائے گا بشر طیکہ اس میں آثار نجاست ظاہر نہ ہوں(۱)

جنبی شخص کے لئے بہتر یہ ہے کہ وضوء یا ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھائے .

(سوال) رمضان شریف میں سحری کے وقت کسی آدمی کو احتلام ہوا اور اسے یقین ہے کہ غسل کرنے کے بعد کھانے کا وقت باقی رہے گا مگر اس نے کاہلی کی وجہ سے غسل نہیں کیا اور کھانا کھالیا تو اس کا روزہ ہو گا ؟ یا نہیں اور حالت جنابت میں کھانا کھانے سے گناہ گار ہو گا یا نہیں اور حالت جنابت میں کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو کس طرح کھائے وضوء کر کے یا ہاتھ دھو کے کھائے ؟

(جواب ۳۵۶) حالت جنابت میں بغیر منہ دھوئے ہوئے یا وضوء کئے ہوئے کھانا پینا خواہ رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں خلاف اولیٰ ہے بشر طیکہ ہاتھوں پر کسی قسم کی نجاست نہ لگی ہو سحری کھاتے ہوئے تو مناسب یہ ہے کہ غسل کرڈالے یا وضوء کرلے یا کم از کم ہاتھ دھوڈالے(۲) واللہ اعلم

(۱) مشرکوں میں نجاست اعتقادی ہے اور ان کا جھوٹا پاک ہے .
(۲) بلی کا جھوٹا مکروہ ہے .

(سوال) اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں رسول خدا ﷺ کے آخر عہد میں مشرک کو نجس العین فرمایا ہے لہذا ان کا جھوٹا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے نزول کے بعد کسی مشرک کے ساتھ کھانا کھایا ہے یا نہیں ؟

(۲) بلی کا جھوٹا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۳۴ نذیر احمد۔ ضلع بلیا۔ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۵۷) قرآن شریف میں مشرکوں کو نجس فرمایا ہے اس سے اعتقادی نجاست مراد ہے ورنہ انسان کا جسم ناپاک نہیں ہے(۳) قرآن مجید میں نصاریٰ کو مشرک قرار دیا ہے باوجود اس کے **طعام الذین**

---

(۱) وفی الفیض' طین الشوارع عفو وان ملاء الثوب للضرورة- والعفو مقید بما اذا لم یظهر فیه اثرالنجاسة (ردالمحتار' مطلب فی العفو عن الشوارع ۱/۳۲۴ ط سعید) (۲) وفی الشامیه : قال فی الخلاصة اذا اراد الجنب ان یاکل فالمستحب له ان یغسل یدیه و یتمضمض ا تامل وذکر فی الحلیه عن ابی داؤد وغیره انه علیه الصلوٰة والسلام اذا اراد ان یاکل وهو جنب غسل کفیه' وفی روایة مسلم' متوضا وضوئه' للصلوٰة (باب الحیض ۲۹۳-۲۹۴ ط سعید) (۳) فسؤر آدمی مطلقاً ولو جنباً او کافراً-طاهر (تنویر الابصار و شرحه) قال المحقق فی الشامیه (قوله کافراً) لانه علیه السلام انزل بعض المشرکین فی المسجد علی ما فی الصحیحین' فالمراد بقوله تعالیٰ' انما المشرکون نجس" النجاسة فی اعتقادهم (مطلب فی السؤر ۱/۲۲۲ ط سعید)

او تو الکتاب حل لکم (۱) کا حکم بھی موجود ہے۔
(۲) بلی کا جھوٹا مکروہ ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'مدرسہ امینیہ' دہلی

کفار کے مستعمل کنوؤں یا دیگر اشیاء میں جب تک نجاست یقینی نہ ہو پاک ہیں .

(سوال) آپ نے عنایت نامے میں ہر چند شرح وبسط کے ساتھ مسئلہ مستفسرہ پر روشنی ڈالی ہے لیکن افسوس کہ ایک اہم ٹکڑا نظر انداز ہو گیا جس کی وجہ سے مسئلے کا جواب نا مکمل رہ گیا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ علاوہ نجاست بدنی کے غیر مسلم (اہل ہنود)اشیائے خوردنی کے تیار کرنے میں ایسے اجزا استعمال کرتے ہیں جو شرعی نقطہ خیال سے پاکیزہ نہیں ہو سکتے الجواب " لازمی طور پر نہیں بلکہ امکانی طور پر کبھی کر گزرتے ہوں گے"

مثلاً ایک کنویں میں چوہا گر کر مر گیا شریعت کی رو سے اس کنویں کا پانی پاک نہیں رہا اور ظاہر ہے کہ جب یہ پاک نہیں رہا تو کھانے پینے کے کام میں کیسے لایا جا سکتا ہے اس کی نجاست حکمی ہی سہی عینی نہ سہی۔ الجواب "حکمی نہیں بلکہ حقیقی ہے"

اس پانی کو پیا تو نہیں جا سکتا۔ الجواب "پینا کھانا وضو کرنا سب ناجائز"

شریعت نے اسے پاک کرنے کا طریقہ تجویز کر دیا لیکن اس میں بالتحقیق یہ معلوم ہے کہ غیر مسلم اس کنویں کو اس طریقہ سے پاک نہیں کریں گے زیادہ سے زیادہ اس جانور کو نکال کر باہر پھینک دیں گے الجواب "بیشک وہ خود پاک کرنے کی فکر نہ کریں گے لیکن اس کنویں سے مسلمان بھی پانی بھرتے ہیں تو مسلمان اس کو پاک کرلیں گے اور ہندو مزاحم نہ ہوں گے"

کلمہ شریف پڑھنا نہ سہی۔ الجواب "یہ تو پاکی کا طریقہ شرعیہ نہیں"

پانی نکالنا تو ضروری ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے سوال یہ ہے کہ جن چیزوں میں یہ پانی پڑا ہوا ان کا کھانا کیسا ہے الجواب "اگر مسلمانوں کو اس کا علم ہو جائے تو اس کا کھانا ناجائز ہے"

نجاست بدنی کے لئے تو کہہ دیا کہ خود دیکھ لیجئے کہ اس کے ہاتھوں کی نجاست تو یہیں تک ہے لیکن ایسے پانی کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں کہ ایسے کنویں کا یا برتن کا ہے جو شرعی طور پر پاک نہیں ہے۔ الجواب "جب تک کسی پانی کا ناپاک ہونا معلوم اور متیقن نہ ہو جائے اس وقت تک وہ پاک ہے" جیسے نل کا پانی اور تمام ان کنوؤں کا پانی جو غیر مسلم بستیوں میں ہوں اور وہاں مسلمان پہنچیں اور خود کنویں سے نکالیں۔

---

(۱) المائدة : ۵

(۲) وسؤر هرة- طاهر للضرورة مكروه تنزيهاً فى الاصح (تنوير الابصار و شرحه' مطلب فى السؤر ۱/۲۲۳-۲۲۴ ط سعيد)

اس میں قیاس و ظن کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ یہ چیز ہمارے تحقیقی علم میں ہے کہ یہ لوگ پانی کو اس طرح سے پاک نہیں کرتے اس طرح کتے کا جھوٹا ہمارے یہاں ناپاک ہے لیکن وہ اس کے استعمال سے کراہت بھی نہیں کرتے یہی چیزیں وہ ان اشیا کے تیار کرنے میں استعمال کرتے ہیں تو یہ چیزیں مسلمانوں کے نزدیک کس طرح کھانے کے قابل ہو سکیں گی اس میں ظن اور قیاس کو دخل نہیں بلکہ مشاہدہ اس کا شاہد ہے۔ کم از کم ایک مسلمان جب پانی یا دودھ یا گھی استعمال کرے گا تو وہ خود کتنا ہی غلیظ کیوں نہ ہو، لیکن ایسی چیزیں ہرگز استعمال نہیں کرے گا جو شرعی معیار کے مطابق ناپاک ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ ”نجاست بدنی کو پانی سے صاف کرلیں تو کافر و مسلم دونوں پاک ہو جائیں گے“ بالکل درست اور بجا لیکن نجاست کو صاف کرنے کے لئے پانی بھی تو پاک ہونا چاہیئے نہ یہ کہ ظاہری نجاست کو تو پانی سے دھو دیا لیکن جو نجاست پانی کے اندر خود موجود تھی وہ سارے بدن پر چپک کر رہ گئی اتنا فرق ضرور ہے کہ پہلی نجاست سامنے نظر آتی تھی یہ دوسری نظر نہیں آتی میں یہ نہیں کہتا کہ ایک غیر مسلم محض اس لئے نجس ہے کہ وہ غیر مسلم ہے بلکہ یہ کہ غیر مسلم ان چیزوں کو بلا تکلف استعمال کرتا ہے جو مسلمانوں کے نزدیک نجس ہیں جن میں سے بعض تو دیکھی جا سکتی ہیں لیکن اکثر دیکھی نہیں جا سکتیں ان کا استعمال محض اس لئے تو جائز ہو نہیں سکتا کہ وہ نظر نہیں آتیں جب کہ ہمارا تمدنی تجربہ اور عملی مشاہدہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ان چیزوں کے استعمال سے دریغ نہیں کرتے جو مسلمان کے نزدیک نجس ہیں **الجواب** ”بیشک دریغ نہیں کرتے لیکن یہ لازم نہیں کہ روزانہ ان کا استعمال یہی ہے“

المستفتی نمبر ۸۸۲ چودھری غلام احمد خاں (شملہ) ۲۷ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۸) اگرچہ آپ کے سوالات میری گزشتہ تحریروں پر عرض کرنے سے حل ہو جاتے ہیں تاہم مزید وضاحت کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔

کنویں میں گر کر چوہا مر جائے یا مرا ہوا چوہا گر جائے تو یہ پانی اسلامی احکام کی رو سے ناپاک ہو گیا اور جب کسی مسلمان کو علم یا ظن غالب ہو جائے کہ کسی ہندو (بلکہ مسلمان) نے اس پانی سے کوئی چیز بنائی ہے تو اسکا اس کو استعمال کرنا جائز نہیں مگر یہ ناپاکی ایک ناپاک چیز کے ذریعہ سے پانی میں آئی ہے اس میں کفر و اسلام کا تفاوت نہیں ہے یہ صحیح ہے کہ ہندو اسے ناپاک نہیں سمجھتا اور اس لئے وہ اس کنویں کے پانی کو بے تامل استعمال کرے گا لیکن ایسے واقعات کہ کنویں میں چوہا گر کر مر جائے کثیر الوقوع اور غیر مسلموں کے کنویں کے لئے لازم نہیں ہیں اس قسم کے معاملات میں ظن غالب پر عمل کیا جاتا ہے اور کیا جا سکتا ہے۔(۱)

---

(۱) وفی التتارخانیہ' من شك فی انائه او ثوبه او بدنة اصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم يستيقن' وكذا ما يتخذه اهل الشرك والجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والا طعمة والثياب (رد [illegible] - [illegible] ل مطلب ابحاث الغسل' ۱/ ۱۵۱ ط سعيد)

اس کے علاوہ اگر غیر مسلم کے ہاتھ کی بنائی ہوئی مٹھائی وغیرہ کے استعمال سے اس بنا پر پرہیز کیا جائے کہ وہ اس قسم کی ناپاکیوں سے احتراز نہیں کرتے گو ایسے واقعات شاذونادر ہی وجود میں آتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ اصل مسئلہ پر اس سے کوئی زد نہیں پڑتی اور یہ کہ اسلام نے غیر مسلم کے جسم کو (جب کہ اس پر کوئی حقیقی نجاست نہ ہو) پاک قرار دیا ہے اور جب کہ ہم کسی ہندو کو اپنے سامنے بلاکر اپنے پاک پانی سے اس کے ہاتھ دھلواکر اپنے سامنے اس پانی سے آٹا گوندھواکر یا قند کا قوام بنواکر اس کے ہاتھ سے روٹی پکوائیں یا مٹھائی بنوائیں تو وہ مٹھائی یا روٹی پاک ہے محض غیر مسلم کے ہاتھ سے تیار ہونے کی بنا پر وہ ناپاک نہیں (۱) میری سابقہ تحریرات کا مطلب اسی قدر تھا۔

جب کہ مسئلہ کی یہ نوعیت صاف ہوگئی کہ انسانی جسم پاک ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر تو اب صورت مسئلہ آپ کی اس تحریر کے بموجب یہ ہوئی کہ جسم انسانی بحیثیت جسم انسانی ہونے کے پاک ہے مگر چونکہ غیر مسلم بہت سی ایسی چیزوں کو استعمال کرتے ہیں جو اسلامی احکام کی رو سے ناپاک ہیں اور وہ انہیں ناپاک نہیں سمجھتے بلکہ پاک اور مقدس خیال کرتے ہیں (مثلاً گائے کا پیشاب) تو ان حالات میں مسلمانوں کو ان کی بنائی ہوئی چیزوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں ؟ بعض مرتبہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چونکہ ہندو مسلمانوں کے ہاتھوں کو ناپاک سمجھ کر ان کے ہاتھ کی تر چیزوں کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں اور اپنی چیزوں میں مسلمانوں کا ہاتھ نہیں لگنے دیتے اور لگ جائے تو اسے پھینک دیتے ہیں اور مسلمانوں کو کوئی چیز دیتے ہیں تو نہایت ذلت آمیز طریقے سے اوپر سے ان کے ہاتھوں میں ڈال دیتے ہیں ان کے اس سلوک کو دیکھتے ہوئے اسلامی غیرت کس طرح اجازت دے سکتی ہے کہ ان کے ہاتھ کی مٹھائی یا پوریاں کچوریاں مسلمان استعمال کریں۔

میں اسکے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک ہندوؤں کے عقیدے اور اس سلوک کا تعلق ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمان بھی قومی غیرت اور خودداری پر عمل کریں اور جو ہندو ان کے ہاتھ کو ناپاک قرار دیتے ہیں اور ان کے ہاتھ کی چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں وہ بھی بہ تقاضائے غیرت و خودداری ان سے پرہیز کریں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ **جزاء سیئة سیئة مثلها** کے ماتحت گرفت نہیں مگر یہ یاد رہے کہ اگر مسلمانوں کے نزدیک ہندوؤں کا یہ فعل غلط اور خلاف عقل اور ذلیل ہے تو وہ خود اپنے اس فعل کو فی حد ذاتہ صحیح اور موافق عقل و شریعت قرار نہ دیں۔ بلکہ یہی کہیں کہ انسانوں کے درمیان اس قسم کا طرز عمل جاری کرنا غلط اور خلاف عقل اور مبتذل تو ضرور ہے مگر ہم صرف مجازاۃً کرتے ہیں نہ یہ کہ یہ طرز عمل ہمارے نزدیک مستحسن ہے۔

---

(۱) فسؤر الادمی مطلقاً ولو جنباً اوكافراً – طاهر (تنوير الابصارو شرحه مع رد المحتار' مطلب فی السؤر ۲۲۲/۱ ط سعيد) ولو ادخل الكفار اوالصبيان ايديهم لا يتنجس اذا لم يكن على ايديهم نجاسة حقيقة (حلبی كبير' فی احكام الحياض ص ۱۰۳ ط سهيل اكيڈمی' لاهور)

اب رہی یہ بات کہ ہندوؤں کا ناپاکیوں سے احتراز نہ کرنا اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ جب کہ کسی قوم یا جماعت کے متعلق یہ یقین یا ظن غالب ہو کہ وہ ناپاکی کا استعمال ضرور کرتی ہے تو اس سے احتراز لازم و فرض ہے مگر محض کسی قوم کا یہ عقیدہ کہ چوہا گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا یا کتے کا جھوٹا پاک ہے اس سے احتراز کرنے کو لازم نہیں کرتا مثلاً مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو منی کو ناپاک قرار نہیں دیتے(۱) ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں(۲) تو محض اس وجہ سے ہم ان کے ہاتھ کے کھانے سے پرہیز کرنے لگیں کہ ممکن ہے جو پانی انہوں نے استعمال کیا ہے اس میں بکری کا پیشاب پڑ گیا ہو اور انہوں نے اسے پاک قرار دے کر وہی پانی استعمال کر لیا ہو اسلئے ہم استعمال نہیں کر سکتے یہ حکم عام طور سے صحیح اور قابل عمل نہیں کوئی شخص بنا بر زہد و تقویٰ اپنے نفس کے لئے یہ طرز عمل اختیار کرے تو مضائقہ نہیں مگر حنفی مسلمان عام طور پر اس کے پابند کر دیئے جائیں کہ شوافع و مالکیہ کے کھانے وغیرہ سے اس بنا پر احتراز کرو کہ ان کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہے' یہ درست نہیں۔

بہر حال دیکھنا یہ ہے کہ غیر مسلم اگرچہ اس کنویں کے پانی کو استعمال کر لیں گے جس میں چوپایا شراب گر جائے مگر کیا روز مرہ کے واقعات میں یہ چیز کثیر الوقوع ہے ؟ کیا ان کے پانی میں جسے وہ روزانہ استعمال کرتے ہیں' غالب گمان یہی ہے کہ ضرور وہ چوہا گرے ہوئے کنویں کا پانی ہوگا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا التزام آپ بھی نہ کر سکیں گے۔ اور اگر التزام کر لیں تو میرا جواب یہ ہوگا کہ ہاں اگر روزانہ استعمال کے پانی میں نجس شے کی آمیزش کا گمان غالب ہے تو بیشک احتراز لازم ہے مگر میں اس نظریہ کو تسلیم نہیں کرتا کہ ایسا گمان غالب ہے بالخصوص ایسی حالتوں میں کہ اب اکثری طور پر شہروں میں نلوں کا پانی استعمال کیا جاتا ہے اور نلوں کے پانی کا خزانہ یعنی وہ حوض جن میں سے نل میں پانی آتا ہے اکثری طور پر غیر مسلموں کی نگرانی میں ہوتے ہیں اور ان میں چوہے گھونس بلی کتے گر کر مر جانے کا اور نکال پھینکنے کا احتمال موجود ہے اور اس بنا پر نلوں کے پانی کے استعمال میں بھی عدم جواز کا پہلو ہے جس سے احتراز عموی آج کل تقریباً ناممکن ہے۔

اس اصول کے موافق سلف صالحین میں بہت سے نظائر موجود ہیں بخاری (۳) میں حضرت عمرؓ کا یہ اثر کہ "انہوں نے ایک سفر میں ایک نصرانیہ کے گھر سے پانی لیکر وضو کیا" اسی سلسلے میں لایا گیا ہے کہ غیر مسلم کے گھر کا پانی وضو کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے' جب کہ خاص اس پانی کے ناپاک ہونے

---

(۱) قال الشافعی : المنی طاهر الخ (هدایة ' باب الانجاس و تطهیرها' ۷۳/۱ ط مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(۲) وبول ماکول اللحم نجس نجاسة خفیفه وطهره محمد (تنویر الابصار و شرحه مع رد المحتار' قبیل مطلب فی التداوی بالمحرم ۲۱۰/۱ ط سعید)

(۳) وتوضأ عمر بالحمیم ومن بیت نصرانیة(صحیح البخاری' باب وضوء الرجل مع امراته و فضل وضوء المراة ۳۳/۱ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)

کا ظن غالب نہ ہو اگرچہ یہ بات قطعی تھی کہ نصرانی خنزیر اور شراب عام طور پر استعمال کرتے تھے مگر یہ عام استعمال اس خاص پانی کے ناپاک قرار دینے کے لئے کافی نہ تھا امید ہے کہ اس گزارش کے بعد کوئی شبہ باقی نہ رہے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تولیہ یا رومال سے پاؤں یا جوتا جھاڑنے کے بعد چہرہ پونچھا یا اس پر نماز پڑھنا جائز ہے .

(سوال) ایک صاحب کی عادت ہے کہ پیدل سفر کر کے کسی مقام پر پہنچ کر تولیہ یا رومال جو ان کے پاس موجود ہو جوتے اور پیر پر مار کر جھٹک کر گرد صاف کر دیتے ہیں اور پھر اسی پر نماز پڑھتے اور وضو کر کے ہاتھ اور منہ پونچھ لیتے ہیں اگر اعتراض کیا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ خشک چیز ہے جو شرعاً پاک ہے اور جائز ہے دوسروں کا خیال ہے کہ وہ پاک سہی مگر مکروہ ضرور ہے۔ المستفتی نمبر ۱۵۷۹ محمد خاں صاحب (ملک مالوہ) ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۸ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۵۹) تولیہ یا رومال سے جوتی اور پاؤں جھاڑنے کے بعد منہ پوچھنا یا اس پر نماز پڑھنا جائز ہے اور جب کہ رومال یا تولیہ پر غبار کا اثر نہ رہے تو کوئی کراہت بھی نہیں (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مقعد میں تھرمامیٹر لگانے سے غسل واجب نہیں ہوتا .

(سوال) یہاں پر ایک اسپتال ہے جس میں مخصوص طور پر تپ دق اور سل کا علاج ہوتا ہے اس اسپتال میں بخار کے درجہ کو ناپنے کے لئے تھرمامیٹر بجائے منہ یا بغل میں رکھنے کے مقعد میں رکھا جاتا ہے وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ منہ یا جسم کے کسی اور جگہ کی گرمی قابل اعتبار نہیں ہے بخار کا درجہ روزانہ اس طور سے کم سے کم چار دفعہ صبح' دوپہر' شام اور رات کو ناپا جاتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی حالت میں مریض نماز کس طرح ادا کرے اور قرآن شریف کو کس طرح چھوئے کیونکہ مریض دن میں چار چھ دفعہ کیسے نہائے امید کہ جواب سے سرفراز فرمائیے گا۔

المستفتی نمبر ۲۴۳۵ محمد یونس صاحب۔ مدن پال۔ ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ م ۹ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ۳۶۰) مقعد میں تھرمامیٹر لگانے سے غسل واجب نہیں ہوتا (۲) پس مریض اس عمل کے بعد صرف وضو یا تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اور قرآن مجید کو چھو سکتا ہے (۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) وفی التتارخانیہ' من شك فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة او لا فهو طاهر مالم یستیقن (رد المحتار' قبیل مطلب فی ابحاث الغسل ۱/۱۵۱ ط سعید)

(۲) والمعانی الموجبه للغسل انزال المنی علی وجه الدفق والشهوة من الرجل والمراة والتقاء الختنین من غیر انزال والحیض والنفاس (مختصر القدوری ص ۷ ط سعید)

(۳) وكذا لو ادخل اصبعه فی دبره ولم یغیبها فان غیبها او ادخلها عند الاستنجاء بطل وضوئه(الدر المختار مع رد المحتار' مطلب فی نواقض الوضوء ۱/۱۴۹ ط سعید)

دری یاٹاٹ جو نچڑنہ سکے کے پاک کرنے کا طریقہ .

(سوال) مسجد کی جانماز دری کی یاٹاٹ کی جو نچڑنہ سکے ناپاک ہو گئی وہ کس طرح پاک ہو سکتی ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۲۹۵ عبدالحکیم (نارنول) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۶ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۶۱) دری یاٹاٹ کو دھو کر ڈال دو جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو دوسری بار دھوؤاور پھر جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو تیسری بار دھوؤ پاک ہو جائے گی(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

جلتے تنور میں کتا گرے اور جل کر مر جائے تو تنور کا کیا حکم ہے ؟

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) اگر جلتے ہوئے تنور میں کتا گرے اور جل کر مر جائے تو اس تنور کا کیا حکم ہے ؟

(جواب ۳۶۲) جلتے ہوئے تنور میں کتا گر کر مر جائے تو جب کتا جل کر راکھ ہو جائے یا اس کو نکال کر پھینک دیا جائے 'اس کے بعد تھوڑا سا توقف کر کے روٹی پکانے میں کوئی حرج نہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) وقدر تثليث جفاف اى انقطاع تقاطره فى غيره اى غير منعصر مما يتشرب النجاسة (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار' باب الانجاس ۱ /۳۳۲ ط سعيد)

(۲) كتنور رش بماء نجس لا باس بالخبز فيه – يطهر ان لم يظهر فيه اثر النجس بعد الطبخ ذكره الحلبى (تنوير الابصار وشرحه)قال المحقق فى الشامية' بخلاف –عذرة صارت رماداً (قوله ذكره الحلبى)وعلله بقوله لاضمحلال النجاسة بالنار و زوال اثرها (رد المحتار' باب الانجاس ۱/ ۳۱۵–۳۱۶ ط سعيد)

كتاب الختان والخفاض

بے ختنہ بالغ شخص دوسرے سے ختنہ کرا سکتا ہے.

(سوال) زید کے موضع اور نواح میں بوجہ نہ ہونے رواج سنت نبوی (ختنہ) اکثر معمر وجوان آدمی بے ختنہ ہیں جب کہ وہ لوگ اس کوتاہی سے آگاہ ہوئے ہیں اس کمی کو پورا کرنا چاہتے ہیں لیکن اول تو بہت سے لوگ بوجہ کمزوری دل خود ختنہ کرنے سے قاصر ہیں دوم اگر موافق سنت شریف لونڈی سے کراویں تو اس زمانے میں معدوم ہیں اب یہی ہو سکتا ہے کہ یا تو وہ تارک فرض ہو کر کسی تجربہ کار شخص سے ختنہ کراویں یا تارک سنت رہیں اگر کوئی صورت امکان کی ہو تو مطلع فرمائیں ؟

(جواب ۳۶۳) صورت مسئولہ میں اگر ایسے شخص خود ختنہ نہیں کر سکتے اور آج کل باندیاں بھی نہیں ہیں جو ختنہ کر سکیں تو وہ اپنا ختنہ کرا سکتے ہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ختنہ کی تقریب میں دعوت دینا ضروری نہیں.

(سوال) اگر کوئی شخص اپنے لڑکے کے ختنے میں کسی کو دعوت نہ دے نہ کھانا کھلائے تو کیا حکم ہے ؟ ایک شخص نے ایسا کیا تو لوگوں نے اس کا بائیکاٹ کر دیا پھر اس نے قربانی کی تو لوگوں نے قربانی کا گوشت لینے سے انکار کر دیا اور دوسرے لوگوں کو بھی روکا وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس نے ختنہ کی تقریب میں ہم کو دعوت نہیں دی تھی۔ المستفتی نمبر ۲۶۹ شاہ محمد صاحب ۱۶ محرم ۱۳۵۳ھ مطابق یکم مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۶۴) ختنے کی تقریب میں دعوت دینا اور بستی کے لوگوں کو کھانا کھلانا لازم نہیں ہے اگر کسی کو وسعت ہو اور وہ اپنی خوشی سے دعوت دے دے تو اسے اختیار ہے لیکن لوگوں کو اس سے زبردستی دعوت لینے کا کوئی حق نہیں ہے(۲) اور نہ دینے کی وجہ سے اس کا بائیکاٹ کر دینا اور قربانی کا گوشت نہ لینا اور دوسروں کو بھی لینے سے باز رکھنا یہ سب ناجائز باتیں ہیں(۳) یہ لوگ شریعت سے ناواقف ہیں ان کو نرمی اور آہستگی سے تبلیغ کر کے واقف کرانا چاہئے فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کیا عورتوں کا ختنہ بھی سنت ہے ؟

(سوال) زید کہتا ہے اور ایک کتاب کا بھی ثبوت پیش کرتا ہے کہ عورتوں کی ختنہ ہونا چاہئے شرع

---

(۱) قیل فی ختان الکبیر اذا امکن ان یختن نفسه فعل والا لم یفعل الا ان یمکنه ان یتزوج او یشتری ختانة فتختنه وذکر الکرخی فی الجامع الصغیر' و یختنه الحمامی (عالمگیریه : الباب التاسع عشر فی الختان ۵/۳۵۷' ط ماجدیه' کوئٹه)

(۲) لا ینبغی التخلف عن اجابة الدعوة العامه کدعوة العرس والختان و نحوهما - وان لم یاکل فلا باس (عالمگیریه' الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات ۵/۳۴۳' ط ماجدیه ' کوئٹه)

(۳) عن عائشه ان رسول الله ﷺ قال : لا یکون لمسلم ان یهجر مسلما فوق ثلثة فاذا لقیه سلم علیه ثلاث مرار کل ذلک لا یرد علیه فقد باء باثمه (سنن ابی داؤد' باب فی هجرة الرجل اخاه ۲/۳۲۵' ط امدادیه ملتان)

شریف میں کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۳۲۹ محمد لال شاہ (ضلع متھرا) ۶ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۶۵) عورتوں کا ختنہ جس کو عربی میں خفاض کہتے ہیں' عرب میں اس کا رواج تھا اور ایک حدیث میں یہ ذکر آیا ہے کہ ایک عورت سے جو عورتوں کا ختنہ کیا کرتی تھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس میں مبالغہ نہ کیا کرو بلکہ بہت تھوڑی سی مقدار قطع کیا کرو کہ اس میں مرد اور عورت دونوں کا فائدہ ہے (۱) اور عورتوں کے ختنے کو بعض فقہا نے سنت اور بعض نے مکرمت یعنی ایک اچھی اور شرافت کی بات بتایا ہے' لیکن یہ سنت مؤکدہ اور ضروری نہیں ہے اگر کیا جائے تو اچھا ہے نہ کیا جائے تو کوئی شرعی الزام اور مواخذہ نہیں ہے بخلاف لڑکوں کے ختنے کے کہ وہ سنت مؤکدہ ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) کیا بے ختنہ مسلمان کا ختنہ ضروری ہے ؟
(۲) بے ختنہ مسلمان کا نکاح جائز ہے .
(۳) بے ختنہ مسلمان کی اولاد کا نکاح باختنہ مسلمان کی اولاد سے جائز ہے .
(۴) بالغ نو مسلم کا ختنہ کر دینا بہتر ہے .
(۵) کیا بے ختنہ بالغ مسلمان پر ختنہ کے لئے سختی کی جا سکتی ہے ؟
(۶) بے ختنہ کے پیشاب کی پاکی اور نماز درست ہو سکتی ہے .
(۷) بے ختنہ بالغ مسلمان کا ختنہ جائز ہے .
(۸) بے ختنہ مسلمان کا نکاح جائز ہے .
(۹) بے ختنہ بالغ مسلمان طہارت میں احتیاط کرے تو باختنہ مسلمانوں کی امامت کر سکتا ہے

(سوال) (۱) بے ختنہ بالغ مسلمان کی ختنہ کرانا جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) بے ختنہ بالغ مسلمان کا نکاح جائز ہے یا نہیں ؟ (۳) بے ختنہ بالغ مسلمان کی اولاد سے باختنہ بالغ مسلمان کی اولاد کا نکاح درست ہے یا نہیں ؟ (۴) ایک بالغ ہندو مسلمان ہو کر ختنہ کرانا چاہتا ہے کیا اس کا ختنہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ (۵) بے ختنہ بالغ مسلمان کا نکاح اگر جائز ہے تو قریہ یا شہر کے غفلتی لوگ ختنہ سے بے پروا ہو جائیں گے ؟ (۶) سنا گیا ہے کہ بے ختنہ بالغ مسلمان کی پیشاب کی پاکی نہیں ہوتی اور اس وجہ سے اس کی نماز بھی درست نہیں ہوتی ؟ (۷) بالغ ہونے کے بعد بے ختنہ مسلمان کا ختنہ کرانا حرام ہے تو اگر ختنہ کرا لیا تو اس کی سزا کیا

---

(۱) عن ام عطیة الا نصاریة' ان امراة کانت تختن بالمدینة فقال لها النبی ﷺ لا تنهکی فان ذلک احظی للمراة واحب للبغل (سنن ابی داؤد' باب فی الختان ۲/۳۶۸ ط امدادیه ملتان)

(۲) اختلفت الروایات فی ختان النساء ذکر فی بعضها انها سنة هکذا فی المحیط عن بعض المشایخ و ذکر شمس الائمه فی ادب القاضی للخصاف ان ختان النساء مکرمة (عالمگیریه' الباب التاسع عشر فی الختان ۵/۳۵۷' ط ماجدیه کوئٹه)

ہے ؟ (۸) بے ختنہ بالغ مسلمان کا نکاح اگر جائز نہیں ہے تو کیا وہ ہمیشہ بے نکاح ہی رہے گا ؟ (۹) بے ختنہ بالغ مسلمان باختنہ مسلمانوں کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں ؟ **المستفتی نمبر ۳۹۷ محمد حیات** (ضلع بیجاپور) ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۶۶) غیر مختون بالغ مسلمان کی ختنہ کرانا اگر کسی وجہ سے ضروری ہو جائے تو جائز ہے مثلاً وہ ختنہ کی اہمیت سے عملاً محترز ہو یا اس کی وجہ سے دوسرے کے لئے یہ رسم قائم ہو جانے کا احتمال ہو (۱) (۲) بے ختنہ مسلمان کا نکاح جائز ہے (۲) (۳) بے ختنہ مسلمان کی اولاد کا نکاح ختنہ والے مسلمان کی اولاد کے ساتھ جائز ہے (۳) (۴) اگر بالغ غیر مسلم مسلمان ہو جائے تو اس کا ختنہ کرا دینا بہتر ہے کہ اس سے خوف ارتداد نہیں رہتا یا کم ہو جاتا ہے (۴) (۵) اتفاقی طور پر کوئی مسلمان غیر مختون رہ جائے تو اس کے لئے ختنہ کی اتنی سختی برتنی مناسب نہیں (۵) ہاں اگر کوئی عناداً ختنہ نہ کرائے تو اس کو ختنہ کے لئے مجبور کرنے میں مضائقہ نہیں (۶) (۶) بے ختنہ مسلمان کے ناپاک رہنے کا شبہ ضرور رہتا ہے لیکن یہ مطلب نہیں کہ وہ پاک ہو نہیں سکتا اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ غیر مختون ہمیشہ بے نماز ہی رہتا ہے (۷) (۷) اوپر بتایا گیا ہے کہ ضرورت اور مصالح شرعیہ کی بنا پر بالغ کا ختنہ کرانا جائز ہے (۸) مطلقاً حرام نہیں ہے (۸) نمبر ۲ ملاحظہ ہو (۹) اگر وہ استنجا اور طہارت میں احتیاط کرتا ہو تو وہ ختنہ والے مسلمان کی امامت بھی کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ اتفاقی طور پر غیر مختون رہ گیا ہو ختنہ کے سنت ہونے کا قائل ہو (۹) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

---

(۱) و اذا اجتمع اهل مصر على ترك الختان قاتلهم الامام كما يقا تلهم كما فى ترك سائر السنن (فتاوى القاضى خان على هامش الهندية' فصل فى الختان ۳/۴۰۹ ط ماجديه كوئته)

(۲) لانه يمكن ان يتزوج امراة او يشترى امة تختنه..... لان الختان سنة للرجال (رد المحتار' فصل فى المس والنظر ۶/۳۷۱ ط سعيد)

(۳) ايضاً

(۴) قيل فى ختان الكبير اذا امكن ان يختن نفسه فعل والا لم يفعل الا ان يمكنه' ان يتزوج او يشترى ختانة فتختنه' وذكر فى الجامع الصغير و يختنه الحمامى (عالمگيريه' الباب التاسع عشر فى الختان ۵/۳۵۷' ط ماجديه كوئته)

(۵) واختلفوا فى الختان قيل انه سنة وهو الصحيح (عالمگيريه: الباب التاسع عشر فى الختان ۵/۳۵۷ ط ماجديه كوئته)

(۶) اذا اجتمع اهل مصر على ترك الختان قاتلهم الامام كما يقا تلهم فى ترك سائر السنن (فتاوى القاضى خان على هامش الهندية' فصل فى الختان ۳/۴۰۹ ط ماجديه كوئته)

(۷) الا قلف...... ولو توضأ ولم يوصل الماء تحت الجلدة جاز (فتاوىٰ القاضى خان على هامش الهندية' فصل فى الختان' ۳/۴۰۹ ط ماجديه كوئته)

(۸) قيل فى ختان الكبير اذا مكن ان يختن نفسه فعل الخ (عالمگيريه: الباب التاسع عشر فى الختان ۵/۳۵۷' ط ماجديه' كوئته)

(۹) فان قالوا: هو على خلاف ما يمكن الا ختتان فانه لا يشدد عليه ولا يتعرض بل يترك ويكون ذلك عذراً' والواجبات تسقط بالا عذار فالسنة اولى (فتاوىٰ القاضى على هامش الهندية' فصل فى الختان ۳/۴۰۹ ط ماجديه كوئته)

ختنہ کی تقریب میں ناجائز کام نہ ہو تو شرکت جائز ہے.

(سوال) میرا نواسہ ہے اور اس کی ختنہ ہو گئی ہے اس کے دادا کہتے ہیں کہ میں اس کا کھانا کروں گا اس میں اگر مجھے بلایا جائے تو میں شریک ہو جاؤں یا نہیں ؟ کیونکہ میں فی الحال تو ختنے میں شریک نہیں ہوتا جب سے مجھے معلوم ہوا ہے لیکن کھانے کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہے۔ المستفتی نمبر ۸۵۷ محمد حیات (ضلع علی گڑھ) ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۶۷) ختنہ کی تقریب میں شریک ہونا اور کھانے میں شریک ہونا فی حد ذاتہ جائز ہے بشر طیکہ ریاو شہرت کے لئے یہ کام نہ ہو اور قرض ادھار لیکر یہ کام نہ کیا جائے اور کوئی ناجائز کام مثلاً گانا بجانا نہ ہو(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کیا عورت کا ختنہ بھی مسنون ہے ؟

(سوال) زید کا بیان ہے کہ عورت کا ختنہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور بلکہ زواجر ہندی آدم فی الحدیث میں یہ مسئلہ تحریر ہے لیکن عمرو اس مسئلہ کے خلاف ہے اور کہتا ہے کہ عورت کا ختنہ سنت رسول اللہ ﷺ نہیں ہے اور نہ زواجر ہندی آدم فی الحدیث کو مانتا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۴۲۳ مسماۃ فاطمہ بائی صاحبہ (بمبئی) ۲۱ صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۶۸) عورت کے ختنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے جیسے کہ شامی (۲) جلد خامس ص ۵۲۲ میں مذکور ہے بعض فقہاء اس کو سنت بعض مستحب کہتے ہیں اور اس پر سب متفق ہیں کہ اس کی کوئی تاکید نہیں ہے ختنہ نہ کرانے میں کوئی گناہ یا ملامت نہیں ہے ابو داؤد (۳) میں حدیث ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک عورت عورتوں کا ختنہ کیا کرتی تھی تو حضور ﷺ نے اس کو فرمایا تھا لا تنھکی یعنی ختنہ میں کھال زیادہ نہ کاٹا کرے۔ اور شامی (۴) میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ختان الرجال سنة و ختان النساء مکرمة یعنی مردوں کا ختنہ سنت ہے اور عورتوں کا ختنہ مکرمت یعنی مردوں کی خوشنودی کے لئے ہے مطلب یہ کہ مردوں کے ختنے کی طرح سنت مستقلہ مؤکدہ نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) لا ینبغی التخلف عن اجابة الدعوة العامة کدعوة العرس والختان و نحوهما...... واما اذا علم قبل الحضور فلایحضره لانه لا یلزمه حق الدعوة (عالمگیریه : الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات ۳۴۳/۵ ط ماجدیه کوئٹه)

(۲) و فی کتاب الطهارة من السراج الوهاج' اعلم ان الختان سنة عندنا للرجال والنسآء' وقال الشافعی واجب وقال بعضهم سنة للرجال مستحب للنساء (رد المحتار' مسائل شتی ۷۵۱/۶ ط سعید)

(۳) باب فی الختان ۳۶۸/۲ ط امدادیه' ملتان

(۴) مسائل شتی ۷۵۱/۶

ختنہ کی دعوت جائز ہے

(سوال) ختنہ میں دعوت کرنی درست ہے یا نہیں ؟ حدیث طبرانی الخرس والا عذار والتوکیر انت فیه بالخیار سے گنجائش معلوم ہوتی ہے اور حدیث مسند احمد ولیمة الختان لم یکن یدعی لها سے ممانعت وبدعت ثابت ہوتی ہے پس اس بارے میں کیا توجیہ ہو گی ؟ المستفتی نمبر ۲۲۶۳ محمد یسین صاحب اعظم گڑھ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۶۹) ولیمة الختان لم یکن یدعی لها کا مفہوم اسی قدر ہے کہ یہ معمول نہ تھا ولیمہ کا لفظ اس کو شامل ہے اس لئے فی حد ذاتہ اباحت ہے(۱) ہاں آج کل کے مصالح اسلامیہ اس کے مقتضی ہیں کہ ایسی دعوتیں جس قدر کم ہوں بہتر ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ختنہ کرنا سنت اور مسلمانوں کا شعار ہے.

(سوال) ایک شخص اپنے لڑکوں کی ختنہ نہیں کراتا اور اس بات سے بھی انکار کرتا ہے اور اس کے چار لڑکے ہیں جن میں ایک لڑکے کی عمر تئیس سال اور دوسرے کی چھبیس سال اور تیسرے کی انیس سال اور چوتھے کی تیرہ سال ہے مگر اس نے کسی کی ختنہ نہیں کرائی تمام ویسے ہی ہیں اب لوگ اس سے کراہت کرتے ہیں کیا وہ اس سے قطع تعلق کر سکتے ہیں یا کہ نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۵۱۹ محمد اسلوب (بلند شہر) ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۳۹ء

(جواب ۳۷۰) ختنہ سنت ہے مگر مسلمانوں کے لئے اسلامی شعار ہے یہ شخص کسی وجہ سے ختنہ نہیں کراتا چار بچوں کا ختنہ نہ کرانا بظاہر کسی عذر پر مبنی نہیں ہے مسلمانوں کو چاہئیے کہ وہ اسے بچوں کے ختنے کرانے پر مجبور کریں اور نہ مانے تو اس کو حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ سمجھائیں یہاں تک کہ وہ اپنی ضد سے باز آجائے اگر مناسب حد تک اس کے ساتھ سختی بھی کی جائے تو مضائقہ نہیں(۲) سختی سے صرف یہ مراد ہے کہ مسلمان اس کو اپنی تقریبات شادی و غمی میں شرکت کی دعوت نہ دیں۔ اس کے یہاں تقریبات میں شریک نہ ہوں(۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) لا ینبغی التخلف عن اجابة الدعوة العامة کدعوة العرس والختان و نحوهما (عالمگیریه: الباب الثانی عشر فی الهدایا و الضیافات ۳۴۷/۵ ط ماجدیه کوئٹه)

(۲) والا صل ان الختان سنة کما جاء فی الخبر وهو من شعائر الاسلام و خصائصه فلواجتمع اهل بلدة علی ترکه حاربهم الامام فلا یترك الا لعذر (تنویر الابصار و شرحه مع رد المحتار' مسائل شتی ۷۵۱/۶ ط سعید)

(۳) قال المهلب غرض البخاری فی هذا الباب ' ان یبین صفة الهجران الجائز' وانه یتنوع بقدر الجرم فمن کان من اهل العصیان یستحق الهجران بترك المکالمه کما فی قصة کعب و صاحبیه (فتح الباری شرح صحیح البخاری' باب مایجوز من الهجران لمن عصی ۴۱۵/۱۰ ط مکتبه مصطفی مصر)

غیر مسلم ماہر ڈاکٹر سے ختنہ کرانا جائز ہے.

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء)

(سوال) غیر مسلم ڈاکٹر (سکھ یا ہندو) سے لڑکے کی ختنہ کرانی جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۷۱) واقف کار غیر مسلم ڈاکٹر سے ختنہ کرانا جائز ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) وافار فی النهر تبعا للهجر' جواز التطيب بالكافر فيما ليس فيه ابطال عيادة (الدر المختار) قال المحقق فی الشاميه (قوله : وافار فی النهر) – و فيه اشارة الى ان المريض يجوز له ان يستطيب بالكافر فيما عدا ابطال العيادة (ردالمحتار' فصل العوارض المبيحة لعدم الصوم ۲/۴۲۲-۴۲۳ ط سعيد)

(الحمد لله الذى تتم بنعمته الصالحات)

دارالاشاعت کی مطبوعہ فقہی کتب ایک نظر میں

بہشتی زیور مدلل مکمل ——— حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح
فتاوی رحیمیہ اردو ۱۰ حصے ——— مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری
فتاوی رحیمیہ انگریزی ۳ حصے 〃 〃 〃 〃
فتاوی عالمگیری اردو ۱۰ جلد مع پیش لفظ مولانا محمد تقی عثمانی ——— اورنگ زیب عالمگیر
فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۲ حصے ۱۰ جلد ——— مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب
فتاوی دارالعلوم دیوبند ۲ جلد کامل ——— مولانا مفتی محمد شفیع رح
اسلام کا نظام اراضی ——— 〃 〃 〃 〃
مسائل معارف القرآن (تفسیر معارف القرآن میں ذکر قرآنی احکام) 〃 〃 〃 〃
انسانی اعضاء کی پیوندکاری ——— 〃 〃 〃 〃
پراویڈنٹ فنڈ ——— 〃 〃 〃 〃
خواتین کے لیے شرعی احکام ——— اہلیہ ظریف احمد تھانوی رح
بیمہ زندگی ——— مولانا مفتی محمد شفیع رح
رفیق سفر سفر کے آداب و احکام 〃 〃 〃 〃
اسلامی قانون نکاح، طلاق، وراثت ——— فضیل الرحمن ہلال عثمانی
علم الفقہ ——— مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رح
نماز کے آداب و احکام ——— انشاء اللہ خان مرحوم
قانون وراثت ——— مولانا مفتی رشید احمد صاحب
داڑھی کی شرعی حیثیت ——— حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب
الصبیح النوری شرح قدوری اعلی ——— مولانا محمد حنیف گنگوہی
دین کی باتیں یعنی مسائل بہشتی زیور ——— مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح
ہمارے عائلی مسائل ——— مولانا محمد تقی عثمانی صاحب
تاریخ فقہ اسلامی ——— شیخ محمد خضری
معدن الحقائق شرح کنز الدقائق ——— مولانا محمد حنیف گنگوہی
احکام اسلام عقل کی نظر میں ——— مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح
حیلۂ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح 〃 〃 〃 〃